شاہجہان نامہ

عملِ صالح

المعروف بہ

شاہجہان نامہ

(جلد اول)

مصنفہ

محمد صالح کنبوہ

ترجمہ

ڈاکٹر ناظر حسن زیدی

مرکزی اردو بورڈ، لاہور

بار اول : اگست ۱۹۷۱ء
تعداد اشاعت : گیارہ سو

ناشر

*

اشفاق احمد
ڈائرکٹر مرکزی اردو بورڈ ، گلبرگ ، لاہور

مطبع

*

قوسین

نہارنٹ روڈ ، لاہور

فہرست

شاہجہاں نامہ

شاہجہاں نامہ

شاہجہاں نامہ

مقدمہ

تاریخ نگاری نہایت مفید فن ہے جس سے صرف بادشاہوں یا اُمراء کے حالات ہی نہیں بلکہ قوموں کے عروج و زوال کی کیفیت بھی معلوم ہوتی ہے۔ یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کسی سلطنت میں جو مختلف قومیں آباد ہوئی ہیں اُن کے عقائد، مزاج اور رسم و رواج کیا ہیں اور اُن کے دخل سے سلطنت کے معاملات میں کیا کیا تغیر راہ پاتے ہیں۔ اسی فنِ لطیف کی بدولت لوگوں کو اپنے اسلاف، زمانۂ ماضی کی دوسری قوموں اور مختلف حکومتوں کے حالات سے آگاہی ملتی ہے۔ اس بنا پر فنِ تاریخ کو مسلمانوں میں خاص اہمیت حاصل رہی ہے اور ابنِ خلدون نے اسے تدبیر و تصرف کا سرچشمہ قرار دیا ہے[1]۔

اگرچہ فنِ تاریخ نگاری تہذیب و تمدن کے عروج میں پرورش پاتا ہے لیکن حیرت ہے کہ مغل بادشاہوں کو ابتدا ہی سے اس کے ساتھ خصوصی دلچسپی رہی۔ چنگیز خاں، جس کا زمانۂ حکومت تیرھویں صدی عیسوی کا ربع اول ہے، تعلیم سے بہرہ مند نہ تھا تاہم اس نے اپنے اصولِ سلطنت، آدابِ حکومت اور فوجوں کی نگہداشت کے قاعدوں کو 'تورۂ چنگیز خانی' کی صورت میں قلمبند کروایا۔ چنگیز کا پوتا ہلاکو خاں ترکستان اور خراسان سے گزر کر سارے ایران اور عراق پر قابض ہو گیا۔ جب فتوحات کا سیلاب بلند ترین حد پر پہنچنے کے بعد ایک معین سطح پر قائم ہوا اور مغل بادشاہوں اور سرداروں کو ایران جیسے علم پرور

۱۔ مقدمہ ابن خلدون۔ اردو ترجمہ طبع کراچی ص ۱۸۴ تا ۱۹۵

ملک کے فاضلوں کی خدمات میسر آئیں تو انھوں نے باقاعدہ تاریخیں لکھوانی شروع کیں جن میں بہ لحاظ اولیت و مقبولیت عطا ملک جوینی کی تاریخ جہاں کشا کو اہمیت حاصل ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں چنگیز خاں کے آباء و اجداد، مغل قبیلوں اور ان کی آبادیوں کا حال لکھنے کے بعد اُن کے زمانۂ حکومت کے حالات بڑی شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیے ہیں۔ امیر تیمور اسی مغل (منگولین) خاندان کا نواسا ہے۔ امیر تیمور کے آباء و اجداد ترک تھے۔ اسی وجہ سے تیموری سلسلے کے تاجداروں کو کبھی ترک لکھا جاتا ہے اور کبھی مغل۔ یہ وہ صاحب قران، اقبال مند تاجدار ہے جس کی فتوحات کا دائرہ شمال میں وسط ایشیا سے لے کر جنوبی ایران تک اور مشرق میں ہندوستان سے لے کر انتہائی مغرب یعنی ترکیہ اور جنوبی یورپ تک پھیلا ہوا تھا۔ چنگیز کی طرح امیر تیمور نے بھی فوج کشی اور جہاں بانی کے دستور العمل تحریر کیے جن کے مجموعے کو ترک تیموری کا نام ملا ہے۔

تیمور اور اُس کے جانشینوں نے خواہ اپنی شہرت اور بقائے نام کی خاطر، خواہ علم پروری کے واسطے، تفصیلی تاریخیں لکھوائیں جن سے ان بادشاہوں کے حالات بڑی وضاحت سے معلوم ہوتے ہیں۔ عجائب المقدور، ظفر نامہ، مطلع السعدین، زبدۃ التواریخ وغیرہ انھی بادشاہوں کی سرپرستی سے معرض تحریر میں آئیں۔ ہندوستان میں مغلوں کی حکومت اس عروج پر پہنچی کہ ایشیا اور یورپ کی کوئی ہمعصر سلطنت اُس کی ہمسر نہ تھی۔ ان بادشاہوں کو خود بھی تاریخ سے شغف تھا۔ بابر کی ترک بابری، اُس کی بیٹی گلبدن بیگم کا ہمایوں نامہ، جہانگیر کی ترک جہانگیری اسی شوق کی آئینہ دار ہیں۔ مؤرخوں نے بھی اسی شوق سے یا ان بادشاہوں کے ایما سے مفصل تاریخیں لکھیں جن میں طبقات اکبری، اکبر نامہ، منتخب التواریخ، اقبال نامۂ جہانگیری، تاریخ دلکشا، بادشاہ نامہ

کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ محمد صالح کی تصنیف عمل صالح اسی سلسلے کی کڑی ہے جو عہد شاہجہانی کی معتبر اور مفصل تاریخ ہے۔

معلوم نہیں کہ اس کتاب کی تحریر کب شروع ہوئی۔ محمد صالح کنبوہ نے اسے ۱۰۷۰ھ (۱۶۵۹ - ۶۰ء) میں مکمل کر کے "لطیفۂ فیض الٰہی" سے تاریخ تصنیف نکالی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعد میں بھی اس کی ترمیم اور اضافوں میں مصروف رہا، چنانچہ بہت سے واقعات مثلاً شاہزادہ سلیمان شکوہ کا انتقال ۱۰۷۲ھ[1]، شاہجہاں کی وفات ۱۰۷۶ھ[2]، مُلّا حسن فروغی کی وفات ۱۰۷۷ھ[3]، اور مولانا شفیعائے یزدی کا انتقال ۱۰۸۰ھ[4] شامل کتاب ہیں۔ یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ مصنف کا انتقال کب ہوا۔ نور محمد حشمی کا قول ہے کہ وہ ۱۰۷۵ھ میں فوت ہوا[5]۔ یہ قول صریحاً غلط ہے۔ سید محمد لطیف نے تاریخ لاہور میں اس کا سن وفات ۱۰۸۵ھ (۱۶۷۴ء) قرار دیا ہے۔ پبلک لائبریری لاہور میں عمل صالح کا جو قلمی نسخہ ہے اس کے آخر میں نقل نویس نے اختتامی عبارت میں یہ فقرہ لکھا ہے:

"ختم شد نسخۂ عمل صالح من تصنیف جامع الکمالات صوری و معنوی میاں محمد صالح سلمہ اللہ روز یکشنبہ تاریخ بیست و ہفتم صفر سنہ ۳ جلوس والا مطابق ۱۱۲۰ھ۔"

اگر اس فقرے پر اعتماد کیا جائے (انکار کی سر دست کوئی

۱- عمل صالح طبع لاہور جلد سوم ص ۳۴۰
۲- ایضاً ص ۳۴۵
۳- ایضاً ص ۳۸۲
۴- ایضاً ص ۴۲۰
۵- تحقیقات حشتی ص ۵۹۲

وجہ بھی دستیاب نہیں) تو 'سلمہ اللہ' کی دعا سے ، جو ہمیشہ زندہ اشخاص کے لیے لکھی جاتی ہے ، یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مصنف ۲۷ صفر ۱۱۲۰ھ یعنی ۱۷ مئی ۱۷۰۸ء تک زندہ و سلامت تھا۔

اس بحث سے قطع نظر کرکے اتنا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محمد صالح کنبوہ کا سرمایۂ زندگی دو کتابیں ہیں۔ ایک تو بہار سخن جو خطوط ، رقعات اور منشآت کا مجموعہ ہے اور مصنف کی قادر الکلامی اور رنگین نگاری کا شاہکار ہے[1] ، دوسرے عمل صالح جو تین جلدوں میں عہد شاہجہانی کی مفصل تاریخ ہے۔ شاہجہاں کے علاوہ امیر تیمور سے جہانگیر تک کے حالات ، جن میں سے بیشتر اکبر نامۂ ابو الفضل سے ماخوذ ہیں ، اس تصنیف میں شامل ہیں۔ اکبر نامہ کے علاوہ مصنف نے واقعات نقل کرنے میں میرزا امینا کی تاریخ شاہجہانی ، مُلّا عبدالحمید اور محمد وارث کے بادشاہ نامہ اور شیخ عنایت اللہ کی تاریخ دلکشا سے استفادہ کیا ہے[2]۔

عمل صالح کا انداز نگارش اُس زمانے کی اکثر تاریخوں کی طرح رنگین ، پیچیدہ اور طوالت آمیز ہے۔ بالعموم ایک مضمون یا واقعے کو ہم قافیہ عبارتوں کے جوڑوں میں ادا کیا ہے۔ استعاروں کا استعمال بہت عام ہے بلکہ بعض جگہ مضمون آفرینی اور رنگیں بیانی کے لیے ایسی تراکیب صرف کی ہیں کہ مفہوم بڑی دشواری سے سمجھ میں آتا ہے۔ یعنی آزاد کے الفاظ میں ''مطالب باریکی سے تاریکی میں جا پڑے ہیں۔'' شاہجہانی عہد کے تمام تاریخ نویس

۱۔ ادارۂ تحقیقات پاکستان ، پنجاب یونیورسٹی لاہور کے زیر اہتمام یہ کتاب طبع ہو رہی ہے۔
۲۔ غلام یزدانی ، مقدمہ عمل صالح ، جلد اول ص ۲ ، طبع کلکتہ۔

ابوالفضل کے مقلد ہیں لیکن ابوالفضل کی متانت میں شگفتگی اور آرائشِ عبارت میں سنگینی و معنی آفرینی کا امتزاج ہے۔ عبدالحمید، محمد وارث اور محمد صالح اس انداز کی متانت و سنگینی پیدا نہیں کر سکے۔ مضمون آرائی ان کا شیوہ ہے۔ تاہم اتنا کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ ان بزرگوں، بالخصوص محمد صالح کو ندرتِ کلام، انتخابِ الفاظ اور مضمون آفرینی کا بڑا سلیقہ ہے۔ بعض جگہ لفظی مناسبتوں اور معنوی رابطوں کو اس خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ عبارت 'گنجینۂ معنی کا طلسم' معلوم ہوتی ہے۔ ترجمے میں فارسی و عربی الفاظ کے معنوی رابطے پورے طور پر نمودار نہیں ہو سکے تاہم خاکسار مترجم نے کوشش کی ہے کہ مصنف کا اسلوب اور الفاظ کے معنوی رشتے ایک حد تک برقرار رہیں۔

عملِ صالح سے شاہجہاں کے عہد کے واقعات نہایت شرح و بسط سے معلوم ہوتے ہیں۔ ہندوستان کا مالیہ (خراج) شاہجہاں کے زمانے میں بیس کروڑ تک پہنچ گیا تھا[1] جو اس زمانے کی ارزانی کے لحاظ سے بہت بڑی رقم ہے۔ معمولی شورشوں اور حادثات سے قطع نظر ملک میں امن و امان تھا اور ہر فن یا پیشے کا آدمی سکون کے ساتھ اپنے مشغلے میں مشغول رہتا تھا۔ شاہجہاں کی مذہبی پالیسی میں اکبر کا سا اعتدال یا آزادی تو نہ تھی لیکن بالعموم مختلف مذہبوں کے آدمی آزادی کے ساتھ اپنے مسلک پر چلتے تھے۔ تعصب نہ تھا۔ البتہ سیاسی مہمات اور فوج کشی میں بعض ناگوار واقعات ظہور پذیر ہو جاتے تھے۔ مثلاً راجپوتانے اور کانگڑے کی مہموں میں شاہجہاں کے سرداروں نے بت خانوں کو بے دریغ ڈھایا اور رعایا کو قید اور قتل کیا[2]۔ شاہجہاں کا عام مزاجی رجحان رحم و کرم،

۱۔ عملِ صالح طبع کلکتہ جلد اول ص ۳۴۰

۲۔ ایضاً ص ۵۷

عفو و درگزر اور فیض رسانی کی طرف تھا ۔ مہابت خاں ، سیف خاں ، خان جہاں لودھی وغیرہ نے بغاوتیں اور گستاخیاں کیں لیکن جب عرضداشت میں اپنی خطاؤں کا اعتراف کر کے امان مانگی تو شاہجہاں نے بے تامل معاف کر دیا اور ان کے منصب برقرار رکھے ۔ ہندو راجاؤں کے ساتھ بھی یہی سلوک رہا ۔

اس کے علاوہ دربارِ عام میں ہر شخص کی فریاد سننا ، عالموں فاضلوں نیز دیندار گوشہ نشین عابدوں زاہدوں کو روزینہ یا اراضی عطا کرنا ، غریب نادار بیواؤں اور کنواری لڑکیوں کی شادی کے لئے وارثوں کو رقمیں ، زیورات اور کپڑے عنایت کرنا اس نیک دل بادشاہ کا روزانہ کا دستور تھا[1] ۔ ابو طالب کلیم اور مُلا عبدالحکیم سیالکوٹی کو ان کے کمالات کے صلے میں کئی بار چاندی (روپوں) میں تلوایا[2] ۔ قمری اور شمسی سالگرہ پر ہر سال دو بار جشنِ تلا دان کا دستور تھا جس میں اکبر اور جہانگیر کے دستور کے مطابق شاہجہاں سونے چاندی اور نو دس اجناس میں باری باری تلتا تھا ۔ یہ تمام چیزیں محتاجوں مسکینوں کو تقسیم کر دی جاتی تھیں ۔ علاوہ ازیں ہر وقت یا دیگر تقریبوں پر سواری کے ہاتھی کے دونوں طرف روپوں اشرفیوں کی بکھیر ہوتی تھی ۔ ان تمام باتوں سے جو محمد صالح نے درج کی ہیں اور جن میں سے بعض کا وہ چشم دید گواہ بھی ہے ، شاہجہاں کا اعتدالِ طبع ، سخاوت ، عفو و کرم اور فلاحِ ملک کا جذبہ ظاہر ہوتا ہے ۔

ایک اور حقیقت ، جو عملِ صالح کے مطالعے سے واضح ہوتی ہے اور جس کا اظہار ہر اچھے مؤرخ کا فرض ہے ، یہ ہے کہ انتظامِ ملک کے علاوہ شاہجہاں کی خارجہ پالیسی بھی نہایت متوازن تھی ۔

---

۱ ۔ ایضاً ص ۲۳۹

۲ ۔ ایضاً جلد دوم ص ۳۷۲

نہ فرماں روا ، جو چودہ سال کی عمر تک اپنے دادا اکبر اور بعد ازاں ۲۳ سال کی عمر تک اپنے باپ جہانگیر سے نیز فاضل استادوں سے جہاں بانی کی تدبیریں اور سیاسی جوڑ توڑ کے نکتے سیکھتا رہا ، سرحدی ممالک سے دوستانہ تعلقات استوار رکھنے میں بڑا ماہر تھا ۔ نذر محمد خاں والیِ توران و بلخ و بدخشاں نے اگرچہ آغازِ حکومت میں کابل پر حملہ کیا لیکن شاہجہاں پورے ۲۳ سال تک اس کے ساتھ نباہتا رہا ۔ یہاں تک کہ جب خود اس کے بیٹوں نے بغاوت کی اور نذر محمد خاں کے فرار کے بعد شاہزادہ مراد نے اس کی بیویوں ، بیٹیوں کو بارگاہِ شاہجہانی میں بھیج دیا تو شاہجہاں نے کمال مروت کے ساتھ انھیں شاہانہ شان کے ساتھ مہمان رکھا ۔ پھر جب نذر محمد خاں کے حسبِ التماس انھیں واپس بھیجا (۱۱ جولائی ۱۶۴۹ء) تو اس جاہ و جلال کے ساتھ کہ نادِ علی بیگ اور غازی بیگ جیسے معتمد سرداروں کو بطورِ بدرقہ ان کے ہمرکاب روانہ کیا ۔ نذر محمد خاں کی شکستہ حالی کے پیشِ نظر ایک لاکھ روپے اس کو مدد خرچ کے بطور بھیجے اور بیگمات کو نقد و جنس کی شکل میں بیش قیمت تحفے دیے[۱]۔ ایران کے تاجدار شاہ صفی اور شاہ عباس ثانی کے ساتھ بھی مراسلت اور تحفے تحائف ارسال کرنے کی رسم قائم رکھی ۔ دکن کے سلاطین یعنی قطب الملک ، نظام الملک اور عادل شاہ کے ساتھ بھی نرمی و مدارا کا رابطہ برقرار تھا ۔

مصنف نے تاریخ نگاری کا ایک نازک فرض یعنی بادشاہوں کی افتادِ طبع کا بیان نہایت خوبی سے انجام دیا ہے ۔ شاہجہاں میں بابر یا اکبر کی سی اولوالعزمی اور جوہرِ شجاعت نہ تھا ۔ سرداروں میں بھی بیرم خاں خانخاناں ، عبدالرحیم خانخاناں ، بہادر خاں اور خان زماں جیسے صاحبِ تدبیر ، دلاور ، جری اور سرفروش منصب دار

۱۔ عمل صالح جلد سوم ص ۹۸

رہے تھے۔ دکن کے سلاطین، راجپوتانے کے راجاؤں یا کانگڑے کے راجا کی سر کوبی، جسے مؤرخوں نے بڑی رنگینی اور طلاقت کے ساتھ قلمبند کیا ہے، چنداں قابلِ فخر معرکے نہیں۔ حقیقت تو اس وقت کھلتی ہے جب شاہِ ایران سے قندھار کا قلعہ چھیننے کے لیے ایک مرتبہ نہیں تین بار مہمیں بھیجی جاتی ہیں اور شاہجہاں کے یہ تمام شاہزادے اور سردار ایک ایک کروڑ روپے خرچ کرنے کے بعد ناکام واپس چلے آتے ہیں۔ ان مواقع پر محمد صالح بڑے مزے سے لکھتا ہے کہ ''دلاورانِ لشکرِ شاہی تسخیرِ قلعہ را بر وقتِ دیگر موقوف داشتہ مراجعت نمودند[1]۔'' یعنی ہر مرتبہ ستمبر اکتوبر کے مہینوں میں جاڑا شروع ہوتے ہی یہ فوجیں واپس آجاتیں کہ اگلے سال فتح کریں گے۔ ان فوجوں کے سفر کی رفتار یہ تھی کہ دن بھر میں آٹھ دس کوس طے کر لینا ایک کارنامہ سمجھتے تھے[2]۔ پہاڑی علاقوں میں تو چار کوس سے زیادہ نہ چلتے تھے۔ اس کے مقابلے میں اکبر کی مہمِ گجرات کا خیال کیجیے جب اکبر نے آگرے سے احمد آباد تک پانچ سو میل کا فاصلہ نو دن میں طے کرکے دشمن کو حیران کر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مغلوں کی تیز رفتاری اور برگزیدہ بھرتی اکبر کے بعد ختم ہو گئی تھی۔ ذکاء اللہ خاں نے عہدِ شاہجہانی کی فوج کو بہ لحاظِ سامان و آرائش بارات سے جو تشبیہ دی ہے وہ بجا ہے۔

۷ اس عسکری زوال کے ساتھ، جو جہانگیر کے زمانے میں شروع ہو چکا تھا، مصنف نے مغل بادشاہوں اور شاہزادوں کی اخلاقی کمزوریوں کا بھی اشارہ کیا ہے۔ شاہی عتاب کے خوف کے باوجود اس نے بعض واقعات بے کم و کاست لکھ دیے ہیں۔ مثلاً شاہجہاں کا

۱۔ خافی خاں جلد اول ص ۶۹، عمل صالح جلد سوم ص ۱۴۷

۲۔ مکتوبات سعد اللہ خاں ص ۳۸

شاہزادگی کے زمانے میں اپنے چھوٹے بھائی خسرو کو گلا گھونٹ کر مروا دینا ، تخت نشینی کے بعد دوسرے شاہزادوں یعنی طہمورث ہوشنگ ، شہریار اور داور بخش وغیرہ کو قتل کروانا[1] ، اورنگ زیب کا جنگ سموگڑھ میں فتح یاب ہونے کے بعد شاہجہاں کو قید کرنا اور بعد ازاں اپنے بھائیوں دارا شکوہ ، مراد بخش وغیرہ کو قتل کروانا[2] ۔ یہ تمام واقعات صفائی کے ساتھ تحریر کیے ہیں ۔

کتاب کے مطالعے سے بعض فوجی قاعدے ، عسکری دستور اور بادشاہی اصطلاحیں بھی واضح ہوتی ہیں ۔ دربار میں حاضری کے آداب ، تسلیم و کورنش کے قاعدے ، میدان جنگ میں صفوں کی ترتیب ، مہم یا سفر کے دوران میں ایک سردار کو فوج کے مختلف حصوں یعنی ہراول ، چنداول ، میمنہ ، میسرہ یا قلب کا سالار بنانا ، تلا دان اور جھروکہ درشن کے قاعدے ، شاہجہاں کا نظام الاوقات یعنی صبح سویرے سے آدھی رات تک امور سلطنت اور دیگر ضروریات میں مشغول رہنا وغیرہ اس کتاب کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے ۔ جوہر اور ''آتارے کی لڑائی'' کے قاعدے معلوم ہوتے ہیں[3] ۔ یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ راجپوتوں نے اختلاف مذہب کے

۱- عمل صالح جلد اول ص ۲۱۹

۲- جلد سوم ص ۳۴۰

۳- جوہر راجپوتوں کی معروف رسم ہے ۔ آتارے کی لڑائی ہندوستان میں راجپوتوں اور سیدوں کا مخصوص طریقہ تھا ۔ کسی معرکے میں انتہائی نازک وقت پر راجپوتوں اور سادات بارہہ کا یہ شیوہ تھا کہ گھوڑوں سے اتر کر تیغ بکف پیدل لڑتے تھے تا کہ بھاگنے کا خیال تک باقی نہ رہے ۔ زندگی سے ہاتھ دھو کر یہ بہادر کمال جانفشانی بلکہ تہور سے کام لیتے

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰ پر)

باوجود خلوص ، نمک حلالی اور جاں نثاری کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا اور مغل بادشاہوں کو ان پر نہایت اعتماد تھا - ان صفات کی بدولت راجپوتوں کو بڑے اعلیٰ مناصب اور عہدے ملے تھے اور انھوں نے اپنے آپ کو شاہانِ مغلیہ کی عنایتوں اور اعتماد کا اہل ثابت کر دکھایا تھا -

مختلف مہمات میں جو لشکر بھیجے جاتے تھے ان کے ساز و سامان ، آلاتِ قلعہ گیری ، گولے بارود اور رسد کی فراہمی کی مفصل عملِ صالح میں وضاحت کے ساتھ ملتی ہے - صرف قندھار کا قلعہ ایرانیوں سے چھیننے کے لیے دو مرتبہ اورنگ زیب اور سعد اللہ خاں وزیر کی ماتحتی میں اور تیسری بار شاہزادہ دارا شکوہ کی سر کردگی میں (۱۰۶۳ھ مطابق ۱۶۵۳ء) فوجیں بھیجی گئیں - پوری جاں فشانی کے باوجود یہ قلعہ فتح نہ ہو سکا جس کی وجہ بالعموم یہ تھی کہ ایرانی فوج توپوں کے استعمال اور مٹی کے تیل کے جلے ہوئے ڈبے پھینکنے میں بہت ماہر تھی - ہر مرتبہ مہم پر تقریباً ایک کروڑ روپے خرچ ہو جاتے تھے - گولے بارود کے خرچ کا یہ عالم تھا کہ تیسرے محاصرے میں دارا شکوہ کے توپخانے نے قلعے پر ۲۷ ہزار گولے پھینکے جو اس وجہ سے کارگر نہ ہو سکے کہ قلعے کی دیوار اندر باہر سے پختہ ہونے کے علاوہ اس کا درمیانی حصہ گھاس اور بھوسا ملی ہوئی مٹی کے ردوں سے بنا تھا - پختہ دیواروں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹)

اور اپنی جان کو نہایت بے پروائی سے آقا پر نثار کر دینے - اس طریقۂ جنگ سے ان لوگوں نے بارہا لڑائی کی بگڑی ہوئی بازی جیتی - اسی وجہ سے خان اعظم مرزا عزیز کوکہ سیدوں کا مداح تھا اور انھیں ''بلا گردان ایں دولت'' یعنی سلطنت مغلیہ کی بلائیں رد کرنے والے'' کہتا تھا -

کو توڑ دینے کے باوجود یہ گولے مٹی میں پھنس کر ٹھنڈے ہو جاتے تھے - عمل صالح کی دوسری جلد بالخصوص جلد سوم ص ۱۶۰ تا ۱۷۰ پر یہ تمام تفاصیل ملتی ہیں اور اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے معتبر ذرائع سے یہ تمام معلومات فراہم کی ہیں - یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ ان مہمات کا مقصد محض قلعہ فتح کرنا نہ تھا بلکہ فوج کو سپاہیانہ مشغلوں میں مصروف رکھنا تھا - شکار سے بھی یہی مقصود تھا جس کا شاہجہاں خاصہ اہتمام کرتا تھا -

تیموری سلاطین کے جاہ و جلال کا حال معلوم ہونے کے علاوہ عمل صالح سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں سربرآوردہ امیروں، وزیروں اور سپہ سالاروں کی تنخواہوں اور اقتدار کا کیا عالم تھا - یمین الدولہ آصف خاں کی جاگیر کی سالانہ آمدنی پچاس لاکھ روپے تھی[1] - سعد اللہ خاں، علی مردان خاں، مہابت خاں کی دولت اس سے کچھ کم تھی - اس زمانے کی ارزانی پر غور کیجیے تو ان منصب داروں کو شاہانہ جاہ و جلال اور اقتدار کا حامل ماننا پڑتا ہے - مرزا رستم صفوی بڑھاپے اور بیماری کے باعث ناکارہ ہوگیا تو شاہجہاں نے اس کا سالانہ وظیفہ ایک لاکھ بیس ہزار روپے مقرر کرکے خانہ نشینی کی اجازت دی[2] - اس جاگیردارانہ نظام میں مغلیہ امراء کی شان و شوکت کا یہ حال تھا کہ دوسرے ملکوں کے سفیروں یا بادشاہوں سے جو کچھ قول و قرار کر لیتے شاہجہاں اسے تسلیم کرتا - بہ وقت ضرورت یہ امیر ایک دوسرے کو سرکاری ضروریات کے لیے مرکز سے اجازت حاصل کیے بغیر دو چار لاکھ روپے کی رقم عاریتاً دے دیتے تھے - غالباً اقتدار اور

۱- عمل صالح جلد اول ص ۳۰۸

۲- ایضاً ص ۳۰۹

اختیارات کی یہ زیادتی اس زمانے میں ناگزیر تھی - نہایت تیز رفتار ہرکاروں کے باوجود مرکز سے جواب آنے آنے ایک ماہ لگ جاتا تھا لہذا ضروری تھا کہ امراء کو اس قسم کے اختیارات عطا کیے جائیں -

"عمل صالح" سے فوجی کارروائیوں کے علاوہ بعض جغرافیائی اور حیاتیاتی معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں - اندازہ ہوتا ہے کہ آج سے تین چار سو سال پہلے کوہ ہمالیہ اور شوالک کا دامن کہاں تک پھیلا ہوا تھا - سہارنپور ، وزیر آباد ، سیالکوٹ وغیرہ ، جن کے گرد آج کل دور تک میدانی علاقہ ہے ، اس زمانے میں عین کوہستانی جنگل (ترائی) کے متصل واقع تھے - سیلاب اس زمانے میں بھی آتے تھے لیکن غالباً جنگلوں کی کثرت کے سبب اتنا جلد جلد نہ آتے تھے ، بلکہ کافی مدت کے بعد ایسا ہوتا تھا - گورخر (زیبرا) ، جو آج کل ایشیا سے ناپید ہو چکا ہے ، ان دنوں بھیرہ اور خوشاب کے جنگل میں بکثرت تھا ، چنانچہ شاہجہاں نے ایک مرتبہ یہاں آ کر ان کا خوب شکار کھیلا تھا - پہاڑ کے دامن میں ہاتھیوں کی اور میدانی جنگلوں میں شیروں کی بڑی افراط تھی - دہلی ، آگرے اور شیخوپورے جیسے میدانی شہروں کے پاس شاہجہاں شکار کھیلتا تھا تو سیکڑوں ہرنوں ، بارہ سنگھوں کے علاوہ دس دس بارہ بارہ شیر بھی مار لیتا تھا - غرض حیوانی زندگی اس زمانے سے آج تک جس انحطاط میں مبتلا ہے اس کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے - شاہی لشکر کے سواروں کی تعداد ایک لاکھ تھی جو مختلف امراء اور منصب داروں کے ماتحت رہتے تھے - پیادے ان کے علاوہ تھے - کسی مہم پر یا ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے وقت یہ لشکر کوس کوس بھر کی چوڑائی میں پھیل کر چلتا تھا - کھیتیاں پامال ہو جاتی تھیں جن کا معاوضہ خزانۂ شاہی سے ادا کیا جاتا تھا کیونکہ کسانوں اور عام رعایا کی دل جوئی شاہجہاں

اور اس کے افسرانِ مال کو نہایت عزیز تھی -

اس کتاب کا ایک دلچسپ اور مفید پہلو یہ بھی ہے کہ مصنف نے اپنے زمانے کے تمام باکمال عالموں ، فاضلوں ، ادیبوں ، شاعروں ، خوشنویسوں اور اطباء کے حالات درج کیے ہیں جو تاریخ کے طالب العلموں کے لیے نہایت مفید ماخذ ہیں - آخر میں نو ہزاری اور ہفت ہزاری امراء سے لے کر پان صدی منصب داروں تک کی فہرست بھی شامل ہے جس سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے - انھی اوصاف کی بنا پر عملِ صالح کے نسخے دنیا کی مختلف لائبریریوں کی زینت ہیں جن کی تفصیل اسٹوری نے اپنی فہرست میں دی ہے - ہرمن ایتھے نے انڈیا آفس لائبریری کی فہرست میں اس کتاب کے مضامین اور افادیت کا مفصل ذکر کیا ہے[1] اور انھی وجوہ سے 'چارلس ریو' نے اسے عہدِ شاہجہانی کی نہایت مفصل تاریخ کا لقب دیا ہے[2] - عہدِ شاہجہانی کی تاریخ کے طالب العلموں کے لیے یہ کتاب ایک قابلِ اعتماد ماخذ ہے -

ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اس کتاب کی تینوں جلدیں ۱۹۲۷ء کے قریب چھاپی تھیں - غلام یزدانی جیسے فاضل نے انھیں مختلف نسخوں سے مقابلہ کر کے ترتیب دیا تھا - بعد ازاں مجلس ترقیِ ادب لاہور نے ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۷ء میں اس کو طبع کیا - راقم نے صحتِ متن کے خیال سے کلکتے والے نسخے کو پیشِ نظر رکھا ہے - مشتبہ مقامات پر بادشاہ نامہ عبدالحمید اور عملِ صالح کے مخطوطوں سے عبارت کا تقابل کر کے اشتباہ کو رفع کیا ہے - پبلک لائبریری لاہور کے اس نسخے سے بھی مترجم نے استفادہ کیا ہے جو ۵۴ سال پہلے غلام یزدانی

۱- فہرست انڈیا آفس مخطوطات جلد اول ص ۱۲۳

۲- فہرست برٹش میوزیم جلد اول ص ۲۶۳

کے پیش نظر تھا اور جس کی صحت کی انھوں نے بجا طور پر تعریف کی ہے -

ناظر حسن زیدی

اورینٹل کالج ، لاہور -

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

[۱] گفتار و بیان کے چمن کی سیرابی و شادابی اُس خدائے پاک کی حمد سے ہوتی ہے جو خالقِ کائنات ہے - اُسی کی حکمتِ بالغہ نے اپنے دستِ قدرت سے جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ کو خلق فرمایا جن کی عقل و دانش کے نور سے باطل کی سیاہی کافور ہوئی اور گلزارِ جہاں خس و خاشاک سے پاک ہو گیا - حضرتِ رسالت مآب کے روئے تاباں سے دنیا پُرنور ہوئی اور ان کی ذاتِ گرامی کے عکس سے ، جو نورِ خدا کا نمونہ ہے ، دنیا کا گوشہ گوشہ جگمگا اٹھا - اُسی خلاصۂ کائنات کی بدولت زمین سے آسمان تک توحید کا غلغلہ بلند ہوا - پروردگارِ عالم نے حضرت ختمی مرتبت کو تمام انبیأ و اولیأ پر فضیلت عطا فرمائی اور اس افصح العرب والعجم کو وہ حسنِ کلام عنایت کیا کہ دین متین اور شرعِ مبین کا آوازہ زمین سے آسمان تک پہنچا - انھی کی تشریح و توضیح کے ذریعے کلام اللہ کے رموز و نکات آشکار ہوئے جن کی بدولت دنیا والے صحرائے ضلالت سے نکل کر منزلِ ہدایت پر پہنچے -

اسی ناظم کون و مکان نے دنیا کے انتظام اور مختلف قوموں کو امن و اطمینان سے رکھنے کے واسطے دین و دنیا کے امور کی عنان عادل بادشاہوں کے ہاتھ میں دی - ان تاجداروں کو تلوار بھی عطا کی جو عبادت گاہوں کا چراغ اور ہفت اقلیم کے دروازوں کی کنجی ہے اور جس کی سطوت و ہیبت سے مزاجِ دہر اعتدال پر رہتا ہے -

[۲] ان ذیجاہ بادشاہوں میں سے ، جو خلافت و نیابتِ الٰہیہ کے

مستحق ہیں ، خدائے قدیر نے ابوالمظفر شہاب الدین شاہجہاں کی ذاتِ گرامی صفات میں سارے جہان کی خوبیاں بھر دی ہیں - یہ فرشتہ سیرت بادشاہ ، جو ہفت اقلیم کا فرماں روا ہے، بےحد فیض رساں اور بڑا صاحبِ بصیرت ہے - یہ والا جاہ جو دبستانِ الٰہی کا تربیت یافتہ ، ہر متنفس کا مالک اور جملہ انسانی و ملکوتی صفات کا حامل ہے ، تمام موجودہ اور گزشتہ بادشاہوں پر فضیلت رکھتا ہے - قاعدہ ہے کہ قدرتِ الٰہی کے تحت ہر صدی میں ایک ایسا بادشاہ پیدا ہوتا ہے جس سے بادشاہت اور دینداری کی بنیادیں مستحکم ہو جاتی ہیں - چنانچہ جب سے اس تاجدار نے تختِ سلطنت پر جلوس کیا ہے ، اہلِ زمانہ کی دلی مرادیں پوری ہو رہی ہیں اور امن و امان کی بدولت ساری دنیا گلستان بن گئی ہے - خدائے پاک جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے چنانچہ اس کی مرضی کے مطابق پیر زالِ زمانہ کے چہرے پر از سرِ نو جوانی کی رعنائی جلوہ گر ہے -

پہلا کارنامہ جو اس آداب داں بادشاہ سے ظہور میں آیا یہ ہے کہ جنابِ سرورِ انبیاؐ کی شریعت کو رواج دیا جس کی پابندی ہر بالغ و عاقل پر فرض ہے اور جس کا ترک کرنا باعثِ عذاب ہے - سرکارِ دو عالم کی سنت کو رواج دے کر لوگوں کو اخلاق و آدابِ الٰہی کی تعلیم دی کہ اخلاق ہی مذہب کا عطر ہے[1]- خود بادشاہ سلامت جس طرح پابندیِ شریعت کے زیور سے آراستہ ہیں اسی طرح ان کا دل بھی ملکوتی صفات سے پیراستہ ہے ، وہ نیک سیرت ، متقی ، علم و ہنر والے خاندانی اشرافوں کی تربیت پر مائل ہیں - نیز فہمی ، نکتہ رسی ، اصابتِ رائے اور اختراع و ایجاد

۱- مشہور حدیث تخلقو باخلاق اللہ (اللہ کا اخلاق اختیار کرو) کی طرف اشارہ ہے -

آن کی ذات پر ختم ہے - کھانے کی مختلف اقسام ، لباس ، پوشاک ، فرش فروش اور عطر وغیرہ میں وہ وہ ایجادیں کی ہیں کہ زیب و زینت کا حق ادا ہو گیا - اسی طرح [۳] عالیشان عمارتیں بنا کر اور پُر رونق دلفریب باغ لگا لگا کر سلطنت و حکومت کا ایسا آئین نکالا کہ ان چیزوں کی بدولت زمانے بھر میں دھوم مچ گئی اور آن کی اس صلاحیت کا شہرہ تمام عالم میں پھیل گیا - جب تک باغِ عالم سرسبز ہے بادشاہ کی عمارتوں اور باغوں کا ذکر بھی ہوتا رہے گا اور اس دریائے کرم سے جو فیاضیاں اور کارِخیر عمل میں آئے ہیں وہ بھی زبان زدِ خاص و عام رہیں گے بلکہ اس فیاض اور منتظم بادشاہ کے واقعات بڑھ بڑھ کر قیامت تک تمام دیندار بادشاہ آنھیں اپنا دستور العمل بنائے رکھیں گے -

اس تاجدار کے اوصاف و کمالات کا ذکر مؤرخوں کی تعریف و توصیف سے مستغنی ہے - کسی شخص کی زبان اور قلم میں یہ طاقت نہیں کہ آن کا بیان کر سکے - تاہم بعض بلند خیال اہلِ قلم نے حضرت شاہجہاں کے وہ حالات و کمالات ، جنھیں آن کی عقلیں محسوس کر سکیں ، قلمبند کیے ہیں - اس سے زیادہ لکھنے کا انھیں حوصلہ نہیں ہوا کیونکہ وہ باتیں آن کے فہم و ادراک سے بلند تھیں - جب بالغ نگاہ مؤرخوں کا یہ حال ہے تو یہ بے لیاقت بندۂ ناچیز محمد صالح ، جو خاندانِ مغلیہ کا دعا گو ہے اور جس کی ہیچمدانی ضرب المثل ہے ، اس بادشاہِ آسمان جاہ کی تاریخ لکھنے کا قصد کیسے کرتا - تفصیلی حالات لکھنا تو کیا ، مختصر سوانح نگاری کا قصد بھی ایسا ہے جیسے ممولا آسمانی فرشتوں کے ساتھ آڑنے کا یا ضعیف چیونٹی عقابِ طور کے ساتھ پرواز کا دعویٰ کرے - نتیجہ یہ ہے کہ بات زبان تک آتے آتے رک جاتی ہے اور قلم چلتے چلتے تھم جاتا ہے - کیفیت یہ تھی کہ مضمون اور عبارت کی کوتاہی سے میں نے اندازہ کیا کہ یہ کارِعظیم میری طاقت سے

زیادہ ہے لہٰذا بہتر ہے کہ اس ارادے کو ترک کر دیا جائے۔ کبھی اپنے قلم شکستہ رقم کو اس کام کا کفیل سمجھ کر تاخیر و تذبذب سے ہاتھ اٹھاتا تھا ۔ اسی حیص بیص میں تھا کہ ناگاہ ہاتف غیب نے حوصلہ افزائی کے بطور میرے کان میں کہا کہ محمد صالح یہ بیہودہ خیالات ترک کر :

[م] راہ مضمون تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے باب سخن

ولی

عنایت الٰہی شامل حال ہو تو نسیم بہار چلے یا نہ چلے ، باغ امید میں پھول ضرور کھلتے ہیں اور مشاطۂ طبیعت توجہ کرے یا نہ کرے ، شبستان سخن میں شاہد معنی ضرور جلوہ گر ہوتا ہے ۔ کم سواد اہل قلم کی مانند تو کب تک حیرانی و سرگشتگی کے سمندر میں غوطے کھاتا رہے گا ۔ بخت سعید اور اقبال کے سہارے خوش نصیبی کی دولت سرا کے دروازے پر اطمینان سے بیٹھ ۔ ہمت مردانہ اور توفیق الٰہی کی امداد سے عہد شاہجہانی کے واقعات لکھنے میں مشغول ہو جو گزشتہ اور موجودہ فرماں رواؤں کے حالات کا دیباچہ ہیں اور تمام بادشاہوں کے لیے دستور العمل کی حیثیت رکھتے ہیں ۔

ہاتف غیب کی اس بشارت سے مجھے اپنی خوش نصیبی اور نیک بختی کا یقین آیا ۔ تاخیر و تذبذب ختم ہؤا اور شاہد مدعا نے اپنا جلوہ دکھایا ۔ میں نے بھی تائید غیبی کے مطابق اس کام کا مصمم ارادہ کر لیا ۔ طالع سازگار اور فکر بلند کی برکت سے شاہجہاں بادشاہ کا نظام الاوقات تحریر کیا ، یعنی دن رات کے چوبیس گھنٹے وہ کن کن مصروفیتوں میں خرچ کرتے ہیں ، نیز اس عالی مرتبت فرماں روا کے حالات زندگی اختصار کے ساتھ قلمبند کیے ۔ اب جبکہ

مجھے یہ سعادت حاصل ہو چکی ہے اور شاہدِ مقصود میرے سامنے جلوہ گر ہے ، میں نے اپنی طبیعت میں یکایک جولانی اور زبانِ قلم میں روانی محسوس کی ۔ دریچۂ سخن کھلا پایا ۔ اپنی تحریر کو از سرِ نو ترتیب دیا ۔ جبینِ نیاز کو زمینِ عجز پر رکھ کر میں نے یہ آیت پڑھی کہ اُس معبود کا شکر ہے جس نے میرا غم و حزن دور کر دیا ۔

المختصر ۱۰۷۰ھ (۶۰ - ۱۶۵۹ء) میں اس گلشنِ فیض کی چمن پیرائی سے فراغ پا کر میں نے اپنا سر فخر سے بلند کیا اور مبدأِ فیاض کے الہام و اشارت کے مطابق اس مبارک تصنیف کا نام ''عملِ صالح'' رکھا ۔ ''لطیفۂ فیضِ الٰہی'' سے تاریخ نکلتی ہے ۔ خدائے پاک [۵] اس تصنیف کو مقبولِ خاص و عام کرے ۔ اُمید ہے کہ اعتراض کرنے والے احباب میرے کلام کی اچھائی برائی سے قطع نظر کرکے مجھے طعن و طنز سے محفوظ رکھیں گے ۔ یہ ناچیز ہیچمداں ، مسکین جو حرف شناسی کو علم کی معراج تصور کرتا اور مبتدی بچوں کی طرح علم کی چوکھٹ کو اپنا سدرۃ المنتہیٰ سمجھتا ہے ، اس قابل نہیں کہ احباب اُس سے الجھیں ۔ لہٰذا نکتہ چینی کے بجائے عیب پوشی سے کام لیں اور جہاں سہو و خطا دیکھیں اُسے دامنِ عفو سے چھپا لیں ۔

شاهجہاں بادشاہِ کشورستاں کی ولادتِ با سعادت اور اُس سے صفحۂ روزگار کی زیب و زینت

کارخانۂ عالم کا انتظام اور انسانوں کے معاملات کا اہتمام، بادشاہوں کی توجہ کے بغیر ممکن نہیں - رسولِ پاک کی حدیث کے بموجب کہ حکومت اور مذہب توام ہیں، سلطنت نبوت کے برابر یا اُس سے ایک درجہ نیچے ہے - عوام الناس کی ضروریوں کا انصرام اور رعایا کی مشکلات کا حل بادشاہوں کے بغیر صورت پذیر نہیں ہو سکتا - لہٰذا خدائے حکیم کی حکمتِ بالغہ اپنے بندوں کی بہتری اور دنیا کی اصلاح کے لیے یہ تدبیر کرتی ہے کہ ہر بادشاہِ ذیجاہ کے آفتابِ اقبال کے زوال سے پہلے اُسی قرن میں کسی اور اقبال مند فرماں روا کو پیدا کر دیتی ہے اور اُسے اول الذکر بادشاہ کی تربیت کے سائے [٦] میں ڈال کر ظلِّ الٰہی بننے کی لیاقت عطا کرتی ہے - پھر اُسے خلافت و سلطنت کا اہل بنا کر اپنے فضل سے جہاں داری و سروری کے آداب سکھاتی ہے تاکہ جب افضالِ الٰہی سے اس نئے تاجدار کی فرماں روائی کی نوبت آئے تو بصیرتِ خداداد کی برکت سے تجربے اور غور و فکر کے بغیر سپاہ اور رعیت کے انتظام کے لیے احکام جاری کرے، نیز اپنی عقلِ خداداد کے سہارے جہانداری و کشور کشائی کے قاعدوں یعنی ملک کی بہبود، خزانے کی معموری اور آبادیوں کی تدبیر و اصلاح پر عمل کر سکے -

شہنشاہِ روئے زمین صاحبقرانِ ثانی حضرت شہاب الدین

بادشاہِ غازی کی ولادت باسعادت اسی اصول کے تحت ، چاند کے حساب سے ۳۰ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ (۱۵ جنوری ۱۵۹۲ء) کو اور نجومیوں کے حساب سے بکم ربیع الثانی ۱۰۰۰ھ (۱۶ جنوری ۱۵۹۲ء) کو اکبر بادشاہ کے چھتیسویں سالِ جلوس میں بتاریخ ۲۵ ماہِ دی بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب میں غروبِ آفتاب سے بارہ گھڑی پچاس پل یعنی پانچ گھنٹے دس منٹ بعد دارالسلطنت لاہور میں واقع ہوئی ۔ اس آفتابِ سعادت کی ضیا سے وہ مبارک رات مسرت و شادمانی اور ضیاء و نور سے لبریز ہو گئی ۔ اہلِ زمانہ کی امیدوں آرزوؤں کا ستارہ اقبال و عروج کے گھر میں آیا ۔ عالمِ پیر کو تقویت حاصل ہوئی اور وہ جلوہ گری وجود میں آئی کہ دنیا رشکِ بہشتِ بریں بن گئی ۔ اس پھول کے کھلنے سے لاہور کی سرزمین نورانی ہو گئی اور سارا جہان عیش و نشاط کا گھر بن گیا ۔ محفلِ طرب برپا ہوئی ، جشنِ ولادت منعقد ہوا ۔ محتاجوں اور آرزو مندوں کو اتنی خیرات اور انعامات ملے کہ دل سیر ہو گیا ۔ شاعرانِ نامی نے تہنیت کے قصیدے اور نہایت نفیس تاریخیں کہہ کر بھاری انعام حاصل کیے ۔ کلیم کاشانی کی یہ تاریخ انہی میں سے ہے :

للہ الحمد کہ از پرتوِ خورشیدِ کرم
سایۂ مرحمتے بر سرِ عالم آمد

اخترے از فلکِ داد سپہری کرد طلوع
کہ بہ خورشید دریں دورِ مقدم آمد

بہر زبانِ قلم از غیب پئے تاریخش
شاہِ شاہانِ جہان قبلۂ عالم آمد

کسی اور شاعر نے ''شاہِ روئے زمین'' ، ''شاہِ جہاں'' [۷] اور ''لمعۂ آفتابِ عالمگیر'' سے تاریخیں نکالیں ۔ اس روز عرش آشیانی

اکبر بادشاہ اپنے بیٹے جہانگیر کے دولت خانے پر تشریف لائے جس سے وہ مکان رشکِ وادی ایمن بن گیا ۔ اکبر نے اپنے مہر لقا پوتے کا دمکتا چہرہ دیکھ کر آنکھیں روشن کیں ۔ چونکہ اس مولود کی پیشانی سے خلافت و سلطنت کی لیاقت کے آثار ظاہر تھے للہذا نے نامزد آسے اپنی فرزندی میں لے لیا ۔ اکبر کی حور صفات ملکہ رقیہ بیگم نے ، جو ہندال مرزا (اکبر کے چچا) کی بیٹی تھیں اور لاولد تھیں ، اس پوتے کی ظاہری پرورش اور تربیت اپنے ذمے لینے کے لیے اکبر سے گزارش کی ۔ ان کے حسبِ آرزو یہ مولود مسعود ، جس کی پرورش کے لیے زمین آسمان اور عناصر ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے ، ان کے سپرد کر دیا گیا جس سے نجومیوں کی مہارت و صداقت ثابت ہوئی ۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ کوئی نجومی تھا جو اپنے فن میں پوری مہارت رکھتا تھا اور اس فن کی باریکیوں میں اسے یدِ طولیٰ حاصل تھا ۔ ستارے کی سازگاری کے سبب اس کے اکثر احکام سچے نکلتے تھے ۔ اس منجم نے شاہجہاں کی ولادت سے کچھ عرصہ پہلے اکبر کی ملکہ رقیہ بیگم کی خدمت میں یہ خوشخبری بھجوائی تھی کہ بہت جلد بڑے شاہزادے (سلیم) کے شبستانِ اقبال میں راجہ اودے سنگھ معروف بہ موٹے راجا کی دختر کے بطن سے ایک اقبال مند بیٹا پیدا ہوگا جس کے جلوس سے تخت سلطنت کی عزت بڑھے گی اور تاج سلطانی اس کے سر مبارک سے عالم آرا ہوگا ۔ مبارک ہو کہ آپ کی آغوشِ عاطفت اس شہزادۂ نامدار کی پرورش سے مطلعِ خورشید کی طرح نورانی اور با برکت ہو جائے گی اور اس مبارک شاہزادے کی بدولت آپ کو دونوں جہاں کی نعمتیں حاصل ہوں گی ۔ [۸] چنانچہ شاہجہاں کی ولادتِ با سعادت سے دنیا والوں کو نشاط و انبساط حاصل ہوا اور ہمیشہ ہمیشہ کی خرمی و شادمانی بہم پہنچی ۔ عرش آشیانی اکبر بادشاہ نے اسی مناسبت سے

اس شاہزادے کا نام سلطان خرم رکھا ۔ امید ہے کہ اس نام کی برکت سے یہ رفیع الشان خاندان قیامت تک آفات زمانہ محفوظ رہے گا اور گلشن عالم اس کے عہد کی بہاروں سے سرسبز و شاداب ہوگا ۔

صاحب قران ثانی کے نسب کا بیان اور اس دودمان جاہ و جلال کے مختصر حالات

اس خاندان کے بادشاہوں کا دستور ہے کہ از روئے عزت و احترام اپنے آباء و اجداد کا نام نہیں لیتے بلکہ ان کا کوئی لقب بیان کرتے ہیں ۔ لہذا میں بھی اپنے آداب داں قلم سے جہاں کہیں اس خاندان کے بادشاہوں کا نام آئے گا ان کے القاب ہی لکھوں گا ۔ توضیح و تشریح کے لیے یہ سمجھیے کہ بابر بادشاہ کو فردوس مکانی ، ہمایوں کو جنت آشیانی ، اکبر کو عرش آشیانی اور جہانگیر کو جنت مکانی کے خطاب سے یاد کیا جائے گا ۔ جہاں کہیں حضرت شاہجہاں بادشاہ کی شاہزادگی کے زمانے کا ذکر ہوگا وہاں انہیں شاہ بلند اقبال کے لقب سے یاد کیا جائے گا اور بادشاہت کے زمانے میں صاحب قران ثانی کے خطاب سے ۔ چونکہ اس خاندان کے تاجدار اپنی بیگمات کو خطابات سے سرفراز کرتے ہیں تاکہ ان کا نام نامی لوگوں کی زبان پر نہ آئے لہذا جہاں کہیں اس کتاب میں ان کا ذکر آئے گا یہی طریقہ اختیار کیا جائے گا ، یعنی اکبر بادشاہ کی والدہ کو مریم مکانی ، رقیہ سلطان بیگم کو خدیجۃ الزمانی ، جہانگیر کی والدہ کو مریم زمانی ، شاہجہاں [۹]

کی والدہ کو بلقیس مکانی ، شاہ جہاں کی ملکہ کو ممتاز الزمانی ممتاز محل اور شاہجہاں کی بڑی صاحب زادی کو بیگم صاحب کے لقب سے یاد کیا جائے گا۔

اس بادشاہ عالیجاہ کے اسلاف تمام بادشاہوں پر شرف رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کے کارناموں کا بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے لیکن چونکہ بعض انشأ پردازوں نے ان کا مختصر سا حال لکھا ہے لہٰذا برکت حاصل کرنے کے خیال سے میں بھی ان خداوندانِ سخن کی پیروی کرتا ہوں۔ میں صرف ان کے خاص خاص کارنامے بیان کروں گا۔ جو اشخاص تفصیل کے طالب ہوں وہ ''ظفر نامہ'' کے مقدمے اور ''اکبر نامہ'' سے رجوع کریں۔ یہ حضرات جنہیں خدا نے خاص عزت بخشی ہے بہت سے ہیں لیکن میں یہاں شاہجہاں کے صرف نو اجداد کے ذکر سے اپنی کتاب کو زینت دوں گا کہ ان کی گنتی نو آسمانوں کی تعداد سے مناسبت رکھتی ہے۔

اول : جنت مکانی نور الدین جہانگیر

اکبر کے چودھویں سالِ جلوس میں بدھ کے دن ۱۷ شہریور[1] ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ (۳۰ اگست ۱۵۶۹ء) کو سات گھڑی تیس پل گزرنے پر فتح پور سیکری میں پیدا ہوئے۔ ۳۷ سال تین ماہ تین روز تک (چاند کے حساب سے) اور شمسی حساب سے ۳۶ سال ایک ماہ

۱- ۱۷ شہریور کو تقویم کے حساب سے ۶ ستمبر کی تاریخ پڑتی ہے جو غلط ہے، غالباً کتابت کی غلطی سے ۷ کے بجائے ۱۷ شہریور لکھا گیا ہے۔ ۷ شہریور ۳۰ اگست سے مطابق ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور ۲۳ روز تک برج سروری کے سعد اکبر یعنی اکبر بادشاہ کے زیر سایہ تربیت پا کر سعادت دارین اور اقبال مندی حاصل کرتے رہے - جب قضا و قدر کے حکم سے پدر بزرگوار کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا تو بدھ کے دن ۲۰ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ (۲ نومبر ۱۶۰۵ء) کو گھنٹہ بھر دن چڑھے تخت سلطنت [۱۰] پر جلوس فرمایا اور خلیفۂ الٰہی کا خطاب پا کر جہانگیر کا لقب اختیار کیا - شاہزادگی کے زمانے میں آپ کا نام سلیم تھا - وہ ختم ہوا - آپ نے چاند کے حساب سے ۲۲ سال ۸ ماہ ۸ روز اور شمسی حساب سے ۲۲ سال ۴ روز عیش و عشرت کے ساتھ سلطنت کی اور سیر و شکار سے دل خوش رکھا - آخر عہد میں یہ معمول تھا کہ جاڑے کا زمانہ لاہور میں بسر کرتے تھے اور بہار اور گرمیاں کشمیر میں گزار کر سیر و شکار سے محظوظ ہوتے تھے -

۱۰۳۶ھ (۱۶۲۷ء) میں اس گلزار سدا بہار کی سیر کر رہے تھے کہ دمے کا مرض ، جو سات سال سے لاحق تھا ، دوبارہ نمودار ہؤا اور لحظہ بہ لحظہ بڑھتا چلا گیا - چونکہ تقدیر کے سامنے تدبیر کے پر جلتے ہیں اور قضا و قدر کا منشا نہیں ٹلتا ، اس لیے حاذق حکیموں کے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہؤا اور روز بروز مرض بڑھتا گیا - لہٰذا انتظام مملکت کے خیال سے کشمیر میں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور لاہور کی طرف روانگی کا حکم دیا - تقدیر الٰہی کے بموجب راجوری کی منزل میں مرض بے حد بڑھ گیا - جب جنگ ہٹی کے مقام پر ڈیرے ہوئے تو سانس کی تنگی سے حالت غیر ہو گئی - ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ (۸ نومبر ۱۶۲۷ء) کو اتوار کے دن بارہ گھڑی گزرنے پر دارفانی سے انتقال فرمایا اور جوار رحمت ایزدی میں داخل ہوئے - اس مصرع سے تاریخ وفات نکلتی ہے :

جہانگیر از جہان عزمِ سفر کرد

وفات کے وقت ان کی عمر چاند کے حساب سے ۵۹ سال ۱۱ ماہ ۱۱ روز اور شمسی حساب سے ۵۸ سال ۱ ماہ ۲۷ روز تھی - یہ واقعہ کشمیر کی تنگ گھاٹی میں رونما ہؤا - وہاں کوئی ایسا [۱۱] وسیع قطعہ نہ تھا جو شاہِ مغفور کے مقبرے کے لیے موزوں ہوتا لہٰذا نعش مبارک لاہور لائی گئی اور دریائے راوی کے پار ایک بہشت منظر مقامِ روضۂ مبارک کے لیے تجویز ہؤا - بابر بادشاہ کی طرح آپ نے بڑی وصیت کی تھی کہ میرے مزار پر چھت نہ ہو - کھلے آسمان کے نیچے قبر بنائی جائے تا کہ پروردگار کا ابر رحمت بے روک ٹوک برسے - لہٰذا خلافت مرتبت (شاہجہان) نے والدِ بزرگوار کی وصیت کے بموجب سو گز لمبا سو گز چوڑا احاطہ سرخ پتھر سے ترتیب دے کر اس پر بیس گز مربع چبوترہ سنگِ مرمر کا بنوایا جس میں پرچین کاری کا نہایت نازک کام تھا - اس کے عین وسط میں شاہ جنت آرامگاہ کا مزار بنا - زیادہ تکلف نہیں کیا گیا پھر بھی یہ مقبرہ دس سال میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہؤا -

دوم : عرش آشیانی جلال الدین محمد اکبر شاہ غازی

اس شہنشاہ کا تھوڑا سا حال بھی بیان کیا جائے تو صحیفۂ لیل و نہار کے اوراق ناکافی ہوں گے لہٰذا اس شاہ ذی اقتدار کے خاص خاص کارنامے اور یادگاریں جنھیں شیخ ابوالفضل علامی نے اکبر نامہ میں درج کیا ہے یہاں بیان کیے جاتے ہیں - خدائے ذوالجلال کی قدرت کا یہ نمونہ جو عالم بالا میں امانت تھا ، ٹھٹھ کے پاس

قصبہ امرکوٹ میں ہفتے اور اتوار کی درمیانی رات کو رجب ۹۴۹ھ[1] (۱ اکتوبر ۱۵۴۲ء) میں پیدا ہوا۔ شاعروں نے بہت عمدہ تاریخیں کہیں۔ ان میں سے یہ نادر تاریخ یادگار ہے : [۱۲]

للہ الحمد کہ آمد بہ وجود
آنکہ از کون و مکاں منتخب است

بادشاہے کہ ز شاہانِ جہاں
اکبرش نام و جلالش لقب است

شب و روز و مہ و سال میلاد
شب یکشنبہ و پنج رجب است

۹۶۳ھ میں جب عمر مبارک قمری حساب سے ۱۳ سال ۸ ماہ سات روز اور بہ حساب شمسی ۱۳ سال ۴ ماہ ۱ روز تھی، فردوس آرام گاہ ہمایوں بادشاہ کی روح پاک دہرِ ناپائدار سے نکل کر عالم بالا میں جلوہ افروز ہوئی۔ ۲۰ ربیع الاول ۹۶۳ھ (۲ فروری ۱۵۵۶ء) بروز جمعہ قصبۂ کلانور کے نواح میں، جو لاہور کے صوبے میں ہے، اس عالی گوہر نے تخت پر پاؤں اور سر پر تاجِ سلطنت رکھا۔ شمسی حساب سے ۴۹ سال ۷ ماہ ۲۲ روز اور بہ حساب قمری ۵۱ سال ۲ ماہ ۲ روز تک وہ بادشاہِ دادگر تاج و تخت کو زینت بخش کر رعایا اور لشکر کے حال پر عنایتیں کرتا رہا۔ ہمایوں بادشاہ کے انتقال کے وقت قندھار، کابل اور پنجاب سے لے کر دہلی تک اس شاہِ ذیجاہ کے قلمرو میں تھے۔ اکبر نے اپنی سعی و کوشش سے اس قلمرو کو اتنا وسیع کیا کہ ہفت اقلیم اور شش جہت

۱- ابوالفضل نے 'اکبر نامہ' میں ۵ رجب ۹۴۹ھ (۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ء) تاریخ لکھی ہے۔ دوسرے مؤرخوں نے اسی کا اتباع کیا ہے۔

سے بڑھ گئی - اس وسیع و عریض سلطنت میں جہاں جہاں باغی سرکش تھے انھیں کارپردازانِ حکومت نے دبا دبا کر ایسا رگیدا کہ دست درازی بھول گئے - جب اس شاہِ ذیجاہ کی عمر ۶۴ سال ۱۱ ماہ ۷ روز قمری اور ۶۳ سال شمسی ہوئی تو منگل بدھ کی درمیانی رات ۱۲ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ (۲۵ اکتوبر ۱۶۰۵ء) پچاسویں سالِ جلوس میں بتاریخ ۲ آبان ایک پہر سات گھڑی رات گئے عالمِ فانی سے ریاض خلد کی طرف رحلت فرمائی - میر حیدر طباطبائی معروف بہ معمائی نے تخرجہ کے قاعدے سے ایک [۱۳] عدد کم کرکے یہ مصرعِ تاریخ کہا - :

الف کشندہ ملائک ز فوتِ اکبر شاہ

۱۰۱۵ — ۱ = ۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵ء)

کسی اور سخنور نے یہ مصرعِ تاریخ کہا - :

بادشاہِ عالم جاوید اکبر بادشاہ

سکندرہ میں جو دارالخلافہ آگرہ سے دو کوس ہے ، اس سرور کا روضہ بنا جس وجہ سے اسے بہشت آباد کہنے لگے - اس روضے کے گرد جہانگیر بادشاہ کے حسب الحکم ایک بہشت منظر باغ لگایا گیا - روضے کی عمارت بیس لاکھ روپے کی لاگت سے بیس سال میں تیار ہوئی -

سوم : عالی حضرت جنت آشیانی
نصیرالدین محمد ہمایون بادشاہ مغفور

اس دیندار بادشاہ کی ولادت نے ، جو پیر منگل کی درمیانی شب

میں بتاریخ ۴ ذیقعدہ ۹۱۳ھ (۶ مارچ ۱۵۰۸ء) ہوئی[1]، دارالامان کابل کو مطلعِ انوار اور مرکز برکات بنا دیا۔ ملا مشہدی نے اس فیاضِ ازلی کی تاریخ ولادت ''سلطان ہمایوں خان'' سے نکالی۔ دوسری تاریخیں 'شاہِ فیروز قدر' اور 'بادشاہِ صف شکن' ہیں۔ خواجہ کلاں سامانی نے اس سلطانِ گرامی قدر کی تاریخ میں یہ قطعہ کہا:

سالِ تاریخ ہمایونش ہست
زادہ اللہ تعالیٰ قدراً

می برم یک الف از تاریخش
تا کسم میل دو چشمِ بدرا[2]

اس جناب کی والدہ ماہم بیگم تھیں جو خراسان کے ایک عالی مرتبہ خاندان یعنی سلطان حسین مرزا کی نسل سے تھیں۔ جب بابر بادشاہ نے بہشت کی راہ لی تو تاج شاہی کے اس حقدار نے ۹ جمادی الاول ۹۳۷ھ (۲۹ دسمبر ۱۵۳۰ء) کو دارالحکومت آگرہ میں تخت خلافت کو زینت بخشی۔ تاریخ جلوس خیرالملوک ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال ۹ ماہ ۲۱ روز شمسی اور چاند کے حساب ۲۳ سال ۶ ماہ ۵ روز تھی۔ ۲۵ سال ۲ ماہ ۵ روز تک تخت سلطنت کو زینت دی۔ جمعہ کے دن ۱۱ ربیع الاول ۹۶۳ھ (۲۴ جنوری ۱۵۵۶ء) کو قضا و قدر کے حکم سے اُن کا پاؤں زینے پر سے پھسلا۔ اس وقت آپ کی عمر عزیز چاند کے حساب

۱۔ بادشاہ نامہ ج ۱ حصۂ اول ص ۶۳ پر ۱۶ ذیعقد درج ہے۔

۲۔ نا چیز مترجم کے حساب سے اس قطعے سے صرف ۸۹۹ کا عدد نکلتا ہے۔

۴۹ سال ۴ ماہ ۱۰ روز تھی اور شمسی حساب سے ۴۷ سال ۲ ماہ ۵ روز تھی ، جو خدا کی رضا جوئی اور فرائض حکومت میں گزاری - [۱۴] زمانۂ سلطنت میں سے ۱۱ سال ہندوستان میں اور ۱۴ سال کابل ، بدخشاں اور ایران کی مہمات میں گزارے - دوبارہ ہندوستان فتح کرنے کے بعد ایک روز کتاب خانہ کی نو تعمیر عمارت کے ملاحظے کے لیے اس کی چھت پر گئے تھے - تھوڑی دیر سیر کرکے شام کے وقت اتر رہے تھے کہ حکم الٰہی سے آں بلند اقبال کا پاؤں پھسلا اور اوپر کے زینے سے لے کر نچلی سیڑھی تک گرتے چلے آئے - چونکہ سر اور کاندھے پر سخت چوٹیں آئی تھیں - اس لیے وہ شاہ دانشمند کچھ دیر بے ہوش رہا - جب ہوش آیا تو از روئے احتیاط فی الفور شاہزادۂ عالی جاہ اکبر کے نام جو اس وقت پنجاب میں تھے ، شیخ نظیر اور چولے خان کے ہاتھ فرمان عالیشان بھیجا - اتوار کے روز ۱۳ ربیع الاول ۹۶۳ھ (۲۶ جنوری ۱۵۵۶ء) کو ان حضرت کی حالت غیر ہو گئی - موت کے آثار ظاہر ہوئے اور ان کی پاک روح عالم بالا کو پرواز کر گئی :

واصل حق شد ہمایوں بادشاہ

مصرع تاریخ وفات ہے - ایک مشہور مصرع تاریخ یہ ہے :

ہمایوں بادشاہ از بام افتاد

بعض کہتے ہیں کہ یہ مصرع مولانا قاسم کاہی کا ہے - لیکن میر عبدالاول سمر قندی "تذکرۃ الشعراء" میں اسے اپنا بتاتے ہیں - چونکہ سخن وروں نے اس مصرع کو تاریخ گوئی کی بہت اچھی مثال قرار دیا لہٰذا یہاں درج کیا گیا - المختصر مراسم تعزیت ادا کرنے کے بعد ان کی نعش اطہر کو شہر دہلی میں ایک بہشت منظر باغ کے درمیان ، جو دریائے جمنا کے کنارے ہے ،

دفن کیا گیا - مقبرے پر نہایت عالیشان گنبد تیار ہوا جس کا طواف اہل دنیا کرتے ہیں -

چہارم : حضرت فردوس مکانی ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ غازی

[۱۵] یہ عالیجناب بادشاہ بتاریخ ۶ محرم ۸۸۸ھ (۱۴ فروری ۱۴۸۳ء) قتلق نگار بیگم کے بطن سے پیدا ہوئے جو یونس خاں بن ویس خاں والی مغولستان کی بیٹی تھیں اور جن کا نسب ۱۳ واسطوں سے چنگیز خاں تک پہنچتا ہے - ان کی ولادت سے دنیا مطلع انوار بن گئی - خواجہ ناصر الدین بن عبیداللہ احرار نے اس صاحب تاج و تخت کا نام ظہیر الدین رکھا - لیکن چونکہ یہ نام ترکوں کی زبان سے مشکل سے ادا ہوتا تھا اس لیے ترکی زبان میں اس کا نام بابر مرزا رکھا - ولادت با سعادت کی تاریخ مولانا حسامی قراکولی نے ذیل کے شعر سے نکالی ہے جس سے بے تکلف تین تاریخیں نکلتی ہیں :

جوں در شش محرم زاد آں شہ مکرّم
تاریخ مولدش ہم آمد شش محرّم

یعنی ''شش محرم'' مادۂ تاریخ ہونے کے علاوہ چونکہ شش حرفی لفظ ہے اس نسبت سے ''شش حرف'' سے بھی تاریخ ولادت نکلتی ہے - نیز چونکہ تاریخ کہنے والے چھ کے عدد کو خیر و برکت کا موجب سمجھتے اور اسے 'عدد خیر' کہتے ہیں لہٰذا عدد خیر سے بھی وہی ۸۸۸ھ تاریخ ولادت نکلتی ہے - غرض جب اس شاہ ذیجاہ کی عمر چاند کے حساب ۱۱ سال ۸ ماہ اور شمسی حساب سے ۱۱ سال ۳ ماہ ۲۰ روز ہوئی تو منگل کے دن

۵ رمضان المبارک ۸۹۹ھ (۹ جون ۱۴۹۴ء) کو شہر اندجان میں، جو ملک فرغانہ کا دارالسلطنت ہے، آپ نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا ۔ چونکہ خدا داد جاہ و جلال والے سلاطین اور مبداء فیاض کے تربیت کردہ بادشاہ تائید الٰہی کے دبستان میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے فرمانروائی کے آداب سیکھتے ہیں اس لیے کم عمری کے باوجود بابر بادشاہ نے تجربہ کار بادشاہوں کی طرح حکومت کے قاعدوں کا پاس رکھا ۔ ۱۱ سال تک ماوراء النہر، ازبک اور چنگیزی سلاطین کے ساتھ جدال و قتال کرکے خسرو شاہ کے ہاتھ سے بدخشاں کا علاقہ اپنے زور بازو اور دانشمندی سے [۱۶] چھین لیا ۔ ۹۱۰ھ (۱۵۰۵ء) میں محمد مقیم ارغون کو ملک کابل سے نکالا ۔ ۹۱۲ھ (۱۵۰۷ء) میں تائید ایزدی کی بدولت شاہ بیگ ولد ذوالنون ارغون کو شکست دے کر قندھار کے علاقے پر قبضہ کیا ۔ ۲۲ سال تک اس تمام علاقے میں حکومت کرتے رہے اور اسی زمانے میں پانچ مرتبہ ہندوستان فتح کرنے کے لیے حملے کیے ۔ چونکہ ہر کام کا وقت مقرر ہے اور جب تک وقت نہ آئے وہ کام نہیں ہوتا لہٰذا چار مرتبہ حملہ کرکے واپس آتے رہے ۔ پانچویں بار تائید الٰہی نے مدد کی اور تدبیر نے تقدیر کے ساتھ سازگاری کی ۔ اقبال مندی نے فتح کا دروازہ کھولا ۔ یعنی سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر بن بہلول سے، جو دارالحکومت دہلی کا فرمانروا تھا اور جس کے ہمراہ ایک لاکھ سوار اور ایک ہزار جنگی ہاتھی تھے، مقابلہ ہوا ۔ بابر بادشاہ کے ساتھ صرف بارہ ہزار آدمی تھے جن میں سے اکثر خدمتگار، کچھ سوداگر اور مال غنیمت سمیٹنے والے تھے ۔ غرض بڑے گھمسان کی دست بدست لڑائی ہوئی جس میں سلطان ابراہیم قتل ہوا ۔ یہ فتح عظیم، جو درحقیقت خدا کی عنایت سے حاصل ہوئی، ۹۳۲ھ (۱۵۲۶ء) کا واقعہ ہے ۔ ذیل کے قطعے سے تاریخ نکلتی ہے، بلکہ چوتھے

مصرع سے وقت ، دن اور مہینے کی تاریخ بھی معلوم ہوتے ہیں -

کشت در ثانی بت ابراہیم را
شاہ غازی بابر عالی نسب
وقت و روز و سال و ماہ این ظفر
صبح بود و جمعہ و ہفت رجب
۹۳۲ھ (۱۹ اپریل ۱۵۲۶ء)

تھوڑے ہی عرصے بعد تائید ایزدی کی بدولت رانا سانگا پر بھی فتح پائی جس کی بے شمار ٹڈی دل فوج میدان میں دور دور تک پھیلی پڑی تھی - اس کے خاص لشکر کی تعداد ایک لاکھ سوار تھی - دوسرے زمینداروں اور مددگاروں کی تعداد بھی ایک لاکھ ایک ہزار تھی - [۱۷] غرض کوہ سیکری کے دامن میں جمادی الاول ۹۳۳ھ (فروری ۱۵۲۷ء) میں ادبار اور اقبال کے لشکروں یعنی نور و ظلمت کی فوجوں کا تصادم ہؤا - بڑی جانفشانی کے بعد اسلام کو کفر پر اور حق کو باطل پر فتح حاصل ہوئی اور بدبخت رانا نے اپنے مددگاروں سمیت شکست کھائی - بے شمار اشخاص قتل اور اسیر ہوئے اور رانا میدان جنگ سے بھاگ گیا - شیخ زین خوافی صدر نے "فتح بادشاہ اسلام" سے اس فتح عظیم کی تاریخ نکالی - بدبخت رانا کو شکست دے کر بابر بادشاہ نے از سر نو فوج کا ساماں درست کیا اور فتح و ظفر کو رکاب میں لے کر فتوحات اور انتظام کا سلسلہ شروع کیا - رفتہ رفتہ صوبہ ملتان ، دارالحکومت لاہور ، پورب ، پنجاب ، دہلی ، آگرہ ، الہ آباد ، اودھ ، جون پور ، بہار اور مالوہ پر قبضہ کیا - پانچ سال تک ہندوستان میں بڑے استقلال کے ساتھ حکمرانی اور بادشاہی کے فرائض ادا کیے - اس شاہ عالی جاہ کی سلطنت کا مجموعی زمانہ جس میں اس نے بڑے کارنامے انجام دیے چاند کے حساب سے ۳۷ سال

۸ ماہ ایک دن اور شمسی حساب سے ۳۶ سال ۶ ماہ اور ۱۳ روز ہے ۔ جب ان کی عمر ۴۹ سال چار ماہ ایک دن قمری یعنی ۴۷ سال دو ماہ گیارہ روز شمسی کی ہوئی تو دارالخلافہ آگرہ میں چار باغ کی عمارت سے جو دریائے جمنا کے اس پار واقع ہے اور پہلے بہشت بہشت کہلاتا تھا گلشن خُلد کی سیر کے لیے کوچ فرمایا اور حکومت کو چھوڑ کر عالم بالا کی طرف رحلت کی ۔ وصیت کے بموجب ان کی نعش مبارک کابل پہنچائی گئی اور وہاں ایک باغ میں ، جہاں خدا کے فیض کا نور برستا ہے ، اسے رحمت الٰہی کے سپرد کر دیا ۔ ان کے مرقد منور پر چھت نہیں بنائی گئی ۔ تکلفات سے کام نہیں لیا گیا ۔ ان کی وفات پیر کے دن ۶ جمادی الاول ۹۳۷ھ (۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ء) کو واقع ہوئی جس کی تاریخ قطعۂ ذیل سے نکلتی ہے ۔

[۱۸] بادشاہے کہ شہریارانش
گشتہ بودند خادم و منقاد

چون وفائے ندید از عالم
رفت از عالمِ خراب آباد

خرد از سالِ فوت او پرسید
گفتم او را بہشت روزی باد
= ۹۳۷ھ

اس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ شاہزادہ ہمایوں نے بابر بادشاہ کی خدمت اور تعمیل احکام میں انتہا سے زیادہ جانفشانی دکھائی تھی اس لیے بابر بادشاہ نے بھی اس اقبال مند شاہزادے کے حق میں اس قدر مہربانی کی کہ جان عزیز تک اس پر قربان کر دی ۔ یعنی وہ عالی گوہر (ہمایوں) سنبھل کے علاقے میں بہت سخت بیمار ہوئے ۔ جب بیماری کے طول کھینچنے کی خبر بابر بادشاہ کو پہنچی

تو ان کے حسب الحکم دریا کے راستے بے انتہا تیزی کے ساتھ آگرے میں پہنچے ۔ اگرچہ دارالحکومت کے طبیبوں نے بڑی توجہ سے علاج کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہؤا ۔ اس کے برعکس مرض بڑھتا گیا اور ناتوانی روز بروز زیادہ ہونے لگی ۔ ایک روز جب دریا پار دربار میں ہر فن کے دانشور موجود تھے اور بابر بادشاہ کو سخت اضطراب تھا ، سب آدمی ہمایوں کی علالت کے متعلق گفتگو کرنے لگے ۔ میر ابوالبقا نے ، جو فاضلانِ زمانہ میں ممتاز تھے ، عرض کیا کہ شاہزادے کی بیماری کا علاج اب صرف یہ ہے کہ ہر قسم کے صدقے دیے جائیں ، خدا سے شفا کی دعا مانگی جائے اور شافیِ مطلق سے تندرستی کی التجا کی جائے ۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ '' تمھیں بھلائی اس وقت حاصل ہو گی جب کہ تم اپنی پسندیدہ چیزیں راہ خدا میں خیرات دو'' ، اس لیے انتہائی قیمتی چیزیں شاہزادے پر سے صدقے کی جائیں ۔ بابر بادشاہ نے فرمایا کہ ہمایوں کے بعد دنیا میں میری سب سے عزیز چیز میری جان ہی ہے للہذا میں اپنی جان اس پر قربان کرتا ہوں ۔ امید ہے کہ پروردگار میرے اس حقیر ہدیے کو قبول فرما کر اس فرزند عزیز کو صحت عطا کرے ۔ یہ کہہ کر بے توقف نہایت سچے دل سے دعا مانگی اور بڑے خلوص کے ساتھ قبلۂ حاجات کی درگاہ میں اپنا مدعا بیان فرمایا ۔ جب وہ تمام مراسم ادا کر چکے جو ایسے موقعوں پر انھوں نے بزرگوں سے سیکھے تھے تو تین مرتبہ ہمایوں کے گرد پھرے اور کہا کہ اس کا مرض میں نے لیا ۔

[۱۹] چونکہ یہ دعا سچے دل سے نکلی تھی اس لیے فوراً مستجاب ہوئی ، یعنی شاہ ذیجاہ کے نورانی جسم پر علالت کے آثار نمودار ہوئے اور ہمایوں کی بیماری کم ہوتی گئی ۔ آخرکار شاہزادے کو شفائے کامل حاصل ہوئی اور بابر بادشاہ کی ناتوانی اس درجے کو پہنچی کہ موت کے آثار نمودار ہوئے ۔ اس وقت فردوس مکانی

نے اپنے امراء کو حاضر ہونے کا حکم دیا ۔ خود مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھے اور ہمایوں کو تخت سلطنت پر بٹھا کر تاج سروری اپنے سر سے اتارا اور ہمایوں کے سر مبارک پر رکھ دیا ۔ امیروں اور سرداروں سے ہمایوں کی بیعت کروا کر یہ وصیت کی کہ اس کے ساتھ خلوص و اطاعت کا قاعدہ ملحوظ رکھیں ۔ ان تمام باتوں کے بعد آپ نے تخلیہ فرمایا اور خدا سے رجوع کیا ۔ ایک لمحے میں دہر ناپائیدار سے رحلت کر کے ارحم الرّاحمین کے جوار رحمت میں جا پہنچے ۔

فیض الٰہی کے پالے ہوئے اور دبستان ایزدی کے تربیت یافتہ بابر بادشاہ کو ان تمام فنون میں ، جو شاہان ذیجاہ اور سلاطین عالی مرتبت کے لیے باعث زیب ہیں ، کمال حاصل تھا ۔ ترکی اور فارسی زبان میں شعر بھی خوب کہتے تھے ۔ ترکی زبان میں فن عروض پر بہت اچھے رسالے تالیف کیے ہیں ۔ فقہ اور کلام کے مسائل ، جو مذہب حنفی اور طریقہ عسری میں رائج ہیں انھیں نظم کر کے ''حبین بابری'' نام رکھا تھا ۔ اس کتاب کو نیز ''واقعات بابری'' کو ، جو ترکی زبان میں ہے ، ۹۳۵ھ (۲۹-۱۵۲۸ء) میں اپنے اعجاز نگار قلم سے لکھ کر کتاب خانۂ شاہی میں داخل کیا تھا ۔ صاحب مراد شاہجہاں کے حسب الحکم اس کتاب کا ترکی سے فارسی میں ترجمہ ہوا ہے ۔ اس نابغۂ دہر کی ایجادات میں سے ایک خط بھی ہے جسے خط بابری کہتے ہیں ۔

پنجم : شاہ بلند اختر عمر شیخ مرزا

۸۶۰ھ (۱۴۵۶ء) میں اس اقبال مند شاہزادے کی ولادت سے علاقۂ دلپذیر سمرقند کا رتبہ آسمان کے برابر ہوا ۔ ۸۷۳ھ (۱۴۶۸ء

میں والد بزرگوار شاہ سعید کی شہادت کے بعد شہر اندجان میں ، کہ فرغانہ کا دارالحکومت ہے ، اس شائستہ تاج شاہی نے تخت سلطنت پر جلوس کیا - سر کے روز ۴ رمضان ۸۹۹ھ (۸ جون ۱۴۹۴ء) کو جب ان کی عمر ۳۹ سال تھی [۲۰] ان کے شہباز روح نے کبوتر خانے کی جہت سے (گر کر) عالم بالا کو پرواز کی - چرخ کج رفتار کے اس حادثے کی تفصیل یہ ہے کہ اس عالی جناب نے شہر اخسیکت کو ایسا دارالسلطنت بنایا تھا جو ایک بہت گہرے اور ہولناک دریا کے کنارے آباد ہے - شاہی کبوتر خانہ عین لب دریا واقع تھا - قضارا جس وقت وہ کبوتروں کی پرواز دیکھنے کے لیے برآمد ہوئے ، کبوتر خانے کی جہت گر پڑی اور اس کے صدمے سے ان کا انتقال ہو گیا -

ششم : سلطان ابوسعید میرزا شاہ سعید شہید

۸۳۳ھ (۳۰-۱۴۲۹ء) میں اس نام جم جاہ کی ولادت سے جہان کہنہ کو نئی زیب و زینت حاصل ہوئی - ۸۵۵ھ (۱۴۵۱ء) میں انہوں نے تخت سلطنت اور تاج شاہی کو زینت بخشی - ۱۸ سال تک ماوراءالنہر ، ترکستان ، علاقہ بدخشاں ، کابل ، غزنین ، قندھار اور حدود ہندوستان[1] تک اس شاہ دیندار کا سکہ اور خطبہ رائج تھا - آخر عمر میں وراثت اور استحقاق کی بنا پر خراسان اور عراق کو فتح کرنے کا خیال پیدا ہوا - لشکر اقبال کے بڑھنے کی دیر تھی کہ یہ دونوں ملک بلکہ آس پاس کے علاقے بھی زیر نگیں

۱- پبلک لائبریری لاہور والے نسخے میں حدود ہندوستان کا لفظ ہے ، کسی اور نسخے میں نہیں -

آ گئے - ۳۳ سال کی عمر میں اس بادشاہِ سعید نے بتاریخ ۲۲ رجب ۸۷۳ھ (۶ جنوری ۱۴۶۹ء) اوزون حسن ترکمان سے ارد بیل کے نواح میں جنگ کی اور شہادت پا کر رتبۂ سعادت حاصل کیا علامہ جلال الدین دوانی نے اس سانحے کی تاریخ ذیل کے قطعے میں نظم کی ہے :

سلطان ابو سعید شہ از فرِ خسروی
جسم سپہرِ پیر جوانے چو او نہ دید
الحق چگونہ کشتہ بکسے کہ کشتہ بود
تاریخ فوت مقتلِ سلطان ابو سعید
۸۷۳ھ

ہفتم : شاہزادۂ عالی مرتبت سلطان محمد میرزا

یہ والا گوہر بلند اقبال بادشاہ سمرقند میں اپنے چھوٹے بھائی میرزا خلیل کے ساتھ رہتا تھا - جب میرزا خلیل نے عراق پر چڑھائی کی اور میرزا الغ بیگ سمرقند میں آئے تو ان کے ساتھ ہر معاملے میں برادرانہ سلوک روا رکھا اور ان کی دلجوئی میں مصروف رہے ان کے دو بیٹے تھے - منوچہر میرزا اور ابوسعید میرزا - جب اس جہانِ ناپائیدار سے گزرنے کا وقت قریب آ پہنچا تو دونوں بیٹوں کو میرزا الغ بیگ کے سپرد کیا جو اس وقت بالیں پر موجود تھے - والا جاہ شاہزادوں نے میرزا الغ بیگ کی انتہائی خدمت و اطاعت کی کہ ایک روز میرزا کے کسی مقرب نے طنزاً کہا کہ آپ کا یہ چچا زاد بھائی (ابو سعید میرزا) آپ کی بڑی خدمت کرتا ہے - میرزا الغ بیگ نے از روئے فراست اس بدنہاد کا عندیہ معلوم کرکے جواب دیا کہ میری خدمت نہیں کرتا بلکہ

میری خدمت میں رہ کر فرماں روائی کے آداب سیکھنا ہے -

ہشتم : شاہزادۂ عالیجاہ میرزا میراں شاہ

وہ امیر تیمور صاحبقراں کے تیسرے صاحبزادے تھے - یعنی عمر میں جہانگیر مرزا اور عمر شیخ میرزا سے چھوٹے اور شاہ رخ میرزا سے بڑے تھے - ٧٦٩ھ (٦٨ - ١٣٦٧ء) میں اس فیض یافتۂ الٰہی کی ولادت سے دنیا کو فیض حاصل ہوا - امیر تیمور صاحبقراں نے عراقِ عرب کی نذر آذربائجان کی حکومت (جو ہلاکو کا پایۂ تخت تھا) انھیں عطا کی تھی - ٢٤ ذیقعدہ ٨١٠ھ (٢١ اپریل ١٤٠٨ء) کو ٤١ سال کی عمر میں تبریز کے قریب قرا یوسف ترکمان کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی اور سرخ روئیِ دونوں حاصل کی -

نہم : مظہرِ قدرتِ کردگار ، مرکزِ فیضِ پروردگار ، قطب الدنیا و الدین ، صاحب قراں اعظم امیر تیمور گورگان

صحیفۂ روزگار میں اتنی گنجائش نہیں کہ اس برگزیدۂ پروردگار کی خوبیوں کا ہزارواں حصہ بھی درج کیا جا سکے [٢٢] لہٰذا یہاں اس عالیجناب کے خصوصی اوصاف و مکارم اور کارنامہ ہائے عظیم کا ذکر کرنے پر اکتفا کی جائے گی - جنھیں تفصیل درکار ہو وہ 'ظفر نامہ' سے رجوع کریں - اس سلطان ذیشان کی ولادت سے ،

جو بیر ، منگل کی درمیانی شب[1] میں ۲۵ شعبان ۷۳۶ھ (۸ ۱ ابریل ۱۳۳۶ء) کو ہوئی، شہر کش کا درجہ آسمانوں سے زیادہ بلند ہوگیا ۔ اس گوہر شاہوار دریائے احسان و کرم کے (والد کا نام نامی والا جاہ امیر طراغائی ہے اور والدۂ ماجدہ کا اسم گرامی تگینہ خاتون ہے[2]) ۔ جب آن کی عمر (۳۵ سال ۱۶ روز ہوئی[3]) تو ۷۷۱ھ (۱۳۶۹-۷۰ء) میں قبتہ الاسلام شہر بلخ کو آن کی تخت نشینی کی برکت سے چرخ چہارم کا رتبہ ملا ۔ قمری حساب سے ۳۵ سال گیارہ ماہ ۶ روز اور بہ حساب شمسی ۳۴ سال دو ماہ ۱۲ روز تک جہانگیری و کشور کشائی میں مصروف رہے ۔ روئے زمین کے اکثر ممالک اس شہنشاہ آفاق گیر کے قبضے میں آ گئے ۔ زنگ سے لے کر روس تک کل عالم کے انسانوں نے ، جن میں عوام و خواص، شاہ و گدا سب شامل تھے ، آن کی شمشیر سیاست و سلطنت کے آگے گردن جھکائی ۔

امیر تیمور نے ماوراء النہر ، خوارزم ، ترکستان ، خراسان ، عراق عجم ، عراق عرب ، آذر بائجان ، چاچی ترخان اور روس ، سقلاب ، برطاس کا تمام علاقہ نیز بحیرۂ خزر کے نواح ، لکزان ، گرجستان ، آرمینیا ، آلان ، بروع ، اران ، شروان ، باب الابواب ، طبرستان ، فارس کا پورا ملک ، کرمان ، بصرہ ، خوزستان ،

۱- متن میں شب سہ شنبہ (منگل کی رات) لکھا ہے ۔ مسلمان مؤرخوں کا قاعدہ ہے کہ دن کو غروب آفتاب سے شروع کرتے اور اگلے غرب آفتاب تک ۲۴ گھنٹے شمار کرتے ہیں ۔ اس طرح منگل کا دن پیر کی شام (غروب آفتاب) سے شروع ہو کر منگل کو غروب آفتاب تک شمار ہوتا ہے ۔

۲- قوسین کے اندر کی عبارت نسخۂ آگرہ سے لی گئی ہے ۔

۳- قوسین کے اندر کی عبارت نسخۂ لاہور سے لی گئی ہے ۔

دیار بکر ، میسو بوٹامیہ ، موصل ، روم ، شام ، ہندوستان ، المختصر یورپ سے لے کر اجمیر (ہند) تک کا علاقہ اور دریائے فرات کے ساحل سے فاراب تک کی سرزمین ، جو رود نیل¹ اور دریائے سیحوں کے درمیان واقع ہے ، خورشید جہان تاب کی طرح آن کی تلوار کے قبضے میں آ گئی - کتنے ہی تاجداروں کو زیر کر کے نیست و نابود کر دیا یا اپنا باج و خراج گزار بنایا - ۸۰۱ھ (۱۳۹۸ء) میں ہندوستان فتح کیا - دو سال بعد حلب کی تسخیر کے ارادے سے آٹھے اور پورا ملک شام فتح کر لیا - اگلے سال سلطان بایزید یلدرم کے ساتھ دست بدست گھمسان کی جنگ ہوئی - سخت لڑائی کے بعد اسے قید کر کے تمام ملک روم کو زیر نگیں کیا - ۸۰۷ھ (۵ - ۱۴۰۴ء) میں سر راہ علاقۂ فیروزہ کوہ کو فتح کر کے نیشاپور کے راستے ماوراءالنہر میں واپس آئے -

یہاں سے ملک ختا میں جہاد کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے - جب علاقۂ فاراب ، جسے آج کل انزار کہتے ہیں ، آن کی تشریف آوری سے آسمان کا ہمسر ہوا تو اس دائرۂ جاہ و جلال اور دریائے دولت و اقبال کو ایک سخت بیماری لاحق ہو گئی - وہ وجود گرامی ، جس کے سبب ملکوں ملکوں میں امن و امان اور انتظام و اعتدال قائم تھا ، علیل ہوا - ایک ہفتے تک یہی حالت رہی - طبیبوں کو اپنی بے بسی کا یقین ہو گیا - حکم قضا و قدر سے مجبور ہو کر علاج سے ہاتھ آٹھایا - المختصر بدھ کے روز ۱۷ شعبان ۸۰۷ھ (۱۸ فروری ۱۴۰۵ء) کو اس ذات فرشتہ صفات نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور خدائے رحمان و رحیم کی بشارتِ مغفرت و مرحمت سے مستفید ہونے کے لیے دہر ناپائدار سے عالم جاودانی کو رختِ سفر باندھا -

---

۱- ملکوں اور دریاؤں کے ناموں میں مصنف کو التباس ہوا ہے -

عمر مبارک قمری حساب سے ۷۰ سال ۱۱ ماہ ۲۲ روز اور بہ حساب شمسی ۶۸ سال ۲ ماہ ۱۲ روز تھی کہ یہ سانحہ جانکاہ پیش آیا۔ ارکان دولت اور امرائے دربار نے نعش مبارک کو، جس پر رحمت الٰہی سایہ فگن تھی، دست بدست انزار سے سمرقند پہنچایا۔ یہ فاصلہ ۶۷ فرسنگ ہے۔ کسی شاعر نے آن کی ولادت، جلوس اور وفات کی تاریخ اس رباعی میں نظم کی ہے:

سلطان تمُر کہ مثل او شاہ نہ بود
دو ہفت صد و سی و شش آمد بہ وجود
در ہفصد و ہفتاد و یکے کرد جلوس
در ہشتصد و ہفت کرد عالم بدرود

وصیت کے مطابق آن کو گنبد سید برکہ کے سامنے دفن کر کے عالیشان مقبرہ تعمیر کیا گیا۔

شاہ راز داں، واقف اسرار کون و مکان (شاہجہاں) کی تعلیم ظاہری کا بیان

[۴۲] خدا کے برگزیدہ بندوں کو بارگاہ ایزدی سے اصلی استعداد و لیاقت عطا کی جاتی ہے۔ انھیں کسی استاد سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور ان مخصوص حضرات کو ادیب سخن پرداز سے استفادے کی حاجت پیش نہیں آتی۔ اس لحاظ سے حضرت شاہجہاں کی ذات کو جو انتخاب روزگار اور واقف اسرار کون و مکان ہے، علوم رسمیہ کی تحصیل اور نوشت و خواند کی تعلیم کا محتاج سمجھنا غلط ہے۔ جو شخص چشم بصیرت کی پتلی اور عقل اولین کا تربیت یافتہ ہو اس پر ابجد خوانی کی تہمت لگانا زیبا نہیں۔ پھر بھی رسوم ظاہری کی پابندی اس دنیا میں ضروری سمجھی جاتی ہے

اس لیے وقائع نگار قلم عرض کرتا ہے کہ جب خاندانِ مغلیہ کے اس چشم و چراغ کی عمر ۴ سال ۴ ماہ ۴ روز ہوئی تو قرآن پاک کی رحل آن کی گود میں رکھی گئی جس کا رتبہ لوح محفوظ کے برابر اور مکتب آن کی ذاتِ منور کی برکت سے بیت الحکمتِ یونان کا ہمسر ہوگیا۔ پھر جب تختی کو آغوش میں لیا تو باپ دادا کی آنکھوں کا نور ، جو بہترین عالم اور عقل مجسم ہے، الفاظ و حروف کو زینت دینے لگا۔

تھوڑے ہی عرصے میں آپ نے علم و عقل کے تمام مرحلے طے کرکے نکتہ سنجی اور فضل و دانش میں کمال حاصل کر لیا۔ قلیل عرصے میں بڑی آسانی سے خطاطی میں دستگاہ حاصل کر لی اور تختی کو حسینان نو خط کے صفحۂ عارض کی طرح مزیّن کر دیا۔ جامع کمالات قاسم بیگ تبریزی، جو مرزا جان کے شاگرد تھے [۲۵] اور فلسفۂ یونان کے ماہر حکیم دوائی گیلانی آن کی معلّمی کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ ابوالفضل علّامی کے بھائی شیخ ابوالخیر جو جامع عالم و فاضل تھے اور قدوۃ اربابِ طریقت شیخ صوفی جو میاں وجیہ الدین گجراتی کے شاگرد تھے ، انھیں بھی یہ سعادت حاصل ہوئی۔ ان چاروں اساتذہ میں سے حکیم دوائی گیلانی کو وہ رتبہ حاصل ہوا کہ خود اعلیٰ حضرت نے کئی بار زبان مبارک سے فرمایا کہ میرے اصلی استاد وہی ہیں اور مجھ پر اُن کا حق دوسرے استادوں سے زیادہ ہے۔ چونکہ عرش آشیانی اکبر بادشاہ کی خواہش تھی کہ شاہزادۂ ذیشان ہر قسم کا ہنر حاصل کریں اس لیے حکم دیا کہ پڑھنے لکھنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے سپہگری کا فن بھی سیکھیں جو دنیا والوں کے لیے، بالخصوص سلاطین کے واسطے نہایت ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے میر مراد دکنی ، جو نہایت عالی نسب سید تھا اور تیر اندازی میں قدر اندازِ قضا پر فوقیت رکھتا تھا ، نیز اُس کا بیٹا قاسم خاں جو آنحضرت کے زمانۂ حکومت

میں پنج ہزاری ذات و سوار اور صوبہ داری بنگالہ کے عہدے پر سرفراز ہؤا ، نیز راجہ سالباہن جو تلوار اور بندوق لگانے میں بجلی سے زیادہ تیز دست تھا اور تاتار خاں جو ترکی زبان کا ماہر کامل تھا شاہزادے کی تعلیم پر مقرر ہو کر سرفراز ہوئے۔ (غرض اکبر بادشاہ اپنے پوتے کی تربیت اور اس پر مہربانی کرنے پر اتنے مائل ہوئے کہ محفل میں انھیں ہمدم و دمساز کی مانند اور حکومت میں محرم و ہمراز کی طرح ساتھ رکھتے تھے[1] -) حضرت شاہجہاں نے بھی ارادت و عقیدت کو خدائے کریم کی رضا مندی کا ذریعہ سمجھا - ان کی خدمت میں اس طرح رہتے تھے کہ آدھی رات تک ان کی حضوری میں رہتے اور ایک پل کو جدا نہ ہوتے۔ اسی طرح حصول سعادت کے پردے میں سلطنت کے قاعدے اور آداب سیکھتے رہے -

عرش آشیانی اکبر بادشاہ کا جہان ناپائدار سے انتقال اور بعض سوانح جو ان دنوں وقوع پذیر ہوئے

[۲۶] چونکہ جہان فانی اور دہر بے ثبات امن و امان کی جگہ اور اقامت کا مکان نہیں اس لیے ارباب صدق و صفا جو دنیا کو نقش بر آب سمجھتے ہیں حباب کی طرح یہاں خیمہ زن نہیں ہوتے اور روشن دلان صاف ضمیر تنگنائے گیتی میں ذرے کی مانند یہاں کی ہوا و ہوس سے دور رہے ہیں - خدا کے برگزیدہ بندے بالخصوص نیک نہاد انصاف شیوہ بادشاہ جو اس دنیا کے انتظام کو

۱- قوسین کی عبارت نسخۂ لاہور میں ہے -

عالم جاودانی کی سلطنت کا بہانہ سمجھتے ہیں ، ہمیشہ اپنے مرنے کے منتظر رہتے ہیں کہ جوں ہی بارگاہِ قضا و قدر سے طلبی کا حکم پہنچے بے توقف اس کی تعمیل کر کے ازلی و ابدی نعمتیں حاصل کریں - اس تمہید سے حضرت اکبر بادشاہ کے انتقال کا ذکر مقصود ہے - اس غمناک واقعے کا مختصر حال یہ ہے کہ ۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵ء) پچاسویں سال جلوس میں اُن حضرت کی طبیعت سخت خراب ہوئی - اگرچہ بہت سے حاذق طبیب ، جن کا سرگروہ حکیم علی گیلانی تھا ، علاج میں مشغول ہوئے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا -

اُس وقت خان اعظم اور راجا مان سنگھ نے وفاداری و حق اندیشی کے خیال سے یہ سوچا کہ اکبر کے پوتے خسرو کو ، جو جہانگیر بادشاہ کا بڑا بیٹا تھا اور راجا مان سنگھ کا بھانجا اور خان اعظم کا داماد تھا ، بادشاہ بنائیں - چونکہ تقدیرِ الٰہی میں یہ طے ہو چکا تھا کہ اہلِ زمانہ حضرت جہانگیر کے سایۂ امن و امان میں چین سے رہیں لہٰذا انھیں تمام معاملات کی اطلاع ہو گئی - اپنی حفاظت کا خیال کر کے بدخواہوں سے محتاط رہتے تھے - شاہزادہ شاہجہاں حفظِ الٰہی کے بھروسے پر دشمنوں کی غداری کی پروا نہ کرتے اور ہر وقت اپنے جدّ بزرگوار کی خدمت گزاری اور تیمار داری میں مشغول رہتے - اس معاملے میں اپنی جانفشانی کی کہ اکبر بادشاہ نے اس سعادت مند پوتے سے رضامندی کا اور خسرو سے ناراضی کا تفصیلی ذکر کیا - ارکان دولت اور امرائے دربار میں سے جو سعادت مند اور خوش نصیب تھے ، بالخصوص مرتضیٰ خان بخاری جو اُن دنوں شاہی فوج کا بخشی تھا ، معاملہ فہمی کے سبب سب سے پہلے اپنے تمام متعلقین سمیت جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا - اس کے بعد جملہ امراء اس کی تقلید میں جہانگیر کی ملازمت میں داخل ہوئے - پھر فوج اور تمام سردار جوق در جوق جہانگیر کی خدمت کے لیے آئے -

چونکہ ان دنوں اکبر آباد کے قلعے پر مخالفوں کا پورا قبضہ تھا اور اس کے دروازوں کا کھولنا بند کرنا انھی کے ہاتھ میں تھا ، مجبوراً [۲۷] جہانگیر بادشاہ نے ان سبھوں کو امید و بیم اور وعدے وعید سے بھرا ہؤا پیغام بھیجا اور دو رنگے پن کی خرابی سمجھائی ۔ پیغام یہ تھا کہ چونکہ بادشاہت اور سلطنت کا رتبۂ عالی ہم سے متعلق ہے اور ہماری ذات تاج و تخت کی زینت ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ عقل سے کام لو اور جس بیعت پر تمام امراء نے اتفاق کر لیا ہے تم اس کی مخالفت نہ کرو ۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ قلعے کے دروازوں کی کنجیاں اور خزانے اور دوسرے کارخانوں کی چابیاں ہمارے نائبوں کے سپرد کر دو اور راجا مان سنگھ ، جنھیں اکبر بادشاہ نے بنگال کی صوبیداری عطا کی ہے اور جو ہماری طرف سے بھی برقرار رکھی جاتی ہے، فوراً بنگال کو سدھاریں ۔ جب کوتاہ اندیش مخالفوں کو یہ پیغام پہنچا تو سمجھ گئے کہ آزمودہ کار آدمیوں کے بغیر مزید سرکشی اور نافرمانی بیکار ہے ۔ صورت یہ تھی کہ خان اعظم ان دنوں اپنے منصب کے مطابق فوج نہیں رکھتا تھا ۔ رہے راجا مان سنگھ کے راجپوت ، سو وہ کیا کر سکتے تھے؟ مغلوں کی کثرت تھی اور راجپوتوں کی تعداد کم تھی ۔ راجا اپنے علاقے کی آمدنی میں سے کچھ خرچ نہ کرتا تھا ۔ خسرو کی بساط فقط اتنی تھی کہ ان دنوں اسے ہزار روپے روزینہ ملتا تھا ۔ ظاہر ہے کہ اس حقیر وظیفے سے کتنی فوج بھرتی کی جا سکتی تھی ۔ اگرچہ خزانہ انھی لوگوں کے ہاتھ میں تھا لیکن مصیبت کے وقت دولت اور لیاقت رکھی رہ جاتی ہیں ۔ لہٰذا انھیں ان سے بھی کوئی فائدہ نہ ہؤا ۔ ان وجوہ سے سبھوں نے قلعے کو جہانگیر کے نوکروں کے سپرد کر دیا اور خود شہر کے باہر راجا مان سنگھ کی حویلی میں ٹھہر گئے ۔

جب اکبر بادشاہ کی حالت بالکل غیر ہوگئی اور وقتِ انتقال

آ پہنچا تو جہانگیر بادشاہ نے طے کیا کہ تمام خطروں کے باوجود والدِ ماجد کے آخری دیدار سے محروم رہنا سخت بد نصیبی ہو گی - فتنہ انگیزوں کی شرارت کے خیال سے وہ اب تک والدِ بزرگوار کی عیادت کے لیے نہیں آئے تھے - اب تمام اندیشوں کو ترک کر کے پوری احتیاط کے ساتھ میں قلعے میں داخل ہوئے اور عین وقتِ نزع باپ کی بالین پر حاضر ہوئے - مزاج پُرسی کر کے فیضِ دیدار سے زمانۂ فراق کی تلافی کی - پھر حالات کے تقاضے سے واپسی کا ارادہ کیا اور شاہزادہ خرّم کو اپنے ہمراہ نکال لائے - قلعے کے دروازوں پر اپنے آدمی مقرر کر دیے - منگل ، بدھ کی درمیانی رات ۱۲ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ (۲۵ اکتوبر ۱۶۰۵ء) کو ایک پہر سات گھڑی رات گزرے اکبر کا انتقال ہؤا - [۲۸] اگلے روز بادشاہ جہانگیر نے عزاداری اور سوگواری کی رسوم ادا کیں اور تمام امیروں سرداروں سمیت سیاہ پوش ہو کر اکبر کی لاش کو کاندھا دیے ہوئے قلعۂ آگرہ سے سکندرہ تک، کہ دو کوس کا فاصلہ ہے، لائے - اکثر جگہ کاندھا دینے کی سعادت سے سرفرازی کونین حاصل کی - دفن اور دیگر رسوم ادا کرنے کے بعد دولت خانے پر واپس آئے -

جمعرات کے روز ۲۰ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ (۲ نومبر ۱۶۰۵ء) ۱۰ آبان نیک ساعت میں، کہ مشتری کی نظر سیدھی تھی اور دوسرے مبارک ستارے اس شُبھ گھڑی سے سعادت حاصل کر رہے تھے ، اس زینت شاہی و فرمانروائی نے تخت پر پاؤں اور سر پر تاج رکھ کر امرا سے بیعت لی - اس انجمن کی شان و شوکت سے بارگاہ خلافت کی تمام زینت مہر و ماہ سے زیادہ نورانی اور عالیشان ہو گئی - سکّے پر جہانگیر کا نام نامی نقش ہؤا اور خطبے میں یہ مبارک نام آنے سے منبر کا پایہ بلند ہؤا - چھوٹے بڑے سب نے جہانگیر بادشاہ کی اطاعت کی اور دور و نزدیک کے سردار فرمانبردار ہوئے - راجپوتوں میں سے میواڑ کے خود سر رانا کے سوائے سب نے اطاعت

اختیار کی ۔ لہٰذا جہانگیر بادشاہ کی رائے روشن نے یہ فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے لشکر کشی کر کے اس نابکار کو نافرمانی کی سزا دیں ۔ آصف خاں جعفر کی اتالیقی میں شاہزادہ پرویز کو اس مہم پر نامزد کرکے اس کے استیصال کے لیے بھاری لشکر دے کر روانہ کیا ۔ چونکہ روزِ ازل سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے لہٰذا اس عقدۂ دشوار کا کھلنا جہانگیر کے زمانے ہی میں مقرر ہؤا تھا ۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ اکبر بادشاہ نے جہانگیر کو ایامِ شاہزادگی میں اس مہم پر متعین کیا تھا لیکن یہ مہم کامیاب نہیں ہوئی تھی اور وہ اپنے انجام دیے بغیر لوٹ آئے تھے ۔ ان دنوں جہانگیر بادشاہ کی ذرا سی توجہ سے یہ مہم بخیر و خوبی سر ہوئی جس کا ذکر اپنے موقع پر تفصیل سے کیا جائے گا ۔

خسرو کا جہانگیر بادشاہ کی خدمت سے فرار ہونا اور بعض دیگر وقائع کا بیان

[۲۹] جن اربابِ بصیرت کی آنکھیں تائیدِ الٰہی کے سرمے سے روشن ہیں اور جو دیدۂ عبرت سے نیرنگِ روزگار کا تماشا کرتے ہیں وہ خوب واقف ہیں کہ جب عنایتِ الٰہی دنیا کو آراستہ کرنا چاہتی ہے تو باغِ عالم کا چمن پیرا راستے کے تمام کانٹوں کو ہٹا دیتا ہے اور اپنے حکم کو جاری کرتا ہے ۔ یہاں تک کہ مشیتِ الٰہی جو کچھ چاہتی ہے وہ پردۂ غیب سے نکل کر ظہور پذیر ہو جاتا ہے ۔ اس تمہید کا صحیح مصداق صاحبِ جاہ و جلال جہانگیر بادشاہ کا آغاز سلطنت ہے ۔ چونکہ جہاں داری کا منصب روزِ ازل سے انہیں عطا ہؤا تھا لہٰذا ولادت کے دن سے تخت نشینی کے وقت تک خاص و عام سب کی مرادیں پوری ہوتی رہیں اور

جو چیز اس معاملے میں سنگ راہ بنی وہ اس طرح معدوم ہوئی کہ گویا کبھی تھی ہی نہیں ۔ اس دعوے کا سچا گواہ بڑے شاہزادے سلطان خسرو کا واقعہ ہے ۔ چونکہ اسے دانش و بصیرت سے کوئی حصہ نہیں ملا تھا اور دور اندیشی اور عاقبت بینی سے بعید تھا اس لیے خیال محال باندھا کرتا تھا ۔ بعض کمینے بدطینت اشخاص بے بصری اور بد اصلی کی وجہ سے فتنہ انگیزی کے خیال سے یہ چاہتے تھے کہ خسرو کو ہاتھ میں لے کر فساد برپا کریں ۔ علاوہ ازیں ایک بیوقوف جماعت جو اس کی نوکر اور ہوا خواہ تھی اسے بہلا پھسلا کر اس بات در لے آئی کہ والد بزرگوار کی نافرمانی کر کے ، جو خدائے مجازی ہیں ، سلطنت حاصل کرنے کی بے فائدہ کوشش کرے ۔ لہٰذا خسرو کو ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ جب موقع ملے اور نصیب یاوری کرے تو بے تامل قلعے سے نکل کر کسی طرف کی راہ لے ۔ یہ نہ سمجھتا تھا کہ بیہودہ کوشش بے کار ہوتی ہے ۔ یعنی جو چیز تقدیر میں نہ ہو اسے حاصل کرنے کا ارادہ گویا قضا و قدر سے بلکہ خدا سے مقابلہ کرنے کے [۳۰] برابر ہے ، علاوہ ازیں چونکہ خیانت کرنے والا ہمیشہ ڈرتا ہے اور غدار شخص ہمیشہ خوف کھاتا ہے ، اس لیے بخت و اقبال کے خلاف شاہزادہ خسرو نے بھی فرار کا انتظام کیا ۔ کسی نصب العین کے بغیر چند بیوقوف ساتھیوں کے ساتھ اتوار کی رات (ہفتے اور اتوار کی درمیانی رات) ۸ ذی الحج ۱۰۱۴ھ (۱۶ اپریل ۱۶۰۶ء) کو آگرے کے قلعے سے نکل کر گمراہی کے راستے پر چل پڑا ۔ چونکہ اور کوئی راستہ کھلا ہؤا نہ تھا اس لیے مجبوراً پنجاب کا رخ کیا ۔ جب جہانگیر بادشاہ کو اس کے فرار کی خبر معلوم ہوئی تو اسی رات مرتضیٰ خاں میر بخشی کو فوج کا ہراول بنا کر تعاقب کا حکم دیا ۔ شیخ زادہ اسلام خاں ، اعتماد الدولہ ، خواجہ جہاں اور رائے سنگھ بھوربیہ کو شاہزادے کے پاس چھوڑا اور

خود آپو بھٹنے سے پہلے فوج ساتھ لیے بغیر یلغار کے طریقے سے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ جب خسرو متھرا کے پاس پہنچا تو حسن بیگ شیخ عمری ، جو کابل کی صوبیداری سے معزول ہو کر آگرہ آ رہا تھا ، اس نالایق سے ملا ۔ سادہ لوحی بلکہ حماقت کی وجہ سے خسرو کے فریب میں آ کر وہیں سے ملتا اور اس کے ساتھ ہوگیا ۔ خسرو اس کی رفاقت سے قوی دل ہو کر بڑی تیزی سے لاہور پہنچا ۔ چونکہ لاہور میں امرائے سلطنت کو اس کے پہنچنے سے پہلے یہ خبریں مل چکی تھیں اس لیے انھوں نے قلعہ بند ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا اور قلعے کی مضبوطی اور دروازے بند رکھنے کا اہتمام کرکے لڑائی کے لیے تیار ہو گئے تھے ۔ بدبخت خسرو نے مقتضائے وقت سے قلعہ بند امراء کو دم دلاسے سے پھانسنا چاہا ۔ چاپلوس چرب زبان اشخاص کو ، جو بہت ہی سحر بیان اور آداب داں تھے ، تمام امراء کے پاس بھیج کر اپنی طرف بلانے کا پیغام بھیجا اور بڑی نرمی سے دلفریب وعدے وعید کرکے طفلانہ حالاکیاں دکھا کر عہد و پیمان کیے لیکن سعادت مند [۳۱] امراء نے اپنے ولی نعمت کے حقوق کا خیال رکھا اور نمک حرامی پر آمادہ نہ ہوئے۔ وفاداری اور حق گزاری کے طریقے پر قائم رہے ۔ خسرو نے بہت چاہا کہ انھیں پھسلا کر قلعے پر قبضہ کر لے لیکن اہل قلعہ انکار کرتے رہے اور خسرو کی کوشش رائیگاں گئی ۔ مجبور ہو کر خسرو نے محاصرے کا بندوبست کیا اور تھوڑے سے بے روزگار مفسدہ پرداز سپاہی فراہم کرنے شروع کیے ۔ تھوڑے ہی عرصے میں دس ہزار بیوقوف سرکش بیہودہ امیدیں باندھ کر اس کے ساتھ ہو گئے ۔ سلطان خسرو کو ان ہرجائیوں کی وجہ سے نفوذ حاصل ہوئی اور اس کے دماغ میں پہلے شاہی ملازموں سے مقابلے کا خیال پیدا ہوا ۔ جب یہ خبر لگی کہ مرتضیٰ خاں چار ہزار جاں نثاروں کو لیے درانہ آ رہا ہے تو

مناسب سمجھا کہ آگے بڑھ کر اس لشکر کو روکے ۔ غرض اس بے بنیاد خیال سے روانہ ہؤا اور دریائے بیاس کے کنارے اس وفا دار نمک حوار سے مقابلہ پیش آیا ۔ سامنے ہوتے ہی صفیں ترتیب دیے بغیر بے تدبیری کے ساتھ گھاس کے تنکوں کی طرح فوجِ ظفر موج سے جا بھڑا ۔ مختصر سی لڑائی کے بعد شکست فاش کھائی اور واپس ہؤا ۔ لاہور تک اس بدبخت نے کہیں قدم نہ دیا اور کہیں رکے بغیر سیدھا لاہور پہنچا ۔ یہاں بھی نہ ٹھہر سکا اور بھاگا ۔ بالآخر جس طرح تنکا بھنور میں دھنس جاتا ہے ، دریائے چناب پار کرتے ہوئے اپنے کردار کی پاداش میں گرفتار ہؤا ۱ ۔

شمسی تولکچی درجہ توس کمال عجلت سے گوبندوال کے پل تک پہنچا تھا ۔ اس نے خسرو کی گرفتاری کی خبر بادشاہ کو بھیجی ۔ مرتضیٰ خان کی فتح کی خبر بھی مل چکی تھی ۔ بادشاہ سلامت یہ خبریں سن کر بے حد خوش ہوئے اور شمسی تولکچی کو خوش خبر خاں کا خطاب عطا کیا ۔ تیزی کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے دارالسلطنت لاہور میں داخل ہوئے ۔ فوجِ ظفر موج کو دریائے راوی کے کنارے ٹھہرایا اور خود بنفسِ نفیس مرزا کامران کے باغ میں قدم فرمایا ۔ حکم والا صادر ہوا کہ محمد شریف ولد خواجہ عبدالصمد شیریں رقم جو تھی دنوں امیرالامرائی کے خطاب اور وکالت کے رتبۂ عالی سے سرفراز ہوا تھا سلطان خسرو اور حسن بیگ کو حضور میں پیش کرے ۔ جب وہ لائے گئے تو بیوقوف شاہزادے کو بیڑی پہنا کر قید کر دیا گیا ۔ حسن بیگ اپنے اعمالِ بد کی پاداش میں اس بری حالت

---

۱ ۔ معتمد خاں نے ''اقبال نامۂ جہانگیری'' میں لکھا ہے کہ سودھرہ کے چودھری نے خسرو کو گھیر کر گرفتار کروایا ۔

سے مرا کہ ارباب عقل کو اس سے بصیرت [۳۲] اور دوسروں کو عبرت حاصل ہوئی - دوسرے قیدی جن کو فتنہ انگیزی کی وجہ سے نہ زمین قبول کرتی تھی نہ آسمان ، سولی پر کھینچ دیے گئے - یہ مٹھی بھر ازلی ذلیل جو دنیا کے امن و امان کو تباہ کرنا چاہتے تھے سولی کے واسطے بھی باعثِ ننگ و عار ٹھہرے -

جب بادشاہ سلامت کو اس مہم سے پوری طرح فراغت حاصل ہوئی تو خطۂ کابل کی سیر کی آرزو ، جو مدتوں سے دل میں کروٹیں لیتی تھی ، از سرنو بیدار ہوئی - شاہزادہ خرّم سے ظاہری جدائی کا خیال ضرور تھا اور اس نونہال کے بغیر کابل کی سیر منظور نہ تھی لہٰذا فوراً شاہِ بلند اقبال اور بیگمات کے نام خزانے اور ساز و سامان سمیت حاضر ہونے کا فرمان جاری کیا - شاہزادے نے فرمان پہنچتے ہی بیگمات کو ہمراہ لے کر تمام کارخانوں سمیت روانہ ہو کر ۱۲ ربیع الآخر ۱۰۱۵ھ (۱۷ اگست ۱۶۰۶ء) کو والدِ بزرگوار کی خدمت میں حاضری دی -

شاہِ بلند اقبال سلطان خرم کے غنچۂ جاہ و جلال کا کھلنا ، جہانگیر بادشاہ کا ان پر عنایتیں کر کے ان کی شان و شکوہ بڑھانا اور ان کے واسطے نواب ممتازالزمانی بنت آصف خاں کی خواستگاری

چونکہ عنایت الٰہی کے منظورِ نظر اور فضلِ ایزدی کے تربیت کردہ اشخاص بالخصوص حکومت و خلافت کے سربراہ عام

اشخاص کی نسبت کہیں زیادہ اوصاف و خصائل سے ممتاز ہوتے ہیں [۳۳] لہذا حق تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کو تمام لوگوں کی نسبت دور اندیشی اور بصیرت کا درجۂ اعلیٰ عطا ہوتا ہے۔ اس حقیقت کا مصداق جہانگیر بادشاہ کی فراست و دہانت ہے۔ یعنی جب جہانگیر بادشاہ نے الہام ربانی کی بدولت یہ اندازہ کر لیا کہ شاہزادہ خرّم عنایت الٰہی کی برکت سے تیموری خاندان کا چشم و چراغ بنے کا تو اس برگزیدۂ الٰہی کو، جسے اکبر بادشاہ بھی تمام شاہزادوں پر ترجیح دیتے تھے، سرفراز کرنے کا فیصلہ کیا اور اس لائق حرب شاہزادے کو ہشت ہزاری ذات، پانچ ہزار سوار[۱] دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عطا کر کے رتبہ بڑھایا۔ اسے علم[۲]، تومان اور طوغ عطا کیا اور اجازت دی کہ اس کی سواری کے ساتھ نقارہ بجتا ہؤا آیا کرے۔ جھنڈا اور سرخ بارگاہ کا اعزاز جو حضرت اعلیٰ ذات کے لیے مخصوص تھا یا ولی عہدوں کے لیے مخصوص ہوتا ہے، عطا کیا۔ شاہی فرمانوں کا اجرا اور مہر لگانے کا عہدہ جس کے بغیر کوئی فرمان معتبر نہیں ہوتا، انھیں بخشا۔ انتظام کا سر رشتہ اور مہمات کا اہتمام بھی شاہ بلند اقبال کے حوالے کیا۔ اگرچہ بظاہر یہ سب اعزاز شاہی خدمتوں کے بردے میں تھے لیکن درحقیقت انہی خدمات کی وجہ سے ساری دنیا کی حکومت کی انگوٹھی اس زیب تاج و تخت کے ہاتھ میں آ گئی۔ حصار فیروزہ کی سرکار بھی ان کی جاگیر میں مقرر ہوئی۔ بادشاہ نے زبان مبارک سے یہ بھی فرمایا کہ اسے آباؤ اجداد کے طریقے کے بموجب حصار کی سرکار کو، جو ولی عہد کی جاگیر میں دی جاتی

۱۔ یہ پانچ ہزار کا لفظ نسخۂ لاہور سے لیا گیا ہے۔

۲۔ نسخۂ لاہور میں تومان اور طوغ کے علاوہ علم بھی درج ہے۔

ہے ، ہم شگونِ برکت کے بطور اس فرزندِ اقبال مند کو عطا کرتے ہیں -

چونکہ دریا دل بادشاہ کی طبیعت میں سخاوت اور فیض رسانی شامل تھی اس لیے ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو اس شاہزادے کے انصاف و احسان کی برکت اس کی نسل سے قیامت تک دنیا والوں کو ملتی رہے اور اہلِ زمانہ مستقبل میں بھی اس شاہزادے کی مساعیٔ جمیلہ سے فیضیاب ہوتے رہیں اس لیے ہمیشہ انہیں یہ فکر رہتی تھی کہ باغ خلافت کے اس پودے کو بوستان نجابت کے کسی نونہال کے ساتھ بیوند کریں تاکہ دولت و اقبال اور نجابت و شرافت کی آمیزش سے نخلِ خلافت پھولے پھلے اور اہلِ زمانہ اس سے مستفید ہوں - لہٰذا دوسرے سالِ جلوس میں ۱۶ فروردین مطابق ـ ذی الحجہ ۱۰۱۵ھ [۳۴] (۵ اپریل ۱۶۰۷ء) جمعرات کے دن مبارک گھڑی میں جب کہ زہرہ و مشتری برکتیں حاصل کرنے پر مستعد تھے اور ستاروں کا رخ شہنشاہ کے حسبِ مراد تھا ، تقدیر ایزدی کی عنایات سے نواب قُدسی القاب ممتاز الزمانی اس شاہزادہ بلند اقبال سے منسوب ہونے کی سعادت کے لیے منتخب ہوئیں - دستورِ زمانہ کے مطابق بادشاہ سلامت نے منگنی کی نشانی کے بطور مبارک نگینے کی انگوٹھی بھیجی جو اس ذی عزت خاتون کی کُن انگلی میں پہنا دی گئی -

اس مبارک موقعے پر یعنی جب انگوٹھی کا ہلالی حلقہ آسمانِ عفت و عصمت کے اس بدرِ کامل کی انگلی میں پہنایا گیا ، اس مشتری طلعت زہرہ جبیں کی عمر چاند کے حساب سے ۱۴ سال ۴ ماہ ۲۰ روز تھی - خاندانِ شرف اور دودمانِ عرب کی یہ چشم و چراغ خان ذی شان یمین الدولہ ابوالحسن آصف خان کی دختر نیک اختر ہیں جو وزیراعظم مرزا غیاث بیگ اعتماد الدولہ ولد خواجہ

محمد شریف رازی کے فرزند اور علاقہ رے کے ایک مشہور خاندان سے ہیں ۔ ممتاز الزمانی کی والدہ ماجدہ مرزا غیاث الدین علی قزوینی آصف خان کی بیٹی تھیں جو اکبر بادشاہ کے زمانے میں فوج کے مستقل میر بخشی تھے ۔ جعفر خاں جو آن کا بھتیجا تھا انھی کی بدولت اکبر بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہو کر اقبال مندی کے اعلیٰ درجے تک پہنچا ۔

جب بادشاہ کی طبیعت کو ہر طرف سے فراغتِ کلی حاصل ہو گئی اور سیرِ کابل کی آرزو نے اس شاہِ ذی اقتدار کے دل کو بیقرار کیا تو سعادت و اقبال کو جلو میں لیے ہوئے اور شاہزادۂ بلند اقبال کو دولت و حکومت کی طرح ہمراہ لے کر اس فیض بخش علاقے کی جانب روانہ ہوئے ۔ جمعرات کا مبارک دن ، صفر ۱۰۱۶ھ کی اٹھارہ تاریخ تھی (۱۴ جون ۱۶۰۷ء) کہ اس خطۂ فیض میں لشکر جاہ و جلال کے خیمے ہوئے ۔ باغ شہر آراء ، جسے [۳۵] بابر بادشاہ نے لگایا تھا اور اس وقت اُن کی برکت سے شہر کی آرائش کا سبب تھا ، اُن حضرت کے قیام کی بدولت آرائش عالم کا باعث بن گیا ۔ اور یہ باغ میں حضرت کے حسب الحکم بیگمات کے خیمے اور شاہزادۂ بلند اقبال کی بارگاہ برپا ہوئی ۔ چونکہ اس باغ میں کوئی عمدہ عمارت نہ تھی لہٰذا آپ کے ارشاد کے بموجب نہایت دلپسند و بلند عمارت اس میں تعمیر کی گئی جس سے یہ باغ رشکِ بہشت بن گیا ۔

انھی ایام برکت میں بتاریخ ٦ ربیع الثانی ۱۰۱٦ھ (۲۹ جولائی ۱٦۰۷ء) شاہزادۂ بلند اقبال کی عمر مبارک کے سولھویں سال (قمری) کا شُلا دان کا جشن منعقد ہوُا جس سے اہلِ زمانہ پر خوش نصیبی کے دروازے کھل گئے ۔ حاجت مندوں اور مفلسوں کے جیب و دامن اس خیرات سے بھر گئے ۔ مغل خاندان میں اس

وقت تک قمری حساب سے شاہزادوں کے تُلا دان کی رسم نہ تھی۔ لیکن صورت یہ ہوئی کہ آب و ہوا کے فرق کی وجہ سے شاہزادے کی طبیعت خراب ہوئی۔ اُس روز بادشاہ سلامت شاہزادے کے مسکن پر مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے تھے اور اُسی روز شاہزادے کی سولھویں سالگرہ تھی۔ لہٰذا دودمانِ تیموری کے اُس چشم و چراغ کا دل خوش کرنے کے لیے شاہِ ذی جاہ نے یہ خاص عنایت اُن کے حال پر مبذول فرمائی۔

۷ جمادی الثانی ۱۰۱۶ھ (۲۹ ستمبر ۱۶۰۷ء) بروز جمعہ موکبِ شاہی نے کابل کی سیر سے فارغ ہو کر بوستانِ ہند کی طرف رخ کیا۔ راستے میں کچھ مدت تک دارالسلطنت لاہور میں قیام فرمایا۔ بعد ازاں دارالخلافہ آگرہ کو روانہ ہوئے۔ اُس مرکز اقبال کے نواح میں بروقت پہنچ کر جشن نوروزی منایا جس سے زمانے کو زیب و زینت حاصل ہوئی۔ سنہ ۳ جلوس ۲ فروردیں مطابق ۱۴ ذی الحجہ ۱۰۱۶ھ (۳۱ مارچ ۱۶۰۸ء) دولت خانۂ شاہی میں داخل ہوئے جو عزت و شان میں عرش معلّی اور فلک الافلاک سے بڑھ گیا۔ دو روز بعد شاہزادے کے دولت خانے کی سیر کے لیے تشریف لے گئے جو قصرِ شاہی کے پاس واقع ہے۔ اس کی پہلی عمارت محمد مقیم وزیر خاں کی تعمیر کردہ تھی۔ حکم عالی ہؤا تھا اسے گرا کر از سرِنو شاہانہ عمارات تعمیر کی جائیں۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی تھی۔ چنانچہ بادشاہ سلامت نے نئی عمارت میں تشریف لا کر اُسے اپنے قدوم سے پُرنور فرمایا۔

شاہزادہ خرم کے لیے خلافت منزلت جہانگیر بادشاہ کا مظفر حسین مرزا

صفوی کی دخترِ نیک اختر کی خواستگاری کرنا

[۳۶] تجربہ شاہد ہے کہ ماؤں کی اصالت و نجابت اولاد کی عظمت و شرافت کا سب سے عمدہ ذریعہ ہے - لہٰذا جہانگیر بادشاہ کو خیال آیا کہ نجابت و اصالت کے خاندان کی دوشیزہ اور برج شرافت و جلالت کی مشتری یعنی مظفر حسین مرزا صفوی کی دختر کو شاہزادہ خرم سے منسوب کریں - بعض موانع کے سبب سے کارِخیر ملتوی رہا - آخر سنہ ۴ جلوس میں مرضی مبارک کے مطابق خواستگاری کی رسم عمل میں آئی - پانچویں سالِ جلوس میں بتاریخ ۱۰ آبان مطابق رجب ۱۰۱۹ھ (۹ اکتوبر ۱۶۱۰ء) جب کہ شاہزادے کی عمر بیس سال تھی جہانگیر بادشاہ کی والدۂ ماجدہ حضرت مریم مکانی کے دولت کدے میں ، جو قصرِ جہانگیری سے متصل ہے ، شادی کی محفل آراستہ ہوئی اور نہایت سُبھ گھڑی میں ماہ و خورشید اور زہرہ و مشتری کا قران ہؤا - یہاں سے شاہزادہ خرم اپنے مسکن میں تشریف لے گئے کہ وہ بھی قصر شاہی سے متصل ہے اور انھی دنوں اُن کے حسب الحکم وہ عالی‌شان عمارت تعمیر کی گئی تھی - پرتوِ نورِ سے وہ مکان از سرِنو بُرجِ حمل سے زیادہ نورآگیں ہوگیا - جہانگیر بادشاہ اس بزم نشاط و سرور میں تشریف لا کر ایک رات ایک دن تک اُس عشرت کدے کی زیب و زینت اور سرور و مسرت میں اضافہ کرتے رہے -

[۳۷] شاہزادے نے مختلف ملکوں کی سوغاتیں بطور تحفہ جہانگیر بادشاہ کی خدمتِ عالی میں پیش کیں - اتنے درم و دینار نچھاور کیے گئے کہ دور دور تک افشاں سی جھٹک گئی - جب بادشاہ سلامت اس مقام سے اپنی دولت سرا کو تشریف لے جانے

لگے تو شاہزادے کے حکم سے تمام راستے میں مختلف ملکوں کے بنے ہوئے پارچات جو زربفت و اطلس سے زیادہ نفیس تھے ، با انداز کے بطور بچھا دیے گئے - زمین رشکِ فلک بن گئی -

یہاں موقعے کی مناسبت سے مظفر حسین مرزا کے حسب و نسب کا ذکر اور اس سعادت عظمیٰ کے حصول کا سبب بیان کیا جاتا ہے - اس والا دودمان کے والد کا نام سلطان حسین مرزا ابن بہرام ابن شاہ اسمعٰیل صفوی ہے - سنہ ۳ جلوس اکبری (۱۵۵۸ء) میں محمد خان قلاتی نے حسب الحکمِ بادشاہی قندھار کا علاقہ شاہ طہماسپ صفوی کے حوالے کر دیا - شاہ طہماسپ نے یہ ولایت اپنے بھتیجے سلطان حسین مرزا کو عطا کی - ۲۱ جلوس اکبری میں سلطان حسین مرزا فوت ہوا - اس کے چار بیٹے تھے : مظفر حسین مرزا ، رستم مرزا ، ابوسعید مرزا اور سنجر مرزا - چونکہ اختلافِ مزاج کے سبب بھائیوں بھائیوں میں اتفاق بہت کم ہوتا ہے اور جب حکومت و سلطنت کا قدم درمیان میں آ جائے تو اتفاق بالکل نہیں رہتا لہٰذا ان چاروں بھائیوں میں بگاڑ پیدا ہوا جو بدخواہوں کے فساد کی وجہ سے بہت بڑھ گیا - ایسے معاملات کا فیصلہ شمشیر بتراں کے بغیر نہیں ہوتا ، لہٰذا چاروں بھائی کئی بار ایک دوسرے سے معرکہ آرا ہوئے اور بڑی خونریزی ہوئی - اس ہنگامے میں سب سے پہلے رستم میرزا نے خوش نصیبی کی تحریک سے فلاح و بہبود کی راہ اختیار کی اور سنہ ۳۸ جلوس اکبری ماہِ مہر (اکتوبر ۱۵۹۲ء) میں اپنے بھائی سنجر مرزا اور چار بیٹوں : مراد میرزا ، شاہ رخ میرزا ، حسن ، ابراہیم نیز چار سو قزلباش سپاہیوں کے ساتھ اکبر کے دامن دولت میں چلا آیا - اکبر بادشاہ نے اس کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور پنج ہزاری کا منصب عطا کرکے صوبہ ملتان اور چند محالات بلوچستان کی صوبیداری پر سرفراز فرمایا - اس کے پیچھے ابوسعید مرزا بھی ماہِ اسفندار (فروری ۱۵۹۳ء) میں دربار

عالی میں حاضر ہؤا اور بہت عزت پائی - جب ان عنایتوں کی خبر مظفر حسین مرزا کو پہنچی تو یہ خیال کرتے ہوئے [۳۸] کہ میرزا رستم مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے یہ طے کیا کہ اکبری فوج کی مدد سے قندھار کا قلعہ ایرانی سپاہیوں سے لے کر اکبر کے حوالے کر دے - غرض امید و بیم کے عالم میں ، کہ یہی دو حالتیں انسان سے بڑے بڑے کام کرواتی ہیں ، نیک بختی کی تحریک سے فلاح و بہبود کا راستہ اختیار کیا - پہلے تو اپنی والدہ اور بڑے بیٹے بہرام مرزا کو اکبر بادشاہ کی خدمت میں بھیج کر اپنے حاضر ہونے کا ارادہ ظاہر کیا - جب ان لوگوں نے یہ پیغام اکبر کی خدمت میں پہنچایا تو آن حضرت نے میرزا بیگ قدیمی کے ہاتھ ایک ترغیب آمیز عنایت نامہ ارسال کیا - مظفر حسین میرزا نے از راہِ تعظیم نامۂ شاہی کا استقبال کیا اور نہایت ارادت اور عقیدت سے اس علاقے میں اکبر بادشاہ کے نام کا سکہ اور خطبہ رائج کر دیا - بادشاہ کی طرف سے شاہ بیگ خاں اس علاقے کی حکومت سنبھالنے پر مامور ہؤا تھا - مظفر حسین مرزا نے قندھار کا قلعہ اس کے سپرد کیا اور اپنے باقی تین بیٹوں یعنی حیدر ، الماس اور طہماس سمیت دس ہزار جان نثار قزلباشوں کو جلو میں لیے ہوئے دربار شاہی کا رُخ کیا - ۵ شہریور ۳۸ جلوس (۲۵ اگست ۱۵۹۲ء) بارگاہِ شاہی میں باریاب ہؤا[1] - سو عراقی گھوڑے اور دیگر نادر چیزیں تحفے کے بطور نذر

۱- غالباً یہاں کتابت کے سہو سے ایک سال کی غلطی ہے - میرے نزدیک یہ سال ۱۵۹۳ء ہونا چاہیے کیونکہ رستم مرزا ، سنجر مرزا وغیرہ اکتوبر ۱۵۹۲ء میں دربار اکبری میں آ کر صوبہ داری پر مامور ہو چکے تھے - اس کے بعد مظفر حسین مرزا نے اپنی والدہ اور بیٹے کو دربار میں بھیجا - اکبر نے عنایت نامہ بھیج کر اس کی دلجوئی فرمائی - بعد ازاں مظفر حسین دربار اکبری کو روانہ ہؤا -

کیں - ان نوادر میں ایک زہر مہرہ بھی تھا کہ اگر اسے سانپ کی ڈسی ہوئی جگہ پر لگا دیتے تھے تو سارا زہر چوس لیتا تھا اور انسان شفا پاتا تھا - مختصر یہ کہ اپنے تمام بیٹوں اور ہمراہیوں سمیت بے انتہا عنایتیں حاصل کیں اور پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہوکر سنبھل کا علاقہ جاگیر میں پایا -

جہانگیر بادشاہ کا شکارگاہِ باری میں شکار کھیلنا اور شہزادہ خرم کا بڑی پھرتی سے شیر پر تلوار چلانا

ماہِ آذر ۵ جلوس ۱۰۲۹ھ میں جہانگیر بادشاہ باری کی شکارگاہ کو روانہ ہوئے - ایک روز دن بھر چیتے سے شکار کھیلتے رہے - شام کے وقت چند شکاریوں نے آکر عرض کیا کہ یہاں قریب ہی ایک نہایت زبردست شیر سو رہا ہے جو ابھی ایک بارہ سینگے کو مار کر اس کا آدھا گوشت کھا چکا ہے اور خوب سیر ہو جانے کے سبب اس پر سستی غالب ہے - [۳۹] کسی خرخشے یا کسی سپاہی یا شکاری کو آسیب پہنچے بغیر اسے شکار کر لینا ممکن ہے - چونکہ جہانگیر بادشاہ اور شہزادے کو شیر کے شکار کا نہایت شوق تھا لہٰذا گھیرے والے آدمیوں اور ہاتھیوں کا حلقہ لیے بغیر ہی شاہزادے کو رکاب میں لیے ہوئے بڑی تیزی سے اس طرف روانہ ہوگئے چونکہ کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ شکار گاہوں میں حکم شاہی کے بغیر داخل ہو اس لیے راجہ رام داس ، انوپ رائے خواص ، اعتماد رائے ، حیات خاں ، چند خدمتگاروں اور میر شکاروں کے سوا اور کوئی رکاب میں نہ تھا -

جب شیر بندوق کی زد میں آ گیا تو اس وقت طبعی وحشت کی وجہ سے گھوڑا شیر کی بو پا کر بھڑکنے لگا - مجبوراً جہانگیر گھوڑے سے اتر آئے اور شیر پر بندوق چلائی - اس اژدھا نما ہتھیار نے فتیلے کی آگ پکڑتے ہی پے در پے تین فائر کیے - چونکہ قضا و قدر کے تقاضے سے ابھی شیر کی موت نہیں آئی تھی اس لیے بچ گیا اور شکار نہ ہو سکا یعنی پہلا فیر خالی گیا اور دوسرا کارگر نہ ہوا - اس کے باوجود وہ ہولناک جانور بڑی بے خوفی کے ساتھ اسی جگہ بیٹھا رہا - تیسری گولی لگتے ہی تڑپ کر اٹھا اور بڑی ہیبت کے ساتھ ایک میر شکار پر حملہ کیا جس کی کلائی پر شاہین بیٹھا ہوا تھا - شیر کا حملہ موت کا جھپٹنا تھا چنانچہ وہ اجل رسیدہ شیر کا تھپڑ کھاتے ہی جاں بحق ہوا - شیر پھر اسی جگہ جا لیٹا - اگرچہ دن ڈوب رہا تھا لیکن جہانگیر بادشاہ کو شیر کا شکار ایسا عزیز تھا کہ مقصد پورا کیے بغیر واپسی اچھی نہ سمجھی اور چند قدم آگے بڑھے - شاہزادہ شاہ جہاں بڑے سکون کے ساتھ باپ کے بائیں ہاتھ پر کھڑے رہے - راجہ رام داس بھی ان کے نزدیک تھا - حیات خاں اور اشہاد رائے دائیں ہاتھ پر کھڑے تھے اور کمال قراول پیچھے کھڑا ہوا بندوق بھر رہا تھا - بندوق کا گھوڑا دبتے ہی کو تنہا کر وہ دیو پیکر جہانگیر بادشاہ پر حملہ کرنے کے لیے اٹھا - گولی چلی لیکن اس کے منہ کے سامنے سے نکل گئی -

چونکہ حافظ حقیقی اپنے برگزیدہ بندوں کو نظر بد سے محفوظ رکھتا ہے لہٰذا وہ دیو خصلت غیظ میں ڈوبا ہوا حضرت کے بجائے انوپ رائے خواص پر لپکا جو بندوق کا کندہ تھامے کھڑا تھا - انوپ رائے نے بے خوف و خطر اسے روکا - چونکہ شاہی [۰۸] حکم ہے کہ شیر کے شکار میں کوئی شخص ہتھیار لے کر شریک نہ ہو ، اس لیے کسی کے پاس جمدھر اور خنجر تک نہیں ہوتا - انوپ رائے کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، وہی اس درندے پر ماری - اس نے بجلی کی تیزی کے

ساتھ حملہ کیا جسے انوب رائے نے اپنے ہاتھوں پر اسے روکا لیکن دونوں ہاتھ الجھ کر ٹوٹ گئے - اس وقت شیرافگن شہزادے نے شیر کے کاندھے کو تاک کر تلوار چلائی لیکن ابھی تلوار پڑی نہ تھی کہ آپ نے دیکھا کہ شیر کے شانے پر انوب رائے کا ہاتھ لپٹا ہؤا ہے - اگرچہ اس کا یہ ہاتھ بالکل بےکار ہو چکا تھا لیکن اس نے اسے شیر کے منہ سے نکال کر کاندھے پر حائل کر رکھا تھا - شاہزادے نے بینترا بدل کر بڑی پھرتی کے ساتھ تیغِ برق دم شیر کی کمر پر رسید کی لیکن ظاہر ہے کہ نشانہ بدلنے کی وجہ سے تلوار اتنی قوت سے نہ لگی جتنی کہ لگنی چاہیے تھی - پھر بھی اس دیو پیکر کی کمر پر گہرا زخم آیا - راجہ رام داس نے بھی ایک ہاتھ رسید کیا - شیر اپنے زخم کھا کر ادھ مرا ہو گیا اور پلٹ کر بھاگا - اس وقت صالح مشعلچی مشعل روشن کرکے لا رہا تھا - چونکہ عمر ختم ہو چکی تھی لہذا راستے میں شیر سے مڈ بھیڑ ہو گئی اور شیر کے ایک ہی تھپڑ سے اس کی شمع زندگی یکایک بجھ گئی -

اس وقت شہزادۂ بلند اقبال کو پدر بزرگوار کی فکر تھی کہ کہیں ان کے دشمنوں کو ضرر نہ پہنچے - بادشاہ سلامت کو شہزادے کے متعلق ہی فکر تھی - جب دونوں ایک دوسرے کے روبرو ہوئے تو اطمنیان حاصل ہؤا اور دونوں نے حافظ حقیقی کی بارگاہ میں ایک دوسرے کی سلامتی کا شکرانہ ادا کیا - اس وقت شہنشاہ نے رکاب میں پاؤں رکھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر بندوق کے فائر سے نیم کشتہ شیر کو مار ڈالا اور اپنے مسکن کو واپس آئے - اس وقت حیات خاں اور راجہ رام داس نے پورا واقعہ عرض کیا - حضرت بادشاہ نے شہزادے کی جرأت و ہمت [۱۴] پر نیز اندھیرے میں انوپ رائے کا بازو دیکھ لینے اور پھرتی سے تلوار چلانے پر شہزادے کو آفرین کہی اور خدا کا شکر ادا کرنے کے بعد

شہزادے کے روز افزوں جاہ و جلال کی دعا مانگی ۔

انہی دنوں جمعرات کے روز ۱۹ مرداد ۶ جلوس ۱۲ جمادی الثانی ۱۰۲۰ھ (۲۱ اگست ۱۶۱۱ء) شہزادے کے محل میں مظفر حسین مرزا کی دختر نیک اختر کے بطن سے حور پیکر بیٹی پیدا ہوئی ۔ حضرت بادشاہ اپنے فرزند کی اس پہلی اولاد کی مبارک باد دینے کے لیے تشریف لے گئے اور محل سرا کی تمام بیگمات کو طلب کرکے خوشی منائی ۔ حور پیکر ہوئی کا نام پُرہنر بانو بیگم رکھا اور اپنی والدہ ماجدہ کے حسب خواہش اس بچی کو ان کی فرزندی میں دے دیا ۔

انہی دنوں حسب دستور جشن نوروزی منعقد ہؤا ۔ ۵ محرم ۱۰۲۱ھ (۸ مارچ ۱۶۱۲ء) پیر کے دن آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی اور سنہ ۶ جلوس خیر و برکت کے ساتھ شروع[1] ہؤا ۔ اس روز شہزادے کے منصب میں دو ہزاری ذات کا اضافہ کرکے دس ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار کا اعزاز عطا کیا ۔ اگلے نوروز سنہ ۷ جلوس کے موقع پر یعنی مارچ ۱۶۱۳ء میں دو ہزاری ذات کا مزید اضافہ ہؤا اور ان کا منصب بارہ ہزاری ذات ، پنج ہزار سوار مقرر ہؤا ۔

۱- یہاں نو روز کو شروع سال قرار دیتے ہوئے ایسا لکھا ہے ورنہ سنہ ۶ جلوس تو اگست ۱۶۱۱ء میں شروع ہو چکا تھا ۔

صدفِ بحرِ عصمت نواب ممتازالزمانی بنت نواب آصف خاں سے شاہزادۂ بلند اقبال کے عقد نکاح کا جشن

[۴۲] قاعدہ ہے کہ قضا و قدر کے کار پرداز عالم بالا میں دنیا کے نظم و نسق کا سامان مہیا کرتے اور دونوں جہان کی ضرورت کا اہتمام رکھتے ہیں - چنانچہ شاہزادہ بلند اقبال کی کتخدائی کا سامان بھی روزِ ازل درست ہو چکا تھا - جمعہ کے روز ۹ ربیع الاول ۱۰۲۱ھ مطابق ۲۲ اردی بہشت سنہ ۷ جلوس (۱۰ مئی ۱۶۱۲ء) یہ تقریب سعید عمل میں آئی جس کی بدولت اہلِ دنیا کی تمام مرادیں پوری ہوئیں اور فراغ و اطمینان کی دولت حاصل ہوئی - اسی پیوند سعید کی برکت سے وہ چار بلند مرتبہ فیاض شاہزادے پیدا ہوئے جو عناصر اربعہ کی مانند نظام عالم کا سبب اور امن و امانِ دہر کا وسیلہ ہیں اور قیامت تک اہلِ زمانہ ان کی برکت سے مستفید ہوتے رہیں گے - جس وقت آسمانِ سلطنت کے مشتری شاہزادہ خرم اور فلک عفت و عصمت کی زہرہ یعنی ممتازالزمانی کی کتخدائی کا جشن منعقد ہوا ، شاہزادے کی عمر شمسی حساب سے ۲۰ سال ایک ماہ آٹھ روز تھی یعنی ۲۰ سال ۱۱ ماہ ۲ روز قمری - [۴۳] ملکۂ زمانہ شاہ بانو کا سن مبارک ۱۹ سال ۲۱ روز شمسی یا ۱۹ سال ۷ ماہ ۲۵ روز قمری تھا - منگنی کے وقت سے اب تک ۵ سال ایک ماہ ۵ روز شمسی کی مدت گزری تھی -

المختصر عضدالخلافتہ موتمن الدولہ آصف خاں کے دولتکدے پر ، جن کا خطاب ان دنوں اعتقاد خاں تھا ، محفلِ نکاح منعقد

ہوئی ۔ اس وزیر عالی شان کے حسب الحکم خادموں اور دربرداروں نے اس جشن کا ایسا اچھا انتظام کیا کہ ہی خواہوں اور دوستوں کے دل شاد ہو گئے ۔ مسرت و خرمی کی بساط بچھی اور بادۂ عیش و نشاط کے سرور نے اہل دہر کو مخمور کر دیا ۔ پری پیکر حسینوں کے چلنے پھرنے سے وہ محفل عشرت رشک بہار جنت ہو گئی ۔ وزیر باتدبیر کی عزت افزائی کے لیے بادشاہ سلیماں حشمت خود ان کے دولت خانے پر تشریف لے گئے اور اس محفل کی زینت و زینت بڑھائی ۔ مسند عیش پر بیٹھ کر خاص و عام کو خوشی و خرمی کا مژدہ سنایا ۔ فراغ خاطر کے سبب ساری دنیا پر نور و سرور کا عالم طاری ہوگیا ۔ ارباب نشاط نے نغمہ و سرود سے خرد مندوں کو دیوانہ کر دیا ۔ حسینوں کے گلوں میں چنبیلی کے ہار اس طرح پڑے تھے کہ صحن گلشن کو رشک آتا تھا ۔ چنا اور سبوں کے گلدستے اس شان کے کہ بلبلوں نے گلاب کے عشق سے ہاتھ اٹھایا ۔ اس محفل میں فیاضی کے ایسے دریا بہے کہ دنیا والوں کے دل سیر ہو گئے ۔ ہر شخص نے عیش کوشی و کامرانی کی ایسی داد دی کہ زمانۂ گزشتہ و آئندہ کے غموں کی تلافی ہو گئی ۔

جب ان تمام رسوم سے فرغت ہوئی اور خوش نصیبی و عشرت کے چند روز گزرے تو بادشاہ سلامت تمام بیگمات سمیت شاہزادۂ بلند اقبال کے دولتکدے پر تشریف لے گئے ۔ ان کے حسب الحکم خادموں نے از سرنو جشن کا اہتمام کیا ۔ بارگاہ سلطنت کا قبّہ چرخ چہارم کا ہمسر ہو گیا ۔ [۴۴] اس محفل عیش میں بادشاہ سلامت ایک رات ایک دن شامل ہو کر انبساط و سرور میں اضافہ فرماتے رہے ۔

دودمان شرافت و نجابت کی اس قُرۃ العین کی خوبیاں

حضرت شاہجہاں کی نظر میں اس طرح سلیقہ اور ان ملکہ کی آداب دانی ، مزاج شناسی اور خدمت گزاری اس درجے کو پہنچی کہ حضرت نے انہیں شبستان عشرت کی تمام بیگمات پر فائق قرار دیا ۔ چونکہ اس خانوادۂ ذیشان کا قاعدہ ہے کہ حرم سرا کی خواتین کو مناسب لقب اور خطاب عطا کرتے ہیں تاکہ ان کا نام نامی خواص و عام کی زبان پر نہ آئے لہٰذا ملکۂ ذیجاہ کو ممتاز محل کا خطاب عطا فرمایا ۔ اس کتاب میں جہاں کہیں ان حور خصلت خاتون کا ذکر آئے گا ، نواب ممتازالزمانی ممتاز محل بیگم کے لقب سے بیان کیا جائے گا ۔

سنہ ۸ جلوس جہانگیری ۱۰۲۲ھ (۱۶۱۳ء) میں جب حضرت شاہجہاں کے عروج و اقبال کا غنچہ کھلنا شروع ہوا تھا ، نواب ممتازالزمانی کے بطن سے ایک خندہ جبین خوشرو دختر پیدا ہوئی ۔ چونکہ اس ولادت سے دنیا میں مسرت و انبساط پھیل گیا لہٰذا حضرت خلافت پناہی اپنی تمام بیگمات سمیت شاہجہاں کے دولت کدے پر تشریف لائے تاکہ باغ دولت و اقبال کے اس پہلے ثمر کی مبارکباد دیں ۔ شاہجہاں نے محفل عیش و طرب منعقد کی ، پاانداز بچھوایا اور اتنی دولت نچھاور کی کہ سمیٹنے والوں نے اپنے دامن زر و جواہر سے بھر کر دلی مرادیں حاصل کیں ۔ پھر ایک خطیر رقم کی نذر پیش کرکے آنجناب سے نومولود کا نام تجویز کرنے کی التماس کی ۔ حضرت جہانگیر نے اس زہرۂ برج سلطنت کا نام حورالنساء بیگم [۴۵] رکھا اور اپنی فرزندی میں لے کر اختصاص بخشا کہ خوش نصیبی کی انتہائی حد یہی ہے ۔

جہانگیر بادشاہ کا حضرت شاہجہاں کو ساتھ لے کر دارالبرکت اجمیر جانا

عرش آشیانی اکبر بادشاہ کے انتقال کے بعد بدعقل خسرو کی بغاوت کے سبب حضرت جہانگیر کو دور دست صوبوں کے انتظام کی نوبت نہ آئی ۔ خود ممالک محروسہ کے نظم و نسق کی فرصت نہیں مل سکی تھی ۔ آتشِ فتنہ و فساد کو بجھانے میں مصروف رہے ۔ اس وجہ سے جنوبی علاقوں میں بدنظمی پھیل گئی ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اسی عرصے میں دکن کے مکاروں نے کوتاہ اندیشی بلکہ جہالت سے ، کہ اہلِ دنیا کا قدیمی شیوہ ہے ، فتنہ انگیزی پر کمر باندھی اور اپنی گردن سے طوقِ اطاعت نکال کر بغاوت پر آمادگی اظہار کی ۔ اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ مطلق العنانی سے دراز دستیاں کرنے لگے ۔ بالخصوص سیاہ بخت عنبر حبشی نے موقعے کو غنیمت سمجھ کر بالا گھاٹ کے علاقے میں ، جو ممالکِ محروسۂ شاہی ہے ، دست درازی شروع کر کے اپنی بدفطرتی اور سرکشی کا ثبوت دیا ۔ عبدالرحیم خاں خاناں دکن ، خاندیس اور برار کا صوبے دار تھا ۔ چونکہ اس کے مزاج میں شورش انگیزی و ہنگامہ آرائی کا مادہ تھا اور اس سبب سے خاص و عام میں بدنام بھی تھا ، اس سے کوئی تعرّض نہ کیا ۔ اس کی دراز دستی اور بے راہ روی پر اسے کبھی نہ ٹوکا ۔ غرض رفتہ رفتہ عنبر کی فتنہ انگیزی اتنی بڑھی اور اسے اتنا اقتدار حاصل ہو گیا کہ بالآخر خان خاناں بھی عاجز آ گیا اور اس کی سرکوبی کرنے سے معذور ہو گیا ۔ لگاتار کمک کے لیے عرضداشتیں بھیجنے لگا ۔

جب حضرت جہانگیر کو اس معاملے کی پوری حقیقت معلوم ہوئی تو بے توقف فرمانِ قہرمانی صادر فرمایا کہ ایک بھاری

لشکر شاہزادہ سلطان پرویز کی سرداری میں دکن جائے جو دکن کو فتح کرکے باغیوں کی گوشمالی کرے۔ اتالیقی اور فوج کا انتظام جعفر بیگ آصف خاں کے سپرد ہوا۔ [۴۶] راجا مان سنگھ اور امیر الامرا[1] کمک پر مقرر کیے گئے۔ فوج کی نفوبت کے لیے خزانہ اور کوہ پیکر جنگی ہاتھیوں کا حلقہ بھی ساتھ کر دیا۔ یہ لشکر اسی روز روانہ ہوگیا۔

چونکہ وہ بے عقل سردار معاملہ فہمی اور دانائی سے محروم تھا اور نفس امارہ کے غلبے سے خواہشات کے دام میں اسیر تھا اس لیے ہوشمندی سے کام لینے کی بجائے لذت کوشی، شراب نوشی اور نشہ بازی میں محو رہا۔ ان چیزوں سے اس کا دماغ اتنا ضعیف اور مزاج ایسا بے پروا ہو گیا کہ ہر وقت بدمست و خراب رہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بے انتہا ساز و سامان اور بے شمار لشکر کے باوجود عنبر حبشی کی سرکشی بدستور جاری رہی۔ بلکہ اس کی شوخ چشمی و بیباکی میں مزید اضافہ ہوگیا۔

جب دربار شاہی میں ان واقعات کی اطلاع پہنچی تو راجا مان سنگھ اور امیر الامراء کی امداد کے لیے خان اعظم خان جہاں، مہابت خاں اور عبداللہ خاں ایک دوسرے کے آگے پیچھے پے در پے بھیجے گئے۔ ان سرداروں میں سے ہر ایک اس قابل تھا کہ پورے ملک کا انتظام اور لشکر عظیم کی سپہ سالاری کر سکتا تھا۔ غرض اس مرتبہ اتنا لشکر بھیجا گیا کہ ساری دنیا کو تسخیر کر سکتا تھا لیکن جب سپہ سالار ہی فوج کی ترتیب و انتظام سے عاجز ہو تو

۱۔ اقبال نامۂ جہانگیری طبع ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، ص ۳۰۷ کے بموجب امیرالامراء سے شریف خاں مراد ہے جو عہد جہانگیر میں وزیر تھا۔

نہ امراء کیا کرتے۔ اس مرتبہ امراء میں باہم نفاق پھیل گیا ۔ غرض اس دفعہ بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی ۔ [۴۷] شاہی فوجیں کئی بار بالا گھاٹ پر شکست کھا کر برے حال سے واپس آئیں ۔ لشکرِ شاہی تعداد میں کہیں زیادہ اور جنگ آزمودہ تھا ۔ تاہم مذکورہ بالا وجوہ سے دشمن کا حوصلہ بڑھتا چلا گیا ۔

لشکرِ شاہی کی ضعف الجر دلی کی وجہ سے دکنیوں کی ہمت اتنی بڑھ گئی کہ آخری فوج کشی میں انھوں نے سرکشی اور بغاوت کا نیز فتنہ و فساد کا پورا مظاہرہ کیا ۔ فوجِ شاہی کے بار بار آنے جانے سے دکنی والوں کا حوصلہ اتنا بڑھا کہ اپنی حدود سے گزر کر پورے بالا گھاٹ پر قابض ہو گئے ۔ اس مرتبہ لشکر کا ساز و سامان اور فوج کی درستی بہت خوب ہوئی تھی ۔ لیکن جیسا کہ بیان ہوا سردار کی تبدیلی ، فوج کے نا شکرے پن اور امراء کی بے پروائی سے مہم ناکام رہی ۔

جہانگیر بادشاہ کو یہ صورتِ حال سخت ناگوار گزری اور دلیل اہلِ دکن کی یہ گستاخی بے انتہا بری لگی لہٰذا فیصلہ فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے اجمیر جائیں اور اس پاک خطے میں کچھ عرصہ ٹھہریں ، شاید بادشاہ کے قریب آ جانے کی شرم سے امراء زیادہ مستعد ہو جائیں اور فرض شناسی کے طور اس مہم میں پوری ہمت دکھائیں ۔ علاوہ ازیں اکبر کی شوکت و سطوت کے باوجود اور تائیدِ الٰہی کے باوصف دکن کی مہم اچھی طرح انجام کو نہیں پہنچی تھی ۔ لہٰذا اس کا سرانجام بھی جہانگیر کو منظور تھا ۔ چنانچہ فرمایا کہ جس طرح ممکن ہو پہلے ہم رانا کی مہم کا فیصلہ کریں گے ۔ پھر اطمینان سے اچھی طرح ساز و سامان کرکے بھاری لشکر کے ساتھ دکن کی تسخیر اور اہلِ دکن کی گوشمالی کے لیے

بڑھیں گے - [۴۸] غرض انھی دو بڑے مقاصد کے پیشِ نظر سفرِ اجمیر کا پختہ ارادہ کر لیا - ۲۰ شعبان ۱۰۲۲ھ (۵ اکتوبر ۱۶۱۳ء) شہریور سنہ ۸ جلوس میں سعادت و برکت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب اجمیر کے نواح میں پہنچے تو جس وقت خواجہ صاحب کے مزار کا گنبد نظر آیا جہانگیر بادشاہ اپنے باپ اکبر کے طریقے کے مطابق اور زیارت کے آداب کے تقاضے سے پیدل چلنے لگے - آپ کے نقشِ قدم سے اس سرزمین بلکہ ساری دنیا کا رتبہ بلند ہوگیا - غرض حضرت معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کرکے برکتِ جاودانی حاصل کی اور مزار کے متولیوں کو انعامات ، صدقوں اور وظیفوں سے مالامال کر دیا -

یہاں حضرتِ خواجہ کا ذکرِ پاک آ جانے سے واجب ہوا کہ ان خواجۂ بزرگوار کا کچھ حال تحریر کیا جائے - چنانچہ ان کے زمانۂ درویشی کے آغاز سے لے کر معرفت اور حقیقت کا درجہ حاصل کرنے تک کے کچھ حالات درج کیے جاتے ہیں - حضرتِ خواجہ سیستان (سجستان) میں پیدا ہوئے - اسی لیے سجزی اور سجستانی کہلاتے ہیں - ان کے والدِ بزرگوار کا نام خواجہ غیاث الدین حسن ہے جو خراسان میں بلے بڑھے تھے - زمانۂ سلوک کے آغاز میں خواجہ صاحب شیخ ابراہیم قندوزی کے مرید ہوئے جو اپنے زمانے کے بہت بڑے مجذوب تھے - اُن کی اجازت سے وہ اُن کی مجلس میں آنے لگے اور بیعت کرکے درویشی کے سلسلے میں داخل ہوئے - پھر اپنے مرشد کے حکم کے مطابق تجرید و تفرید کی منزلیں طے کرکے دنیا کی سیر و سیاحت کے لیے روانہ ہو گئے - علم ظاہری کی تحصیل اور قرآن پاک حفظ کرنے کے لیے کچھ عرصہ بخارا میں ٹھہرے - پھر علاقہ نیشاپور میں آئے اور قصبۂ ہارونیہ میں شیخ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوئے [۴۹] جو بہت مشہور ولی تھے - ڈھائی سال تک شیخ ہارون کی توجہ

اور ریاضت کی بدولت اعلیٰ مدارج حاصل کیے ۔ جب تصوف کے تمام رموز آشکار ہوگئے تو شیخ عثمان ہارونی نے خلافت کا خرقہ عطا فرمایا اور عرب میں جانے کا حکم دیا ۔ وہ عالی جناب ادھر روانہ ہوئے اور راستے میں دہرِ طریقت شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملے ۔ ڈھائی ماہ تک اُن کی صحبت کا فیض حاصل ہونے سے یقین و معرفت کی معراج تک پہنچے ۔

پھر موضع جیل میں ، جو بغداد کی نچلی طرف واقع ہے ، تشریف لے گئے اور پانچ ماہ سات روز وہاں ٹھہرے ۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے فیضِ صحبت سے سعادتِ کونین حاصل کی ۔ بعد ازاں بغداد چلے آئے اور شیخ ضیاءالدین سہروردی سے ملاقات کی ۔ اس سفر سے واپسی کے بعد آپ نے ہمدان جا کر شیخ یوسف ہمدانی سے ملاقات کی ۔ وہاں سے اصفہان گئے اور شیخ محمود اصفہانی کی خدمت میں حاضر رہے ۔ پھر تبریز جا کر شیخ ابوسعید تبریزی سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ۔ تبریز سے میہنہ اور خرقان کی طرف گئے ۔ پھر استرآباد کا سفر کرکے شیخ ناصرالدین استرآبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ بعد ازاں ہرات اور سبزوار میں آ کر ٹھہرے ۔ یہاں سے حصارِ شادماں ہوتے ہوئے بلخ پہنچے اور وہاں شیخ احمد خضروہ کے مزار کی مدتوں مجاوری کرتے رہے ۔ بلخ سے غزنی آئے جہاں شمس العارفین شیخ عبدالواحد کی صحبت سے مستفید ہوئے ۔

[۵۰] سب سے آخر میں غزنین سے ہندوستان آئے اور لاہور میں وارد ہوئے ۔ ان دنوں میں ملک معزالدین سام غوری دہلی کا علاقہ فتح کرکے اپنے ایک غلام قطب الدین ایبک کو وہاں کی حکومت دے کر غزنی واپس آ رہا تھا کہ راستے میں طبعی موت سے فوت ہوا ۔ حضرت خواجہ لاہور میں شیخ حسن زنجانی کی خدمت میں آئے ۔ یہاں

سے دہلی کا سفر کیا اور کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے ۔ کیونکہ اس علاقے کے اکثر آدمیوں کو ان کے مدارج معلوم ہو گئے تھے لہذا اُن کی آمد و رفت کی وجہ سے آپ کی توجہ اور یکسوئی میں خلل پڑنے لگا ۔ آپ گمنامی اور گوشہ گیری کے عاشق تھے لہذا یہاں سے اٹھ کر اجمیر چلے گئے ۔ اگرچہ اُن سے کچھ پہلے ہی اجمیر کے باشندے اسلام اختیار کر چکے تھے لیکن کچھ آس پاس کے لوگ بدستور مشرک تھے ۔ اس عرصے میں مشہدِ مقدس کا ایک سید میر حسین المعروف بہ خنگ سوار قطب‌الدین ایبک کی طرف سے بھاری لشکر لے کر اجمیر کی صوبے داری اور حضرت خواجہ کے سلام کے لیے متعین ہوا ۔ اس نے حضرت خواجہ کی توجہ کی برکت سے اس علاقے میں اذان اور روزے نماز کا خوب چرچا پھیلایا اور کفر و شرک کا خاتمہ کیا ۔ حضرت خواجہ کو اجمیر کی بود و باش پسند آئی ۔ نوے سال کی عمر میں شریعت و طریقت کو بہم کرنے کے لیے خانہ آبادی کی ۔ سات سال اور زندہ رہے اور صوبہ اجمیر والوں کو اسلام اور طریقت کی راہ دکھلاتے رہے ۔ اس عرصے میں اجمیر شریف کا علاقہ آپ کی ذاتِ گرامی کے فیض سے برکتوں کا مرکز بن گیا ۔

۶ رجب ۶۳۰ھ (۱۸ اپریل ۱۲۳۳ء) کو حضرت خواجہ کا وصال ہوا ۔ ان سے عقیدت و ارادت اور ان کے طریقے کی پیروی کی بدولت بہت سے اولیا کو مراتب عالیہ حاصل ہوئے ۔ چنانچہ مشہور ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے بھی آپ سے فیض پایا ہے ۔ [۵۱] نیز ایک روایت کے بموجب آپ کے طریقے کی پیروی کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا ہے ۔ تاج العارفین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ جن کے روضۂ مبارک سے پرانی دلی کی آبرو قائم ہے آپ ہی کے خلفاء میں سے تھے ۔ حضرت شیخ فرید گنج شکر جو حضرت خواجہ بختیار کاکی کے خلیفہ تھے اسی نسبت سے معارف

و حقائق کا مخزن بنے - اسی طرح شیخ فرید گنج شکر کے خلیفہ حضرت نظام الدین اولیا ، شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی ، شیخ برہان الدین غریب جن کا روضۂ انور دولت آباد دکن میں ہے ، شعرا کے سرتاج ، صاحبِ حال و قال حضرت امیر خسرو دہلوی جو سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے ، سب نے بہ واسطہ حضرت خواجہ اجمیر سے فیض اُٹھا کر طریقت و معرفت کی سلطنت پائی ہے -

شاہزادۂ بلند اقبال سلطان خرم کا جہانگیر کے حسب الحکم رانا امر سنگھ کی سرکوبی کے لیے جانا اور میواڑ کو فتح کرنا

روزِ ازل جب کہ دنیا ابھی وجود میں نہ آئی تھی پروردگارِ عالم نے اپنی حکمتِ کاملہ سے انتظامِ عالم کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر بڑے کام کے سرانجام کا ایک وقت اور ہر عقدۂ دشوار کے کھلنے کی ایک ساعت مقرر کر دی - چنانچہ جب وہ وقت آ جاتا ہے وہ کام خود بخود انجام پا جاتا ہے - چنانچہ میواڑ کے رانا کو مغلوب کرنے کی مہم ، جو بڑے بڑے سلاطین سے سر نہ ہو سکی ، ان دنوں شاہزادۂ خرم کی توجہ سے سر ہوئی - [۵۲] اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ میواڑ کے رانا اپنی خاندانی نجابت و قدامت ، وسیع علاقے اور فوج کی کثرت کے سبب ہندوستان کے تمام راجاؤں میں ممتاز رہے ہیں - جہانگیر بادشاہ کے ابتدائی عہد

تک یہی صورت تھی کہ میواڑ کا رانا سرکشی و نافرمانی کے شیوے پر قائم رہا۔ اطاعت اختیار نہ کی۔ میواڑ کے فرماں رواؤں نے، جو اپنے آپ کو نوشیرواں کی اولاد بتاتے ہیں اور ایک ہزار سال سے اس علاقے پر حکمران ہیں، کسی سلطانِ ذیشان کی اطاعت نہ کی۔ کبھی اپنے کسی راج کمار کو بھی ان کی خدمت میں بھیجنا گوارا نہ کیا۔ ان کا طرۂ امتیاز اور شیوۂ خاص یہی رہا کہ دوسرے راجاؤں کے برعکس انھوں نے کبھی کسی سلطان کے سامنے گردن نہ جھکائی۔ حضرت اکبر بادشاہ پچاس سال تک بڑی شان سے حکمرانی کرتے رہے لیکن رانا پرتاب نے اطاعت و فرماں برداری اختیار نہ کی۔ کئی بار فوج کشی ہوئی بلکہ ایک مرتبہ تو اکبر نے شاہزادہ جہانگیر کو بھی راجہ مان سنگھ اور دیگر امراء کے ساتھ میواڑ فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ ہر بار یہی صورت ہوئی کہ جب رانا شاہی فوج کے حملوں سے عاجز آ جاتا تو پہاڑ کے دامن اور دشوار گزار گھاٹیوں میں جا چھپتا۔ اظہار اطاعت کے پیغام بھیج بھیج کر جان بچا لیتا اور وقت گزارتا رہتا۔ شاہی لشکر بھی، جو مہم کی صعوبتوں سے عاجز آ جاتا تھا، اسی کو غنیمت سمجھ لیتا۔ غرض یہ مقصد حسبِ دل خواہ کبھی پورا نہ ہؤا۔ ہاں اتنا ہؤا کہ بعض صلاح کاروں کی کوشش سے رانا نے اپنے بیٹے کو خدمتِ شاہی میں روانہ کر دیا۔

جہانگیر کو اس معاملے میں بہت دلچسپی تھی لیکن مدعا حاصل نہ ہؤا تھا۔ لہٰذا تخت نسینی کے بعد پہلی مہم جس کا اہتمام اور سامان اچھی طرح کیا وہ یہی مہم تھی۔ [۵۳] کئی مرتبہ میواڑ کی فتح کے لیے فوجیں بھیجیں۔ جیسا کہ بیان ہؤا، پہلی بار سلطان پرویز کو فوج ظفر موج کے ساتھ روانہ کیا۔ لیکن یہ کام ان کی لیاقت و صلاحیت سے بالاتر تھا۔ اتنے میں خسرو کی بغاوت کا ہنگامہ آٹھ کھڑا ہؤا۔ جہانگیر بادشاہ نے سلطان پرویز کو

واپس بلا لیا ۔ دوسری دفعہ مہابت خان کو لشکرِ عظیم دے کر فتح میواڑ پر مامور کیا ۔ ایک مدت تک عبداللہ خان فیروز جنگ نے بھی ترکتازی کی ۔ پھر راجا باسو نے اس علاقے کی خاک چھانی ۔ لیکن چونکہ ہر کام کی طرح فتحِ میواڑ کا بھی وقت معین تھا اور روزِ اول سے اس مہم کا سرانجام شاہزادۂ بلند اقبال کے نام لکھا جا چکا تھا لہٰذا کسی سردار ، سپہ سالار کی پھری نہ چلی ۔ واپسی کو فتحِ عظیم سمجھے ۔

بالآخر اس عقدۂ دشوار کے کھلنے کا وقت آیا ۔ اگرچہ جہانگیر بادشاہ تسخیر دکن کی نیت سے روانہ ہو کر اجمیر آئے تھے لیکن طے کیا کہ پہلے رانا کی مہم کا فیصلہ کریں گے ۔ چنانچہ بتاریخ ۶ ماہ دی ۱۴ ذی قعدہ ۱۰۲۲ھ (۲۶ دسمبر ۱۶۱۳ء) سنہ ۸ جلوس ، تائیدِ الٰہی سے نیک ساعت میں شاہِ بلند اقبال کو رانا کی مہم پر روانہ فرمایا ۔ منصب میں ہزار سوار کا اضافہ کر کے بارہ ہزاری ذات چھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب مقرر کیا ۔ چار قب زردوزی کی خلعت ، جو بیل بوٹوں سے آراستہ تھی اور پھولوں کے گرد چمکدار موتی ٹنکے ہوئے تھے ، عطا فرمائی ۔ زردوزی چیرہ (دستار) ، زربفت کی لنگی ، موتیوں کا ہار ، شمشیر مرصع اور کھپوہ[1] و پھول کٹارہ مرصع بھی عطا ہوئے ۔ اصطبلِ خاص کے دو گھوڑے ، جن میں سے ایک کا نام راہوار اور دوسرے عراق کا کوہ پیکر نام تھا ، ساز و براقِ مرصع سمیت نیز فتح گج نام ہاتھی اور ایک ہتھنی بھی عنایت فرمائیں ۔ حسبِ ذیل امراء شاہزادے کے ساتھ اس مہم پر نامزد ہوئے ۔

راجا سورج سنگھ ، سیف خاں بارہہ ، تربیت خاں ، نوازش

۱۔ خافی خاں نے لکھا ہے کہ کھپوہ دکن کا ہتھیار ہے ۔

خان ، کشن سنگھ ، راؤ رتن ہاڈہ ، رانا سکھ راؤ ، ابوالفتح دکنی ، صلابت خان بارہہ ، سورج مل ولد راجا باسو ، مرزا بدیع الزماں ولد شاہرخ ، راجا بکرماجیت بھدوری ، [۵۴] میر حسام الدین انجو ، سلطان بیگ المخاطب بہ فدائی خان بخشی لشکر ، خسرو بے ، سید حاجی رزاق بے ، دوست بیگ ، خواجہ محسن ، عرب خان خوافی ، سید شہاب بارہہ ، خان اعظم صوبہ دار مالوہ ، فریدوں فر برلاس ، سردار خان برادر عبداللہ خان صوبہ دار گجرات اور اس کا چھوٹا بھائی سزاوار خان ، دلاور خان کاکڑ ، خان یار بیگ ، زاہد بیگ ۔ دکن کی کمک والے منصب داروں میں سے راجا نرسنگھ دیو بندیلہ ، یعقوب خان بدخشی ، محمد خان نیازی ، حاجی بیگ ازبک ، غزنیں خان جالوری ، ناہر خان تونور ، علی قلی خان ، ہمت خان ، شرزہ خان ، مرزا مراد ولد رستم صفوی ۔ الغرض اس مہم میں شاہزادے کی رکاب میں کل بیس ہزار سوار دلیر تجربہ کار ، جنھیں سورۂ فتح کی بسم اللہ کہنا چاہیے ، متعین ہوئے ۔ یہ لشکر تائیدِ الٰہی سے بہرہ مند ہو کر شاہزادہ خرّم کی ماتحتی میں رانا کے علاقے کو روانہ ہوا ۔

سفر طے کرنے کے بعد جب شاہجہاں نے رانا کی مملکت میں پہنچ کر آسے اپنے نورِ قدم سے منور کیا اور دامن کوہ میں پہنچے تو چند شکاریوں نے ، جو غنیم کے لشکر کی خبر لینے کے واسطے گئے تھے ، اطلاع دی کہ ہم جنگل میں کئی تنومند شیر دیکھ کر آئے ہیں ۔ چونکہ شاہزادہ خرم کو شیر کے شکار کا بہت شوق تھا للہذا فتح و فیروزی کی فال لینے کے لیے شیروں کے شکار کو بے تامل چل پڑے ۔ وہاں پہنچ کر گھڑی بھر میں پانچ شیر مارے ۔ اس روز قصبۂ مانڈل کے نواح میں پڑاؤ کیا ۔ یہاں ایک وسیع خوش منظر جھیل ہے جس کی سیر کرکے آپ کو بہت حظ حاصل ہوا ۔ چاروں طرف پھر کر اُس کے سیاب جیسے نتھرے پانی

کو دیکھ کر آپ بے انتہا مسرور ہوئے ۔ قصبہ مانڈل سے رانا کا علاقہ شروع ہوتا ہے ۔ [۵۵] سلطان پرویز اور مہابت خاں کئی بار میواڑ کی تسخیر کے لیے بھیجے گئے لیکن یہاں سے آگے نہ بڑھ سکے تھے ۔ شاہزادہ خرم نے اس مقام سے بڑھ کر قصبہ موہی میں پڑاؤ کیا جو اودے پور سے بارہ کوس ادھر ہے ۔ اس منزل سے محمد تقی بخشی ، جسے آخر میں شاہ قلی خاں کا خطاب ملا ، پانچ ہزار سواروں کی سرداری سے اس خدمت پر مامور ہوا کہ میواڑ کے کوہستان میں گھس کر وہاں کے باشندوں کے قتل ، اسیری اور تاراج میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھے ۔

اس موقع پر حضرت شاہجہاں نے یہ ارادہ کیا کہ محمد تقی بخشی کے پیچھے اپنی تمام فوج لے کر رانا کے علاقے میں داخل ہو جائیں ۔ امراء کو اس رائے سے اتفاق نہ تھا ۔ لہٰذا سب نے راجا سورج سنگھ کی وساطت سے ، جو شاہزادے کا ماموں تھا اور اس علاقے کے نشیب و فراز اور حالات سے خوب واقف ہونے کے علاوہ خود بھی اس رائے سے متفق نہ تھا ، خدمتِ عالی میں یہ عرض کروایا کہ ”سارے لشکر کا کوہستان میں گھس جانا مناسب نہیں ۔ ممکن ہے کہ غنیم ان پہاڑوں میں ہمیں چاروں طرف سے گھیر کر پیچھے آنے والوں اور رسد لانے والوں کا سلسلہ منقطع کر دے ۔ مناسب یہی ہے کہ شاہی لشکر قصبہ موہی میں ٹھہرے اور یہاں سے رانا کی سرکوبی کے لیے فوجیں روانہ ہوتی رہیں ۔“ لیکن شاہزادے نے تائیدِ الٰہی پر بھروسا کر کے اس رائے کو بالکل مسترد کر دیا اور مہم کا انصرام اپنی الہام پذیر رائے پر رکھا ۔ اپنی ازلی اقبالمندی پر اعتماد کیا اور اس لشکر کشی کے سرانجام کی بنیاد ذاتی صوابدید پر رکھی ۔

[۵۶] چونکہ عنایتِ الٰہی کی برکت سے خدا کے تائید یافتہ

لوگوں کی تدبیر بھی تقدیر کا حکم رکھتی اور بالکل درست بیٹھتی ہے اس لیے شاہزادے کی ہر تدبیر کامیاب ہوئی ۔ اگرچہ پورے لشکر کو کوہستان میں لا ڈالنا احتیاط کے خلاف تھا لیکن اس بارے میں حضرت شاہجہاں نے ، جو خدا کے افضال و عنایات کے پروردہ ہیں ، امراء کی رائے نہ مانی اور اللہ پر توکل کرکے اُس کوہستان میں گھس گئے جہاں اب تک کسی غنیم کے لشکر کی رسائی نہیں ہوئی تھی ۔ قطعِ مراحل کے بعد جب اودے پور کے نواح میں پہنچے تو میدانِ چوگان میں پڑاؤ کیا ۔ قصبہ اودے پور ، جو رانا کا دارالحکومت ہے ، رانا اودے سنگھ پسر رانا سانگا کا بسایا ہوا ہے ۔ رانا سانگا ایک لاکھ سوار لے کر فردوس مکانی بابر بادشاہ سے جاندہ میں معرکہ آرا ہوا تھا اور شکست کھائی تھی ۔ رانا امر سنگھ ، جو اُن دنوں میواڑ کا والی تھا ، رانا پرتاب کا بیٹا اور اودے سنگھ کا پوتا تھا ۔

اودے سنگھ نے یہاں جو عمارتیں بنوائی ہیں اُن میں سے بعض اس قصبے سے مشرق کی طرف والی پہاڑیوں پر ہیں اور بعض جھیل پچولا کے اندر تعمیر کی گئی ہیں جو قصبے سے شمال کی طرف ہے ۔ درحقیقت جھیل پچولا بہت وسیع ، خوش منظر اور پاکیزہ و بے مثال جھیل ہے ۔ اُس سے جنوب کی طرف چوگان بازی کا نہایت وسیع میدان ہے جس کے گردا گرد سنگین دیوار کھنچی ہے ۔ اودے پور سے تین کوس کے فاصلے پر ایک اور وسیع پوکھر ہے جو اپنے بانی کے نام پر اودے ساگر کہلاتی ہے ۔ اس کے تین طرف پہاڑ ہیں ۔ چوتھی جانب رانا نے بڑی لمبی چوڑی مضبوط دیوار بنوائی ہے ۔ چٹان کو تراش کر پانی کے نکاس کا راستہ بنایا ہے ۔ گہرے نشیبی مقامات میں کئی آبشار ہیں جنھیں دیکھ کر حیرت اور دہشت طاری ہوتی ہے ۔ ان کے سامنے نہایت فرحت بخش سبزہ زار ہے جسے دل کشائی و خوشنمائی میں باغِ بہشت کا جواب سمجھیے ۔

اودے پور کی عمارتیں ، جو پہاڑ کے اوپر اور جھیل میں واقع ہیں اور ہندوؤں کے فن تعمیر کی پیداوار ہیں ، شاہزادے کو پسند نہ آئیں - [۵۷] علاوہ ازیں کسی سابقہ مہم میں عبداللہ خاں کی لشکر کشی کے باعث بہت سی عمارتیں برباد بھی ہو گئی تھیں - لہذا شاہزادے نے سر دست انھی ویران عمارتوں کی بنیاد پر نئی حویلیاں بنوائیں - پہاڑ کی چوٹی پر بھی شاہزادے کے حکم سے ہنر مند معماروں نے دلفریب نشیمن بنائے جہاں سے جھیل نظر آتی ہے - امرائے عالی شان نے بھی اپنے اپنے مراتب و مدارج کے مطابق شاہزادے کی اقامت گاہ کے قریب عمارتیں بنوائیں اور رہنے لگے - جب سارے لشکر کا پڑاؤ اودے پور میں ہو گیا تو شاہزادے نے فیصلہ کیا کہ وہاں سے سرحد تک چھ تھانے بٹھائے جائیں تاکہ رسد کی فراہمی اور لوگوں کے آنے جانے میں سہولت ہو - لہذا مانڈل میں جمال خاں ترکی ، گیاسن میں دوست بیگ اور خواجہ محسن ، اتولہ میں سید حاجی ، منہار میں عزت خاں ، دیوک میں میر حسام الدین انجو اور کومل اور پیاری میں سید شہاب تھانہ دار مقرر کیے گئے -

المختصر محمد تقی نے ، جو موہی سے پانچ ہزار دلبر سوار دے کر راجپوتوں کی تنبیہ و تادیب اور ان کے مندر اور مسکن توڑنے کے لیے بھیجا گیا تھا ، قصبہ چھپّن میں پڑاؤ کیا - اس علاقے میں چھپّن محال ہیں اور ہر محال چھپّن دیہات پر مشتمل ہے - اسی نسبت سے اس قصبے کا یہ نام پڑ گیا - محمد تقی نے یہاں پہنچتے ہی تباہی مچا دی - سواروں کو حکم دیا کہ جہاں تک بس چل سکے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں - ان دلاوروں نے لوگوں کو قتل کرنے ، باندھنے اور پرانے بتخانوں کو ڈھانے پر کمر باندھ لی - لوٹ مار اور گھروں کو پھونکنے کا ہنگامہ گرم کر دیا - بتخانوں کے بہت سے برہمن اور راجپوت ، جو اپنے مندروں کی حفاظت کے لیے جان

دینے کو شہادت سمجھتے تھے ، بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے - [۵۸] انھی دنوں رانا نے اپنے بیٹے بھیم کو ، جو تنومندی اور زور آوری میں ممتاز تھا ، محمد تقی کے لشکر پر شبجون مارنے کے لیے بھیجا - اس معرکے میں دشمنوں کی کثرت کے باوجود محمد تقی ، جسے تائید الٰہی اور اقبال بادشاہی پر پورا بھروسا تھا ، بہت ثابت قدمی سے جا رہا - دشمن کے حملوں کو بڑی مردانگی سے روکا اور دادِ شجاعت دی - الطافِ الٰہی کی بدولت اس معرکے میں اسے کوئی گزند نہ پہنچا -

انھی دنوں عبداللہ خاں فیروز جنگ ، جو جہانگیر کے حکم سے شاہزادے کی کمک پر مقرر ہوا تھا ، تمام راہ دھاوے مارتا ہوا دلاور خاں کاکڑ اور صوبۂ گجرات کے تمام تعیناتیوں سمیت خدمت عالی میں حاضر ہوا - گجرات کی نادر چیزیں بطور نذر پیش کرکے سرافرازی پائی - اسی اثنا میں حکیم خوشحال ولد حکیم ہمام گیلانی جو جہانگیر کے حسب الحکم مرزا عزیز کوکہ کو اپنے ہمراہ لانے کے لیے صوبۂ مالوہ میں پہنچا تھا ، خان اعظم کو ساتھ لیے شاہزادے کی حدمت میں حاضر ہوا - خان اعظم بے عقلی و بے تمیزی کی وجہ سے بڑی حجت بازی اور انکار کرتا رہا لیکن حکیم خوشحال طرح طرح کے حیلوں حوالوں سے اس کو گھیر گھار کر درگاہِ والا تک لے ہی آیا - شاہزادے کے سامنے آ کر بھی خان اعظم تسلیم و کورنش کے مقررہ قواعد بجا نہ لایا بلکہ ایسی بدمزاجیاں دکھلائیں جو عقل کے خلاف تھیں - چونکہ شاہجہاں کا حلم و عفو گناہ بخش ہے اس لیے اسے کوئی سزا نہ دی -

نافہم و کوتاہ بیں خان اعظم نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ یہاں آ کر وہی غداری شروع کر دی جس کے لیے سدا سے بدنام

تھا ۔ اپنے داماد شاہزادہ خسرو کا بہت ہمدرد تھا ۔ اگرچہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں اس کا منصب تمام امرا سے زیادہ تھا لیکن کبھی ایک سپاہی تک نوکر نہ رکھا ۔ [۵۹] اس مہم میں بھی ، جو کافروں سے جہاد کا درجہ رکھتی تھی ، تنہا ہی آیا ۔ طرہ یہ کہ آتے ہی بدمزاجی اور غداری شروع کردی ۔ مجبور ہو کر شاہجہاں نے حکم دیا کہ فوج شاہی کا میر بخشی بیرم بیگ اسے نظر بند رکھے ۔ اس کے بعد ساری کیفیت جہانگیر بادشاہ کو لکھ بھیجی ۔ جب جہانگیر کو حقیقت حال کا علم ہؤا تو خان اعظم کی تنبیہ و تادیب کا مصمم ارادہ کر لیا ۔ دل میں پہلے ہی سے کدورت تھی لہٰذا مہابت خاں کو حکم دیا کہ شاہجہاں کی خدمت میں پہنچ کر وہاں سے خانِ اعظم کو ساتھ لا کر حاضرِ دربار کرو ۔ جب حاضر ہؤا تو جہانگیر نے یمین الدولہ آصف خاں کو ہدایت کی کہ قلعہٴ گوالیار میں ، جس کا اہتمام تمھارے ہاتھ میں ہے ، قید کر دو ۔

المختصر شاہزادۂ بلند اقبال نے اپنی صواب دید کے مطابق فوج کے چار حصے کر دیے تاکہ اس علاقے میں جولانیاں کرکے رانا کو گرفتار کریں ۔ ایک فوج عبداللہ خاں فیروز جنگ کی سرداری میں ، دوسری سیف خاں بارہہ اور بیرم بیگ میر بخشی کی ماتحتی میں ، تیسری دلاور خاں کاکڑ اور کشن سنگھ کے اہتمام میں اور چوتھی محمد تقی کی سربراہی میں ۔ ان سرداروں میں سے ہر ایک کو اس کے رتبے کے موافق خلعت ، شمشیر مرصّع ، ہاتھی اور عربی گھوڑے عطا کر کے سرفراز فرمایا ۔ جب بدبخت رانا کو ان فوجوں کے تقرر کا علم ہؤا تو اس کے ہوش و حواس جاتے رہے ۔ ثابت قدمی کو ترک کرکے اضطراب میں کبھی کسی گھاٹی میں چھپنے لگا کبھی کسی پہاڑ میں ۔ آج اس غار میں رات گزاری تو کل اس جنگل میں دن بسر کیا ۔ شاہی سرداروں

کے حملوں کا یہ حال تھا کہ جہاں کہیں رانا کے آدمیوں کا نشان پاتے ، قتل کرتے یا قید کر لیتے - [۶۰] دیہات کی بربادی ، زراعت کی تباہی اور لوٹ مار میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتے - تھوڑے ہی عرصے میں یہ عالم ہؤا کہ آبادی اور عمارت کا نشان تک باقی نہ رہا -

اس عرصے میں عبداللہ خاں کے جاسوس یہ خبر لائے کہ ایک دشوار گزار پہاڑ کی گھاٹی میں رانا کی فوج کا خاص ہاتھی 'عالم گمان' نیز پانچ اور ہاتھی چھپے ہوئے ہیں - خان موصوف یہ سنتے ہی دھاوا مار کر ، نہایت تیزی سے وہاں جا پہنچا اور قبل اس کے کہ رانا کے آدمی انھیں نکال لے جائیں ، ان پر قبضہ کر لیا - اسی طرح دلاور خاں کاکڑ نے بھی ایک جگہ سے سو ہاتھی قبضے میں کیے - غرض عبداللہ خاں اور دوسرے سرداروں نے ، جو رانا کے تعاقب پر مامور تھے ، بہت سے قیدیوں اور مال غنیمت کو ہمراہ لیے واپسی کا ارادہ کیا -

سنہ ۹ جلوس جہانگیری کا آغاز اور میواڑ میں شاہجہاں کا جشن نوروزی

۲۱ مارچ ۱۶۱۴ء ، ۹ صفر ۱۰۲۳ھ کو جمعے کی رات کے دو پہر اور ایک گھڑی گزرنے پر آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی - شاہجہاں کے حکم سے جہانگیر کے نویں جلوس کا جشن ایسا منعقد کیا گیا کہ وہ علاقہ نگارخانۂ چین اور بہشت بریں کا جواب بن گیا - شاہی کار پردازوں نے آرائش و زیبائش کے معاملے میں ایک دوسرے پر سبقت دکھائی - شاہزادہ خرم نے سرور و انبساط کی محفل آراستہ کرکے کامرانی

اور فیاضی کی داد دی ۔ جادون رائے کے ہاتھ سارا مالِ غنیمت جس میں عالم گمان نامی ہاتھی اور سترہ دوسرے ہاتھی شامل تھے فتح نامے کے ساتھ جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیے ۔ [۶۱] حضرت جہانگیر اس فتحِ خداداد کی خبر سن کر ، جو مزید فتوحات کا پیش خمیہ تھی ، بے حد مسرور ہوئے ۔ خان اعظم برطرف ہو چکا تھا لہٰذا صوبۂ مالوہ کے محاصل سے تین کروڑ دام (۴۰ دام = ایک روپیہ) بطور انعام شاہزادے کو عطا ہوئے اور صوبۂ مالوہ کا انتظام ان کے حوالے کیا گیا ۔ مزید عنایت کے بطور حکیم شکر اللہ شیرازی کو ، جو دانش و حکمت اور فنونِ عقلی و نقلی میں ہم چشموں سے ممتاز تھا ، شاہزادے کا دیوان مقرر کیا ۔ میر معصوم ہروی موقوف ہوا ۔

شاہزادیِ حور طلعت جہان آرا بیگم مخاطب بہ بیگم صاحب کی ولادت

مبدأ فیاض کی عنایت اور الطاف الٰہی کی برکت سے ایک اور کلی ، جو شگفتہ روئی میں آفتاب سے بہتر اور حیات بخشی میں نفس عسیوی کا جواب تھی ، امید کے چمن میں نمودار ہوئی ۔ یعنی شاہزادے کی حرم سرا میں ایک مریم صفت شاہزادی تولد ہوئی جس کے قدموں کی برکت سے خیر خواہوں کو حصولِ امید کی بشارت ملی ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ سنہ ۹ جلوس ۲۱ صفر ۱۰۲۳ھ (۲ اپریل ۱۶۱۴ء) ماہ فروردین ۱۱ھ کے روز حضرت ممتازالزمانی کے بطن سے خجستہ رو شاہزادی پیدا ہوئی جس کے چہرے کے نور سے بام و در روشن ہو گئے اور دنیا بہشت بریں کی ہمسر ہو گئی ۔ حضرت جہانگیر نے اس مناسبت سے ان کا نام

جہاں آرا بیگم تجویز کیا ۔

شاہزادہ خرم کے لشکر اقبال کی ترکتاز سے بدبخت رانا کا عاجز آنا

[۶۲] دانشمند حضرات خوب واقف ہیں کہ جو شخص عالی رتبہ انصاف پرور بادشاہوں سے زور آزمائی کرتا ہے وہ خود ہی اپنے بازو توڑتا ہے ۔ ایسے سلاطین سے مقابلہ کرنا گویا خنجر پر گرنے یا نشتر پر مکا مارنے کے برابر ہے ۔ شاہ بلند اقبال سے مقابلہ کرکے رانا کا بھی حال ہوا ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب رانا نے بیہودگی کے باعث شاہی اطاعت اختیار نہ کی تو اس پر ادبار کی گھٹا چھا گئی یعنی شاہزادہ خرم کی ہدایت کے مطابق فوجیں اس کے علاقے میں پھیل گئیں ۔ اسے ایسا دبایا کہ کسی جگہ ایک لمحے کو دم لینا مشکل ہو گیا ۔ غرض شاہزادے سے مقابلہ کرکے اس قدر پریشان ہؤا کہ اگر آخر میں اطاعت اختیار نہ کرتا تو اس کا قدیمی خاندان تباہ ہو جاتا ۔ شاہی بہادروں نے اس کا تعاقب اتنی سختی سے کیا کہ سانس لینے کی مہلت نہ پاتا تھا اور ایک لمحے کو کسی جگہ نہ ٹھہر سکتا تھا ۔ کبھی اس غار میں پناہ لیتا کبھی اس جنگل میں جا چھپتا ۔ اہل و عیال کو بھی اپنے معتمد بیٹے سورج مل کے ہمراہ پہاڑوں کی گھاٹیوں میں بھیجتا رہتا تھا ۔ خود تھوڑے سے رفیقوں کے ہمراہ مارا مارا پھرتا تھا ۔ برسات کا منتظر تھا کہ بارشیں شروع ہو جائیں تو جنگلوں گھاٹیوں کے راستے پانی سے مسدود ہوں اور اسے غازیوں کی آتش شمشیر سے پناہ مل جائے ۔ [۶۳] جب اس بیوقوف کا منصوبہ معلوم ہوگیا تو شاہزادے نے حکم دیا کہ

پہاڑوں کی گھاٹی میں ہر جگہ تھانے بٹھا دے جائیں تا کہ اس کے بھاگنے کا راستہ بند ہو جائے اور جہاں کہیں اس کی خبر ملے تھانوں سے فوراً اس کی گرفتاری کے لیے سپاہی بھیج دیے جائیں۔ اس تجویز کے مطابق بدیع الزماں شاہرخ مرزا کو جھیل میر میں جو بہت اونچے پہاڑ پر واقع ہے تھانیدار مقرر کیا۔ جاراول میں سید سیف خاں بارہہ، کوکندہ میں رانا اودٹھ سنگھ کا بیٹا رانا سکھ راو، انبہ میں دلاور خاں کاکڑ، اوگناہ میں فریدون خاں برلاس اور راؤ رتن ہاڈہ، حاوند میں محمد تقی، بیاپور میں شاہزادے کا بخشی بہرام بیگ، چاور میں، جہاں چاندی کی کان ہے، جہانگیر بادشاہ کا ایک سردار ابراہیم خاں مہمند، پادری میں میرزا مراد ولد میرزا رستم صفوی، باتوہ میں عبداللہ خاں کا بھائی سزاوار خاں، بہورہ میں زاہد خاں ولد مقیم خاں وغیرہ مقرر ہوئے کہ ان علاقوں میں انتظام کرکے بدبخت رانا کا پیچھا کریں۔ محمد شاہ جو بہت مخلص سردار اور شاہزادے کا تربیت کردہ تھا آزمودہ کار فوج کے ساتھ بکل بنگ کے بت خانے کو تباہ کرنے اور وہاں کے راجپوتوں کو سزا دینے پر مامور ہوا۔ وہ دھاوے مارتا ہوا بکل بنگ پہنچا اور وہاں کے جنگ جو سپاہیوں پر حملہ کرکے لوگوں کو خوب تاراج کیا۔ بیشمار آدمی قتل اور بے تعداد آدمی قید کیے۔ اسی طرح رائے سندر داس میر ساماں جان نثاروں کی ایک فوج کے ساتھ اس طرف بھیجا گیا جہاں رانا کے اہل و عیال کے قیام کی خبر ملی تھی۔ لیکن رائے سندر داس کے پہنچنے سے پہلے ان روسیاہوں کو اطلاع مل گئی اور وہ رانا کے اہل و عیال کو کہیں اور لے گئے۔ فوجیوں نے اس علاقے میں قتل و غارت، لوگوں کو قید کرنے اور راجپوتوں کے گھر برباد کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ بعض بہادر راجپوت اپنی رسم کے مطابق مقابلے پر مستعد ہوئے یعنی پہلے تو

اپنی عورتوں کو قتل کر دیا پھر مردانہ وار مندروں میں جمع ہو کر لڑائی پر مستعد ہوئے ۔ غازیوں نے ان پر حملہ کیا ۔ انھوں نے بھی بڑی دلیری دکھائی ۔ سخت مقابلے کے بعد راجپوت قتل ہو گئے ۔ رائے سندر داس نے اپنے آقا کی خوشنودی ملحوظ رکھی [۶۴] اور اپنے ولی نعمت کا حکم اس طرح بجا لایا کہ مذہب تک کا پاس نہ کیا ۔ بتوں کو آگ لگا دی اور بتخانوں کو ویران کردیا ۔ آقا کی محبت اس کے دل میں ایسی بیٹھ گئی تھی کہ ہندو ہونے کے باوجود صنم خانوں کو توڑ ڈالا ۔

چونکہ اس سخت مہم میں رائے سندر داس نے نیز میرزا شکراللہ دیوان نے بڑی جانفشانی دکھائی اس لیے شاہزادہ ان سے بہت زیادہ خوش ہوا ۔ مرزا شکراللہ کو افضل خان کے خطاب سے سرفراز کیا ، رائے سندر داس کو ، جس نے بے حد جانفشانی کی تھی ، رائے رایان راجا بکرماجیت کا خطاب دے کر مزید عزت افزائی کی ۔ کہ ہندوستان کے راجاؤں کے لیے سب سے بڑا خطاب یہی ہے ۔ مذکورہ بالا تھانوں میں جو فوجیں تعینات تھیں وہ جہاں کہیں رانا کی خبر پاتیں فوراً ادھر دوڑتیں اور علاقے کو تباہ کرنے اور لوگوں کو قید کرنے میں مستعدی دکھاتیں ۔ انھوں نے بہت سے مشہور بت خانوں کو برباد کیا اور ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کرکے مسلمانی کی بنیاد قائم کی ۔

رانا کا عفو طلبی کے لیے شاہزادۂ بلند اقبال کی خدمت میں حاضر ہونا اور دیگر حالات

رانا امر سنگھ معاملہ فہمی اور دور اندیشی کا جوہر رکھتا

اور معاملات کا نشیب و فراز سمجھتا تھا ۔ بالآخر اپنے معاملے میں غور و خوض کیا اور سمجھ گیا کہ سرکشی و نافرمانی سے تباہی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا ۔ اس کا راحت و اطمینان ان دنوں ختم ہو چکا تھا ۔ گزشتہ تباہی کے علاوہ اسے یہ بھی نظر آتا تھا کہ مال و متاع تو لٹ ہی چکا ہے اب حکومت اور جان کے بھی لالے پڑنے والے ہیں ۔ ننگ و ناموس الگ تباہ ہوگا ۔ یہ آخری معاملہ اس کے واسطے ناقابل برداشت تھا ، غرض بے انتہا مضطرب ہو کر اپنی ہزار سالہ آن بان کو چھوڑ کر ، معافی مانگنا ضروری سمجھا ۔ راجپوتی اکڑ سے ، جس کو اس کے باپ دادا نے قائم رکھا تھا ، ہاتھ اٹھایا ۔ [٦٥] میواڑ کے ان راناؤں کا طرۂ امتیاز یہی تھا کہ ہزار سال سے کسی رانا نے کسی سلطان ذی شان کے سامنے گردن نہیں جھکائی تھی بلکہ اپنے کسی ولی عہد کو بھی ، جسے ان کی اصطلاح میں راجکمار کہتے ہیں ، کسی بادشاہ ذیجاہ کی خدمت میں نہیں بھیجا تھا ۔

غرض جب رانا کا علاقہ ویران ہو گیا ، خزانہ خالی ہؤا ، فوج قتل یا قید ہو گئی ، عزیز و اقربا اپنے اپنے راستے چلے گئے ، وہ قدیمی نوکر جنھوں نے عمر بھر نمک کھایا تھا بیوفائی کرکے ساتھ چھوڑ گئے اور رعایا کی حالت تباہ ہو گئی تو رانا کا وہ مان ٹوٹ گیا اور وہ آن بان ختم ہو گئی ۔ شاہزادے کی فوجوں کا یہ عالم تھا کہ چاروں طرف سے اسے نرغے میں لے کر بدحواس کر رکھا تھا ۔ ان حالات میں عقل کے تقاضے سے ، جو درماندوں کی دستگیری کرتی ہے ، رانا نے یہی مناسب سمجھا کہ امان کا طالب ہو اور شرمندگی کا اظہار کرے ۔ غرض بڑے عجز و انکسار کے ساتھ رائے رایان راجا بکرماجیت کو ایک خط لکھا اور اس کی وساطت سے امان مانگی ۔ شاہزادے اور بادشاہ کے تمام احکام کی اطاعت کا اقرار کیا اور وعدہ کیا کہ اپنے ولی

عہد بیٹے کرن کو شاہجہاں کے ساتھ بارگاہ شاہی میں بھیجے گا ۔

راجا بکرماجیت نے رانا کی عاجزی اور امان طلبی کی درخواست شاہزادے کے سامنے پیش کی ۔ یہ مہم جس پر شاہزادے کی توجہ مبذول تھی پہلی مہم تھی ۔ اگرچہ شاہزادے میں عفو و درگزر کا مادہ فطرتی تھا اور چشم پوشی ان کے خمیر میں تھی لیکن اس موقعے پر انھوں نے یہ مناسب سمجھا کہ اس مہم کا فیصلہ کر دیا جائے اور رانا [٦٦] کو تباہ کرکے اس علاقے میں کفر کی بنیاد سراسر ڈھا دیں ، لہٰذا رانا کے ایلچی کو ناکام واپس کر دیا ۔ جب رانا کو اس طرف سے قطعی ناامیدی ہو گئی تو جہانگیر بادشاہ سے امان طلب کرنا چاہی ۔ مہابت خاں کے نام بہت ہی رقت آمیز عرضداشت بھیجی اور اعانت کا طالب ہوا ۔

جب مہابت خاں نے بادشاہ سے یہ التماس کی اور اس کا اضطراب اور بیچارگی واضح ہو گئی تو حضرت خلافت پناہی کو اس کے حال پر رحم آیا ۔ رانا نے اپنے راج کمار کو بارگاہِ شاہی میں بھیجنے اور اطاعت کا جو وعدہ کیا تھا اس پر اکتفا کی ۔ شاہزادۂ بلند اقبال کو اپنے ہاتھ سے فرمان لکھا کہ ہماری خوشنودی اور مرضی یہی ہے کہ رانا کے استیصال سے ہاتھ اٹھاؤ اور اس کی التماس قبول کرو ۔ اس فرمان کے پہنچتے ہی اس کی جان بخشی کی جائے اور اس کا ملک اس کے قبضے میں چھوڑ کر درگاہ شاہی کو مراجعت کی جائے ۔ فرمان شاہی کے بموجب شاہجہاں نے اس کی خطاؤں سے درگزر فرمائی ۔

جب رانا کو یہ حال معلوم ہوا تو اپنے ماموں سبھ کرن کو ہرداس جھالا کے ساتھ ، جو کہ نامی گرامی راجپوت اور اس کا معتبر آدمی تھا ، شاہزادہ خرم کے دربار میں بھیجا ۔ ان اشخاص نے درگاہِ والا میں پہنچ کر رائے رایاں راجا بکرماجیت کے ساتھ

آستاں بوسی کی - رانا کی عاجزی اور بیچارگی کو معافی کا وسیلہ بنایا - شاہزادہ خرم نے اس شرط پر اس کی جان بخشی کی کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہو اور اپنے ولی عہد کرن کو حضرت جہانگیر کے دربار میں بھیج دے - پھر جب کرن وہاں سے واپسی کی اجازت لے کر اپنے وطن واپس آئے تو اس کا بڑا بیٹا ، جو رانا کا پوتا ہے ، ایک ہزار سوار سمیت دربار جہانگیری میں حاضر ہو اور فوجی خدمات انجام دے - جب ان فرستادوں کا یہ باتیں سن کر حوصلہ بڑھا تو رائے رایاں کی وساطت [۶۷] سے عرض کی کہ دربار کا کوئی امیر رانا کی جان بخشی کا ضامن ہو تو اس کی وحشت رفع ہو جائے اور وہ بے تامل حاضر خدمت ہو - رانا کی اس التماس کی بنا پر علامی افضل خاں کو روانہ کیا گیا تاکہ رانا کو شاہی عنایت کا امیدوار بنا کر شاہزادے کی خدمت میں حاضر کرے - اس کے دل کی مزید تسلی کے لیے افضل خاں کے ساتھ رائے رایاں کو بھی بھیج دیا -

جب رانا کو ان دو سرداروں کے آنے سے اپنی جان بخشی کی امید بندھ گئی تو اسے اطمینان حاصل ہوا - بے تامل آستان بوسی کا ارادہ کرکے روانہ ہوا - لشکرگاہ کے قریب پہنچا تو شاہزادے نے امرائے دربار مثلاً عبداللہ خاں ، راجا سورج سنگھ ، راجا نرسنگھ دیو اور سید سیف خاں بارہہ کو ان کے استقبال کے لیے بھیجا اور از رہِ عنایت اسے سربلند کیا - حکم عالی صادر ہوا کہ چھبیس بہمن سنہ ۹ جلوس جہانگیری اتوار کے روز سے افضل خاں اور رائے رایاں آئین و آداب شاہی کے مطابق رانا کو حاضر کیا کریں - وہ دن رانا کی انتہائی خوش نصیبی کا تھا - شاہزادہ خرم نے آفتاب کی طرح جھروکے سے اپنا دیدار دکھایا اور شاہانہ آئین کے مطابق مسند جاہ و جلال پر بیٹھ کر خدام کو اشارہ کیا کہ رانا کو حاضر ہونے دیں - جونہی رانا بارگاہِ شاہی میں آیا ، شاہجہاں

کا جمال دیکھ کر اس کی امیدیں بڑھ گئیں - دور ہی سے آستانۂ والا کے سجدے کرنے لگا اور سرفرازی حاصل کی - جوں جوں مسند شاہی کے قریب آتا تھا تسلیم و آداب بجا لا کر اعزاز حاصل کرتا تھا اور اس کی امیدیں بڑھتی تھیں - جب بخت بلند اور اقبال کی یاوری سے تخت شاہی کا پایہ چومنے کی اجازت ملی تو اس عنایت سے اس کا سر آسمان تک پہنچا - شاہزادے نے اپنے ہاتھ سے اس کے سر کو سیدھا کیا اور سر بلندی بخشی - چونکہ جناب رسولِ خدا کا شیوہ یہ تھا کہ ایسے موقعوں پر دوسری قوم کے سرداروں کی عزت کیا کرتے تھے ، مثلاً حضور نے حاتم کی بیٹی کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی تھی - [۶۸] تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے اور متواتر سننے میں آیا ہے - اس بات کا خیال رکھتے ہوئے شاہزادے کو خواہش تھی کہ اس پر خاص عنایتیں کرکے اسے مطمئن کر دیں اور اس کی دلجوئی کریں لہٰذا پہلے عبداللہ خان اور راجا سورج سنگھ کو اپنے دائیں ہاتھ پر بیٹھنے کا حکم دیا - پھر اسے بائیں ہاتھ بیٹھنے کی اجازت دے کر وہ اعزاز بخشا جو اس کے کسی بزرگ کو حاصل نہ ہؤا تھا - سچ ہے بزرگوں اور سرداروں کا شیوہ یہی ہے کہ وہ بندہ پروری اور ماتحت نوازی کو اقبال و انصاف کا جوہر سمجھتے ہیں - ذرہ پروری کی بدولت ہی آفتاب کو تمام کواکب میں امتیاز حاصل ہے - انسان بھی عنایت و مروت ہی سے دوسروں کی نگاہ میں عزت پاتا ہے -

اس نعمتِ بزرگ کے شکرانے کے بطور رانا نے زمین بوسی اور تسلیم کے آداب ادا کرنے کے بعد ایک نہایت قیمتی لعل ، ساڑھے سات مثقال کا ، کچھ اور جواہرات و مرصّع آلات اور دس ہاتھی بطور نذر پیش کیے- اسی مجلس میں اس کے تین بیٹے یعنی سورج مل ، بھیم اور باگھہ ، دو بھائی سنہیہ اور کلیان نیز چند اور عزیز

اور معتبر آدمی بھی حاضر دربار ہو کر اپنی مراد کو پہنچے اور عنایت شاہی سے سرفراز ہوئے - پہلے ہی روز رانا کو خلعت فاخرہ ، شمشیر ، بیٹی ، مرصع خنجر ، عراقی گھوڑا ساز و یراق مرصع سمیت اور فیل خاصہ تفریحی ساز و سامان کے ساتھ عطا ہؤا - اس کے بیٹوں ، بھائیوں اور پانچ راجپوت سرداروں کے لیے گھوڑے ، خلعت ، بیٹیاں اور مرصع خنجر عنایت ہوئے- چالیس اور آدمیوں کو گھوڑے اور خلعت عطا ہوئے- مزید پچاس اشخاص کو پوشاکیں ملیں - جب رانا کا دل ہر طرح مطمئن ہوگیا اور عنایات سے سرفراز ہو کر ممتاز ہؤا تو حضرت نے اس کی حکومت اسی کے حوالے کردی - غرض بڑی امیدوں اور اخلاص کے ساتھ اپنی مرادیں پا کر رخصت ہؤا - اسی روز شام کے وقت اس کا ولی عہد یعنی راجکمار کرن ، افضل خاں اور رائےرایان کی وساطت سے حاضر خدمت ہؤا اور ان کے فیض عام سے مستفید ہو کر انعام و اکرام حاصل کیے - شاہزادے نے خلعت خاص ، خنجر و شمشیر ، مرصع عراقی گھوڑا سنہری زین سمیت اور فیل خاصہ عنایت کرکے اس کی عزت افزائی کی - پچاس ہزار روپیہ نقد بطور انعام عطا ہؤا کہ سفر کا سامان تیار کرکے موکب شاہ جہانی کے ہم رکاب دربار جہانگیری کی طرف روانہ ہو -

رانا کی مہم کے بعد شاہزادہ خرم کی اجمیر شریف کو واپسی اور جہانگیر کی خدمت میں حاضری

[٦٩] جب تائید ایزدی اور اقبال مندی کے سبب شاہزادہ خرم

کا مقصد پورا ہؤا یعنی رانا کی مہم میں حسب دلخوا
حاصل ہوئی اور کوئی کام باقی نہ رہا تو شاہزادے
بزرگوار کی خدمت میں بمقام اجمیر حاضر ہونے کی آرز
لہٰذا آپ نے بتاریخ ۱۰ اسفندار سنہ ۹ جلوس جہانگیری
اقبال کے ساتھ کوچ کیا اور اجمیر کے پاس پہنچ کر سو
میں پڑاؤ فرمایا ۔ جہانگیر کے حسب الحکم تمام امرا
شاہجہاں کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے ۔ اتوار کے دن
۱۰۲۳ھ (۱۹ فروری ۱۶۱۴ء) شہزادہ خرّم شہر میں د
کر والد ماجد کے سلام کے لیے حاضر ہوئے اور ان کے فی
سے سعادت کونین حاصل کی ۔ حضرت جہانگیر نے جو
میں اپنے تخت سے نیچے اٹھ کر انھیں گلے لگایا اور د
اسی طرح انہیں سرفراز کرتے رہے ۔ شاہزادہ خرم نے
پایاں عنایات شاہانہ کے شکریے میں تسلیم اور سجدے
ادا کیے ۔ اس کے بعد دستور کے مطابق [۰۷] ایک ہزار
اور ایک ہزار روپوں کی نذر پیش کی اور اتنی ہی را
صدقہ ۔ نیز ایک بلوری صندوقچہ ، جو جواہرات سے لبالب
نظر اقدس سے گزارا ۔ اسی میں وہ بیش قیمت لعل بھی تھا
قیمت جوہریوں نے ساٹھ ہزار روپے لگائی تھی ۔

اس محفل میں حضرت جہانگیر نے شاہزادے کو خل
چار قب مرصع عطا فرمایا ۔ خنجر اور شمشیر مرصع ، مرصع
لگام سمیت دو عراقی گھوڑے ، بجے گج نامی فیل خا
ایک ہتھنی نقرئی ہودج سمیت مزید عنایت فرمائے ۔ سہ
ذات ، دو ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ کا اضافہ منصب میر
پندرہ ہزاری ذات ، آٹھ ہزار سوار ، دو اسپہ ، سہ اسپہ کے
جاگیر بھی عطا ہوئی ۔ اس کے بعد بخشیوں کی وساطت
کا راجکمار خدمت والا میں پیش ہؤا اور عنایات شاہانہ

بھاری خلعت اور شمشیر مرصع کی عنایت سے ممتاز ہؤا ۔ ایک خنجر ، موتیوں کی بیش قیمت مالا ، اسپ و فیل خاصہ نیز پچاس ہزار روپے نقد اور پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب سے سرفراز ہو کر ہم چشموں میں معزز ہؤا ۔ اس کے منصب کی آدھی جاگیر رانا کے کوہستانی علاقے سے اور آدھی دامن کوہ کے پرگنوں سے مقرر ہوئی ۔ اس کے بعد تمام امرا اور ملازمین ، جو حاضر تھے ، الطاف شاہانہ سے سرفراز ہوئے ۔ ۸ تیر سنہ ۱۰ جلوس (۲۸ جون ۱۶۱۴ء) کو رانا کا راجکمار کرن چار ماہ حاضر خدمت رہنے کے بعد اپنے وطن جانے کی اجازت لے کر واپس ہؤا ۔ حکم عالی ہؤا کہ اس کا بیٹا جگت سنگھ ایک ہزار سوار سمیت شاہزادہ خرم کی رکاب میں دکن کی مہم میں حاضر ہو ۔

شاہزادہ داراشکوہ کی ولادت سے دنیا کا پرنور ہونا

جس طرح پروردگار عالم نے شاہزادہ خرم کو انتظام دنیا کے معاملے میں امتیاز خاص بخشا ہے اور اپنی عنایت سے ان کے تمام مقاصد پورے کیے ہیں [۱ے] اسی طرح اولاد کے معاملے میں بھی ، جو انسان کی سب سے بڑی آرزو ہے ، انھیں بہرۂ کامل عطا فرمایا ہے ۔ اس امر عظم میں ، جس پر ملک و ملت کے قیام کی بنیاد ہے ، خدا نے انھیں دنیا کے تمام سلاطین پر برتری عطا فرمائی ہے یعنی اس زیب سریر سلطنت کو چار اقبال مند شاہزادے عطا کیے ہیں جنھیں چہار عنصر دین و دنیا کہنا مناسب ہے ۔ ان شاہزادوں میں سے ہر نونہال خوش نصیب ہے اور اقبال کے سر کا تاج ہے ۔ مہر و مشتری کی طرح بلند طالع ہے ۔ بالخصوص شاہزادۂ کامگار ،

دانش پژوہ سلطان داراشکوہ جو عمر اور رتبہ و شان میں دوسرے بھائیوں سے سرفراز ہے - اس شاہزادۂ سعادت مند کی ولادت بارہ گھڑی بیالیس پل یعنی پانچ گھنٹے چودہ منٹ رات گزرے بتاریخ ۲۹ صفر ۱۰۲۴ ھ ۹ فروردین سنہ ۱۰ جلوس جہانگیری (۳۰ مارچ ۱۶۱۵ء) ہفتہ اور اتوار کی درمیانی رات کو ملکۂ معظمہ نواب ممتازالزمانی بیگم کے بطن سے ہوئی جن کے قدموں کی برکت سے ساری دنیا کو زینت حاصل ہے - اس مسرت انگیز تاریخ میں عیش و نشاط کی محفل شاہزادہ خرم کے گھر پر اس شان و شوکت سے برپا ہوئی کہ اہل زمانہ محو حیرت ہو گئے - اس انجمن کی اتنی آرائش ہوئی کہ آسمان کو اس پر رشک آیا - چونکہ اس شاہزادے کی ولادت سے چند روز پہلے نو روز کا جشن برپا ہوا تھا اس لیے جہانگیر بادشاہ ان دو خوشیوں کی مبارکباد دینے کے لیے اس جشن میں ، جو اجمیر کے تالاب کے کنارے منعقد ہوا ، خود تشریف لائے - [۲۷] شاہزادے نے نچھاور اور پااندار کی رسمیں ادا کرکے ہزار اشرفی کی نذر پیش کرکے نام تجویز کرنے کی درخواست کی - چونکہ اس نومولود کے چہرے سے دارا و فریدوں کا شان و شکوہ آشکار تھا اس لیے حضرت نے اس کا نام سلطان دارا شکوہ رکھا - دربار کے شعرا نے تہنیت کے قصیدے پیش کیے - ابو طالب کلیم نے مصرعۂ ذیل سے تاریخ ولادت نکالی :

گل اولین گلستان شاہی

ان ایّام کا خاص واقعہ یہ ہے کہ شاہزادۂ بلند اقبال کے چوبیسویں سال شمسی کا تلادان کا جشن بتاریخ ۲۵ دی ماہ (۱۴ فروری ۱۶۱۵ء) بڑی زیب و زینت اور شان و شوکت سے منعقد ہوا - شاہزادہ خرم آفتاب کی طرح بڑی شان و شوکت سے ترازو کے پلڑے میں بیٹھا اور محتاجوں کی آرزو پوری کرنے کے لیے

لعل و جواہر کی طرح سونے چاندی اور دوسری اشیا کے ساتھ تولا گیا ۔ یہ تمام چیزیں محتاجوں کو بانٹ دی گئیں ۔ اسی محفلِ مسرت میں جہانگیر نے بڑے اصرار سے شاہزادے کو شراب پلائی ۔ چونکہ خداوند کریم کے اس خاص بندے نے کسی قسم کا نشہ ، خصوصاً شراب نوشی جو عقل کی دشمن ہے ، نہیں کی تھی ۔ شراب شریعت کی رو سے حرام ہے اور از روئے عقل اس کا پینا برا ہے ۔ غرض اس وقت تک پارساؤں کے دامن کی طرح آپ کے ہونٹ اس سے آلودہ نہیں ہوئے تھے ۔ [۷۳] لہٰذا پہلے تو بالکل انکار کیا ۔ جب جہانگیر کے اصرار سے بالکل مجبور ہوگئے تو ان کی رضامندی کے لیے اور آداب دانی کی راہ سے تھوڑی سی شراب پی ۔ یہاں تک کہ تیس سال کی عمر میں بالکل توبہ کر لی ۔ جیسا کہ آئندہ تحریر کیا جائے گا ۔

سنہ ۱۱ جلوس جہانگیری میں نو روز کی تقریب سعید آئی ۔ شاہزادہ خرم نے یکم فروردین (۲۱ مارچ ۱۶۱۶ء) کو بیش قیمت نذر پیش کی ۔ ان نادر تحفوں میں نہایت چمکدار لعلِ بدخشانی بھی تھا جو وزن میں چھ ٹانک اور آبداری میں کامل تھا ۔ اس کی قیمت اسّی ہزار روپے ٹھہری ۔ اس زمانے میں جبکہ موکب بادشاہی اجمیر میں ٹھہرا ہوا تھا چوبیس ربیع الاول ۱۰۲۵ھ (۱۰-۱۱ اپریل ۱۶۱۶ء) کو عین خوشی و خرمی میں شاہزادی حورالنسأ بیگم کے انتقال کا سانحہ پیش آیا ۔ شاہزادی کی عمر تین سال ایک ماہ شمسی تھی ۔ اس واقعے سے خاطر اقدس نہایت ملول و محزون ہوئی ۔ چونکہ جہانگیر بادشاہ نے فلکِ صاحب قرانی کے اس ستارے کو اپنی بیٹی بنا لیا تھا لہٰذا اس کے ساتھ انتہائی روحانی تعلق تھا ۔ اس حادثۂ جانکاہ کی وجہ سے آپ کی طبیعت بے انتہا اندوہگین ہوئی ۔ اسی وقت بیگمات کو ساتھ لے کر شاہزادے کے مسکن پر تشریف لائے اور پُرسا دیا ۔ گلشن وجود کی اس کلی کو خواجہ

بزرگوار حضرت معین الدین چشتی کی درگاہ کے پاس دفن کیا۔ سنیچر کا دن تھا۔ آپ نے اس کا نام گم شنبہ رکھا۔ چنانچہ آج تک خاص و عام شنبہ کو گم شنبہ کہتے ہیں۔

شاہزادہ شاہجہاں کے گھر میں بادشاہزادۂ والاگہر شاہ شجاع کی ولادت

دنیا کے انتظام اور کارخانۂ عالم کے نظم و نسق کا سلسلہ دنیا کے بہترین بندوں یعنی بادشاہوں کی شادمانی سے وابستہ ہے لہٰذا خدائے تعالیٰ انھیں صرف تھوڑی دیر [۴۷] مبتلائے غم کرتا ہے۔ پھر فوراً اپنے لطف و کرم سے اس غم کی تلافی کر دیتا ہے۔ چنانچہ انھی دنوں جب کہ شاہزادی حورالنسأ بیگم نے روضۂ رضوان کی راہ لی پروردگار نے اس نقصان کی تلافی بوجہ احسن فرما دی یعنی ۱۱ تیر سنہ ۱۱ جلوس جہانگیری ۱۸ جمادی الثانی ۱۰۲۵ھ (۳ جولائی ۱۶۱۶ء) اتوار کی رات کو¹ نواب قدسی القاب ممتاز محل بیگم کے بطن سے ایک شاہزادہ تولد ہوا جس کے مبارک قدموں سے عرش سے فرش تک شادمانی پھیل گئی۔ خانوادۂ سلطنت کے اس چشم و چراغ کی ولادت نے بندگانِ شاہی کے زخمی دلوں پر مرہم کا کام کیا۔ فرمانروائے عالم مبارکباد کے لیے

۱۔ اقبال نامہ جہانگیری میں یہ تاریخ ۱۴ جمادی الاول ۱۰۲۵ھ درج ہے۔ دیکھیے ص ۸۸، طبع ایشیاٹک سوسائٹی۔ لیکن از روئے تقویم اس تاریخ پر ۲۰ مئی ۱۶۱۶ء بدھ کا دن پڑتا ہے۔ لہٰذا صحیح تاریخ یہی ہے جو ۳ جولائی ۱۶۱۶ء بروز اتوار کے مطابق ہے۔

شاہزادے کے گھر تشریف لائے اور شادمانی عالم کا سبب بنے - شاہزادہ خرم نے پا انداز اور پیشکش کا انتظام کرکے ایک ہزار اشرفیاں نذر گزاریں اور نام تجویز فرمانے کی درخواست کی ۔ جہانگیر نے اس شاہزادے کا نام شاہ شجاع رکھ کر طرح طرح کی عنایات سے شاہزادے کو مسرور کیا ۔ شاعر جادو بیان ابو طالب کلیم نے، جو درباری شعرأ میں سے ہے ، اس مصرع سے تاریخ ولادت نکالی :

دومیں نیّر بادا فلکِ شاہی را

بے بدل خاں گیلانی نے ، جو مختلف فنون کا ماہر ہونے کے سبب بے نظیرِ زمانہ ہے ، یہ مصرع کہا :

شدہ پیدا وجودِ شاہ شجاع

شاهزادۂ بلند اقبال کا فتح دکن کے لیے جانا اور شاهجہاں کا خطاب پانا

[۵ ب] پروردگار عالم نے اپنے اس برگزیدہ بندے (شاہزادہ خرم) کا جاہ و جلال ظاہر کرنے کے لیے پہلے اس کے حاسد بھائیوں کی بےلیاقتی ظاہر کی ۔ چنانچہ خسرو برگشتہ بخت اپنی حرکتوں سے ادبار میں پھنسا ۔ اسی طرح سے شہزادہ پرویز بھی رانا کی مہم اور دکن کی فوج کشی میں بے جوہر ثابت ہوا ۔ ان کے بمقابلہ شاہزادہ خرم نے تائید الٰہی کی بدولت ذرا سی کوشش سے جہانداری و جہانبانی کا جوہر دکھایا ۔ رفتہ رفتہ ان کی لیاقت ، عالی ہمتی ، خوش تدبیری اور بلند اقبالی روز افزوں ہو کر سارے عالم پر آشکار ہو گئی ۔ پہلی مہم رانا کی تھی جسے انھوں تجربہ کار بادشاہوں کی طرح

بڑی لیاقت سے سر کیا ۔ انھی دنوں بیدار بختی اور اقبال مندی سے دکن پر فوج کشی کی اور اس وسیع علاقے کے مکار فرمانرواؤں کو مغلوب کیا ۔ اس فتح عظیم کے بعد کاٹھیاواڑ کے زمینداروں یعنی جام اور پھاڑہ کی مہم انجام دی ۔ کچھ دنوں بعد اقبال خداداد سے کانگڑہ کا قلعہ فتح کیا جسے آج تک کسی بادشاہ نے اپنی کوشش تدبیر سے فتح نہ کیا تھا ۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر لکھی جائے گی ۔ یہاں فتح دکن کی تفصیل لکھی جاتی ہے ۔

[۷٦] اگرچہ اس مہم کی کیفیت بے پایاں ہے تاہم تھوڑا بہت لکھنا واجب ہے ۔ مختصر یہ ہے کہ جب پہلی مرتبہ شاہزادہ پرویز کی بے لیاقتی اور صوبیدار کی مکاری سے اس علاقے کی فتح ممکن نہ ہو سکی یعنی شاہزادے کی سادہ لوحی اور صوبیدار کی حرفت کی وجہ سے فوج شاہی کو کامیابی حاصل نہ ہوئی ۔ فتح تو کیا ہوتی ، حکومت کی بے آبروئی ہوئی اور دکنیوں کی شوخ چشمی اور چیرہ دستی اس حد تک پہنچی کہ بالا گھاٹ کا تمام علاقہ ہاتھ سے نکل گیا ۔ بالخصوص یہاں کا دارالحکومت احمد نگر ، جسے ہزار کوششوں اور تدبیروں سے امداد آسانی کی بدولت شاہی دلاوروں نے فتح کیا ، ہاتھ سے نکل گیا ۔ شاہی سپاہی جو احمد نگر کے قلعے میں تھے برے حال سے وہاں سے نکلے ۔ عبدالرحیم خان خاناں جو شاطر روزگار سے بھی زیادہ منصوبہ ساز تھا بے دست و پا ہو کر رہ گیا ۔ بالآخر بادشاہ کو صورت حال سے مطلع کیا اور کمک کی درخواست کی ۔

جب شاہجہاں کو اس واقعے کی پوری اطلاع پہنچی تو مزاج عالی میں آیا کہ اس مہم کو شاہزادۂ بلند اقبال کے حوالے کریں ۔ شاہزادہ پرویز کی مہم سے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ کام کسی

اور کے ہاتھ سے انجام نہ پائے گا ۔ دکنیوں کی فوجیں بالخصوص عنبر کے حبشی سپاہی سارے دکن پر چھائے ہوئے تھے اور ان دنوں بہت طاقت پکڑ گئے تھے ۔ غرض امرأ کے مشورے سے یہ فیصلہ ہؤا کہ افواج شاہی اجمیر سے دکن کی طرف بڑھیں - [۷۷] بادشاہ سلامت خود مانڈو میں قیام فرمائیں اور شاہزادہ خرم کو دکن کی فتح اور باغیوں کی گوشمالی کے لیے مامور کریں ۔ غرض مبارک گھڑی میں اس شاہزادے کو تسخیر دکن کا حکم دیا اور اس زیب و زینتِ تخت و تاج کو شاہ کا خطاب عنایت کیا جو اس خاندان کے کسی بادشاہ نے اپنے کسی شاہزادے کو نہیں دیا تھا ۔ ان کے منصب میں اضافہ کرکے بیس ہزاری ذات اور دس ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ کا منصب عطا کیا ۔ خلعت ، مع چار قب جو موتیوں سے جڑی ہوئی تھی ، خنجرو شمشیر مرصع جو عرش آشیانی اکبر بادشاہ نے احمد نگر کے مال غنیمت سے حاصل کرکے جہانگیر کو عطا کیے تھے وہی شاہ خرم کو عنایت کیے ۔ یہ ایک لاکھ روپے کی قیمت کے تھے ۔ دو گھوڑے مع ساز مرصع ، ایک ہاتھی اور ہتھنی ساز طلائی سمیت مزید عطا کیے ۔ موتیوں کی دو مالائیں ، جن میں سے ایک کو اکبر بادشاہ اکثر اوقات اپنی دستار میں لگاتے تھے اور دوسری کو گلے میں ڈالتے تھے نیز موتیوں کا ایک اور ہار ، جسے جشن کے دنوں میں پہنتے تھے اور ایک لاکھ روپے کا تھا ، شاہزادے کو مزید عنایت ہؤا ۔ امرائے دربار نیز بعض جانے پہچانے سردار جو شاہجہاں کے ساتھ اس مہم پر نامزد ہوئے تھے اپنے اپنے منصب کے مطابق گھوڑوں اور پوشاک کی عنایت سے سرفراز ہوئے ۔ ساتھ ساتھ یہ حکم ہؤا کہ مہابت خاں ، جو دکن میں پرویز کی اتالیقی پر تعینات تھا ، بے رو رعایت حساب کتاب کرکے سلطان پرویز [۷۸] کو اسی روز الہ آباد روانہ کر دے ۔

المختصر ۲۰ آبان مطابق ۳۰ شوال ۱۰۲۵ھ (۱۲ نومبر ۱۶۱۶ء) بروز جمعہ دکن کی مہم پر روانہ ہوئے۔ اقبال خداداد کی بدولت شاہزادے کی فوج کشی کی ہیبت سے ملک دکن کے طول و عرض میں زلزلہ سا برپا ہو گیا۔ افواج قاہرہ کی ہیبت سے برہان پور سے لے کر سمندر کے ساحل تک تلاطم سا پیدا ہو گیا۔ مختصر یہ کہ شاہزادے کی سواری چتوڑ اور منصور سے گزرتی ہوئی دکن کی طرف بڑھی۔ جب فوج شاہی رانا امر سنگھ کے علاقے سے گزری تو اس اخلاق پیشہ نے اتولہ میں آ کر استقبال کیا اور کورنش و تسلیم بجا لا کر پانچ ہاتھی، سات عراق گھوڑے اور مرصع آلات کا ایک خوان نذر کیا۔ شاہزادے نے شمشیر مرصع، دو عراقی گھوڑے سنہری زین کے، ایک ہاتھی اور ہتھنی چاندی کے ساز سمیت اسے عطا کرکے دل دہی کی اور اس کے وطن جانے کی اجازت دی۔ اس نے اپنے پوتے جگت سنگھ کو ایک ہزار سوار دے کر شاہزادے کے ہم رکاب بھیج دیا۔

جب شاہزادہ خرم کی سواری رانا کے علاقے سے گزر کر برہان پور کو روانہ ہوئی تو راستے میں شاہزادے نے عادل خان کے وکیلوں کو، جو درگاہِ والا میں آئے ہوئے تھے، واپس جانے کی اجازت دی۔ اس وقت مزاج مبارک میں یہ آیا کہ اتمام حجت کے بطور علامی افضل خاں اور رائے رایاں بکرماجیت کو بیجا پور بھیجیں اور میر مکی یعنی معتمد خان اور رائے جادو داس کو حیدرآباد روانہ کریں تاکہ یہ لوگ عادل خان اور قطب الملک سے مل کر نشیب و فراز سے سے آگاہ کریں اور خواب غفلت سے جگا کر اطاعت کے راستے پر لائیں۔

جب شاہزادے کے خیمے دریائے نربدا کے کنارے ہوئے تو بڑے بڑے امیر اور منصب دار جو دکن کی مہم پر تعینات

نھے مثلاً عبدالرحیم خان خاناں ، مہابت خاں ، شاہنواز خاں خلف خان خاناں ، عبداللہ خاں بہادر فیروز جنگ ، راجا سورج سنگھ ، راجا بہاؤ سنگھ ، راجا نر سنگھ دیو بندیلہ اور ارادت خاں وغیرہ استقبال کے لیے حاضر ہوئے اور آستان بوسی کا شرف حاصل کیا - ۵ ربیع الاول ۱۰۲۶ھ ۲۳ اسفندار سنہ ۱۱ جلوس جہانگیری (۱۳ مارچ ۱۶۱۷ء) بہر کے روز موکب شاہی برہان پور میں داخل ہؤا اور وہ خطۂ پاک مطلع انوار بن گیا - [۷۹] اسی تاریخ میں لشکر جہانگیری شہر مانڈو میں خیمہ زن ہؤا -

سنہ ۱۲ جلوس جہانگیری ، جشن نوروز کا انعقاد ، شاہزادہ خرم کے لیے شاہنواز خاں خلف عبدالرحیم خانخاناں کی دختر کی خواستگاری اور مکارانِ دکن کی نذریں پہنچنا

۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۶ھ (۲۰ مارچ ۱۶۱۷ء) آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی - شاہِ بلند اقبال کے حسب الحکم خدام درگاہ نے شہر برہان پور کو طرح طرح کی زینت دے کر آراستہ کیا - اس سال رمضان میں خاندانِ بیرم خاں کو اور معزز کرنے کے لیے شاہنواز خاں خلف عبدالرحیم خانخاناں کی دختر نیک اختر کو اپنے عقد میں لائے - سرافراز و قدردانی کے لیے خود اس کے مسکن پر تشریف لے گئے - ایسا عظیم الشان جشن ہؤا کہ ساری دنیا کا دل باغ باغ ہو گیا -

ان دنوں کا خاص واقعہ مکارانِ دکن کی اطاعت ہے جنھوں نے بادشاہی علاقہ خالی کرکے اور پیشکش دے کر احکام شاہی کی اطاعت کا اقرار کیا ۔ [۸۰] تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب شاہ بلند اقبال کی روانگیِ دکن کا غلغہ بلند ہؤا تو موکب شاہی پہنچنے سے پہلے ہی دکن والوں کو یہ خبر لگ گئی ۔ جب یہ سنا کہ جہانگیری لشکر بھی پیچھے پیچھے آ رہا ہے تو اور ہوش اُڑے ۔ چونکہ سلاطین دکن میں جہانگیر اور شاہجہاں کے اقبال خداداد کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی لہٰذا یہی طے کیا کہ طوقِ بندگی پہن کر عاجزی و فروتنی سے کام لیں اور بادشاہی علاقہ خالی کرکے خراج کی ادائیگی سے فرماں برداری کا ثبوت دیں ۔ یہی تجویزیں ہو رہی تھیں کہ افضل خاں اور رائے رایاں بکرماجیت بیجاپور کے نواح میں داخل ہوئے۔ عادل خاں نے شہر سے پانچ کوس چل کر استقبال کیا اور حسب دستور بندگانِ بادشاہی کی طرح تسلیم و زمین بوس کے آداب بجا لایا ۔ بادشاہی فرمان کو سر پر لے کر سر بلندی حاصل کی اور فرماں برداری کا وعدہ کرکے اس بات کا ذمّہ لیا کہ بادشاہی علاقہ خالی کرکے قلعوں کی بالخصوص قلعۂ احمد نگر کی کنجیاں بندگان بادشاہی کے حوالے کر دے گا ۔ نیز اپنی اور دکن کے دوسرے سرداروں کی طرف سے بیش قیمت تحفے درگاہ شاہی میں ارسال کرے گا ۔ ان تمام امور کے دوش بدوش ہمیشہ از رہِ اطاعت جاں نثاری اور خراج گزاری کرتا رہے گا ۔

جب افضل خاں اور رائے رایاں کی تحریروں سے شاہزادہ خرم کو یہ واقعات معلوم ہوئے تو اس وقت سید عبداللہ خاں بارہہ کے بدست ، جو اُن کا پروردہ تھا ، سلاطین دکن کی عرضیوں کا مضمون اور اپنی عرضداشت کے مضامین لکھ کر درگاہ شاہی میں روانہ کیا ۔ جب جہانگیر کو اس عرضداشت کے معروضات سے آگاہی ہوئی

یعنی یہ فتح نامہ پہنچا تو اس روز جمعرات کا دن اور شعبان کی پندرہ تاریخ یعنی شب برات تھی - چونکہ یہ رات اپنی بزرگی اور برتری کے سبب تمام راتوں سے افضل ہے اور اس رات جشن عیش و نشاط برپا تھا لہٰذا اس فتح و ظفر کی خبر سے رونق و برکت میں مزید اضافہ ہوا اور جہانگیر نے جمعرات کا نام مبارک شنبہ رکھا - جہانگیر کے عہد میں سرکاری دفاتر میں اور خواص و عوام کی زبان میں جمعرات کو مبارک شنبہ ہی کہا جاتا تھا - [۸۱] سید عبداللہ کو اس خوشخبری کے صلے میں سیف خاں کا خطاب ، خلعتِ فاخرہ ، ہاتھی گھوڑا اور خنجر و شمشیرِ مرصع عنایت ہوئے - شاہزادہ خرم کے لیے جہانگیر نے سیف خاں کے ہاتھ ایک قطعہ لعلِ بدخشاں ، جس کی چمک آفتاب کی مانند تھی اور مدتوں حضرت جہانگیر کے سر مبارک کی زینت رہا تھا ، بھیجا -

المختصر عادل خاں نے افضل خاں اور رائے رایاں کی تمام شرطیں تسلیم کر کے انہیں رخصت کیا - ہر ایک کو دو دو لاکھ روپے بھی نذر کیے - اس سے پہلے جو جو پیشکشیں اور مہمان داریاں معمول تھیں ان کے علاوہ مختلف چیزیں مثلاً جواہرات اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ جن کی مجموعی قیمت پندرہ لاکھ روپے تھی درگاہ شاہی کو ارسال کیں - ان میں چھ لاکھ روپے نقد کے علاوہ پچاس ہاتھی جن کی قیمت چھ لاکھ روپے تھی ، پچاس عراقی گھوڑے ساٹھ ہزار روپے قیمت کے ، جواہر اور مرصع آلات دو لاکھ چالیس ہزار روپے کے شامل تھے - یہ پیش کش وصول کرنے کے بعد رائے رایاں (بکرماجیت) احمد نگر پہنچ کر قلعے میں داخل ہوا اور بالا گھاٹ کے تمام علاقے پر تسلط کر کے عرضداشت میں سب حال لکھ بھیجا - جہانگیر بادشاہ نے اس وقت خنجر خاں کو ، جس کا آجکل سپہ دار خاں خطاب ہے ، جالناپور کے تھانے اور

مضافات کے انتظام کے لیے روانہ کیا - جہانگیر بیگ کو ، جسے آخر میں جان سپار خان کا خطاب ملا ، از رہِ عنایت قلعہ احمد نگر کا حاکم مقرر کیا - شاہی فوج کے میر بخشی بیرام بیگ کو حکم ملا کہ تمام تھانیداروں اور فوجداروں کے ساتھ ، جو کہ اس علاقے کے انتظام پر تعیناب ہوئے ہیں ، بالا گھاٹ تک جائے اور اور سبھوں کو مختلف جگہ تعیناب کرکے واپس آ جائے -

رائے رایاں نے شاہی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قلعہ احمد نگر کو جان‌سپار خان کے حوالے کیا اور خود دھاوا مارتا ہؤا افضل خان سے جا ملا - وہاں سے دونوں نے درگاہ والا میں پہنچ کر عادل خان کی پیشکش جہانگیر کے سامنے پیش کی حضرت بادشاہ نے ان کی خدمات کو سراہ کر شاہانہ عنایات سے سرفراز کیا - رائے رایاں نے اپنی طرف سے بھی پیش کش نذر کی جس میں ایک قطعہ لعل تھا جو چمک دمک اور صفائی و شفافی میں بینظیر تھا - [۸۲] سترہ مثقال ساڑھے پانچ رتی اور دو لاکھ روپے قیمت کا تھا - اس کے ساتھ ساٹھ ہزار روپے قیمت کا ایک اور لعل بھی نذر کیا - علّامی افضل خان نے بھی نفیس اور نادر تحفے پیش کیے جنھیں حضرت بادشاہ نے قبول فرمایا -

دوسری طرف میر مکی اور جادو رائے ، جنھیں حیدرآباد گولکنڈہ بھیجا گیا تھا ، اس علاقے میں داخل ہوئے - وہاں کا حاکم قطب الملک ہوشمند اور عاقل تھا لہٰذا وہ اس تمام عرصے میں نافرمانی اور سرکشی پر راضی نہ تھا - البتہ ظاہر داری کو عادل خان اور عنبر کے ساتھ موافقت کا اظہار کرتا تھا - فوراً بطور اطاعت ۵ رجب ۱۰۲۶ھ (۹ جولائی ۱۶۱۷ء) انوار کے دن جب کہ دونوں شاہی سردار شہر سے پانچ کوس پرے خیمہ زن تھے ان کے استقبال کے لیے آیا - برکت حاصل کرنے کے لیے

شاہی فرمان کو بڑے ادب کے ساتھ اپنے سر پر رکھا - جہانگیر بادشاہ کی عنایتوں بالخصوص کھپوہ مرصع اور پھول کٹارہ کی مرحمت کے شکریے میں درگاہِ شاہی کی طرف منہ کرکے زمین بوسی اور تسلیم و بندگی کے آداب کیے - میر مکی اور جادو رائے کو بڑے اصرار کے ساتھ شہر میں لایا اور پیشکش کی تیاری کی - چند روز بعد جواہرات ، مرصع آلات ، ناسور تنومند ہاتھی ، عراقی و عربی گھوڑے جن کی قیمت پندرہ لاکھ روپے تھی تیار کیے اور ان دونوں سرداروں کے ہاتھ ارسال کیے - میر مکی اور جادو رائے بڑی تیزی سے حاضر درگاہ ہوئے اور پیشکش حاضر کی - حضرت بادشاہ نے ان کی خدمات کو سراہا -

اس مبارک زمانے میں گیارہ شہریور مطابق ۲ رمضان ۱۰۲۶ھ ۱۲ جلوس (۳ ستمبر ۱۶۱۷ء) اتوار کے دن چھبیس گھڑی ۴۰ پل گزرے یعنی دس گھنٹے چالیس منٹ دن گزرے پر برہان پور میں شاہزادہ حرم کے شبستان اقبال میں نواب ممتاز محل کے بطن سے ایک دختر نیک اختر پیدا ہوئی [۸۳] جس کا نام روشن آرا بیگم رکھا گیا -

شاہزادۂ بلند اقبال کی پہلی بار دکن سے فتح مندانہ واپسی ، جہانگیر کی خدمت میں پہنچنا ، مختلف عنایات بالخصوص شاہجہاں کے خطاب سے سرفراز ہونا اور آن کے لیے تخت شاہی کے برابر میں طلائی کرسی کا رکھا جانا

جب دکن کے سرداروں نے بادشاہی علاقہ شاہی ملازموں کے حوالے کر دیا اور اطاعت اختیار کرکے محفوظ و مامون ہو گئے تو شاہزادہ خرم کی طبیعت ہر طرح مطمئن ہوگئی اور اس مہم سے فارغ ہوکر واپسی کی تیاری کی ۔ عبدالرحیم خان خاناں کو حسبِ دستور خاندیس ، برار اور دکن کی صوبیداری پر سرافراز کیا اور اس کی کمک کے لیے تیس ہزار سوار اور ساٹھ ہزار پیادے برق انداز اور تیر انداز متعین کیے ۔ ان میں سے بارہ ہزار سوار اس کے بیٹے شاہنواز خاں کی سرکردگی میں دکن کے علاقے کی حفاظت کے لیے روانہ کیے ۔ بالا گھاٹ کے مختلف تھانوں ، سرکاروں اور پرگنوں کی حفاظت کے لیے الگ الگ منصب دار اور امیر مقرر کیے ۔ مثلاً احمد نگر ، جالنا پور ، مونگی پٹن نیز پاسم ، پانھری ، مہکر ، ماہور ، گھیرلہ اور سلم کی سرکاریں ، مالاپور انبیر کے پرگنے بالخصوص پرگنہ بیر جو ایک سرکار کے برابر ہے اور جس کی مالگزاری دس کروڑ دام یعنی پچیس لاکھ روپے ہے اور اس جیسا پرگنہ دکن بلکہ اس تمام ملک میں نہیں ہے ۔

انھی دنوں بیرام بیگ بخشی ، جو ایک فوج لے کر بکلانہ

کے زمیندار بھرجی کی تنبیہ کے لیے تعینات ہؤا تھا، اسے بیش قیمت پیشکش سمیت درگاہِ شاہی میں لایا۔ اس مخلص سردار کی کارکردگی شاہجہاں کو بہت پسند آئی۔ ابھی شاہجہاں حضرت جہانگیر سے ملنے کے لیے سفر میں ہی تھے کہ وہ فوج، جو گونڈوانہ کے سرکشوں کی تادیب کے لیے برہان پور سے روانہ کی گئی تھی، اثنائے راہ میں آ ملی اور گونڈوانہ کی پامالی، باشندوں کی تنبیہ و تادیب، اطاعت پذیری، راجاؤں کا امان طلب کرنا اور ہر سال باج و خراج ادا کرنے کا وعدہ وغیرہ تمام حالات بیان کیے۔ جاندہ سے ساٹھ ہاتھی اور دو لاکھ روپے اور جانیہ[1] سے تین ہاتھی[2] اور ایک لاکھ روپے، جو بطور پیشکش وصول کیے تھے، شاہجہاں کی خدمت میں حاضر کیے۔

جب شاہجہاں کی سواری مانڈو کے نواح میں خیمہ زن ہوئی تو حضرت جہانگیر کے حسب الحکم شاہزادہ دارا شکوہ، جو اس عرصے میں اپنے والد ماجد کی خدمت سے جدا ہو کر جدِّ بزرگوار کی خدمتِ عالی میں سعادتِ کونین حاصل کر رہا تھا، امرائے دربار سمیت استقبال کے لیے حاضر ہؤا۔ اس کی حاضری کے بعد شاہجہاں مبارک وقت، سُبھ گھڑی دیکھ کر بتاریخ ۸ آبان سنہ ۱۲ جلوس جہانگیری، ۱۱ شوال ۱۰۲۶ھ (۱۲ اکتوبر ۱۶۱۷ء) شاہانہ شان و شکوہ اور درباری آداب کے ساتھ حضرت جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب تسلیم و کورنش سے فارغ ہوئے تو بادشاہ سلامت نے پہلے انھیں جھروکے پر طلب کیا۔ [۸۵]

۱۔ اقبال نامۂ جہانگیری ص ۱۰۵ پر اس مقام کا نام 'جانتا' تحریر ہے۔

۲۔ اقبال نامۂ جہانگیری ص ۱۰۵ پر ہاتھیوں کی تعداد نہیں لکھی ہے۔

پھر جوش محبت میں چند قدم آگے بڑھ کر گلے لگا لیا اور دیر تک ہم‌آغوش رہے - شاہزادہ خرم آداب خسروی اور سعادت فرزندی کے سبب پورے طور پر مؤدب تھے لیکن حضرت جہانگیر کی شفقت پدری سے بیخود ہوکر بار بار الفت و محبت کا اظہار کرتے تھے -

شاہزادے نے اس خاص عنایت کا شکریہ ادا کرکے ایک ہزار اشرفی اور ایک ہزار روپے بطور نذر اور اتنی ہی رقم بطور صدقہ پیش کی - جہانگیر نے خلعتِ خاص مع زر دوزی جار قب ، جس پر موتی ٹنکے ہوئے تھے، نیز شمشیر جس کا مرصّع غلاف تھا ، ایک پیٹی اور خنجر شاہزادے کو عنایت کرکے ان کا منصب تیس ہزاری ذات ، بیس ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ مقرر کیا - شاہجہاں کے خطاب سے سرفراز کرکے حکم فرمایا کہ اس فرزند قبال مند کے لیے تختِ شاہی کے برابر میں کرسی رکھی جایا کرے - حضرت نے توزک جہانگیری میں اپنے ہاتھ سے تحریر کیا ہے کہ یہ وہ عنایت ہے جو فقط ہم نے اس فرزند سعید کے حق میں کی ہے ورنہ امیر تمیور کے وقت سے اب تک اس خانوادے کے کسی بادشاہ نے کسی شاہزادے کو یہ افتخار نہیں بخشا - اس کے بعد حضرت جہانگیر نے جھروکے سے اتر کر جواہرات سے بھرا ہؤا تھال اپنے ہاتھ سے شاہجہاں کے سر پر سے نثار کیا -

اس کے بعد نامی سردار مثلاً خان جہاں ، عبداللہ خاں ، مہابت خان ، راجا سورج سنگھ ، راجا بھاؤ سنگھ وغیرہ اپنے اپنے منصب کے مطابق بارگاہِ شاہی میں پیش ہوئے اور اپنے اپنے درجے کے لایق بیش قیمت نذریں گزاریں - اس روز اتنا وقت باقی نہ رہا تھا کہ دکن کے سلاطین کی پیشکشیں نظر عالی سے گزرتیں لہذا فقط ایک صندوقچہ دیکھنے پر اکتفا کی جو طرح طرح کے جواہرات

سے مملو تھا - [۸۶] سرناک¹ نامی ہاتھی بھی ملاحظہ کیا جو عادل خاں کے پیش کیے ہوئے ہاتھیوں کا سرخیل تھا - یہ ہاتھی جو کبھی بدمستی نہ کرتا تھا اور اپنے سڈول جسم ، اصیل پن اور اشارہ فہمی کی بدولت بے نظیر تھا حضرت بادشاہ کو بہت بھایا - اسی پر سوار ہو کر غسل خانے کو تشریف لے گئے - معمول تھا کہ جب کبھی مست ہاتھی پر سوار ہوتے تو رد بلا کے لیے صدقہ بکھیرنے تھے - اس مرتبہ بھی دونوں ہاتھوں سے دائیں بائیں اشرفیاں اور روپے بکھیرتے گئے - اس روز سے سر ناک ہاتھی کو سواری خاصہ کے لیے مقرر کرکے اس کا نام نور تخت رکھا - حکم دیا کہ اسے ہمیشہ غسل خانے کے صحن میں باندھا کریں -

چند روز بعد دکن کی تمام پیشکشیں ملاحظہ فرمائیں جن میں دو سو نامی ہاتھی شامل تھے - ان میں تین طلائی ساز سے اور نو نقرئی ساز سے آراستہ تھے - سر ناک ، جس کا نام نور تخت رکھا تھا ، ایک لاکھ روپے کا آنکا گیا - اس کے علاوہ دو اور ہاتھی ، جن میں سے ایک کا نام ہنونت اور دوسرے کا بخت بلند تھا ، اسی قیمت کے ٹھہرے - یہ دونوں گوہ دیگر ہاتھی اگرچہ سڈول پن اور اشارہ فہمی میں نور تخت کے برابر نہ تھے لیکن بلندی و تنومندی میں اس پر فائق تھے - پیشکش میں جواہرات اور مرصع آلات کے اٹھارہ خوان بھی تھے - ان کے علاوہ رائے رایاں کے پیش کردہ دو عدد لعل ، چھ ٹانک وزن کا ایک نیلم ، شاہجہاں کی پیش کردہ ہیرے کی انگوٹھی ، سو تیز رفتار عربی اور عراقی گھوڑے

۱- اقبال نامۂ جہانگیری ص ۱۰۳ پر اس ہاتھی کا نام بیر ناک درج ہے -

بھی ملاحظہ فرمائے ۔ ان میں سے تین گھوڑے ، جن کا ساز و یراق مرصع تھا ، بہت ممتاز تھے ۔

دکن کی تمام پیشکش کی قیمت بیس لاکھ روپے قرار پائی ۔ حضرت جہانگیر نے اس کے علاوہ دو لاکھ روپے نورجہاں بیگم کے واسطے اور ساٹھ ہزار روپے باقی تمام بیگمات کے لیے بطور سوغات ارسال کیے ۔ اس طرح پیشکش اور سوغات کی مجموعی قیمت بائیس لاکھ ساٹھ ہزار روپے ہوئی ۔

فتح دکن کے بعد جہانگیر کا شاہجہاں کے ساتھ گجرات جانا اور اس زمانے کے دیگر سوانح

[۸۷] جب شاہزادۂ بلند اقبال کی کارگزاری سے دکن کی مدتوں سے الجھی ہوئی مہم سر ہو گئی اور حضرت جہانگیر کو اطمینان قلب حاصل ہوا تو سیرِ گجرات کی آرزو ، بالخصوص سمندر دیکھنے کی خواہش جو مدت سے دل میں تھی ، ابھری ۔ لہذا مانڈو سے گجرات کا رخ کیا ۔ راستے میں شاہجہاں کے ہر وقت ہمرکاب رہنے اور اس علاقے کی سیر ، عمارتوں کے ملاحظے اور شکار سے بادشاہ سلامت بے حد مسرور ہوئے ۔ شاہجہاں کے حق میں آپ کی مہربانیاں روز افزوں ہوتی گئیں ۔ ہر نادر اور نفیس تحفہ ، خواہ کسی قیمت کا ہو ، مبارکی و سعادت کے خیال سے اس نور چشم کو عطا کر دیتے تھے ۔ انھی تحفوں میں ایک لعلِ بدخشانی بھی تھا جس کی رنگت اور چمک آفتاب کو شرماتی تھی ۔ نایاب اور بے بہا جواہر تھا جس کی صفائی و آبداری سے

موتی پانی پانی تھے اور یاقوتِ رمانی کا دل خون تھا - یہ لعل عرش آشیانی اکبر باشادہ کی والدہ نے اپنے ہوتے جہانگیر کی ولادت کے موقعے پر رونمائی میں دیا تھا - اس کے علاوہ دو[1] نہایت بیش قیمت موتی بھی عطا فرمائے -

لشکر شاہی ۸ ماہ دی (۲۹ دسمبر ۱۶۱۷ء) بروز جمعہ سمندر کے کنارے خیمہ زن ہؤا - جہانگیر نے بجرے پر سوار ہو کر سمندر کے مناظر اور تلاطم کا نظارہ کیا - جب جی بھر گیا تو کھمبایت کی بندرگاہ سے گجرات کے دارالحکومت احمد آباد کا رخ کیا - ۲۵ دی ماہ (۱۵ جنوری ۱۶۱۸ء) ہمر کے دن لشکر کا علم اس راحت کدے کے نواح میں [۸۸] جلوہ‌گر ہؤا اور وہ گل زمین مطلع‌الانوار اور دارالسرور بن گئی - اس روز شاہزادہ شاہجہان کی سائیسویں شمسی سالگرہ کا جشن تلادان ہؤا - اس سے محتاجوں کی مرادیں حسب دلخواہ پوری ہوئیں - جب احمدآباد کے قیام سے حضرت جہانگیر کی طبیعت سے سفر کی کدورت رفع ہوگئی اور چند روز قیام سے وہاں کی خوب سیر و تفریح کر لی تو دارالخلافہ آگرہ کو واپسی کا ارادہ کیا -

حضرت جہانگیر کے جلوس سے اب تک صوبۂ گجرات کے ملکی اور مالی معاملات صوبیداروں کی بے پروائی اور بد عنوانی سے اچھی طرح انجام نہیں پا رہے تھے - لہٰذا یہ صوبہ ، جو بعض خوبیوں کی وجہ سے بہترین صوبہ ہے اور اپنی وسعت و نزہت نیز ہنرمند کاریگروں کی وجہ سے ایران کے بہترین علاقوں کا ہمسر ہے ، اس کا نظم و نسق خراب ہوگیا تھا - اس صوبے کے عامل ہمیشہ پچاس ہزار سوار رکاب میں رکھتے ہیں اور راجپوتانہ ، دکن ،

۱- پبلک لائبریری لاہور کے نسخے میں یہ تعداد دس لکھی ہے -

ناروا ، خاندیس اور برار کے حکام ہمیشہ آن کے مطیع اور نیازمند رہتے ہیں ، بالکل بے نظام ہوگیا تھا ۔ لہٰذا آپ نے جہانبانی کے تقاضے اور اکبر بادشاہ کی رسم کے مطابق اس عظیم صوبے کے انتظام کو شاہجہاں کے سپرد کیا اور اسے انھی کی جاگیر میں دے دیا ۔ صوبے کا پورا انتظام اور سرکشوں کی تنبیہہ وغیرہ آپ کے حوالے ہوئی - [۸۹]

یکم اسفندار سنہ ۱۲ جلوس جہانگیری (۲۱ فروری ۱۶۱۷ء) دار لخلافہ اکبرآباد میں واپس آئے ۔ اس عرصے میں شاہجہاں نے صوبہ گجرات کے انتظام اور سرکشوں کی سرکوبی کے لیے چند تجربہ کار سردار تعینات کیے ۔ جب وہاں کے ملکی اور مالی انتظام سے مطمئن ہو گئے تو پدر بزرگوار کے حضور میں جانے کے لیے وہاں سے واپسی فرمائی ۔ جب پرگنہ دوحد میں خیمہ زن ہوئے جو مالوے اور گجرات کی درمیانی سرحد ہونے کی وجہ سے اسی نام سے موسوم ہے تو چند روز ہاتھی کے شکار کے لیے وہاں قیام کیا ۔ اسی قیام کے دوران میں بتاریخ ۲۳ ربیع الاول ۱۰۲۷ھ (۲۰ مارچ ۱۶۱۸ء) منگل بدھ کی درمیانی رات میں آفتاب کی تحویل برج حمل ہوئی اور سنہ ۱۳ جلوس جہانگیری شروع ہوا ۔ شاہجہاں نے یہیں نو روز کا جشن منایا اور اہلِ زمانہ کی مرادیں پوری کیں ۔ جب ہاتھیوں کے شکار سے جی بھر گیا تو دارالخلافے کو واپسی کا ارادہ کیا ۔ دوحد میں دیر تک قیام کے دوران میں موسم گرما کی شدت بڑھ گئی ۔ آگرہ کے پرچہ نویسوں سے خبر ملی کہ اس علاقے میں طاعون کی وبا شدت سے پھیلی ہوئی ہے ۔ غرض تمام ارکان دولت کی صلاح ہوئی کہ آگرہ کے بجائے احمدآباد کو واپس چلیے ۔ گرمی و برسات وہاں گزار کر اوائلِ سرما میں دارالخلافہ چلیں گے ۔ چنانچہ موضع دوحد سے احمدآباد کو واپس ہوئے ۔ یہاں پہنچتے ہی شاہجہاں نے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے تین فوجیں

ترتیب دیں - ایک رائے رایاں کی سرداری میں جام اور بہارہ[1] کے مفسدوں کی گوشمالی کے لیے روانہ کی - دوسری راجا بھیم ولد رانا امر سنگھ کی ماتحتی میں کانتہ سہی کے سرکشوں کی اصلاح کے لیے بھیجی اور تیسری سید سیف خاں کی سربراہی میں دریائے سابرمتی کے کنارے والے فتنہ انگیزوں کے استیصال کے لیے بڑھائی - [۹۰] راجا بھیم اور سید سیف خاں اقبالِ شاہی کی بدولت بہت جلد سرکشوں کی گوشمالی کرکے واپس آگئے - رائے رایاں نے جام اور بہارہ کے علاقے میں پہنچ کر بڑی ہوشمندی کے ساتھ اس سخت مہم کا انصرام کیا اور بڑی کوشش اور خوش تدبیری سے کام لے کر باغیوں اور سرکشوں کو مطیع کیا - یہ تمام سرکش معافی کی امید لیے ہوئے آستان بوسی کے لیے حاضر ہوئے اور ہر ایک نے علاقۂ کچھ کے سو گھوڑے نذر دے کر معافی اور سرفرازی پائی -

ان واقعات کے بیان کرنے کے بعد جی چاہتا ہے کہ برسبیل تذکرہ جام اور بہارہ کے علاقے کا احوال لکھا جائے - جام کی ولایت کا ایک سرا ملک سورٹھ سے ملتا ہے اور دوسرا سمندر سے - بہارہ کا علاقہ بھی سمندر سے لگا لگا ٹھٹھہ کی طرف واقع ہے - ان دونوں علاقوں کے زمیندار رقبے اور لشکر کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ہمسر ہیں - ہر ایک کے پاس پانچ چھ ہزار سوار ہمیشہ موجود رہتے ہیں - کوئی مہم آ پڑے تو دس بارہ ہزار سوار بھی مہیا کر لیتا ہے - ان زمینداروں کا لقب بھی جام اور بہارہ ہے - ان علاقوں میں تیز رفتار عربی گھوڑے خوب بہم پہنچتے ہیں - اعلیٰ درجہ کا گھوڑا دس ہزار محمودی قیمت پاتا ہے -

---

۱- اقبالنامۂ جہانگیری ص ۱۱۶ پر اس علاقے کا نام بہارہ لکھا ہے -

شاھجہاں کی خوش تدبیری سے کانگڑہ کے قدیمی قلعے کی فتح

اسی زمانے میں جہانگیر کو خبر ملی کہ سورج مل ولد راجا باسو نے نادانی سے نافرمانی اختیار کر لی ہے - پہاڑی علاقے کے زمینداروں کو بہکا کر پنجاب کے پرگنوں پر دست درازی کر رہا ہے - [۹۱] لہٰذا حضرت جہانگیر نے شاہجہاں کو ، جن کی تجویز سے آسے وہاں کی زمینداری سونپی گئی تھی ، اس کی تادیب کے لیے مقرر کیا - حضرت اکبر بادشاہ کے زمانے میں بھی اس قلعے پر مہم بھیجی گئی تھی لیکن کئی مرتبہ کی لشکر کشی کے باوجود یہ قلعہ فتح نہ ہؤا - لہٰذا جہانگیر کی طبیعت میں یہ خلش مدت سے تھی جسے رفع کرنے کے لیے شاہجہاں کو نامزد کیا - شاہ بلند اقبال ، جو بغاوت کو دبانے اور کفر و شرک کے مٹانے میں ہمیشہ سرگرم رہتے ہیں ، ایسے موقعے کی تلاش میں تھے - آپ نے اپنے کارگزار سردار رائے رایاں کو ، جسے بالآخر راجا بکرماجیت کا خطاب دیا تھا ، اس خدمت پر تعینات کیا -

۲۱ شہریور سنہ ۱۳ جلوس رمضان ۱۰۲۷ھ (۱۰ ستمبر ۱۶۱۸ء) کو بادشاہی بہادروں اور شاہزادے کے دلاوروں پر مشتمل ایک فوج احمدآباد سے کانگڑہ کو روانہ ہوئی - ۲۵ تاریخ (۱۴ ستمبر ۱۶۱۸ء) کو شاہجہاں نے بھی دارالخلافہ آگرہ کی طرف مراجعت کی - اثنائے راہ میں شاہزادہ شاہجہاں شکار کھیلتے ہوئے اور مسرت و انبساط حاصل کرتے ہوئے پدر بزرگوار کے ہمرکاب چلتے رہے - شاہجہاں کے ایما سے بیرم بیگ میر بخشی کا بھائی قمر بیگ اور اللہ وردی بیگ ، جسے ان دنوں خانی کا خطاب حاصل ہے ، برہان پور سے سلطان پور بھیجے گئے تھے تاکہ وہاں

سے دریائے نربدا کے کنارے والے کجلی بن سے ہاتھی پکڑ کر لائیں ۔ یہاں کے ہاتھی بنگالے اور ہردوار کے ہاتھیوں سے کبھی بہتر ہوتے ہیں ۔ یہ دونوں سردار ستر ہاتھی پکڑ کر لشکرِ اقبال سے آ ملے ۔

الغرض راجا بکرماجیت نہایت تیزی سے کانگڑہ کی طرف بڑھا ۔ اثنائے راہ میں معلوم ہوُا کہ لشکرِ شاہی کی آمد آمد کا غلغلہ سن کر راجا سورج مل گھبرا کر کانگڑہ سے قلعۂ مود میں چلا گیا ہے جو بلند کوہستان اور گھنے جنگل میں واقع ہے ۔ راجا بکرماجیت نے تیزی سے منزلیں طے کرکے قلعۂ مود کا محاصرہ کرکے اقبالِ شاہجہانی سے بہت جلد اسے فتح کر لیا ۔ اس معرکے میں اس بدبخت کے سات سو آدمی ہلاک ہوئے ۔ ایک گروہِ کثیر قید ہوُا ۔ لیکن سورج مل چند اجل رسیدوں سمیت وہاں سے نکل کر قلعۂ اسرال میں پناہ گزیں ہو گیا جو راجا جے دال کے کوہستان میں واقع ہے ۔ [۹۲] راجا بکرماجیت نے ہوشمندی و احتیاط کی راہ سے قلعۂ نور پور کی تسخیر ملتوی کرکے قلعۂ اسرال کو جا گھیرا ۔ دو روز محاصرے کا سامان کرکے تیسرے دن حملہ کیا اور بے حد جانفشانی کے بعد تائید ایزدی اور اقبال شاہی کی برکت سے قلعے میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا ۔ ایک ہزار سے زیادہ نابکار قتل ہوئے ، بے شمار قید میں آئے ۔ راجا کے فوج کے بھی کچھ دلاوروں نے زخم کھا کر مردانگی کا تمغا حاصل کیا ۔

سورج مل نے حسبِ دستور یہاں سے بھی بھاگ کر راجا چمبا کے قلعے میں پناہ لی ۔ راجا بکرماجیت نے اپنی فوج کے دو حصے کیے ۔ ایک کو ابراہیم خاں مہمند کی سرداری میں بلادر کے راستے جمروہی میں داخل ہونے کا حکم دیا ، دوسرے حصے کو اپنے ہمرکاب لے کر قلعہ کشائی کے لیے بڑھا ۔ نور پور سے

بسم اللہ ہوئی جسے تھوڑی سی مدت میں تسخیر کرکے پانچ قلعے اور فتح کیے - پھر کوٹلہ کی تسخیر پر متوجہ ہؤا جس کے تین طرف گہرا پانی ہے - یہاں سورج مل کا بھائی مادھو سنگھ نشہ بغاوت میں مست رہتا تھا - راجا بکرماجیت نے ہمت و جرأت سے ذرا سی دیر میں اسے فتح کیا - یہاں سے قلعہ چمبا کو فتح کرنے کی نیت سے روانہ ہونے کو تھا کہ سورج سنگھ بد انجام کی موت کی خبر ملی - راجا بکرماجیت نے چمبا کے راجا کو وعدہ وعید سے رام کرکے سورج سنگھ کا مال و اسباب طلب کیا - آخر کار راجا چمبا [۹۳] نے اس کا تمام نقد و جنس ، ہاتھی گھوڑے وغیرہ مادھو سنگھ اور اس کے متعلقین سمیت اپنے بیٹے اور بھائی کے ہمرکاب راجا بکرماجیت کی خدمت میں بھیج دیے - راجا نے انھیں یکجا کرکے فتح نامہ لکھوا کر سب کو درگاہِ شاہی میں بھیج دیا -

برسات کا موسم نور پور میں گزار کر راجا بکرماجیت قلعہ کانگڑہ کی تسخیر کے لیے بڑھا - بھوتی کل کی گھاٹی میں تھانہ بٹھایا - ۲۱ مہر سنہ ۱۳ جلوس جہانگیری (۳ اکتوبر ۱۶۱۸ء) میں کانگڑہ پہنچا اور پہنچتے ہی تمام سرداروں کو لے کر قلعے کا محاصرہ کر لیا - مغلوں اور راجپوتوں کی جو فوج ہمرکاب تھی اسے عنایاتِ شاہی اور اضافہ منصب کا مژدہ سنا کر سرگرم کارزار کیا - مورچے قائم کیے ، گولندازی اور سرنگ اڑانے کا اہتمام ہؤا - پہلے جنوبی مورچے سے سرنگ لگا کر قلعے کے سنگو برج کو اڑایا - پھر چھوٹے پھاٹک والی سرنگ کو فتیلہ دکھایا - اتفاقاً سرنگ کی بارود پھاٹک کی طرف پھٹنے کے بجائے شاہی لشکر کی طرف پھٹی جس سے بہت سے بہادر شہید ہو گئے - ایک اور سرنگ سے بھی ایسی ہی افتاد پیش آئی جس سے بہت سے سپاہی اور سرنگ‌باز ہلاک ہو گئے - صورت یہ ہوئی کہ ترسون بہادر کے

سپاہیوں نے سرنگ میں بارود بچھا کر اسے پھاٹک تک پہنچا دیا تھا۔ فتیلہ داغنے کے لیے راجا کی آمد کا انتظار تھا۔ قلعے والے، جو سرنگ کا سراغ لگا رہے تھے، کچھ رات گئے کمندوں کے ذریعے نیچے اترے اور سرنگ والوں پر بے خبری میں حملہ کرکے بہت سوں کو قتل کیا۔ پھر سرنگ کو تباہ کرکے اپنی چوکی وہاں بٹھا کر یہ راستہ بند کر دیا۔ راجا کو اس حادثے کی خبر لگی تو خود معرکے میں شامل ہوا اور چوکی کے سپاہیوں کو چن چن کر قتل کر ڈالا۔ ایک بھی نہ بچا جو قلعے والوں سے کہتا کہ کیا گزری۔

اس کے بعد راجا نے مہم کی کامیابی کے لیے کارآزمودہ سپاہی جابجا تعینات کیے۔ قلعے کی خندق بیس گز چوڑی تھی اسے تھوڑی سی مدت میں اینٹ مٹی سے [۹۴] بھروا کر چوبی دمدمہ تیار کیا۔ اس پر توپچی اور برقنداز بٹھائے کہ آگ برسا کر قلعہ فتح کریں۔ توپیں بندوقیں آگ اگلنے لگیں جس سے کتنے ہی ہلاک ہوئے اور قلعے میں آنے جانے کی راہ مسدود ہو گئی۔ غلّہ نایاب ہو گیا۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن والا معاملہ تھا۔ آخر مجبوراً عاجزی و انکسار کے پیغام بھیجے اور درگاہِ بادشاہی میں عرضداشت روانہ کرکے امان طلب کی۔ حضرت جہانگیر نے ان کی خطائیں معاف کرکے جاں بخشی کا فرمان روانہ کیا۔ فرمان پہنچتے ہی ہری سنگھ ولد تلوک چند قلعدار، جو اس وقت صرف بارہ سال کا تھا، اپنے مدارالمہام سکندر اور تمام راجپوتوں سمیت قلعہ خالی کرکے باہر نکل آیا۔ ہری سنگھ نے اپنی بہن راجا بکرماجیت کے عقد میں دے کر قلعے کی کنجیاں پیش کر دیں۔ راجا بکرماجیت تمام فوج سمیت قلعے میں داخل ہوا۔ مال و اسباب کی حفاظت کے لیے نگہبان مقرر کیے تاکہ فوج لوٹ نہ مچا دے۔ درگاہ شاہی میں فتح نامہ ارسال کیا۔

قلعۂ کانگڑہ کی کیفیت یہ ہے کہ پنجاب کے شمالی کوہستان میں نہایت اونچے پہاڑ پر واقع ہے - اتنا قدیمی قلعہ ہے کہ ہندوستان کے برہمنوں کو اس کے بانی کا نام معلوم نہیں - انھی سے معلوم ہؤا کہ جب سے یہ قلعہ بنا اب تک کسی غیر کا اس پر قبضہ نہیں ہؤا - سلاطین دہلی کے مؤرخ بھی یہی لکھتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق کے زمانے یعنی ۷۲۵ھ (۱۳۲۵ء) سے آج ۱۰۲۷ھ (۱۶۱۸ء) تک مختلف امرأ اور سلاطین نے اس قلعے کا ۵۲ مرتبہ محاصرہ کیا لیکن ناکام واپس گئے - سلطان فیروز تغلق نے مدتوں کوشش کی لیکن تقدیر کے سامنے ساری تدبیریں بیکار رہیں - بالآخر راجا سے دوستانہ ملاقات پر اکتفا کرنا غنیمت سمجھا اور واپس آ گیا -

زینت تخت خلافت یعنی شاهزادۂ بلند اقبال اورنگ زیب بہادر کی ولادتِ باسعادت

[۹۵] چمن پیرائے عالم نے گلشنِ دہر کی بقا کو بلکہ زمین و زمان اور کون و مکان کی آبادی کو حضرتِ خلافت مرتبت کی ذات کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اور اُن کے تخت سلطنت کی دائمی مضبوطی کے لیے انھیں چار بلند اقبال نامور شاہزادے عطا فرمائے ہیں ، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے - تیسرے شاہزادے (اورنگ زیب) کی ولادت ۱۵ آبان ، ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ (۳ نومبر ۱۶۱۸ء) اتوار کی شب کو ۲۷ گھڑی ۳۸ پل گزرے پرگنۂ دوحد (دھود) میں ہوئی جس سے شبستانِ شاہی وادیِ ایمن کا نمونہ بن گیا - خاندانِ شاہی پر بے شمار برکتیں نازل ہوئیں - منجملہ

فتحِ قلعۂ کانگڑہ ہے جسے قضا و قدر کے کارپردازوں نے گویا اس شاہزادے کی رونمائی کے لیے بڑی عجلت کے ساتھ پیش کیا۔ شاہجہاں نے حسب دستور والدِ گرامی کے حضور میں ایک ہزار اشرفی کی نذر پیش کرکے نام رکھنے کی التجا کی۔ جہانگیر نے اس زینت روزگار کا، جو آج کل زیبِ اورنگِ سلطنت ہے، اورنگ زیب نام رکھا۔ موضع دوحد میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی [۹۶] جہاں شاہانہ جشن کا سرانجام ہو سکتا لہٰذا فیصلہ کیا کہ مالوہ پہنچ کر، جو اُن دنوں شاہجہاں کی جاگیر میں تھا، اس نونہال کا جشنِ ولادت منعقد کیا جائے گا۔ ملک الشعرا ابوطالب کلیم نے، کہ شاعرِ جادو بیاں ہے، بہت عمدہ قطعۂ ولادت کہا جس میں بڑے سلیقے سے ایک کا تخرجہ کرکے تاریخ نکالی ہے:

داد ایزد بہ بادشاہِ جہاں
خلفے ہمچو مہرِ عالمتاب

تاجِ صاحب قرانِ ثانی یافت
گوہرِ بحر ازو گرفتہ حساب

نامش اورنگ زیب کرد فلک
تخت ازیں پایہ گشتہ عرش جناب

چوں بہ ایں مردہ آفتاب انداخت
افسر خویش بر ہوا چو حباب

خامہ از بہرِ سالِ تاریخش
زد رقم "آفتابِ عالمتاب"

۱۰۲۸ — ۱ = ۱۰۲۷ھ

کسی اور نے تاریخ کہی:

گوہرِ تاجِ ملوک اورنگ زیب

جب دوحد سے کوچ کرکے صوبۂ مالوہ میں خیمے ہوئے تو شہر اجّین میں شاہجہاں کے حسب الحکم شاہانہ زیب و زینت کے ساتھ جشنِ ولادت منعقد ہؤا - حضرت جنت مکانی (جہانگیر) مبارکباد کے لیے خود تشریف لائے - شاہجہاں نے با انداز اور نچھاور کا اہتمام کرکے جواہرات در مشتمل بیش قیمت پیشکش اور عجاس تنومند ہاتھی نذر کیے -

موکبِ شاہی کی فتحپور میں واپسی : شاہِ بلند اقبال کی اٹھائیسویں سالگرہ (شمسی) کا جشنِ تلادان اور سنہ ۱۴ جلوسِ جہانگیری کا جشن

شاہِ جہانگیر کی واپسی فتح پور میں بتاریخ ۲۸ دی ماہ (یکم) صفر ۱۰۲۸ھ (۱۸ جنوری ۱۶۱۹ء) ہوئی - اسی روز شاہجہاں کی اٹھائیسویں شمسی سالگرہ کا تلادان کا جشن منعقد ہؤا - ان جشنوں سے فارغ ہو کر جہانگیر نے فیصلہ کیا کہ چونکہ دارالخلافہ آگرہ میں ابھی [۹۷] طاعون کا زور کسی قدر باقی ہے للہذا اس کے ختم ہونے تک اسی متبرک جگہ پر قیام رکھیں گے - انھی دنوں صبح کے وقت بروز ہفتہ ۴ ربیع الاول ۱۰۲۸ھ (۱۹ فروری ۱۶۱۹ء) کو آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی جس سے تمام عالم نورانی ہوگیا۱ - بادشاہی حکم کے مطابق

۱- تقویم کے حساب سے ۴ ربیع الاول ۱۰۲۸ھ ۱۹ فروری
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۲ پر)

دولت خانۂ فتح پور کے در و بام کی آرائش کی گئی۔ ان جشنوں کے بعد ۴ جمادی الاول ۱۰۲۸ھ (۱۹ اپریل ۱۶۱۹ء) نکم اردی بہشت سنہ ۱۴ جلوس بادشاہی سواری اکبر آباد میں داخل ہوئی۔ شہر آگرہ کے باشندے، جو مدتوں سے اس واپسی کا انتظار کر رہے تھے، شادمان ہو گئے۔

شاہجہاں کی والدہ حضرت بلقیس مکانی کا انتقالِ پُرملال

دنیا کا قاعدہ ہے کہ خوشی کے ساتھ غم اور لذت کے ساتھ الم وابستہ ہے چنانچہ ان دنوں عین خوشی و خرمی اور فتح و فیروزی کے زمانے میں حضرت شاہجہان کا [۹۸] دل والدہ ماجدہ کے انتقال سے محزون و مغموم ہوا۔ چونکہ آپ کو والدہ ماجدہ سے بہت محبت تھی اس واقعے سے طبیعت پر غم و ملال چھا گیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ فتح پور میں قیام کے زمانے میں وہ کریمہ آگرے کے باہر مظفر خان کے باغ میں قیام رکھتی تھیں کہ طبیعت پر حزن و ہراس طاری ہوا۔ چونکہ آخری وقت آچکا تھا اس لیے علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ غرض ۳ جمادی الاول ۱۰۲۸ھ (۱۸ اپریل ۱۶۱۹ء) کو دار فانی سے باغ بہشت کی راہ لی۔ ان کی وصیت کے مطابق نور منزل کے قریب دہرہ باغ میں انہیں

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۱)

۱۶۱۹ء کے مطابق ہے جو تحویل آفتاب کی تاریخ نہیں کیونکہ برج حمل میں تحویل بالعموم ۲۱ یا ۲۲ مارچ کو ہوتی ہے۔ غالباً یہ فارسی کتاب میں کتابت کی غلطی ہے۔

دفن کیا گیا - حضرت جہانگیر شاہجہاں کے دولت خانے پر تشریف لائے اور انتہائی مہربانی سے ان کی دلجوئی کی - نیز طرح طرح کی نوازشوں کے بعد حرم سرا کی تمام مستورات کو وہیں بلوا کر رسم تعزیت ادا کی - ماتم پرسی اور تسلی کے بعد شاہجہاں کو اپنے ہمراہ قصرِ شاہی میں لے گئے اور اسی وقت خاص پوشاک انہیں پہنائی -

یہ عالیجاہ خاتون اودے سنگھ ولد راجا مالدیو کی دختر نیک اختر تھیں جو راجپوتانہ کے بڑے راجاؤں میں سے ہیں اور ضرورت کے وقت پچاس ہزار سوار مہیا کر سکتے ہیں -

۱۲ رجب ۱۰۲۸ھ (۲۵ جون ۱۶۱۹ء) ۳ تیر کو شاہجہاں کی حرم سرا میں شاہنواز خان خلف عبدالرحیم خانخاناں کی دختر کے بطن سے برج سلطنت کا ایک ستارہ پیدا ہوا - شاہجہاں نے بطور نذر پانچ اشرفیاں پیش کرکے نام تجویز کرنے کی التماس کی - حضرت خلافت نے باغ سلطنت کے اس نونہال کا نام سلطان جہاں افروز رکھا - [۹۹] چونکہ اس بچے کی ولادت مبارک گھڑی میں نہیں ہوئی تھی اس لیے حضرت نے اسے قصر شاہی میں پالنے کی بجائے جاناں بیگم کے حوالے کر دیا جو شاہزادہ دانیال کی بیوہ اور خانخاناں کی بیٹی تھیں - خانخاناں کو ہدایت ہوئی کہ اس کی اتالیقی اور تربیت پر توجہ کریں - ایک سال نو ماہ چند روز بعد وہ ہلالِ اوجِ سلطنت اس دنیا سے انتقال کر گیا -

حضرت جہانگیر کا شاہجہاں کو ساتھ لے کر کشمیر کی سیر کے لیے جانا ، شاہزادہ امید بخش کی ولادت اور دیگر حالات

جونکہ حضرت جہانگیر کو نوجوانی کے زمانے سے کسمیر بے نظیر کی سیر کا شوق اور وہاں کے لالہ و گل و سنبل کو دیکھنے کا استیاق تھا اس لیے ان دنوں ، جب ہر طرف سے اطمیان اور بے فکری تھی ، ۵ شوال ۱۰۲۸ھ (۱۵ ستمبر ۱۶۱۹ء) کو کشمیر کی طرف کوچ کیا ۔ سحرنہ کے مقام پر خیمے تھے کہ شاہجہاں کے شبستان دولت میں ممتاز محل کے بطن سے ایک شاہزادہ پیدا ہؤا ۔ مبارکباد کے لیے جہانگیر شاہجہاں کے گھر تشریف لے گئے اور نومولود کا نام سلطان امید بخش رکھا ۔ جونکہ کشمیر کی سیر کا شوق شدید تھا اس لیے یہاں سے کوچ کرکے لاہور کو بائیں ہاتھ پر چھوڑے ہوئے بگلی ودنتور کے راستے سے چلے ۔ اگرچہ یہ راستہ طولانی ہے لیکن برف سے خالی تھا ، لہذا اسے اختیار کیا ۔ دریائے کسن گنگا پر خمیے تھے کہ بتاریخ ۱۵ ربیع الاول ۱۰۲۹ھ (۱۹ فروری ۱۶۲۰ء) آفتاب کی تحویل برج حوت سے برج حمل میں ہوئی ۔ [۱۰۰] سنہ ۱۵ جلوس جہانگیری شروع ہؤا ۔ اس جگہ دریا کے کنارے ایک پشتے پر ، جو سرسبزی اور پھولوں کی کثرت سے چمن بنا ہؤا تھا ، جشن نو روزی منعقد ہؤا ۔ چونکہ جہانگیر ایسے موقعوں پر بہت خیرات کیا کرتے تھے لہذا حسب دستور یہاں بھی بہت فیاضی کی ۔

۱۱ فروردین کو شاہی سواری کشمیر میں داخل ہوئی ۔ چھ ماہ گیارہ روز یہاں قیام رہا ۔ یعنی فصل بہار کے آغاز سے ، جب شگوفے اور کلیاں کھلتے ہیں ، خزاں کے آغاز تک ، جب کہ زعفران کے پھولوں کی بہار ہوتی ہے ، تمام وقت یہاں سیر و شکار کی دلچسپی میں گزارا ۔ بادشاہ کے حسب الحکم سبزہ زاروں اور چشمہ ساروں میں نہایت خوشنما عمارتیں تعمیر ہوئیں ۔ ایک مرتبہ گل گشت کے دوران میں ایک نہایت خوبصورت قطعہ دیکھا جو جھیل ڈل اور کوہ باک کے دامن کے درمیان واقع ہے ۔ اس کے برابر سے ایک نہر گزرتی ہے جس کا پانی کوثر و تسنیم کو شرماتا ہے ۔ جہانگیر اور شاہجہاں دونوں کو وہ ٹکڑا بہت پسند آیا ۔ چونکہ شاہزادہ بلند اقبال کو باغوں اور عمارتوں کا بہت شوق ہے [۱۰۱] لہٰذا جب جی چاہا کہ یہاں ایک باغ اور عمارت تعمیر کی جائے عین اس وقت حضرت جہانگیر نے اس ولی عہد کو حکم دیا کہ اس قطعے میں ایک دل کشا باغ لگایا جائے ۔ والد ماجد کے اشارے اور اپنے شوق کے بموجب وہاں ایک وسیع باغ کی بنیاد ڈالی ۔ چونکہ یہ باغ بہت تفریح بخش تھا لہٰذا نام بھی فرح بخش رکھا ۔ جلدی کے خیال سے حکم دیا کہ سرکار شاہی کے کارپرداز باغ کے بیچوں بیچ تیس گز چوڑی روش رکھیں جو ڈل تک پہنچتی ہو ۔ اس روش کے بیچ میں دس گز چوڑی نہر جاری کریں جو جھیل ڈل میں جا کر گرے ۔ حکم ہوا کہ پھرتیلے معمار جا بجا عالیشان اور خوبصورت عمارتیں تعمیر کرکے مکمل کریں ۔ ہر عمارت کے صحن میں تیس گز لمبا تیس گز چوڑا پتھر کا حوض ہو جس میں آبشار اور فوارے بنے ہوں اور نہر کا پانی آبشار کی صورت میں اس حوض میں گرے ۔ غرض تھوڑی ہی مدت میں یہ شاہ نہر بڑی خوبصورتی سے جاری ہو گئی ۔ یہ باغ خلدِ بریں کا نمونہ ہے

لیکن اس کی خوبصورتی کا بیان یہاں ممکن نہیں ، کسی اور مقام پر بیان کیا جائے گا۔

جب حضرت جہانگیر کشمیر کی سیر اور باغ فرح بخش معروف بہ شالیمار[1] کی تفریح سے سیر ہو گئے تو ہندوستان کی واپسی کا ارادہ کیا ۔ چنانچہ ۲۲ مہر سنہ ۱۵ جلوس (۱۲ اکتوبر ۱۶۲۰ء) کو دارالخلافہ کا رخ کیا ۔ اسی اثنا میں خانخاناں کی عرضداشت پہنچی ۔ لکھا تھا کہ بائے تخت سے دور چلے جانے کی وجہ سے سرحدوں کے باشندے ، بالعموم اہل دکن ، [۱۰۲] بے خوف ہو گئے ہیں ۔ اور بیوقوف دکنیوں نے حسب دستور موقع پا کر سرکشی اختیار کر لی ہے ۔ احمد نگر کے اطراف بلکہ دکن کے بعض محالات پر قبضہ کر لیا ہے ۔ سرکاری عاملوں کو ایسا تنگ کیا ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا ہے ۔ یہ خبر سن کر حضرت جہانگیر بہت غضبناک ہوئے اور فیصلہ کیا کہ دارالسلطنت لاہور میں پہنچ کر دکن کی مہم کا سرانجام شاہجہاں کے حوالے کریں گے ۔

شاهزاده شاهجهاں کا دکن کی وسیع مملکت کی تسخیر کے لیے دوبارہ فوج کشی کرنا

کوتاہ بین بے عقلوں کی عادت ہے کہ جب کبھی موقع پاتے

۱- پبلک لائبریری لاہور والے نسخے میں باغ کا نام 'شالاہ مار' درج ہے ۔

ہیں آنکھ بند کرکے بغاوت و سرکشی کا بیہودہ مشغلہ شروع کر دیتے ہیں اور عاقبت اندیشی کو بالائے طاق رکھ کر نافرمانی کرنے لگتے ہیں - دکن کے بدبختوں کے حق میں یہ بات صادق آتی ہے - ان لوگوں کا مدتوں سے بالخصوص اکبر بادشاہ کے زمانے سے یہی وطیرہ ہے کہ عہد و پیمان توڑ کر سرکشی کرتے رہتے ہیں - پھر جب ان بے عملوں پر باز پرس اور تنبیہ کی سختی وارد ہوتی ہے تو مکاریوں اور عجز و انکسار کا اظہار کرکے جان بچا لیتے ہیں - اس طرح فوج شاہی کے شیروں کے پنجے سے چھوٹ کر جب میدان خالی پاتے ہیں تو پھر سرکشی کرنے لگتے ہیں -

[۱۰۳] جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ، جب شاہجہاں نے دکن پر یورش کی تھی تو ان کے جاہ و جلال کی ہیبت سے سارے دکن میں تہلکہ مچ گیا تھا اور وہ بد عہد جماعت بالکل بے دست و پا ہو گئی تھی - چنانچہ حسب دستور اطاعت کا اظہار کرکے بندگی اور انکسار کا طریقہ اختیار کر لیا اور اپنا ملک و مال شاہزادے کے حوالے کرکے امان طلب کرنے لگے - لہذا شاہِ بلند اقبال نے جان بوجھ کر ان کی خطائیں معاف کر دیں اور حلم و عفو کی سفارش سے انھیں امان دی - ان باتوں کا بیان بہ تفصیل ہو چکا ہے - اس مرتبہ بھی یہی ہؤا کہ جب حضرت شاہجہاں کشمیر جنت نظیر میں سیر و شکار کی وجہ سے دارالخلافت سے دور تھے تو دکن کے بدبختوں نے عنایاتِ شاہی کو فراموش کرکے برہان پور کے پاس تاخت و تاراج شروع کر دی - دکن کے پرچہ نویسوں نے ان خانہ خرابوں کی سرکشی کی اطلاع دربار شاہی کو بھیجی - عبدالرحیم خانخاناں نے بھی اپنی متواتر عرضداشتوں میں ، بالخصوص اس عریضے میں جو لاہور میں وصول ہؤا ، یہی لکھا کہ دکن کے تینوں مکار سلطانوں یعنی

نظام الملک ، قطب الملک اور عاقل خاں نے باہم متحد ہو کر پچاس ہزار بد مغز بیوقوف سپاہیوں کا لشکر جمع کر لیا ہے - ان لوگوں نے پہلے بالا گھاٹ کے شاہی محالات پر قبضہ کیا - وہاں کے امرائے منصب دار ان کے غلبے سے مجبور ہو کر شاہی علاقہ خالی کر کے ایک جگہ جمع ہو گئے - مہکر کے تھانے کو مستحکم کر کے تین ماہ تک وہاں غنیم کا مقابلہ کرتے رہے - دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اس نے چاروں طرف سے راستے اس طرح بند کر رکھے تھے کہ لشکر شاہی کو رسد بالکل نہ ملی - محاصرے کے طول کھینچنے اور غلہ ختم ہو جانے کے سبب شاہی لشکر پوری کی پہاڑی سے اتر کر بالا پور میں منہم ہو گیا - ان بیہودوں نے بالا گھاٹ پر قناعت نہ کی - پہلے تو بالا پور کے آس پاس حملے کرتے رہے - راستوں کو ایسا روکا کہ غلے کی رسد پہنچنا نا ممکن ہو گیا - [۱۰۴] شاہی ملازم مجبوراً بالا پور سے ہٹ کر برہان پور میں آ گئے - غنیم اس واقعے سے شیر ہو گیا - موقع غنیمت سمجھ کر دکن ، خاندیس اور برار کے تمام بادشاہی علاقے دبا بیٹھا اور برہان پور کا محاصرہ کر لیا -

حضرت جہانگیر کو ان تمام واقعات کی مکرر اطلاعیں ملیں - خانخاناں نے عرضداشت میں لکھا کہ غلے کی نایابی اور دشمن کے غلبے سے میرا حال بالکل وہی ہے جیسا کہ عرش آشیانی اکبر بادشاہ کے عہد میں گجرات کے مرزاؤں کے ہاتھ سے خان اعظم کا تھا - اگر عرش آشیانی کی طرح مجھے ان سرکشوں کے محاصرے سے نہ نکالا تو بہادر راجپوتوں کی طرح جوہر کی رسم ادا کر کے اپنی جان قربان کر دوں گا (ہندوؤں کی اصطلاح میں جوہر کے یہ معنی ہیں کہ جب جان پر آ بنے اور امیدیں ختم ہو جائیں تو پہلے تو اپنے اہل و عیال کو قتل کر دیتے ہیں ، پھر جان سے ہاتھ دھو کر مرنے مارنے پر مستعد ہو جاتے ہیں) -

جب حضرت جہانگیر نے عرضداشت کا مضمون سنا تو سخت غضبناک ہوئے اور دکن کے سرکشوں کی گوشمالی کا مصمم ارادہ کر لیا - ۴ دی سنہ ۱۵ جلوس یکم صفر ۱۰۳۰ھ (۲ دسمبر ۱۶۲۱ء) بروز جمعہ شاہزادہ شاہجہاں کو بڑی عزت و توقیر سے دکن روانہ کیا - خلعت ، موتیوں سے آراستہ جار قب ، شمشیر اور خنجر مرصع ، نیز نقرئی ہودج والا ہاتھی اور مرصع زین اور ساز کے دو گھوڑے بطور شگون عطا کرکے دس کروڑ دام (ٹکے) انعام میں عنایت کیے - تیس ہزاری ذات ، بیس ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ کے منصب کے بموجب انعام سمیت چالیس کروڑ دام کی تنخواہ تھی ، اب پچاس کروڑ دام ہو گئی - شاہزادے کے منظور نظر بیس نامی سرداروں کو خلعت وغیرہ دے کر ہمراہ کیا - راجا بکرماجیت کو خلعت ، خنجر مرصع ، ہاتھی گھوڑا عطا ہؤا - افضل خاں اور دوسرے آٹھ سرداروں کو خلعت اور گھوڑے ملے - باقی دس سرداروں کو صرف خلعت عنایت ہوئے - چند نامور امرأ مثلاً عبداللہ خاں ، خواجہ ابوالحسن ، لشکر خاں ، سردار خاں ، سید نظام ، بخشی لشکر معتمد خاں نیز بے شمار احدیوں [۱۰۵] اور برقندازوں کی فوج اور پچاس لاکھ روپے نقد بھی عنایت کیے -

شاہزادہ خسرو سے جو بے ادبی (بغاوت) سرزد ہوئی تھی اس کی پاداش میں وہ متواتر نظر بند رہتا تھا - ان دنوں اس کی نگہبانی خواجہ ابوالحسن کے سپرد تھی - چونکہ ابوالحسن کو شاہزادہ شاہجہاں کے ہمرکاب جانا تھا لہٰذا حضرت جہانگیر نے شاہجہاں کے اطمینان کی خاطر خسرو کی نگہبانی اس سے لے کر انھی کے حوالے کر دی -

شاھجہانی فوجِ ظفر موج کا دریائے چنبل کے کنارے پہنچنا ، شاھجہاں کی تیسویں سالگرہ (قمری) کا جشن تلادان ، نشوں سے توبہ اور دیگر وقائع

توفیق ایزدی کی بدولت شاہجہاں بچپن ہی سے تمام نشوں سے پرہیز کرتے تھے ۔ سنّ بلوغ سے چوبیس سال کی عمر تک کبھی شراب کو منھ نہ لگایا تھا ۔ جیسا کہ بیان ہوا ، حضرت جہانگیر نے بڑے اصرار سے انھیں شراب پینے کا حکم دیا ۔ والدِ بزرگوار کے حکم کے باوجود شریعت اسلام کے تقاضے سے یہ بیہودہ کام ، جو شرعاً و عقلاً حرام ہے ، آپ کو نہایت ناگوار تھا ۔ غرض اس قول و قرار پر شراب پی کہ تیس سال کی عمر ہونے کے بعد مجھے اس کے پینے سے معاف رکھا جائے گا ۔ اس طرح جشن و جلوس کے موقعوں پر والدِ ماجد کے کہنے سننے سے ایک دو گھونٹ پی لیتے تھے ۔ اس کے باوجود نادم رہتے اور توبہ کا قصد رکھتے تھے ۔

[۱۰۶] اب جو فتح دکن کے ارادے سے کوچ فرمایا تو بیان کے مطابق والدِ بزرگوار سے عرض کیا کہ اس مرتبہ غنیم کی فوج کا زور شور پہلے کی نسبت کئی گنا ہے ۔ حال یہ ہے کہ شہر برہان پور ، جہاں پہنچنے کا انھیں کبھی سان گمان بھی نہ تھا ، ان کے محاصرے میں ہے ۔ لہٰذا میرا قصد ہے کہ جس طرح رانا سانگا کی لڑائی میں حضرت بابر بادشاہ نے شراب سے توبہ کی تھی اور خدائے پاک نے ان کی دعا قبول کرکے انھیں فتح عنایت

کی تھی ، اسی طرح میں بھی توبہ کرکے اس سخت مہم پر سنت رسول کے مطابق پروردگار سے فتح و نصرت کی دعا مانگوں اور اس وسیلے سے فلاح دارین حاصل کروں ۔ حضرت جہانگیر نے مصلحتِ وقت کے بموجب شاہزادے کی اس رائے کو ، جو سراسر صائب تھی ، پسند فرمایا اور دعا کی کہ خدا تمھارے تمام مدّعا بالخصوص یہ آرزو پوری کرے ۔

غرض یکم ربیع الثانی ۱۰۳۰ھ ۲۶ بہمن سنہ ۱۵ جلوس (۲۳ فروری ۱۶۲۱ء) دریائے چنبل کے کنارے شاہجہاں کی تیسویں سالگرہ کا جشن تلادان منعقد ہؤا ۔ چنبل کا ساحل بہشت بریں کا نمونہ بن گیا ۔ یہیں حضرت کو یہ خیال آیا کہ آج جب کہ اس جشن کی بدولت ساری دنیا عیش و نشاط میں محو ہے ہم نفس امارہ کو مغلوب کرکے عیش و نشاط کی بنیاد یعنی شراب سے ہاتھ اٹھا کر اسی جشن میں توبہ کرلیں تو مناسب ہے ۔ اگرچہ اب تک کبھی اپنی خواہش سے شراب کو ہاتھ نہ لگایا تھا اور توبہ لازم نہ تھی لیکن توفیق الٰہی کی بدولت توبہ فرمائی ، حکم دیا کہ شراب کو دریائے چنبل میں بہا دیں ۔ چاندی سونے کے جتنے جام و سبو ساقی خانے میں تھے سبھوں کو حضرت کے سامنے توڑ کر [۱۰۷] محتاجوں میں تقسیم کر دیا گیا ۔

دریائے چنبل کو عبور کرکے شاہزادے کا لشکر ، جو بے تعداد تھا ، بادِ صرصر کی طرح منزلیں طے کرتا ہؤا بڑھا ۔ کسی جگہ پڑاؤ نہ کیا ۔ اجیّن کے نواح میں پہنچے تو مانڈو کے قلعدار محمد تقی کی عرضداشت پہنچی ۔ لکھا تھا کہ ۲۷ اسفندار سنہ ۱۵ جلوس کو بدبخت غنیم نے آٹھ ہزار دکنی سوار لیے ہوئے بڑی تیزی سے دریائے نربدا عبور کیا اور اکبر پور کو تاراج کرکے

بے محابا قلعۂ مانڈو کے نواح تک لوٹ مار کرنے چلے آئے ۔ اب پہاڑی کے دامن میں پہنچ کر اس فکر میں ہیں کہ قلعے میں آ گھسیں ۔ قلعے کی وسیع فصیل ٹوٹی پھوٹی ہے ، حفاظت مشکل ہے لیکن بادشاہی سپاہی جان نثاری کے ساتھ محافظت کر رہے ہیں ۔ میرے نزدیک ولی نعمت کی راہ میں جان قربان کر دینا عین سعادت ہے ۔ لیکن بعض پست فطرت اشخاص ، جو حقیقت سے غافل ہیں ، یہ سمجھتے ہیں کہ بڑی فوج چھوٹی فوج پر غالب آ جاتی ہے ۔ اس وقت غنیم کی تعداد زیادہ ہے اور ہماری فوج کم ۔ لہٰذا سپاہیوں کا حوصلہ پست ہے ۔ اگر کمک کے پہنچنے میں دیر لگی تو خدا نخواستہ دشمن غالب آ جائے گا ۔

شاہجہاں کو عرضداشت کا مضمون معلوم ہوا تو ۲۹ اسفندار جمعہ کو دو گھڑی رات گزرے ، خواجہ ابوالحسن کو چار ہزار سوار کے ساتھ پرگنہ دیپال پور سے رخصت کیا ۔ خواجہ بہرام بیگ میر بخشی کو اپنی فوج خاصہ کے ہزار سوار دے کر اس کے لشکر کا ہراول کیا ۔ حکم ہوا کہ یہ ہراول فوج انتہائی تیزی سے قلعۂ مانڈو کی طرف روانہ ہو ۔ جب خواجہ ابوالحسن اپنی فوج کے ہمراہ قلعۂ مانڈو کے قریب پہنچا اور محمد تقی اور یوسف خاں کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ تمام بہادروں کے ساتھ قلعے سے نکل آئے [۱۰۸] خواجہ ابوالحسن کی کمک کی خبر سے دلیر ہو کر اپنے ایک ہزار سپاہی لے کر غنیم کے سامنے صف آرا ہو گئے ۔ اگرچہ غنیم کی تعداد کئی گنا تھی لیکن امدادِ الٰہی سے مرعوب ہو کر بھاگ نکلا ۔ محمد تقی نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا ۔ جب غنیم دریائے نربدا سے گزر گیا تو دریا پار اسے دوسری فوج ملی جو وہاں آ کر ٹھہری تھی ۔ دونوں فوجوں نے مل کر دوبارہ دریا کو عبور کرنا چاہا ۔ محمد تقی نے استقلال کے ساتھ تیر ، بان اور بندوق کی

باڑھیں ان پر ماریں اور بڑی کوشش سے انھیں دریا پار کرنے سے روکے رکھا ۔

جب خواجہ ابوالحسن کو غنیم کی شکست کا حال معلوم ہؤا تو بیرام بیگ اور تمام فوج کو ہمراہ لے کر راتوں رات دھاوا مارتا ہؤا ہفتے کی صبح کو سورج نکلے نربدا کے کنارے محمد تقی سے جا ملا ۔ دونوں نے مل کر دریا پار کرکے غنیم پر حملہ کیا ۔ ان جاہلوں نے تھوڑی دیر مقابلے کے بعد بان مارنے شروع کیے لیکن فوجِ شاہی کی ٹکّر نہ سہار سکے ۔ بد حواس ہو کر بھاگے ۔ شاہی فوج کے شیر دلیر چار کوس تک ان کا تعاقب کرتے چلے گئے اور بہت سے گمراہوں کو قتل کرکے واپس آئے ۔ وہ بدبخت ایسے بھاگے کہ برہان پور جا کر ہی دم لیا ۔

جب شاہجہاں نے فتح کی خبر سنی تو ۲۷ ربیع الآخر ۱۰۳۰ھ (۲۱ مارچ ۱۶۲۱ء) بروز ہفتہ مانڈو کے قلعے میں داخل ہوئے اور جشن نوروز اور جشن فتح منانے کا حکم دیا ۔ حسب الحکم دولت خانے کا صحن چرخِ بریں کا نمونہ بن گیا ۔ کئی روز تک عیش و نساط کا ہنگامہ گرم رہا ۔ اسی اثنا میں برہان پور سے خانخاناں اور دوسرے امیروں کی عرضداشتیں پہنچیں ۔ مضمون یہ کہ ”غنیم ساٹھ ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار لیے ہوئے بڑی شوخ چشمی اور اطمینان کے ساتھ برہان پور کا محاصرہ کیے پڑا ہے ۔ آپ کی رکاب میں جو تھوڑی فوج ہے [۱۰۹] اسے ساتھ لے کر ان کا مقابلہ کرنا احتیاط کے خلاف ہے ۔ صلاح دولت یہ ہے کہ جب تک فوجِ شاہی کے تمام امرأ اور منصب دار جمع نہ ہو جائیں ، آپ کسی مناسب جگہ ٹھہرے رہیں ۔“ یہ مضمون پڑھ گیا تو جتنے سردار شاہزادے کے ہمرکاب تھے سبھوں نے ظاہرِ احوال پر نظر کرکے ٹھہرنے کی رائے دی ۔ چونکہ ارباب توفیق کی نظر فوج

کی کثرت پر نہیں بلکہ عنایت الٰہی پر ہوتی ہے ، حضرت نے امرا کی رائے سے اتفاق نہ کیا اورصرف اتنی دیر توقف فرمایا کہ لشکر کے بخشی فوجوں کو مرتب دے لیں - پھر اقبال خداداد کی تحریک اور امدادِ الٰہی پر بھروسا کرکے ۱۶ فروردیں سنہ ۱۶ جلوس جہانگیری ۱۲ جمادی الاول ۱۰۳۰ھ (۴ اپریل ۱۶۲۱ء) پیر کی رات کو دس ہزار سوار خاصہ اور چھ ہزار سوار بادشاہی ہمرکاب لے کر برہان پور کو کوچ فرمایا -

نربدا کے کنارے نوروز عالم افروز کا جشن منعقد ہوا - یہیں عبداللہ خاں فیروز جنگ ، کہ حسب الحکم شاہی کمک کے لیے اپنی جاگیر سے روانہ ہوا تھا ، دو ہزار سواروں سمیت حاضر خدمت ہوا - اس منزل میں شاہجہاں نے فوجوں کو مرتب کیا - عبداللہ خاں کو بھاری فوج کے ساتھ لشکر کا ہراول مقرر کیا - میمنہ پر راجا بکرماجیت اور میسرہ پر خواجہ ابوالحسن سردار ہوئے - قلب میں خود قائم رہے - اس ترتیب سے فوج کو دریا عبور کرنے کا حکم دیا - دریا عبور کرکے بخت و اقبال کو رکاب میں لیے نہایت تیزی سے منزلیں طے کرتے ہوئے شاہد فتح کی طلب میں بڑھے - یہاں تک کہ موکب جاہ و جلال ۲۳ فروردیں (۱۲ اپریل ۱۶۲۱ء) کو علاقۂ برہان پور میں خیمہ زن ہوا -

شاہجہاں کے آنے سے خانخاناں کے قالب میں جانِ تازہ سی آ گئی - بہت مسرور ہوا - فوراً سہر کا انتظام چند سرداروں کے سپرد کرکے استقبال کے لیے نکلا - قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا تو حسب الحکم شہر کی محافظت کے لیے واپس آیا - تین روز بعد پیر کے دن ۲۶ جمادی الاول ۱۰۳۰ھ (۱۸ اپریل ۱۶۲۱ء) کوکبۂ شاہی برہان پور میں داخل ہوا - [۱۱۰] تمام دولت خواہ ، جو اس خوش نصیبی کی دعائیں مانگ رہے تھے ، شادکام ہو

گئے ۔ اب تک غنیم کی فوج میدان کو خالی پا کر ہر طرف دست درازی کر رہی تھی ۔ کسی طرف سے روک ٹوک نہ دیکھ کر اتنی دلیر ہو چکی تھی کہ لشکرِ شاہی کی آمد سے ہراساں نہ ہوئی ۔ ثابت قدمی سے جمی رہی ۔

یہ حال دیکھ کر خانخاناں نے ، جو دکن کا صوبہ دار اور اس علاقے کے حالات سے واقف تھا ، عرض کیا کہ اس مرتبہ غنیم کی کثرت اور طاقت بہت زیادہ ہے ۔ گرمی کی شدت سے لڑائی بہت دشوار ہے ۔ فوجِ شاہی کے اکثر گھوڑے دانے چارے کی کمی سے تلف ہو چکے ہیں ۔ ان مشکلوں کے علاوہ برسات سر پر آ پہنچی ہے ۔ اس وقت اتنا ہی ممکن ہے کہ لشکر شاہی آپ کے اقبال کے زیرِ سایہ خوب جان توڑ کر غنیم کو محاصرہ اٹھانے پر مجبور کرے اور دباتے دباتے دریائے عادل آباد سے پار دھکیل دیں ۔ خود اس طرف ٹھہرے رہیں ۔ برسات بعد مخالفوں کو مغلوب کرکے بالا گھاٹ پر جا پہنچیں ۔

جب خانخاناں کی یہ گزارش ، جو خیر خواہی پر مبنی تھی ، تمام ہوئی تو باقی سب سردار یعنی عبداللہ خاں ، خواجہ ابوالحسن ، داراب خاں وغیرہ نے بھی متفق اللفظ ہو کر اس صلاح کی تائید کی جو مصلحت وقت کے عین مطابق لیکن درحقیقت حضرت کی رائے عالی کے خلاف تھی ۔ جواب میں فرمایا کہ جو کچھ کہتے ہو وہ حالات اور مصلحت کے مطابق اور آئینِ تدبیر کے موافق ہے لیکن معلوم نہیں کہ پردۂ تقدیر میں کیا ہے ۔ اس کے بعد اس دشوار مہم کے انتظام میں بہ نفس نفیس مشغول ہوئے ۔ فوج کا سامان درست کرنے اور مہم کے لوازم مہیا کرنے میں اتنا اہتمام فرمایا کہ مشکل سے چند گھنٹے کھانے ، سونے اور نماز ادا کرنے کے سوا باقی تمام وقت مہم کے انتظام میں صرف کرتے

اہل کاروں کو حکم دیا کہ ساری فوج کی ، بالخصوص برہان پور کے کمک والوں کی تنخواہ (جن کی جاگیروں کا علاقہ مدتوں دکن کے باغیوں کے قبضے میں رہا ہے) کی سر آوردیں (بل) بنا بنا کر فقط سپاہیہ کے مطابق بہارے [۱۱۱] روبرو تنخواہیں تقسیم کی جائیں تا کہ سپاہیوں کو مہم کی تیاری میں دیر نہ لگے ۔ قبض الوصول وغیرہ بعد میں تیار ہوتے رہیں ۔ غرض تھوڑی سی مدت میں برہان پور کے کمک والوں کو چالیس لاکھ روپے ادا کرکے تیس ہزار جرار سپاہی مہم کے لیے تیار کر لیے ۔ ان میں سے سات ہزار سوار مسلح زرہ پوش دلاور شاہزادے کی سرکار کے تھے باقی بادشاہی فوج کے ۔

اس کے بعد لشکر کی ترتیب پر متوجہ ہوکر اس کے پانچ حصے کیے ۔ ہر سردار کی ماتحتی میں چھ ہزار سوار تعینات ہوئے ۔ یعنی ایک فوج داراب خاں ولد خانخاناں کی سرداری میں ، دو فوجیں عبداللہ خاں اور خواجہ ابوالحسن کی ماتحتی میں ، دو فوجیں راجا بھیم اور راجا بکرماجیت کی سربراہی میں ۔ ان دو فوجوں پر حضرت کی خاص عنایات تھیں ۔ لشکر کی سپہ سالاری داراب خاں کو تفویض ہوئی ۔ اس طرح کہ مجلس مشورہ کا انعقاد اس کے مکان پر ہؤا کرے ۔ لیکن دراصل تمام چھوٹے بڑے امور کا انصرام راجا بکرماجیت کی رائے سے وابستہ تھا ۔ غرض اتوار کی رات ، ۲۵ جمادی الاول ۱۰۳۰ھ (۱۷ اپریل ۱۶۲۱ء) کو ہر نامی سردار اور منصب‌دار کو خلعت ، ہاتھی ، گھوڑا ، خنجر اور شمشیر مرصع عطا کرکے لشکر کو برہان پور سے بڑھایا ۔ یہ لشکر حملے کی ضروریات مہیا کرنے کے لیے حسب‌الحکم پانچ روز تک نواح شہر میں ٹھہرا رہا ۔ جمعہ ، ۳ اردی بہشت کو دریائے تاپتی سے ، جو شہر کے کنارے بہتا ہے ، پار اترے ۔

ہفتے کے دن صبح سویرے جب یہ لشکر کوس بھر راہ طے کر چکا ، یاقوت حبشی ، جو فوج مخالف کا سپہ سالار تھا ، اپنی چھاؤنی سے ایک کوس آگے بڑھ کر دلاوران شاہی سے آ بھڑا - بادشاہی بہادروں نے بے تامل ان سیاہ بختوں پر حملہ کیا - ہنگامۂ جنگ تھوڑی ہی دیر گرم ہؤا تھا کہ شاہی فوج نے خس و خاشاک کے ڈھیر یعنی فوج غنیم کا دھواں اڑا دیا - وہ لوگ چنگاریوں کی طرح بکھر بکھر کر فرار ہو گئے - اقبال شاہی کی برکت سے ہر سردار کی فوج اپنے سامنے کی فوج کو شکست [۱۱۲] دے کر سات کوس تک تعاقب کرتی چلی گئی - یہاں تک کہ ان کمبختوں نے دریائے عادل آباد سے پار اتر کر جان بچائی - اس معرکے میں ان اجل گرفتوں کے پانچ سو سے زیادہ آدمی کام آئے - چھ سو سپاہی اسیر ہوئے - بے شمار گھوڑے ، اونٹ ، چتر ، پالکی ، علم ، نقارے وغیرہ مال غنیمت کے بطور غازیوں کے ہاتھ آئے - اللہ کی عنایت اور اقبال خداداد کی بدولت شاہی فوج کے صرف دو بہادروں نے باغ شجاعت کے پھول چنے یعنی سینے پر زخم کھائے - ایک تو شیر بہادر ، دوسرا اللہ ویردی ولد مقصود کوسہ ترکمان جو ان دنوں خان کے خطاب سے سرفراز ہے -

اگلے روز فوج مظفر و منصور موضع عادل آباد سے کوچ کرکے ملکاپور کی طرف بڑھی - چونکہ غنیم کی گوشمالی اچھی طرح ہوئی تھی اس لیے راہ میں کہیں ان کا نشان نہ ملا - منزل طے کرکے جب داراب خاں اور راجا بکرماجیت تین سو سپاہیوں کے ساتھ پڑاؤ پر پہنچے اور لشکر گاہ کے گرد گھوم پھر کر فوجوں کے اترنے کی جگہ تجویز کر رہے تھے ، ناگہاں فوج غنیم کے دو کم حوصلہ

سردار آتش خاں اور دلاور خاں موقع پاکر چودہ ہزار[1] سواروں کے ساتھ ایک جانب سے نمودار ہوئے۔ انھوں نے تین ہزار دلیر تجربہ کار سواروں کو بطور ہراول بڑھایا کہ جب تک ہم آئیں تم جنگ شروع کرو۔ جب ان بداندیشوں نے شاہی بہادروں پر بے قاعدہ بزدلانہ حملہ کرکے بان جلانے شروع کیے تو راجا نے ان کے مقابلے کے لیے اٹھنا چاہا۔ داراب خاں نے اسے روکا کہ جب تک ہماری فوج نہ آ جائے حملہ مناسب نہیں۔ سرداروں کے اس توقف سے دلیر ہو کر غنیم یکایک ان پر آ پڑا۔ راجا کو تاب ضبط نہ رہی۔ مصلحت وقت کو نظر انداز کرکے ان کے سامنے ہوا۔ راجا بھیم جو بڑے نازک وقت پر یہاں پر آ پہنچا تھا، اس کے ساتھ مل گیا۔ دونوں نے مل کر غنیم کے ہراول کو شکست دی۔ [۱۱۳] پھر قلب کی جو فوج پیچھے سے چلی آ رہی تھی اس پر حملہ کیا۔ تھوڑی سی دیر میں ان کم ہمتوں کو بھی تتربتر کر دیا۔ اس وقت تک داراب خاں بھی دشمن سے مقابلہ کر رہا تھا کہ ایک تازہ دم بادشاہی فوج آ پہنچی اور داراب خاں نے اسے لے کر زور کا حملہ کیا۔

تائید ایزدی کی بدولت شاہی فوج کے دلاوروں نے غنیم کو زیر کرکے شکست فاش دی۔ وہ میدان چھوڑ کر بھاگا۔ داراب خاں نے کوس بھر تک اس کا تعاقب کرکے دو سو آدمی قتل کیے اور مظفر و منصور لشکر میں واپس آیا۔ ۱۰ اردی بہشت جمعرات کے دن دشمن کا کوئی نشان نہ ملا۔ اگلے روز لشکر شاہی نے کوچ کرکے روہینگر[2] سے تین کوس اس طرف پڑاؤ

۱۔ پبلک لائبریری لاہور کے نسخے میں یہ تعداد چار ہزار ہے۔

۲۔ بادشاہ نامہ، حصہ اول، جلد اول، ص ۱۷ د پر اس مقام کا نام روہل کھیڑہ درج ہے۔

کیا تھا کہ غنیم کی فوج دو حصے ہو ، ایک جماعت رہینگر کی گھاٹی سے اور دوسری کوٹھلی کے ٹیلے سے بھاگ کر بالا گھاٹ کی طرف چلی - پہر کے دن شاہی فوج نے کوٹھلی کی گھاٹی کے نیچے، جو روہینگر کے سنگلاخ راستے سے آسان ہے ، منزل کی - اگلے روز بالا گھاٹ پہنچ کر باقی تمام فوج کے جمع ہونے کے انتظار میں دو دن قیام کیا -

اس وقت تک محمد نبی دو ہزار سواروں سے برار کے علاقے پر اور محمد خاں نیازی اپنی بہادر فوج کے ساتھ خاندیس کے شاہی محالات پر قابض ہو چکے تھے - منگل کے روز بندرہ سرداروں نے وہاں سے کوچ کرکے آٹھ کوس راہ طے کی - اگلے دن چھ کوس چل کر پڑاؤ کیا - سلطانِ بیجا پور کے عتاب نامے کی تعمیل میں عنبر حبسی یہاں اپنی فوج لے کر لشکر شاہی پر حملہ آور ہوا - شامت اعمال سے اس کا ہراول جس میں جادو رائے ، ساہو سیاہ رو ، کھیلو ، دلاور خان ، آتش خاں وغیرہ تجربہ کار سردار تھے ، راجا بکرماجیت کی ہراول فوج سے آ بھڑا - راجا کے ہراول میں سولا علی مرتضیٰ کی اولاد یعنی سید صلابت خاں[1] ، سید مظفر اور سادات بارہہ کے دوسرے سردار تھے - ان میں اوداجی رام دکنی بھی تھا - ان بہادروں نے چمک کر دشمن پر حملہ کیا - [۱۱۴] راجا بکرماجیت بھی تازہ دم فوج ہمرکاب لیے لڑائی میں شامل ہو گیا -

لڑائی دیر تک ترازو رہی - آخر کار عنایت ایزدی کی برکت سے دشمن میں کمزوری کے آثار ظاہر ہوئے - شاہی دلاوروں نے مخالفوں کو تباہ کرنا شروع کیا - چنانچہ تلنگ راؤ ، جس کی

۱- نسخۂ لاہور میں سید علی کا نام بھی شامل ہے -

شجاعت پر دکن کے مکاروں کو بڑا بھروسا تھا اور اسی کے سہارے شاہی فوج کے دلاوروں سے لڑ رہے تھے ، چند سرداروں سمیت اس معرکے میں کام آیا - شاہی فوج کے ایک سردار سیّد محمد علی بارہہ نے ہاشمی شجاعت کا مظاہرہ کر کے اپنی عالی نسبی کا ثبوت دیا اور غنیم کے کئی دلاوروں کو خاک میں ملایا - اس کے سینے پر کئی کاری زخم لگے - زخم نہیں تھے ، محضر سیادت پر مہریں لگی تھیں - غرض بڑی آبرو کے ساتھ شربتِ شہادت پیا - فرہاد خاں حبشی کا بھائی حمید خاں مانڈو میں دوبارہ اپنی سعادت و شجاعت کا ثبوت دے کر گلگونۂ شہادت سے سرخرو ہؤا - سیّد مظفر خاں بارہہ ، جو آج کل کارگزاری کے صلے میں ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کے منصب اور خان جہانی کے خطاب سے سرفراز ہے ، اس روز چار کاری زخم کھا کر میدان میں گرا - اس کے دو بھائی سید جلال اور سید بازید شہید ہوئے -

اس وقت راجا بکرماجیت دشمن کے ہراول کے تعاقب میں مشغول تھا - یاقوت حبشی ، جو فوج غنیم کا سردار تھا ، موقع پا کر اردوئے معلّیٰ کے سازوسامان پر آ پڑا - زمین کی ناہمواری اور اہلِ اردو کی زیادتی کے باعث اونٹ گھوڑوں وغیرہ کا سلسلہ دور تک پھیلا ہؤا تھا - ان کی حفاظت اچھی طرح نہ ہو سکی - یاقوت حبشی نے سپاہیوں کا اکثر سامان اور گھوڑے لوٹ لیے - راجا بھیم کو یاقوت کی اس حرکت کا پتہ لگا لیکن فاصلے کے سبب مدد کے لیے نہ پہنچ سکا - تاہم اس نے سرِ راہ یاقوت پر حملہ کرکے بڑا معرکہ مارا - دونوں طرف سے سخت جنگ ہوئی - فتح سے پہلے کئی بہادر سردار مثلاً صادق خاں بہادر ، عبدالکریم بیگ ، گدا بیگ ، خواجہ ظاہر ، باقی بیگ اور کئی دوسرے دلاور نمک حلالی کا حق ادا کرکے شہید ہوئے - [۱۱۵] اس کشاکش میں ، جو بالآخر فتح پر ختم ہوئی ، فیروز خاں حبشی

دکن کے سات سو مکاروں سمیت ہلاک ہؤا ۔ المختصر بالا گھاٹ سے روانگی کی تاریخ سے ۲۱ اردی بہشت (۱۱ مئی ۱۶۲۱ء) تک معرکہ آرائی رہی ۔ فوج شاہی نے کھڑکی (کرکی) سے ، جو نظام الملک اور عنبر کا نائے تخت ہے ، چھ کوس ورے پڑاؤ کیا ۔ اس عرصے میں تقریباً ہر روز شاہی فوج کا مقابلہ غنیم کے لشکر سے ہوتا رہا اور ہر جگہ فتح نصیب ہوتی رہی ۔

جب کھڑکی سے چار کوس ادھر موضع جنگل تھانہ میں فوج شاہی کے خیمے ہوئے تو غنیم کی فوج یکایک آ پڑی ۔ دونوں فوجیں غٹ بٹ ہو گئیں ۔ طرفین سے سخت جانفشانی ہوئی ۔ بالآخر غنیم معمول کے مطابق اپنے نصیب کی طرح پلٹ کر بھاگا ۔ فوج شاہی کھڑکی تک ان کا تعاقب کرتی چلی گئی ۔ کہیں نہ رکی ۔ عنبر حبشی نے خوف زدہ ہو کر فوج شاہی کے آنے سے ایک روز پہلے نظام الملک اور اس کے اہل وعیال کو خزانوں سمیت دولت آباد کے قلعے میں بھیج دیا تھا ۔ اس نے فوج کا بڑا حصہ لشکرِ شاہی کے مقابلے پر متعین کیا اور خود دس ہزار جرّار سواروں سے قلعۂ دولت آباد میں جا بیٹھا جو ایک اونچے پہاڑ پر واقع ہے ۔ اسے اپنا پشت پناہ بنایا لیکن یہ نہ سمجھا کہ دلاورانِ شاہی کے نیزہ و خنجر سے پہاڑ میں بھی امان نہ ملے گی اور شرر کی طرح نابود ہو جائے گا ۔ غرض جس دن فوج شاہی کھڑکی میں داخل ہوئی غنیم نے وہاں سے فرار کیا ۔ فوج شاہی نے تین روز وہاں قیام کیا اور اس شہر کو ، جسے عنبر نے پندرہ سال میں آباد کیا تھا ، جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا ۔

۲۶ اردی بہشت (۱۶ مئی ۱۶۲۱ء) ہفتے کے دن کھڑکی سے ایک کوس آگے پڑاؤ ہؤا ۔ اگلے روز کوچ کرکے تین کوس بڑھے تھے کہ غنیم کی فوجوں نے بڑی ترتیب سے یاقوت خاں کی

سرداری میں راجا بکرماجیت کی فوج پر حملہ کیا جو اس وقت لشکر شاہی کے چنداول (عقب) کا سالار تھا - راجا نے تنہا ان کا مقابلہ کیا - [۱۱٦] غلبے کے آغاز ہی میں بائیں طرف سے داراب خاں اور نرسنگھ دیو بندیلہ اور دائیں جانب سے راجا بھیم کمک کے لیے آ پہنچے اور دشمنوں پر حملہ کرکے منتشر کر دیا - کچھ و قتل اور کچھ کو قید کرکے واپس آ گئے - چونکہ غنیم کی گوشمالی بخوبی ہوئی تھی اور اس میں مقابلے کی تاب باقی نہ رہی تھی لہذا انھوں نے بھی ہاتھ کھینچ لیا - اگرچہ عنبر اور نظام الملک دولت آباد کے قلعے میں پناہ گزیں تھے لیکن وقت ایسا تھا کہ محاصرے کی گنجائش نہ تھی - غرض سبھوں نے یہی طے کیا کہ غنیم کے علاقے کو تاراج کرتے رہیے -

اس عرصے میں غنیم کی ایک فوج قلعۂ احمد نگر کا محاصرہ کیے پڑی تھی - نامی سردار خنجر خاں، جسے آج کل سپہدار خاں کا خطاب ہے، بڑی ہوشمندی سے قلعے کو سنبھالے رہا - چونکہ اس کی رسد بند ہو جانے سے غلّے چارے کی سخت تنگی تھی لہذا یہ طے ہوا کہ اول احمد نگر چل کر محاصرے کی آفت سے آزاد کرکے اسے سامان اور رسد سے آسودہ کریں پھر دشمن کے سارے علاقے بالخصوص ناسک اور سنگمنیر[1] کو تاراج کریں جو سب سے آباد پرگنے ہیں - غرض جس طرح ممکن ہو دشمن کو ضعف پہنچا کر بالآخر یکایک تباہ کر دیا جائے - اس قصد سے ہفتے کے دن[2] ۲۹ اردی بہشت کو اُدھر روانہ ہوئے - اس خبر سے خنجر خاں کا دل بڑھا - اپنی فوج لے کر قلعے سے

۱- نسخۂ لاہور میں سنگھنیر درج ہے -

۲- تقویم سے منگل کا دن پڑتا ہے -

نکلا اور عنبر کے داماد جوہر حبشی سے ، جو قلعے کا محاصرہ کیے پڑا تھا ، جا الجھا ۔ تقریباً دو سو آدمی قتل کیے ۔

جب فوج شاہی نے مونگی پٹن کے نواح میں دریائے بان گنگا کے ساحل پر خیمے کیے تو جاسوسوں سے غنیم کے آنے کی خبر ملی ۔ فوجوں کو صف بستہ کیا اور بطور احتیاط ، کہ سرداری کا لازمہ ہے ، ہر فوج میں سے ایک ہزار سوار اردوئے معلی کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیے گئے ۔ [۱۱۷] ۳ خورداد اتوار کے دن غنیم کے مقابلے کے لیے اقبال خداداد کے ساتھ بڑھے ۔ دو کوس چل کر دیکھا کہ غنیم فوج شاہی سے مقابلے کے لیے اپنے لشکر کے دو حصے کرکے مستعد کھڑا ہے ۔ شاہی سرداروں نے بھی اپنے لشکر کے دو حصے کیے ۔ داراب خاں اور راجا بھیم ، یاقوت خاں اور عادل خاں کی پندرہ ہزار فوج کے مقابلے کے لیے بڑھے ۔ باقی سرداروں نے دوسری فوج پر حملہ کیا ۔ داراب خاں نے غنیم سے ٹکر لی تو دونوں طرف کے بہادروں نے شجاعت کے جوہر دکھائے ۔ شاہی فوج کی کثرت اور ہیبت کے باوجود دشمن نے کچھ دیر تک بڑی ثابت قدمی سے مقابلہ کیا ۔ اگرچہ ان کمینوں نے اپنی بساط سے زیادہ دلاوری کا حق ادا کیا لیکن آخرکار اکھڑ گئے ۔ بے شمار اونٹ ، گھوڑے وغیرہ دلاوروں نے لوٹے ۔

عبداللہ خان ، خواجہ ابوالحسن اور راجا بکرماجیت غنیم کی دوسری فوج سے لڑنے کے لیے تیزی سے بڑھے ۔ اس کی تعداد پچیس ہزار تھی اور اسے اپنے سرداروں یعنی دلاور خاں ، جادون رائے اور آتش خاں پر بڑا بھروسا تھا ۔ شاہی سرداروں نے ابھی دو کوس راہ طے نہ کی تھی کہ دکنیوں نے پیش قدمی کی ۔ اس طرف سے راجا بکرماجیت طبعی شجاعت کے بموجب بطور ہراول

آگے بڑھ کر اپنے پانچ ہزار آزمودہ کار سپاہیوں سے غنیم کے ہراول پر جا پڑا ۔ شاہی دلاوروں نے وہ تلواریں ماریں کہ رستم دستان کے کارنامے داستان بن کر رہ گئے ۔ غرض انھیں شکست دے کر ان کے لشکرگاہ تک تعاقب کرتا چلا گیا ۔ غنیمت میں غنیم کی باربرداری کے بے شمار اونٹ گھوڑے بیل اور ہاتھی ہاتھ لگے ۔

فتح کے بعد فوج شاہی واپس چلی ہی تھی کہ دکن کے دستور کے مطابق غنیم کی ایک تازہ دم فوج خواجہ ابوالحسن کی فوج کے سامنے نمودار ہو کر شوخی کرنے لگی ۔ ادھر سے بیرام بیگ بخشی نے خواجہ ابوالحسن کے ہراول کے ایک ہزار دلاور سواروں کو لے کر جاں سپار خاں ترکمان اور کچھ دوسرے بہادروں کے ساتھ ان منحوسوں پر حملہ کیا اور اچھی طرح علاج کرکے ان کم ہمتوں کو [۱۱۸] بھگا دیا ۔ عین اسی وقت راجا بکرماجیت دھاوا مارتا ہؤا آ پہنچا اور خواجہ ابوالحسن کو ہمراہ لیے ایک کوس تک ان کا تعاقب کیا ۔ بے شمار اشخاص کو زخمی اور تقریباً دو ہزار کو قتل کیا ۔ بے تعداد آدمی قید ہوئے ۔ باقی بدنصیبوں کو وادیِ ادبار کی راہ دکھائی ۔

جب الطافِ الٰہی اور سازگاریِ بخت سے شاہجہاں کی فوجوں کو یہ متواتر فتوحات نصیب ہوئیں تو سرداروں نے ان حالات کا پرچہ درگاہِ بادشاہی میں روانہ کیا ۔ محمد خاں نیازی اور محمد تقی پائیں گھاٹ کے علاقوں کے انتظام پر مامور ہوئے تھے ۔ وہاں کا انتظام کرکے وہ بالا گھاٹ میں آ پہنچے اور یہاں بھی تمام امور کا حسبِ دلخواہ انصرام کیا ۔ عنبر حبشی کو یہ خبریں ملیں تو ہوش اڑ گئے ۔ تاہم تقدیر کے چاک کو رفو کرنے پر مستعد ہؤا ۔ جادون رائے کو آٹھ ہزار سوار دے کر بھیجا کہ باسم کے پرگنے پر قبضہ کر لے ۔ اس وقت راجا بھیم ڈیڑھ ہزار سواروں

سے محمد تقی کی مدد کے لیے حسب الحکم آ پہنچا ۔ جادون رائے اور اس کے رفیقوں کی گوشمالی کر کے انھیں وادیِ ادبار میں بھگا دیا ۔

عنبر حبشی کا اظہارِ اطاعت کر کے شاہجہاں سے عفو طلب کرنا ، پوری پیشکش دینا اور تمام شاہی علاقے واپس کرنا نیز دیگر واقعات

نظم : حکومت کا اہل وہ بادشاہ ہے جسے ظلِ الٰہی کا لقب زیبا ہو ، اس کا دل خدا کی طرف مائل ہو اور وہ اللہ کی عنایات کا نمونہ ہو ، لطف و مدارات کا اتنا پابند ہو کہ دشمنوں کو بخوشی معاف کر دے ۔

[۱۱۹] اس مضمون کی مصداق حضرت شاہجہاں کی ذات ہے کہ ہر حال میں اسی اصول کے پابند رہتے ہیں ۔ فتح و ظفر اور اقتدار و قوت کے باوجود ہمیشہ مجرموں سے چشم پوشی کرتے ہیں ۔ سچ ہے خلافت و حکومت اسی صاحب سعادت کا حق ہے جو فتح پانے کے بعد دشمن سے انتقام نہ لے یعنی جب اپنے اعدا پر قابو پائے تو کینہ اور غیظ و غضب سے کام نہ لے ۔ حضرت شاہجہاں نے تمام دشمنوں بالخصوص اہل دکن کے ساتھ بار بار یہی سلوک کیا ہے ۔ بالخصوص اس مہم میں کہ اقبال خداداد اور بخت ہمایوں کی بدولت غنیم کو بار بار شکستیں دیں اور مکارانِ دکن کو خوب معلوم ہو گیا کہ ظاہری روسیاہی کے علاوہ ان کا نصیب بھی تیرہ و تار ہے ۔ مجبوراً بغاوت و سرکشی

کو ترک کرکے اطاعت کی شاہراہ پر آئے ۔ انتہائی نافرمانی و معصیت اور گستاخی و جسارت کے باوجود آخرکار حضرت کے عفو و کرم پر نظر کرکے ندامت کا اظہار کیا ۔ امرائے شاہی کی وساطت سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگی اور آداب اطاعت ادا کیے ۔ اس مطلب کے لیے چند معاملہ فہم اشخاص کو عاجزی و نیازمندی کے پیغام دے کر راجا بکرماجیت کی خدمت میں بھیجا جو ابھی دیگر امرا سمیت پٹن میں مقیم تھا ۔ پیغاموں کا خلاصہ یہ تھا کہ ''اس مرتبہ حضرت شاہجہاں خود بدولت دکن میں آئے اور تائید الٰہی سے فتحمند ہوئے ۔ لہٰذا عادل خاں خدمت و اطاعت کا وعدہ کرکے پیشکش کا سرانجام کر رہا ہے (حضرت نے اس کے عہد و پیمان کا اعتبار کرکے اسے سرفراز فرمایا ۔ [۱۲] اگرچہ اس نے قول و قرار کا پاس نہ کیا اور موقع بہ موقع گستاخی و نافرمانی کرتا رہا) اگر اب کی بار میری تقصیریں معاف کر دی جائیں تو آپ کا یہ زرخرید غلام ساری عمر مطیع رہے گا ۔ عہد نامے کے ذریعے اس بوڑھے غلام کی غلطیاں معاف کر دی جائیں ۔ قول و قرار بلکہ قرآن پاک کی قسم کھا کر یہ اقرار کرتا ہوں کہ دوبارہ نافرمانی سرزد نہ ہو گی ۔ شاہی علاقے خالی کرکے اپنی اور دکن کے دوسرے سلاطین کی پیش کش کا سرانجام کروں گا اور ہر سال اپنی استطاعت کے بموجب یہ پیش کش درگاہ والا میں بھیجتا رہوں گا۔''

راجا بکرماجت نے یہ پیغام سن کر کہا کہ اگر عنبر حبشی دکن کے مکاروں کا طریقہ ترک کرکے سچے دل سے معافی کا خواستگار ہے تو امرائے شاہی کی التماس کے وسیلے سے شاہ بلند اقبال اس کی غلطیاں معاف کرکے گزارش منظور فرمائیں گے ۔ لیکن سچائی کی علامت یہ ہے کہ سر دست قلعۂ احمدنگر کے محاصرے سے ہاتھ اٹھائے اور اس وقت ہمارے جو آدمی اہل قلعہ

کی ضروریات کے لیے خزانہ لے جا رہے ہیں ان کا مزاحم نہ ہو - جب ان باتوں کی تعمیل ہو جائے گی تو ارکانِ دربار یہ حالات لکھ کر اسی وسیلے سے تمھاری التماس پیش کریں گے -

عنبر حبشی کے وکیل یہ بات خدا سے چاہتے تھے - فوراً راجا کے احکام تسلیم کرکے عنبر کو حقیقت لکھ بھیجی - اس نے بطور تصدیق فوراً قلعہ احمد نگر سے محاصرہ اٹھا لیا - جب اس اقدام سے عنبر کا عندیہ معلوم ہوکر ارکانِ دولت کو اطمینان حاصل ہوا تو قلعے والوں کی امداد کے لیے ایک لاکھ روپے اور ایک ہزار بندوقچی روانہ کیے - جب خزانہ بخیریت پہنچ گیا تو راجا نے یہ واقعہ نیز عنبر کی التماس اپنی عرضداشت میں لکھ کر شاہجہان کی خدمت میں ارسال کی - چونکہ عفو و کرم اور چشم پوشی حضرت کے خمیر میں ہے اور جوانمردی و مروت نیز عقل و شرع کے تقاضے سے عوام بالخصوص مسلمانوں [۱۲۱] کو امان دینا لازم سمجھتے ہیں ، علاوہ ازیں گرمی کی شدت اور موسم برسات کا سر پر آ پہنچنا بھی یہی تقاضا کرتا تھا لہٰذا ان کی درخواست منظور فرمائی - اس سے قطعِ نظر شاہجہان کو سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ والدِ بزرگوار کی بیماری (ضیق النفس) بڑھ جانے کی خبریں متواتر آ رہی تھیں - اس سبب سے بھی عنبر و نظام الملک کی جاں بخشی اور صلح پر رضا مند ہوگئے -

صلح کی شرطیں یہ تھیں کہ دکن کے وہ تمام پرگنے ، جو اکبر کے وقت سے جہانگیر کے آغازِ سلطنت تک ہمارے قبضے میں تھے ، نیز وہ پرگنے جو پہلی صلح کے موقع پر سرکارِ بادشاہی کے تصرف میں آئے تھے اور ان کے بعض دیہات میں نظام الملک کا بھی عمل دخل تھا ، وہ سب کے سب شاہی عمّال کے حوالے کیے جائیں - ان مشترک محالات کا مالیانہ چودہ کروڑ دام یعنی

۳۵ لاکھ روپے سالانہ ہوتا ہے - اس حساب سے پہلی صلح کے وقت سے اب تک کہ یہ علاقے اس کے تصرف میں رہے ہیں کل مالیانہ سرکاری محاسبوں کو ادا کر دے - دوسری شرط یہ تھی کہ پچاس لاکھ روپے بطور پیشکش و تاوانِ جنگ اپنی اور نظام الملک ، عادل خاں اور قطب الملک کی طرف سے جمع کرکے بارگاہ شاہی میں بھیجے - عنبر حبشی نے یہ شرطیں سن کر بڑی احسان مندی سے انھیں قبول کیا بلکہ قطب الملک کے تاوان وغیرہ کی تحصیل بھی اپنے ذمّے لے لی - عادل خاں کے متعلق یہ التماس کی کہ اسے فرمان بھیجا جائے اور کسی سردار کو پیشکش وصول کرنے کے لیے متعین کیا جائے - امرائے شاہی نے جب عنبر کو ہر طرح مطیع پایا تو مطمئن ہو کر اپنی فوجوں سمیت کھرکی کی طرف روانہ ہوئے -

بالا گھاٹ کے علاقے میں کوئی قلعہ ایسا نہ تھا جو حکام اور فوج کا مستقر بن سکے - احمد نگر کا قلعہ سرحد پر واقع اور علاقے کے وسط سے دور تھا لہٰذا بندگانِ شاہی نے کھرکی سے اس طرف ایک مناسب مقام پر کھڑک پور کی ندی کے کنارے [۱۲۲] ایک مضبوط قلعے کی بنیاد رکھی اور بہت جلد اسے تیار کر لیا - موقع اور جگہ کی مناسبت سے ظفر نگر نام رکھا - شاہجہاں کے حسب الحکم امرائے شاہی اپنی فوجوں سمیت مندرجہ ذیل مقامات میں مقیم ہوئے : داراب خاں اور راجا بکرماجیت آٹھ ہزار سواروں سے ظفر نگر میں - عبداللہ خاں موضع ارہ میں ، جو ظفر نگر سے چھ کوس ادھر واقع ہے - خواجہ ابوالحسن کی فوج موضع پلپلی میں ، جو ارہ سے دو کوس ادھر ہے - خانِ مذکور کا بھائی سردار خاں روہنگر کے قریب موضع دیو گام میں ، خنجر خاں تین ہزار سواروں سے احمد نگر میں ، سربلند خاں تین ہزار سواروں سے جالنا پور میں ، جان سپار خاں تین ہزار

سواروں سے موضع بیر میں ، یعقوب خاں بدخشی مونگی پٹن میں ، اوداجی رام وغیرہ دکنی موضع ماہور میں - برہان پور سے دیو لگام تک جا بجا تھانے بٹھا دیے گئے جس سے مسافروں کو اہلِ دکن سے کسی مخالفت کا اندیشہ نہ رہا -

شاہزادی ثریا بانو بیگم کی ولادت

ان دنوں ، جب کہ اللہ کی عنایت سے دولت و اقبال بڑھ رہے تھے ، شاہجہاں کے شبستانِ جاہ و جلال میں نواب ممتاز محل کے بطن سے ایک شاہزادی پیدا ہوئی جس کے پرتو سے حرم سرا رشکِ فردوس بن گئی - یہ ولادت ۲۱ خورداد سنہ ۱۶ جلوس جہانگیری ۲۰ رجب ۱۰۳۰ھ (۱۰ جون ۱۶۲۱ء) کی شب میں پچیس گھڑی سولہ پل رات گزرے واقع ہوئی - یہ شہزادی ، جس سے شبستان خلافت منور ہؤا ، ثریا بیگم کے نام سے موسوم ہوئی -

المختصر اقبال شاہی کی برکت سے دکن کے تمام محالات بلکہ کچھ زیادہ علاقہ بندگانِ شاہی کے قبضے میں آ گیا - اطمینان کے ساتھ جا بجا تھانے قائم کیے گئے - [۱۲۳] یہ محالات جن منصب داروں کی جاگیر میں تھے انھوں نے بدستور سابق اپنا تصرف کیا - عنبر حبشی کی التماس کے بموجب طے پایا کہ سلاطین دکن نے جو پچاس لاکھ روپے کی پیشکش بھیجنا منظور کیا ہے وہ نقد و جنس کی صورت میں بہ تفصیل ذیل وصول کی جائے : عادل خاں بیس لاکھ روپے ، نظام الملک بارہ لاکھ روپے ، قطب الملک اٹھارہ لاکھ روپے - ان رقوم کی تحصیل کے لیے عادل خاں کے دربار میں حکیم عبداللہ گیلانی کو ، عنبر اور نظام الملک

کے پاس راجا کے بھائی کہر داس[1] کو اور قطب الملک کے پاس قاضی عبدالعزیز کو متعین کیا گیا - راجا بھیم کو ایک بھاری فوج دے کر گونڈوانہ بھیجا گیا کہ وہاں کے زمیندار سے پیشکش وصول کرکے درگاہِ شاہی میں روانہ کرے -

عادل خاں کو اپنے دربار میں عنبر حبشی کا بڑھا ہوا اقتدار پسند نہ تھا لہذا وہ پیشکش بھیجنے اور علاقہ ہائے مذکورہ کو سپرد کرنے میں ٹال مٹول کر رہا تھا - افضل خاں کی اس سے سابقہ جان پہچان تھی لہذا حکم ہوا کہ بیجا پور جا کر پند و نصیحت سے اس کو خواب غفلت سے بیدار کرے - جب علامی افضل خاں اس طویل فاصلے کو نہایت عجلت سے طے کرکے عادل خاں سے ملا اور کمال حکمت سے اسے سمجھایا کہ ان معاملات کو قبول کرنے سے فلاح دارین حاصل ہوگی تو اس نے بے تامل بخوشی انھیں تسلیم کیا - تھوڑی ہی مدت میں بیس لاکھ روپے کی مقررہ پیشکش نقد و جنس ، مرصع آلات ، جواہرات ، نادرات اور ساٹھ کوہ پیکر ہاتھیوں کی صورت میں افضل خاں اور حکیم عبداللہ گیلانی کے ہاتھ درگاہِ والا میں بھیج دی - افضل خاں کو بھی دو لاکھ روپے دیے - قاضی عبدالعزیز بھی قطب الملک سے اٹھارہ لاکھ روپے کی پیشکش سو ہاتھیوں ، نقد و جنس اور نو لاکھ روپے نقد کی صورت میں وصول کرکے واپس آ گیا - اسی طرح کنہر داس بھی نظام الملک اور عنبر سے بارہ لاکھ روپے کی پیشکش لے آیا جو چالیس ہاتھیوں ، عربی گھوڑوں اور [۱۲۳] جواہرات پر مشتمل تھی -

شاہجہاں نے حکیم علم الدین کے ہاتھ ، جو آپ کا خاص

۱- بادشاہ نامہ جلد دوم ص ۲۱۰ پر کھتر داس نام درج ہے -

تربیت کردہ امیر ہے اور آج کل وزیر خاں کے خطاب اور پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب سے سرفراز ہے ، ان فتوحات کے حالات پر مشتمل ایک فتحنامہ جہانگیر کی خدمت میں ارسال کیا جسے سلاطین ماضی و حال کی فتوحات کا دیباچہ اور مستقبل کے بادشاہوں کا کارنامہ کہنا مناسب ہے ۔ جب حضرت کو اس فتحِ عظیم کی خبر پہنچی تو بے حد مسرور ہو کر تہنیت و مسرت کی رسوم ادا کیں ۔ شاہجہاں کے فتحنامے کے جواب میں عنایت نامہ بھیجا ، جو تحسین و آفریں سے مملو تھا ۔

انھی دنوں اللہ ویردی خاں ، جو حسب الحکم برہان پور سے ہاتھیوں کے شکار کے لیے سلطان پور کے علاقے میں گیا تھا ، پچاسی ہاتھی لے کر واپس آیا جو ایک سو پانچ شکار شدہ ہاتھیوں میں سے زندہ بچے تھے ۔ ایک غم انگیز سانحہ یہ ہوا کہ اوائلِ ربیع الثانی ۱۰۳۱ھ (وسط فروری ۱۶۲۲ء) منگل کو شاہزادہ امید بخش کا انتقال ہوگیا جس سے شاہجہاں کو بہت ملال ہوا ۔ برہان پور کے پاس باغ فیروزہ میں آس والا گھر کو دفن کیا ۔

چونکہ ذیجاہ سلاطین کے نزدیک یہ چیز بالکل جائز ہے کہ بھائیوں اور عزیزوں کو قتل کر دیں کیونکہ انھیں نابود کرنے ہی میں دنیا کی بہبود ہے ، علاوہ ازیں ارکانِ سلطنت بھی مصلحت وقت کے لحاظ سے حکومت کے مدعیوں کو تباہ کرنے میں دنیا کی فلاح و بہتری سمجھتے ہیں لہٰذا شاہجہاں نے ان کے مشورے کے مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۰۳۱ھ (۴ مارچ ۱۶۲۲ء) منگل کی رات کو سلطان خسرو کو (جسے جہانگیر نے شراب کی مدہوشی میں شاہجہاں کے حوالے کر دیا تھا) گلا گھونٹ کر قید خانے کی تنگی سے آزاد کر دیا ۔ لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے اگلے روز اس مرحوم کی نعش کو بڑی تعظیم و توقیر کے ساتھ ارکان سلطنت

کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے شہر برہان پور سے لے کر نکلے اور بدھ کی رات کو عالم گنج میں دفن کیا ۔ اس دردناک واقعے سے ساری دنیا کا دل پگھلا اور شہر کے مرد عورت اس مظلوم کی بیکسی پر زار زار روئے ۔ اس جانکاہ حادثے کی خبر سن کر دور و نزدیک کے باشندے مدتوں بیقرار رہے - [۱۲۵] جب تک اس کی نعش برہان پور میں دفن رہی لوگ جمعے کی شب کو اس مغفور کی قبر کی زیارت کے لیے آتے رہے - پھر جب نعش یہاں سے نکال کر الہ آباد لے گئے تو راستے میں ہر شہر میں لوگوں نے اس کا مزار تیار کیا جس پر جمعرات کو آس پاس کے آدمی آ آ کر رات بسر کیا کرتے تھے -

سلطان خسرو کے قتل کا مقصد یہ تھا کہ آخر عمر میں حضرت جہانگیر کچھ تو پرانے امراض کی شدت کے سبب اور کچھ منشیات کے استعمال کی وجہ سے بالکل مدہوش و بے پروا رہتے اور امور سلطنت پر توجہ نہ کرتے تھے ۔ تمام ملکی و مالی امور کا دار و مدار نورجہاں بیگم پر تھا ۔ جو چاہتی تھیں ، کرتی تھیں ۔ بیگم اور ان کے متوسلوں نے عاقبت بینی ترک کرکے رشوت کا راستہ ایسا کھولا کہ نالایق آدمی محض دولت خرچ کرکے رفتہ رفتہ سرکاری عہدوں اور صوبہ داری تک پر سرفراز ہو گئے ۔ اس وجہ سے امور سلطنت میں اتنی خرابیاں پیدا ہو گئیں کہ نظام حکومت بگڑ گیا ۔ شاہجہاں کو یہ بات ناپسند تھی اور بیگم کا اتنا اقتدار ، جس سے دارالحکومت اور سلطنت کا انتظام درہم برہم ہو جائے ، ناگوار تھا ۔ علاوہ ازیں حاسد بھائی برابری کا دعویٰ کرتے اور اپنے آپ کو خدا کے مخصوص بندوں (شاہجہاں) کے ہم پایہ سمجھتے تھے ۔ بالخصوص سہریار ، جس کی پشت پناہی کرکے بیگم یہ چاہتی تھی کہ جس طرح ممکن ہو اسے ولیعہد مقرر کروا دے ۔ اس وقت ، جب کہ جہانگیر پر مرض دمہ کی

انتہائی شدت تھی اور بچنے کی امید نہ رہی تھی ، شاہجہان نے یہ قصد کیا کہ دولت و ملت کی فلاح کی خاطر رعایا اور فوج کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیں کیونکہ سردار کے بغیر رعایا اور فوج کا حال وہی ہے جیسے سر کے بغیر جسم کا یا گلہ بان کے بغیر گلے کا یا پاسبان کے بغیر خزانے کا - سوچا کہ اقتدار ہاتھ سے نہ نکلے اور شاہزادوں کے فتنہ و فساد برپا کرنے سے پہلے اپنے ہواخواہوں کو جمع کرکے اس فساد کی روک تھام کر لیں جو دارالسلطنت سے دور ہونے کے باعث ممکن ہے - یعنی بعض مخالفوں کو قید اور بعض کو قتل کر دیں - [۱۲۶] معلوم تھا کہ ابھی شاہزادہ پرویز اور شہریار کا معاملہ زیادہ پائیدار نہیں ہوا - سرِ دست سلطان خسرو کا کانٹا درمیان سے نکال کر آگرہ کے سفر اور معرکہ آرائی کی تیاری ضروری سمجھی - لہٰذا محفل مشورہ منعقد کرکے لشکر جمع کرنے پر توجہ کی اور سب سے پہلے سلطان خسرو کو صاف کیا - بعد ازاں برہان پور میں قصر شاہی کی آرائش کرکے جشن نوروز اور محفل فتح و ظفر منعقد کی - محمل میں چاندی سونے کی وہ بکھیر ہوئی کہ زمین کی چمک دمک آسمان سے بڑھ گئی -

فصل بہار اور نوروز کی آمد ، ہواخواہوں کا شاہجہاں کو فتح کی مبارکباد دینا اور دیگر سوانح

۸ جمادی الاول ۱۰۳۱ھ (۲۱ مارچ ۱۶۲۲ء) پیر کی رات (اتوار ، پیر کی درمیانی شب) کو پانچ گھڑی گزرنے پر آفتاب نے

برج حوت سے برج حمل میں داخل ہو کر اور شاہجہاں کی تازہ فتوحات کی خوشخبری سے شادماں ہو کر قوت نامیہ کو حکم دیا کہ سارے جہان کو سرسبز و شاداب کر دے۔ شاہجہاں کے حسب الحکم بارگاہ شاہی کے کاربردازوں نے برہان پور کے دولت خانے کے در و دیوار کو آراستہ کرکے جشن نوروزی اور محفل فتح و فیروزی کا انعقاد کیا۔ انھی دنوں جب کہ شاہجہاں کے قیام کے باعث برہان پور نشاط و سرور کا مرکز بنا ہؤا تھا، حضرت نے آگرہ جانے اور مدعیان حکومت سے جنگ کے لیے سامان تیار کرنے کا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں آصف خاں جعفر کا بیٹا زین العابدین حضرت جہانگیر کا یہ فرمان لے کر آیا کہ شاہ عباس والی ایران نے قندھار کا قلعہ فتح کرنے کے لیے لشکر کشی [۱۲۷] کی تھی۔ عرصہ دراز تک محاصرہ جاری رکھا اور مدت تک فریقین میں خونریز جنگ ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اہل قلعہ بالکل لاچار ہو گئے۔ عبدالعزیز نقشبندی یہاں کا قلعہ دار اور آس پاس کے علاقے کا حاکم تھا۔ اس نے یہ خیال کیا کہ حکومت مغلیہ اور دولت صفویہ میں باہم دوستی و اتحاد ہے۔ اسی خیال سے بندوقچیوں، بارود، سامان قلعہ داری اور غلے چارے کا انتظام نہ کیا۔ انجام یہ ہؤا کہ غلے کی نایابی اور زیادہ فاصلے کے سبب کمک آنے سے ناامید ہو کر قلعے کو شاہ ایران کے حوالے کر دیا۔ اب جب کہ تمھاری کوششوں کی بدولت دکن کے مکاروں کی طرف سے اطمینان حاصل ہو چکا ہے، قندھار کی مہم میں بھی ہماری بادشاہت کا پاس ناموس تمھاری ذات سے وابستہ ہے۔ مصلحت یہی ہے کہ برہان پور سے کوچ کرکے مانڈو یا اجمیر میں گرمی اور برسات کے موسم گزاور۔ طلوع سہیل کے

بعد[1]، جو سفر کا موسم ہے ، اپنی اور کمک کی تمام فوجیں ہمرکاب لے کر قندھار کا رخ کرو ۔

جب حضرت جہانگیر کے فرمان سے شاہجہان کو یہ حالات معلوم ہوئے تو شرفِ آفتاب کے روز (۲۱ مارچ) برہان پور سے قلعۂ مانڈو کی طرف روانہ ہوئے ۔ ۲۶ فروردیں کو راستے میں افضل خاں ، حکیم عبداللہ ، قاضی عبدالعزیز اور کنہرداس دکن کے مکاروں کی پیشکش اور وکیلوں سمیت حاضر خدمت ہوئے ۔ راجا بکرماجیت بھی ، جو عادل خاں کی فوج کی گوشمالی اور بالا گھاٹ میں تھانے بٹھانے کے لیے بھیجا گیا تھا ، کامیاب واپس آ پہنچا ۔ راجا بھیم گونڈوانہ کے زمیندار کی پیشکش یعنی چار لاکھ روپے اور سو ہاتھی نیز جاتیہ کے زمیندار کا نذرانہ ایک لاکھ چالیس ہزار روپے اور پچاس ہاتھی لے کر حاضر ہؤا ۔

مانڈو پہنچ کو شاہجہاں نے زین العابدین کو فرمان شاہی کا جواب دے کر واپس کیا ۔ جواب کا مضمون یہ تھا کہ [۱۲۸] اس غلام نے ہمیشہ آپ کے فرمان کی تعمیل اور آپ کی خوشنودی حاصل کرنے میں حتی الوسع کوشش کی ہے - کبھی نافرمانی نہیں کی ۔ جس خدمت کا حضور نے اشارہ فرمایا فدوی نے نہایت جانفشانی سے اس کا سرانجام کیا ۔ اب بھی نوروز کے دن جوں ہی حضور کا فرمان پہنچا ، میں مانڈو کو روانہ ہو گیا اور ۲ اردی بہشت سنہ ۱۷ جلوس کو داخل قلعہ ہؤا ۔ چونکہ دکن کی مہم سے فراغت حاصل ہے اور موسم برسات میں مالوے کے علاقے سے گزرنا سخت دشوار ہے لہذا حسب الحکم مانڈو میں

۱۔ کاتک (اکتوبر) کے مہینے میں جب بعد برسات راستے صاف ہو جاتے ہیں ۔

قیام کیا ہے - جوں ہی برسات ختم ہوگی ، قندھار کا رخ کروں
گا - لیکن قندھار کی مہم ہندوستان کی معرکہ آرائیوں سے بالکل
مختلف ہے - ملتان سے قندھار تک تین سو کوس فاصلہ ہے اور
غلّے کی نایابی کا یہ عالم ہے کہ قافلے والوں کو میسر نہیں آتا -
لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اتنے بڑے لشکر کے لیے ، جو شاہ عباس
جیسے جنگ آزمودہ سپاہی مزاج بادشاہ سے جنگ کے لیے جا
(جس بادشاہ نے ترکی اور ماوراءالنّہر کے بادشاہوں کو مکرا
شکست دی ہے) غلے چارے کا مکمل انتظام لازم ہے - اس
مقصد کے لیے مناسب ہے کہ ملتان ، پنجاب اور کابل کے
صوبے ، جو قندھار کی طرف واقع ہیں ، فدوی کی جاگیر میں عط
کیے جائیں تاکہ اس مہم کے لیے غلّے اور دوسرے سامان
سرانجام آسانی سے ہو سکے - [۱۲۹] علاوہ ازیں اتنا خزانہ بھ
عنایت ہو کہ لشکر کے سامان اور تنخواہ کو کافی ہو - چونک
مہم کی کامیابی کے لیے یہ لازم ہے کہ لشکر کو اپنے سردار
انعام کی پوری امید اور سزا کا انتہائی خوف رہے لہٰذا ماتحتو
کے منصب اور تنخواہ کی کمی بیشی اور جاگیروں کے رد و بد
کا اختیار تمام و کمال فدوی کے حوالے کیا جائے تو مناسب ہو گا

جب شاہجہاں کی یہ عرضداشت جہانگیر تک پہنچی ا
نورجہاں مضمون سے آگاہ ہوئی تو شاہجہاں کی التماس کو کہ
ناموزوں وقت میں پیش کرکے ان کی معروضات کو بڑی کوش
کے ساتھ ایسا بگاڑ کر ذہن نشین کیا کہ حضرت جہانگیر
طیش آ گیا - قندھار کی مہم شہریار کے سپرد کرکے دوآبے
زمین اور دوسری جاگیریں شاہجہاں سے ہٹا کر اس کے نام
دیں - دکن کے لشکر کو واپس لانے کے لیے افسر مقرر کر
اور حکم فرمایا کہ مالوے ، احمد آباد اور دکن کے صوبے تمھا
(شاہجہاں کی) جاگیر میں دیے جاتے ہیں - ان میں سے ج

چاہو ، قیام کرو ۔ دربار میں نہ آؤ ۔ دکن کی مہم کے لیے جو فوجیں دی گئی تھیں انھیں فوراً واپس کرو اور ہوش کے ساتھ رہو ۔ حکم عدولی نہ ہونے پائے۔

شاھجہاں کا حاضر دربار ھونے کے لیے برھان پور سے روانہ ھونا ، جہانگیر کا غیظ و غضب جو لڑائی پر منتج ھوٴا

نورجہاں بیگم دورازکار خیالات میں محو ہو کر اپنی آرزوئیں پوری کرنا یعنی قضا و قدر کے نوشتےکو مٹانا چاہتی تھی۔ یہ نہ سمجھی کہ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو بات ہونے والی ہے وہ کاتب تقدیر پہلے ہی لکھ چکا ہے کیونکہ خدا جو چاہے حکم دے ۔ بیگم نے مذکورہ بالا ہنگامے کو غنیمت سمجھ کر چاہا کہ جہانگیر کے چوتھے شاہزادے شہریار کو ولیعہد نامزد کرا دے ۔ یعنی شاہجہاں کے ہوتے ہوئے ، جس پر سلطنت کی قبا نہایت موزوں ہے ، شہریار جیسے ناقابل کو تخت نشیں کرا دے ۔ اصلیت یہ تھی کہ بیگم کو اندازہ ہو چکا تھا کہ دمے کی پرانی بیماری کے سبب جہانگیر عنقریب تخت و تاج کو چھوڑ دے گا اور تاج سلطنت شاہجہاں کے سر پر جگمگائے گا ۔ اس وقت میرا موجودہ اقتدار ختم ہو جائے گا ۔ لیکن اگر شہریار کو حکومت مل جائے تو میرے اقتدار و اعتبار میں مزید اضافہ ہوگا کیونکہ بیگم کی بیٹی ، جو شیر افگن ترکمان کے صلب سے تھی ، شہریار کی بیوی تھی ۔ تمام حقیقتوں سے آنکھ بند کرکے یہ

چاہتی تھی کہ شاہجہاں کو سلطنت نہ ملے اور شہریار کی طاقت بڑھتی جائے - [۱۳۰]

غرض بیگم نے جہانگیر کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ شاہجہاں بغاوت پر آمادہ ہے - قندھار کی مہم شہریار کے نام کرا دی - بیگم کے باپ اعتماد الدولہ مرحوم نے بہت دولت چھوڑی تھی ، اس سے قندھار کی مہم اور لشکر کی تیاری کا سرانجام کیا - مرزا رستم صفوی کو ، جو باپ اور بھائی کے بعد مدتوں قندھار اور نواحی علاقے کا حاکم رہ چکا تھا اور اس سرزمین کے حالات سے پورا واقف تھا ، شہریار کا اتالیق مقرر کیا - بے تعلق بن بن کر ایسی دلنشین تقریریں کیں کہ ہندوستان کی جو جاگیریں شاہجہاں کو ملی تھیں انھیں شہریار کے نام کرا دیا - شاہجہاں کے بہی خواہوں پر عرض معروض کے تمام راستے بند کر دیے - یہاں تک کہ جہانگیر نے میر عبدالسلام کو ، جو شاہجہاں کا وکیل تھا اور آج کل اسلام خاں کے خطاب اور پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب پر سرفراز ہے ، دربار میں آنے سے روک کر شاہجہاں کے پاس واپس بھیج دیا -

جب الفت و محبت کے بجائے وحشت و نفرت کی یہ فضا پیدا ہو گئی اور جہانگیر نے صوبہ داروں اور ان امرا کو واپس لانے کے لیے ، جو شاہجہاں کے ہمرکاب تھے ، سردار بھیج دیے تو ان وحشت انگیز واقعات سے شاہجہاں کا مزاج بے حد مکدر ہوا - افضل خاں کو حکم دیا کہ دھاوا مارتا ہوا دربار شاہی میں پہنچے اور صورت حال کو مناسب وقت میں نہایت خوبی کے ساتھ جہانگیر کے سامنے بیان کرے کہ یہ فرزند جاں نثار ہمیشہ آپ کی خوشنودی کا طالب رہا ہے - کبھی بھول کر بھی کوئی ایسی گستاخی یا فروگزاشت نہیں کی جو آپ کی بے لطفی و ناخوشی کا

موجب ہو ۔ خیال نہیں کہ کبھی کوئی ایسی لغزش کی ہو جس سے آپ نامہربان بلکہ ناراض ہو جائیں ۔ بالخصوص اس مرتبہ جب کہ یہ فتح نمایاں حاصل کی ہے اور دیگر خدمات کا ارادہ رکھتا ہوں ، حیرانی ہے کہ کسی تقصیر کے بغیر حضور مجھ سے اتنے ناراض کیوں ہیں کہ میری جاگیر مجھ سے ضبط کرکے اُس نالایق (شہریار) کو دے دی ہے ۔

افضل خاں نے حاضرِ دربار ہو کر یہ تمام مطالب عرض کیے لیکن کچھ فائدہ نہ ہؤا ۔ ناچار اجازت لے کر واپس آیا ۔ [۱۳۱] جب شاہجہاں کو حقیقت حال خوب معلوم ہوگئی تو سمجھ گئے کہ نامہ و پیغام کا وقت باقی نہیں رہا ۔ فیصلہ کیا کہ بہ نفسِ نفیس والدِ ماجد کی خدمت میں چل کر حقیقت اُن کے ذہن نشین کریں ۔ لہٰذا اس ارادے سے فوج کو ہمرکاب لیے دربار شاہی کی طرف کوچ فرمایا ۔ جہانگیر یہ خبر سن کر بے حد برہم ہوئے اور مقابلے کے لیے لشکر تیار کیا ۔ لاہور سے تیزی کے ساتھ دارالحکومت دہلی کی طرف چلے ۔ فوج کی سپہ سالاری اور مدارالمہامی کی خدمت مہابت خاں کے سپرد کی ۔ عبداللہ خاں کو لشکر کا ہراول مقرر کیا ۔ جنگ آزمودہ تجربہ کار سپاہی اُسے دے کر راستوں کی حفاظت اور خبر رسانی کی خدمت بھی اُس کے حوالے کی ۔ یہ خیال نہ آیا کہ عبداللہ خاں تو شاہجہاں سے ملا ہؤا ہے ۔ اُس نے جھوٹی سچی خبریں بھیجنی شروع کیں ۔ سچے وفادار اشخاص پر شاہزادے کو خبریں پہنچانے اور منافقت کی تہمت لگا لگا کر برباد کرنا چاہا ۔ تاہم حضرت جہانگیر اُس کی باتوں میں نہ آئے ۔ کسی کو نقصان نہ پہنچایا ۔ بعض بہی خواہوں نے خلوت میں کنایتہً اور صریحاً عبداللہ خاں کی دو رنگی بیان کی لیکن اُس پر توقع سے زیادہ مہربانی کرکے ہر طرح دلجوئی فرماتے رہے ۔

شاہجہاں اپنی فوج کی کثرت کے سبب جمنا کے کنارے کنارے کوچ کرتا چلا۔ جہانگیر بھی اپنے لشکر کو دریا کے راستے بڑھاتا لایا اور ہراول ، میمنہ ، میسرہ ، قلب اور عقب ترتیب کے ساتھ قائم کیے۔ ادھر سے شاہجہاں ستائیس ہزار کا لشکر لیے بڑھا لیکن باپ سے مقابلے کی شرم دامن گیر تھی۔ خانخاناں کو ہمرکاب لیے سیدھے راستے سے کترا کر خود بائیں طرف کو ہٹ گئے۔ البتہ راجا بکرماجیت ، داراب خاں خلف خانخاناں اور دوسرے بادشاہی سرداروں کو جو احمد آباد اور دکن کی مہم کے لیے ماتحتی میں تعینات تھے نیز اپنے ذاتی نمک خواروں مثلاً راجا بھیم ، رستم خاں ، بیرام بیگ کو پانچ فوجوں کی صورت میں بادشاہی لشکر کے مقابلے پر جاپایا۔ سپہ سالاری بظاہر داراب خاں کے نام پر تھی۔

جمادی الثانی ۱۰۳۲ھ (اپریل ۱۶۲۳ء) بدھ کے دن بلوچ پور اور قبول پور کے درمیان جہانگیر اور شاہجہاں کی [۱۳۲] فوجیں بڑی ترتیب کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل آمادۂ جنگ ہوئیں۔ دونوں طرف کے توپخانوں نے بار بار آگ اگل کر معرکۂ جنگ کا آغاز کیا۔ طرفین کے دلاوروں نے نقارے بجا بجا کر تلواریں کھینچ لیں۔ جہانگیر نے عبداللہ خاں کی مزید دلجوئی کے لیے ترکش خاصہ عطا کیا اور پیغام بھیجا کہ اس موقع پر جانفشانی لازم ہے۔ لیکن اس حق ناشناس نے حضرت کی عنایات کا مطلق لحاظ نہ کیا۔ اپنے بادشاہ کے حقوق کو بالکل فراموش کرکے شجاعت و جانبازی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اپنی فوج سمیت شاہجہاں سے جا ملا۔ اس واقعے سے شاہجہانی سپاہ کا دل بڑھ گیا اور جہانگیری لشکر میدان سے بھاگنے کی فکر کرنے لگا۔ قدرت کی نیرنگی کہو یا جہانگیری اقبال کہ عین اس وقت راجا بکرماجیت بندوق کی گولی کھا کر گرا۔ داراب خاں

نے فوج کی کثرت اور سامانِ جنگ کے باوجود خانخاناں کے اشارے کے مطابق جہانگیری لشکر سے جنگ نہ کی بلکہ دانستہ میدان سے ہٹ گیا ۔ اگرچہ غلبہ ظاہر ہو چکا تھا لیکن دوسرے سردار بھی اپنی حفاظت کے خیال سے جی جھوڑ بیٹھے ۔ معرکہ آرائی کو ترک کرکے ایسے بھاگے کہ شاہجہانی کیمپ میں آ کر دم لیا ۔ شاہجہاں نے مصلحت وقت کے بموجب اپنی حفاظت ضروری سمجھی ۔ خانخاناں اور دوسرے سرداروں کو ساتھ لے کر برہان پور کا رخ کیا ۔ بادشاہی لشکر سلطان پرویز کی سرداری اور مہابت خاں کی اتالیقی میں تعاقب کرتا ہؤا ، پیچھے آیا ۔

۵ شہریور سنہ ۱۷ جلوس (۲۵ اگست ۱۶۲۳ء) کو شاہجہاں مانڈو پہنچا ور اسی روز ممتازالزمانی بیگم کے بطن سے ایک شاہزادہ پیدا ہؤا لیکن نام رکھے جانے سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو گیا ۔ اگلے روز یہاں سے بیس ہزار سوار ، تین سو جنگی ہاتھی اور بھاری توپخانہ لے کر برہان پور روانہ ہوئے تاکہ سلطان پرویز اور مہابت خاں سے جنگ کریں ، جو تعاقب کرتے چلے آ رہے تھے ۔ داراب خاں ، راجا بھیم اور بیرام بیگ وغیرہ کارگزار اشخاص کو آگے روانہ کیا اور پیچھے خود خانخاناں کو ہمرکاب لیے میدان کارزار کی طرف بڑھے ۔ مہابت خاں نے بڑی عیاری سے لوگوں کو بہلا پھسلا کر گانٹھنا شروع کیا ۔ نامہ و پیغام کے پردے میں شاہجہانی امراء کی چاپلوسی کرتا رہا ۔ [۱۳۳] ان لوگوں نے بھی بڑی سخت قسمیں کھا کر عہد و پیمان کیے اور موقع کے منتظر رہے ۔

جس روز معرکہ ہؤا تو عین اسی وقت جب کہ طرفین کے دلاور ننگ و ناموس کی خاطر میدانِ جنگ میں جانبازی کر رہے تھے ، سب سے پہلے برق انداز خاں نے نمک حرامی کی ۔ اس کا نام

بہاء الدین تھا اور پہلے یہ زین خاں کا نوکر تھا ۔ بعد ازا
سرکار بادشاہی کے برق اندازوں (بندوقچیوں) میں داخل ہؤا او
شاہجہاں کی عنایت سے امارت کا درجہ حاصل کیا ۔ غرض
بے وفا اپنے بندوقچیوں سمیت سلطان پرویز کے لشکر میں جا ملا
اس کے بعد رستم خاں ، جو عمدہ سردار اور حضرت کا تربیت کر
تھا نیز محمد مراد بدخشی وغیرہ حرامخوار بے دھڑک بھاگ
بادشاہی لشکر میں جا شامل ہوئے ۔ یہ خبر سن کر شاہجہا
ہر شخص سے بدظن ہو گیا اور سب کو اپنے رو برو طلب کر
دریائے نربدا سے پار اتر گیا ۔ اس وقت بھی بہت سے بے و
کٹ کو بادشاہی لشکر میں جا ملے ۔ شاہجہاں نے تمام کشتید
اپنی طرف جمع کرکے گھاٹوں کا حتی المقدور بندوبست کیا
بیرام بیگ بخشی کو معتبر اشخاص اور دکنیوں کی ایک فو
نیز توپخانے کی گاڑیوں سمیت وہاں متعین کیا کہ کسی کو در
پار نہ کرنے دیں ۔ اس وقت محمد تقی خانخاناں کے قاصد کو اس
دستخطی نامے سمیت ، جو مہابت خاں کے نام تھا ، شاہجہاں
حضور لایا ۔ نامے کے آغاز میں یہ شعر لکھا تھا (ترجمہ) :

مجھ پر سو نگاہباں متعین ہیں
ورنہ اڑ کر یہاں سے نکل جاتا

شاہجہاں نے خانخاناں اور اس کے بیٹوں کو گھر سے بلوا
یہ تحریر دکھائی ۔ اس نے بہت سا انکار اور عذر کیا اور خط سے
تعلقی ظاہر کی لیکن تسلی بخش جواب دینے سے قاصر رہا ۔ مجبوراً ا
داراب خاں اور دوسرے بیٹوں سمیت دولتخانے کے پاس نظر
فرمایا ۔ خط میں جو فال اپنے متعلق لکھی تھی اسے اپنی آنکھ
سے پیش آتے دیکھ لیا ۔ اسی طرح ایک ملازم نے مہابت خاں
خط پیش کیا ، جو زاہد خاں کے نام تھا اور جس میں مہابت خ

نے آسے ادھر چلے آنے کی بیحد ترغیب دی تھی۔ بطورِ سزا اس کا گھر لٹوا دیا اور اسے تین بیٹوں سمیت قید کر دیا۔

پھر قلعہ آسیر کے نزدیک پہنچے جو مضبوطی، بلندی، توپ و تفنگ سے آراستہ ہونے اور چشموں کی کثرت کے سبب بے نظیر قلعہ ہے۔ [۱۳۴] آنے جانے کا راستہ اتنا تنگ و تاریک ہے کہ چاہے تو ایک پیر زال رستم کو روک لے۔ یہاں شریف نام ملازم کے ہاتھ میر حسام الدین ولد میر جمال الدین حسین انجو قلعہ دار کے نام بیم و امید سے لبریز فرمان بھیجا اور شریف کو تاکید کی کہ میر حسام الدین جوں ہی فرمان کے استقبال کے لیے قلعے سے آئے اسے دوبارہ واپس نہ جانے دے۔ حسام الدین مخلص اور سید آدمی تھا۔ بے تامل قلعے کو شریف کے حوالے کرکے اہل و عیال سمیت نکل آیا اور شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چار ہزاری ذات و سوار، علم، نقارہ اور مرتضیٰ خاں کے خطاب سے سرفرازی پائی۔ اگلے روز شاہجہاں خانخاناں اور اس کے تمام بیٹوں داراب خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر قلعے میں آئے۔ زاید سامان اور مستورات کو وہاں چھوڑ کر اطمینان سے سامانِ قلعہ داری اور غلہ جمع کرنے میں مشغول ہوئے۔ گوپال گوڑ کو قلعہ دار مقرر کیا۔ قلعے میں جانے کا مقصد محض یہ تھا کہ خانخاناں کو داراب خاں وغیرہ بیٹوں کے ساتھ وہاں قید کر دیں۔ پھر رائے بدل دی اور انھیں اپنے ہمراہ برہان پور لے آئے۔

یہاں راؤ رتن ہاڈہ کو، جو قبیلے دار آدمی اور سچا سپاہی ہے، درمیان میں ڈال کر مہابت خاں سے صلح کی بات چیت کی۔ مہابت خاں نے جواب بھیجا کہ خانخاناں کے آئے بغیر صلح کا سوال ہی نہیں۔ جب تک وہ نہ آئے دوسرے اشخاص کی زبانی صلح کی گفتگو معتبر نہیں۔ شاہجہاں نے خانخاناں کو دربار میں

طلب کرکے بیحد دلجوئی فرمائی اور مبالغے کے ساتھ سمجھایا کہ اس وقت عنایتِ پروردگار اور توفیقِ ایزدی کے سوا میرا اور کوئی رفیق نہیں - مجھے تم سے امداد و اعانت کی بے حد توقع ہے - اگر جوانمردی و اصالت کے تقاضے سے میرے وقار کے ضامن ہو اور معاملات کو درست کر لو تو عمر بھر تمہارے خلوص اور وفاداری کا ممنون رہوں گا - اس کے بعد قول و قرار کو قرآن مجید کی قسم سے پختہ کرکے صلح کے لیے دریائے نربدا کی طرف روانہ کیا اور تاکید کی کہ دریا پر نہ ٹھہرے - پار جا کر نامہ و پیغام کے ذریعے صلح و آشتی کے ڈول ڈالے -

اتفاقاً خانخاناں کے پہنچنے سے پہلے جہانگیری لشکر کے کچھ آدمی شاہجہاں کے ملازموں کو غافل پا کر ایک رات کسی غیر معروف گھاٹ سے نربدا کو پار کر آئے - [۱۳۵] باقی آدمی بھی ان کے پیچھے دریا عبور کرکے آ پہنچے - یہ دیکھ کر بیرم بیگ ، جو گھاٹوں کا نگہبان تھا ، گھبرا کر برہان پور کی طرف چلا - اس حالت میں خانخاناں اقبالِ جہانگیری کی نیرنگی سے حیران و ششدر ہو کر رہ گیا - ایک طرف عہد و پیمان کا پاس تھا ، دوسری طرف سلطان پرویز کے خطوط پے در پے چلے آ رہے تھے جو امید و بیم اور ترغیب سے لبریز تھے - چرب زبان پیغامبروں نے اور مائل کیا - غرض خانخاناں آ کھڑ گئے - مہابت خاں کی وساطت سے سلطان پرویز کی خدمت میں حاضر ہوگئے -

جب شاہجہاں کو معلوم ہوا کہ جہانگیری لشکر دریائے نربدا سے اتر آیا ہے اور بیرم بیگ بھی اپنی فوج سمیت گھاٹوں سے ہٹ گیا ہے نیز خانخاناں معاملہ فہمی اور حقیقت شناسی سے ہاتھ اٹھا کر سلطان پرویز کی خدمت میں جا پہنچا ہے تو سبھوں کی وفاداری سے مایوس ہو گئے - لڑائی سے قطع نظر کرکے فیصلہ

کیا کہ ممالک محروسہ سے گزر کر سلاطین دکن کے علاقوں میں چلیے اور کچھ مدت وہاں گزاریے ۔ غرض مجبوراً حالات کی اصلاح کے لیے راستے سے ہٹ گئے اور اپنے فیصلے کے مطابق دکن کے ارادے سے ۲ مہر سنہ ۱۸ جہانگیری ۲۵ ذی قعدہ ۱۰۳۲ھ (۲۰ ستمبر ۱۶۲۳ء) دریائے تاپتی کو عبور کرکے دکن روانہ ہوئے ۔ اس آشوب و تلاطم میں بہت سے ہمراہی ، جن میں سے بعض بادشاہی تعیناتی اور بعض شاہجہاں کے اپنے ملازم تھے ، رفاقت ترک کرکے پیچھے رہ گئے ۔ جادون رائے اور اوداجی رام کا وطن دکن تھا ۔ وہ چند منزل تک ساتھ رہے پھر ایک منزل کے فرق سے پیچھے آنے رہے ۔ اس گڑبڑ میں لوگوں کے جو گھوڑے اور سامان وغیرہ چھوٹ جانے تھے ، یہ انھیں سنبھال لیتے تھے ۔ شاہجہاں کو یقین تھا کہ یہ دکنی ساتھ نہ دیں گے بلکہ مصیبت کے وقت دوسروں کو بھی بد راہ کرکے کوئی گل کھلائیں گے ، لہٰذا انھیں رخصت کیا ۔ ہاتھیوں اور بھاری ساز و سامان کو قلعۂ ماہور میں اوداجی رام کے حوالے کرکے آگے بڑھے ۔ سلطان پرویز اور مہابت خاں چالیس کوس تک تعاقب کرکے برہان پور واپس چلے گئے ۔

شاہجہاں ماہور سے چل کر تلنگانہ میں داخل ہؤا ۔ یہ نظام الملک کا علاقہ تھا ۔ یہاں سے اڑیسہ کی طرف بڑھے ۔ نورجہاں بیگم نے یہ سن کر اپنے خالو ابراہیم خاں کو ، جو بنگالے کا مستقل صوبہ دار تھا ، لکھا کہ جس طرح بنے شاہجہاں کا معاملہ نبٹا دو ۔ اس نادان نے اپنی [۱۳۶] حقیقت نہ پہچان کر اور انقلابِ روزگار کا لحاظ اٹھا کر بیگم کے حکم کی تعمیل کی اور گستاخی پر آمادہ ہؤا ۔ اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اپنے بھتیجے احمد بیگ خاں حاکم کٹک کو لکھا کہ شاہجہانی لشکر کو آگے بڑھنے سے روکنے کی مقدور سے زیادہ کوشش کرو ۔

اگر لڑائی کی نوبت آ جائے تو حملے سے دریغ نہ کرنا ۔ المختصر جب مچھلی پٹن بندر کے پاس پہنچے تو راہ میں کوچ کے وقت میرزا محمد ولد افضل خاں اپنی والدہ اور بیوی سمیت فرار کر گیا ۔ شاہجہاں نے یہ خبر سن کر اپنے معتمد ملازموں سید جعفر اور خان قلی کو اس کے تعاقب میں بھیجا ۔ حکم دیا کہ ہو سکے تو زندہ گرفتار کرنا ورنہ سر لے آنا ۔ جب یہ لوگ اس بے تمیز (میرزا محمد) کے قریب پہنچے تو نشیب و فراز بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانا ۔ عورتوں کو جنگل کی پناہ میں بھیج کر خود مردانہ وار جنگ کے لیے مستعد ہؤا ۔ خوب لڑا اور خان قلی سمیت بہت سوں کو قتل کر ڈالا ۔ سیّد جعفر اور دوسرے اشخاص بھی زخمی ہوئے لیکن آخرکار اسے رفیقوں سمیت ہلاک کرکے سر کاٹ لیا اور روانۂ حضور ہوئے ۔

شاہجہاں نے برہان پور کے پاس سے عادل خاں کے لیے افضل خاں کے ہاتھ لعلوں کا بازوبند اور عنبر کے واسطے ہاتھی اور شمشیر مرصع بھیج کر رفاقت کی التماس کی تھی ۔ جب افضل خاں نے بیجا پور میں مذکورہ بالا واقعات سنے تو بدبختی و ادبار کے زیر اثر واپس آنے کے بجائے بیجا پور ہی میں رہنے کا فیصلہ کیا ۔ مہابت خاں کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اس ناپسندیدہ قضیّے کی معذرت میں دو ایک جملے لکھنے کے بعد اس کی نہایت دلجوئی کی ۔ مزید گفتگو کے لیے اسے اپنے پاس طلب لیا ۔ وہ اس تحریر کے سہارے بیجا پور سے اٹھ کر اس کے پاس چلا گیا ۔

المختصر قیام مچھلی پٹن کے زمانے میں صرف سلطان محمد قطب الملک نے سعادت مندی اور حسنِ خدمت کا ثبوت دیا ۔ پہلے تو مہمان نوازی کے بطور تحفے اور سامانِ اقامت ، جو اس حالت

میں معمول ہے ، ارسال کیا ۔ پھر ایک معتمد کے ہاتھ بیش قیمت نذرانہ اور نقد و جنس کی اچھی پیشکش دے کر خدمت عالی میں بھیجا - اتحاد اور وفاداری کا سچّا مظاہرہ کیا ۔ اپنے عاملوں کو احکام بھیج دیے کہ جہاں جہاں سے شاہزادے کی سواری گزرے ، خدمتگاری و جاں نثاری کا پورا حق ادا کریں ۔

شاہجہاں مچھلی پٹن سے گزر کر اڑیسہ کو چلا تو راستہ زیادہ تر سمندر کے کنارے کنارے اور دشوار گزار جنگلوں میں تھا ۔ قطع منازل کے بعد سرحدِ اڑیسہ میں داخل ہوئے ۔ ماہِ آذر کے آخر میں کٹک کے نواح میں ، جو صوبے کا صدر [۱۳۷] مقام ہے ، پڑاؤ کیا ۔ جب یہاں سے بنگال کی طرف بڑھے تو کٹک کے صوبہ دار احمد بیگ خاں نے عین کوچ کے وقت راستہ روکا ۔ لڑائی ہوئی اور وہ شکست فاش کھا کر ایسا بے سر و پا بھاگا کہ کہیں نہ تھما ۔ افتاں خیزاں بنگال میں سیدھا اپنے خالو[۱] ابراہیم خاں کے پاس پہنچا ۔ قاعدہ ہے کہ حاکم کے نہ ہونے سے زمیندار اور غنیم وغیرہ ، جو ایسے موقعے کی تاک میں رہتے ہیں ، بد نظمی پھیلاتے ہیں ۔ اس کے انسداد کے لیے شاہجہاں نے احمد بیگ خاں کے بھاگ جانے پر وہ صوبہ اپنے آدمیوں کے سپرد کیا اور فتح و ظفر کے ہمعنان آگے بڑھا ۔

ابراہیم خاں کو یہ خبر ملی تو سامانِ جنگ یعنی ہتھیاروں ، کشتیوں ، ہاتھیوں اور لشکر وغیرہ کی تیاری کر کے جہانگیر نگر عرف ڈھاکہ سے اکبر نگر پہنچا جسے پہلے راج محل کہتے تھے ۔ شہر میں داخل نہ ہوا بلکہ اسے ایک طرف چھوڑ

---

۱ ۔ متن میں خال خالو یا (ماموں) کا لفظ درج ہے لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہوا ابراہیم خاں اس کا چچا تھا ۔

کر لاؤ لشکر سمیت اپنے بیٹے کے مقبرے میں ٹھہرا جو لب دریا واقع تھا اور جہاں کشتیوں کے ذریعے مرضی کے مطابق فوج اور رسد پہنچنے کی سہولت تھی - غرض اپنے پانؤں سے قبر میں آیا ، ساز و سامان مقبرے میں چھوڑا اور کچھ آدمیوں کو نگہبانی کے لیے وہاں چھوڑ کر اپنی فوج لیے ہوئے گنگا سے پار اترا اور فروکش ہؤا - جب شاہجہاں اکبر نگر (راج محل) میں داخل ہو کر قلعے میں رونق افروز ہوئے تو پتا چلا کہ ابراہیم خاں آمادۂ جنگ ہے - از رہِ عنایت اس کے نام فرمان بھیجا - مضمون یہ کہ ان دنوں تقدیر الٰہی اور نوشتۂ تقدیر سے کچھ ایسے واقعات ظہور پذیر ہو گئے ہیں جو اس سلطنت عالیہ کے شایانِ شان نہ تھے - گردشِ روزگار کے باعث ہماری فوج یہاں آ نکلی ہے - اگرچہ ہماری ہمت کے سامنے یہ علاقہ محض ناچیز ہے اور ہمارا مدّعا اس سے بہت بلند ہے لیکن جب آ ہی نکلے تو اس علاقے کو چھوڑا بھی نہیں جاتا - اگر تم درگاہِ بادشاہی میں جانا چاہتے ہو تو ہم تمھاری جان و مال و آبرو سے تعرض نہیں کرتے اور اجازت دیتے ہیں کہ اطمینان سے جاؤ - اگر ٹھہرنا منظور ہو تو اس صوبے میں جو جگہ پسند ہو وہاں فراغت سے زندگی بسر کرو -

ابراہیم خاں نے جواب میں عرض کیا کہ حضرت جہانگیر نے یہ صوبہ مجھ بوڑھے غلام کے سپرد کیا ہے - جب تک دم میں دم ہے اس کی حفاظت کروں گا - [۱۳۸] عمر گزشتہ ہی میں مجھے کیا ملا ہے جو حیاتِ مستعار کے باقی ماندہ لمحوں میں کچھ اور تمنّا کی جائے - سوائے اس کے اور کوئی آرزو نہیں کہ بادشاہ کی عنایات کا حق ادا کروں ! جب شاہجہاں اس نافہم کی اصلاح پذیری سے مایوس ہوئے تو لڑائی کا فیصلہ کیا - جنگ آزمودہ سواروں اور پیادوں کی ایک فوج داراب خاں ولد خانخاناں کی سرداری میں سید جعفر اور خواجہ قاسم صفدر خاں کے ہمراہ

مقبرے کے محاصرے کے لیے نامزد کی ۔ بہادر سپہ سالار اور تمام سرداروں اور سپاہیوں نے وہاں پہنچ کر سارے علاقے پر قبضہ کر لیا ۔

مقبرے کی فصیل اتنی مضبوط تھی کہ جب تک نقب لگا کر برج اور دیوار نہ اڑائے جاتے محض حملے سے اس پر قبضہ ممکن نہ تھا ۔ لہٰذا محفوظ مورچے بنا کر انہیں آگے بڑھائے گئے اور جابجا نقب لگاتے گئے یہاں تک کہ نقیبوں کو فصیل تک پہنچا دیا ۔ برجوں اور فصیل کی تہ خالی کرکے بارود بھر دی ۔ جب اسے آگ دی تو دیوار کا کچھ حصہ اور ایک بڑا برج صاف اڑ گئے جس سے حملے کا راستہ کھل گیا ۔ اندر والے اپنے جان و مال اور آبرو کو بچانے کے لیے شگافوں پر ڈٹ گئے ۔ دیر تک طرفین میں رد و بدل ہوئی ۔ بہت سے آدمی مارے گئے تب کہیں مقبرے پر قبضہ ہؤا ۔ اس معرکے میں بہت سے جاں نثاروں نے جان دے کر نیک نامی حاصل کی ۔ عابد خاں ، رحیم خاں ، آقا شریف ، حسن بیگ بدخشی ، سید عبدالسلام بارہہ اور دیگر نامور کام آئے ۔ محصورین میں سے بھی بہت سے قتل اور قید ہوئے جن میں میرک جلائر جیسا سردار قتل ہؤا ۔ ان کے بہت سے آدمی تیغِ آبدار کی آنچ سے بچنے کے لیے دریا میں کود گئے اور ہلاک ہوئے ۔

اس وقت شاہجہاں نے فیصلہ کیا کہ ابراہیم خاں پر حملے کے لیے فوج بھیجنی چاہیے ۔ عبداللہ خاں فیروز جنگ کی سرداری میں ایک آراستہ فوج اس کی تنبیہ کے لیے متعین ہوئی جس میں راجا بھیم ، خواجہ صابر (خاں دوراں بہادر) ، دریا خاں ، بہادر خاں روہیلہ ، علی خاں ترین ، دلاور خاں بریچ ، کریم داد خاں ، شیر بہادر اور دوسرے منصبدار اور امیر شامل

تھے - چونکہ ابراہیم خاں تمام کشتیوں کو دریا پار لے گیا تھا اس لیے فوج کا دریا کو عبور کرنا ممکن نہ تھا - مجبوراً عبداللہ خاں دریا کے کنارے کنارے [۱۳۹] اوپر کے رخ بڑھتا گیا کہ شاید اوپر جا کر کہیں کشتیاں مل جائیں - اس کی یہ تدبیر ٹھیک بیٹھی - چار کشتیاں مل گئیں - اس معرکہ آرا سردار نے بے تامل دریا خاں ، بہادر خاں ، کریم داد خاں اور محمد خاں مہمند کو تین سو جانباز سپاہیوں کے ساتھ نیز اپنے لشکر کے چیدہ سپاہیوں کو پچاس گھوڑوں سمیت دریا سے پار اتار دیا -

سو، اتفاق سے عین اسی وقت ابراہیم خاں کو بھی خبر مل گئی - وہ آندھی کی طرح ادھر بڑھا اور اپنے نواڑوں سے راستہ مسدود کرکے ان چاروں کشتیوں کو ڈبونے کا حکم دیا - دریا خاں اور ابراہیم خاں کے درمیان تاجپور پرنیہ والا دریا ، جو گنگا میں گرتا ہے ، حائل تھا - اس نے اپنے داماد احمد بیگ خاں کو دریا خاں سے لڑنے پر مامور کیا - جب وہ شاہجہانی بہادروں کے سامنے پہنچا تو اگرچہ یہ دلاور پیادہ تھے لیکن رستمانہ شجاعت سے اس کی ایسی گوشمالی کی کہ وہ جی چھوڑ کر بھاگا - اس کے فرار کا حال سن کر ابراہیم خاں کا دل ٹوٹ گیا - تاہم فوراً دریائے تاجپور کو عبور کیا اور اپنے نواڑوں سے ، جو آتشیں اسلحہ سے لیس تھے ، دریا خاں اور اس کے زرہ پوش جوانوں کو گھیر لیا - یہ بہادر بڑے محمصے میں پھنس گئے - اتنے میں رات پڑ گئی جس کی پناہ میں ان دلاوروں کو کچھ اطمینان حاصل ہؤا -

عین اس وقت عبداللہ خاں بہادر ، جو دوستوں کو کمک پہنچا کر دشمن کو تباہ کرنے میں آفت کا پرکالہ تھا ، امداد کے لیے بڑھا - دستور سابقہ کے مطابق اس مرتبہ بھی دریا کے کنارے کنارے گھوڑوں پر سوار ہو کر اوپر کے رخ بھاگل پور

کی طرف چلا جہاں چند کشتیوں کا سراغ ملا تھا ۔ صبحدم وہاں پہنچا ۔ کئی بڑی کشتیاں حاصل کرلیں صبح سے سہ پہر تک لشکر کو گھوڑوں چارپایوں سمیت پار اتار دیا ۔ دریا خان کو خان فیروز جنگ کے آ پہنچنے کی خبر ملی تو فوراً اپنے ساتھیوں کو لے کر خان کا استقبال کیا ۔ اب دونوں مل کر غنیم کی تنبیہ پر متوجہ ہوئے ۔

ابراہیم خان نے مست ہاتھیوں کا حلقہ سامنے قائم کیا ۔ ان کے پیچھے پانچ ہزار مسلح سوار تھے جو آگے آ کر شاہجہانی فوج پر حملہ آور ہوئے ۔ سب سے پہلے لشکرِ اقبال کے ہراول دریا خان نے [۱۴۰] ابراہیم کے ہراول احمد بیگ خان سے ٹکر لی اور پہلے ہی حملے میں اسے شکست دے کر میسرے پر جا پڑا ۔ اتفاقاً حکمِ قضا و قدر سے بنگالیوں کی ایک جماعت شاہجہانی ہراول کے محفوظے[1] سے آ بھڑی ۔ پہلے محمد خان مہمند نے ، جو ہراول سے کسی قدر دور تھا ، ان کو روکا اور نہایت بہادری دکھا کر اپنے ستر رفیقوں اور عزیزوں سمیت ولی نعمت کی راہ میں قربان ہو گیا کہ سپاہی کی جاودانی سعادت اور نیک نامی یہی ہے ۔ اس کا بیٹا احداد خان بھی کاری زخم کھا کر بیہوش ہو کے میدان میں گرا ۔ اس وقت خان فیروز جنگ کے قلب نے ابراہیم خان کے قلب پر حملہ کیا ۔ طرفین کے بہادر آپس میں غٹ پٹ ہو کر خوب لڑے اور بڑی سخت خونریزی کی ۔ انہی دلاوروں میں لشکر شاہی کا ایک سورما تھا جو اتفاقاً ابراہیم خان سے بھڑ گیا ، اسے قتل کرکے اس کی انگوٹھی نشانی کے بطور عبداللہ خان کے سامنے لایا ۔ اسی وقت ایک اور سپاہی نے ابراہیم خان کا سر لا کر

۱۔ التمش بمعنی ہراول کی محفوظ فوج ۔

عبداللہ خاں کے گھوڑے کے سامنے ڈال دیا ۔ غرض جہانگیری لشکر شکست کھا کر بھاگا ۔ لشکرِ شاہی نے ان کا تعاقب کیا اور بہت سوں کو قتل اور قید کرکے واپس آیا ۔ ابراہیم کا سر نیزے پر چڑھا کر شاہِ ہفت کشور (شاہجہاں) کے سامنے لائے اور فتح کی مبارک باد دے کر تحسین و آفرین حاصل کی ۔

المختصر ابراہیم خاں کے قتل سے شاہجہاں کے رفیقوں کو کامرانی حاصل ہوئی ۔ چونکہ یہ اندیشہ تھا کہ اس وسیع علاقے میں راجا اور زمیندار چھائے ہوئے ہیں مبادا وہ اپنے سپاہیوں سے بادشاہی علاقے میں بد نظمی پھیلائیں ، لہذا سرِ دست یہی مناسب سمجھا کہ ملک کی حفاظت کی جائے ۔ اس ارادے سے شاہجہاں فتح و نصرت کو رکاب میں لیے ڈھاکہ روانہ ہوئے ۔ وہاں پہنچے تو احمد بیگ خاں حاضرِ خدمت ہوا ۔ تقریباً چالیس لاکھ روپے ، پانچ سو ہاتھی اور دیگر اجناس قبضے میں آئیں ۔ [۱۳۱] داراب خاں کو قسم دے کر بنگال کی صوبہ داری عطا کی اور اس کی بیوی ، بیٹی اور ایک بیٹے شاہنواز کو ساتھ لے کر الہ آباد کو روانہ ہوئے ۔ اردی بہشت کے آخر (وسطِ مئی ۱۶۲۴ء) میں پٹنہ میں داخل ہوئے جو سلطان پرویز کی جاگیر تھا ۔ وہاں سے بے تامل جونپور اور الہ آباد کی طرف کوچ کیا ۔ اس صوبے کے اکثر جاگیردار اور منصب‌دار حاضرِ خدمت ہوئے ۔

اثنائے راہ میں شاہجہاں کو خیال آیا کہ اگر سامان اور اسباب محل رکھنے نیز خادمانِ محل کی سکونت کے لیے رہتاس کا قلعہ ہاتھ آ جائے تو مناسب ہے ۔ سید مبارک رہتاس کا قلعہ دار تھا ۔ اقبال شاہجہانی دیکھو کہ جوں ہی اسے آپ کے اس ارادے کی خبر ملی فوراً قلعے کو بخوشی خدامِ عالی کے سپرد کرکے ملازمت میں داخل ہوا ۔ آپ نے تمام اہل حرم کو اس مضبوط

قلعے میں چھوڑا اور خود بہ دولت جونپور کی طرف بڑھے - یہاں شادابیِ سخن کے لیے قلعہٴ رہتاس کی مضبوطی ، بلندی اور وسعت کا حال بیان کیا جاتا ہے -

اس قدیمی قلعے کی مضبوطی پہاڑ سے سوا اور فصیلوں کی استواری سلسلہٴ کوہ سے زیادہ ہے - برجوں کی بلندی کا یہ عالم ہے کہ طائرِ خیال کے پر جلتے ہیں - وسعت کے معاملے میں دنیا کا کوئی قلعہ اس کی برابری نہیں کر سکتا - یہ عالی شان قلعہ جو پٹنہ (بہار) سے مغرب کو ہے ایک پہاڑی پر واقع ہے - دامنِ کوہ کی طرف سے اس کا محیط سولہ کوس اور اندرونِ قلعہ بارہ کوس شاہجہانی ہے - بلندی اکثر جگہ نصف کوس ہے - یہ پہاڑی کوہستانِ کلاں سے ملحق ہے جو بنگال تک چلا گیا ہے - قلعے کی سنگین فصیل بے حد مضبوط ہے - اس میں چودہ دروازے ہیں - ہر دروازے کے پاس قلعے کے اندر ایک آباد گاؤں ہے - اندر تین چشمے ہیں جو ہمیشہ جاری رہتے ہیں - ان میں سے ایک چشمہ تین پن چکی کی مقدار کا ہے - تین نہایت وسیع تالاب ہیں [۱۳۲] جو ہمیشہ لبریز رہتے ہیں - ایک تالاب کی وسعت نصف کوس ہے - قلعے کے اندر کاشتکاری ہوتی ہے جس کا غلّہ محاصرے کی حالت میں اہلِ قلعہ کے لیے کافی ہے - بہت سے مرغزار اور چراگاہیں بھی ہیں جن کی بدولت قلعے کے چوپاؤں کو باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی - قلعے پر کسی طرف سے گولہ باری ممکن نہیں - کوہِ کلاں کی طرف سے گنجائش تھی لیکن شیر خان افغان نے وہ سلسلہ بھی کاٹ دیا - سوء اتفاق سے اسے اتنا موقع نہ ملا کہ دیوار مکمل کر لیتا - راجہ مان سنگھ اپنی صوبے داری کے زمانے میں اس قلعے کی ترمیم پر متوجہ ہوا تھا - چنانچہ دلکش عمارتیں اور ایک سرسبز و شاداب باغ تیار کروائے - اس طرف ایک مہادت اونچی سنگین دیوار کھنچوا دی اور اس طرح یہ حصّہ بھی دوسرے حصّوں

کے برابر مضبوط ہو گیا ۔ یہ قدیمی قلعہ جب سے بنا ہے تب سے اب تک کوئی شخص محض طاقت سے اس کو فتح نہیں کر سکا ۔

قلعۂ رہتاس میں شاہزادہ مراد کی ولادت

انھی دنوں اللہ کی عنایت کاملہ کے طفیل سنہ ۱۹ جلوس جہانگیری میں ۲۵ ذی الحجہ ۱۰۳۳ھ (۸ اکتوبر ۱۶۲۴ء) طلوع سے چار گھڑی پہلے شاہجہاں کی دولت سرا میں نواب ممتاز الزمانی بیگم کے بطن سے رہتاس کے سنگین قلعے میں ایک والا گہر شاہزادہ پیدا ہوا ۔ مراد بخش نام رکھا گیا ۔ مصرعِ ذیل بطور تاریخ مشہور ہے :

مرادِ شاہجہاں بادشاہِ دین و دول

جب لشکرِ شاہی اواخر ۱۰۳۳ھ (۱۲ اکتوبر ۱۶۲۴ء) میں جونپور پہنچا تو پرچہ نویسوں کی عرضیوں سے معلوم ہوا کہ دوبارہ سلطان پرویز کی سرداری اور مہابت خاں کی اتالیقی میں نامی امراء پر مشتمل لشکرِ جرار مقابلے کے لیے نامزد ہوا ہے ۔ سلطان پرویز کے نام جہانگیر نے فرمان بھیجا کہ ہمیں خان خاناں کی طرف سے اطمینان نہیں ہے ۔ اس کا بیٹا داراب خاں شاہجہاں کے ہمراہ ہے ۔ [۱۴۳] چاہیے کہ خان خاناں کو مختصر سے خیمے میں اپنے دولت خانے کے پاس نظر بند رکھا کرو ۔ جاناں بیگم بیوۂ شاہزادہ دانیال جو ، اپنے باپ (خان خاناں) کی شاگردِ رشید ہے ، وہ بھی اسی کے پاس رہے اور معتمد آدمی ان کی پاسبانی پر مامور رہیں ۔ شاہزادے نے مہابت خاں کے ساتھ مل کر خان خاناں کے غلام فہیم کو بھی گرفتار کرنا چاہا ۔ وہ بہادر معاملہ فہمی اور سپہگری میں یکتا تھا ۔ قید نہ ہوا ۔ بلکہ ایک بیٹے اور

چودہ رفیقوں کو ساتھ لے کر ایسا لڑا کہ رستم و اسفندیار کا سا کارنامہ دکھا دیا۔ غرض دادِ شجاعت دے کر غیرت و مردانگی کی خاطر جان دے دی۔

شاہجہاں کو اپنے والد ماجد کے احترام کے خیال سے بادشاہی فوج کے ساتھ مقابلہ کرنا سخت ناپسند تھا۔ خیال یہ تھا کہ جو لوگ حالات سے آگاہ ہیں وہ برگشتہ ہو جائیں گے، للہذا مجبوراً اہلِ اردو اور کمزور گھوڑوں والے سواروں کو واپس جانے کا حکم دیا۔ فرمانِ قضا و قدر سے جو ایسے حالات میں بڑے بڑے عاقلوں کی عقلوں پر پردہ ڈال دیتا ہے، یہ فیصلہ غلط ثابت ہؤا۔ قسمت کے بگاڑ سے خود تھوڑے سے آدمیوں کے ہمراہ پیچھے رہ گئے اکثر اشخاص کو آگے بھیج دیا۔ اسی اثنا میں جہانگیری فوج نے، جو ایسے موقعے کی تاک میں تھی، گنگا اتر کر چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ بنگال کے زمیندار، جن کے نواڑوں پر توپ و تفنگ نصب تھے، وہ نواڑوں سمیت فرار کر گئے۔ شاہجہانی دلاوروں خصوصاً راجا بھیم نے بھاگ نکلنے کی مخالفت کی اور ثابت قدمی و شجاعت کی وجہ سے حضرت کو معرکہ آرائی پر راغب کر لیا۔ چنانچہ طرفین سے تیر و تفنگ چلنے شروع ہو گئے۔ دیر تک لڑائی رہی۔ اس کے بعد فولاد پنجہ بہادر، جو میں سے ہر ایک یکتہ تاز تھا اور بات بگڑنے کے باوجود تہور شجاعت کے سبب میدانِ جنگ میں جان دینے کو حیاتِ جاودانی اور وجہِ نجات سمجھتا تھا، بیباکی کے ساتھ دشمن پر جا پڑے حریف کی کثرت اور منصوبہ بندی کو خاطر میں نہ لائے۔ کمال مردانگی کے ساتھ دشمنوں سے الجھ گئے۔

اس کارزار میں راجا بھیم نے چند دلاور راجپوتوں کے ساتھ غنیم کے زرہ پوش سورماؤں کا حلقہ توڑ کر مقابل فوج کو تتر بتر

کر ڈالا - برچھے مار مار کر وہ شیرانہ حملے کیے کہ شاہزادہ پرویز کے ہاتھی جتاجوت کو ، جو بدمستی اور دشمن شکنی میں بے نظیر تھا ، گرا دیا اور سلطان پرویز تک جا پہنچے - یہاں بڑے گھمسان کی خونریز لڑائی ہوئی - [۱۴۴] چونکہ دوسرے سرداروں کو اس کی مدد کی توفیق نہ ہوئی اس لیے وہ بے نظیر سورما نیزے اور تلوار کے ستائیس زخم کھا کر اپنے ولی نعمت پر قربان گیا - دوسری طرف بہرام خاں میر بخشی (خان دوراں) موت اور ہلاکت سے بے پروا ہو کر سلطان پرویز کے توپخانے پر جا پڑا اور جاں نثاری کا حق ادا کرکے کام آیا - اسی طرح ہر سردار اپنے مقابل سے ایسا لڑا کہ میدانِ جنگ کو میدانِ حشر بنا دیا - گھوڑوں کے گنبد سے اتنی گرد اڑی کہ غبار آسمان تک چھا گیا - ہر لمحے طرفین کے چند بہادر خاک میں مل جاتے تھے - اس حالت میں حکم الٰہی سے شاہجہاں کی مختصر فوج کی صفیں ٹوٹ گئیں - ذلیل آدمیوں نے جان بچانے کو غنیمت سمجھا اور بھاگ نکلے ، یہاں تک کہ نشان کے ہاتھیوں اور علمداروں کے سوا کوئی حضرت کے ارد گرد نہ رہا - بادشاہی لشکر نے اس دائرۂ دولت و اقبال (شاہجہاں) کو نرغے میں لے لیا - اسپ خاصہ بھی تیر کھا کر گرا - اس فخرِ دلیراں اور شیرِ میدان نے رفیقوں کی پروا نہ کی - چاہا کہ صف شکن شیر کی طرح تنہا پیدل حملہ کرے اور نہنگ خونخوار کی طرح دریائے لشکرِ اعدا میں گھس کر اسے تہ و بالا کر ڈالے - عین اس وقت عبداللہ خاں نے اپنا گھوڑا پیش کرکے بڑے اصرار بلکہ التماس و زاری سے آپ کو سوار کرکے گھوڑے کی عنان پھیری -

جب شاہجہاں نے گردش روزگار کا یہ نقشہ دیکھا اور انقلاب زمانہ کا رنگ خوب ملاحظہ کر لیا تو سمجھ گئے کہ ابھی شاہدِ مقصود کی جلوہ‌گری کا وقت نہیں آیا - بڑے استقلال سے

مارتے کاٹتے ، دشمن سے بچتے بچاتے ، اس مخمصے سے نکلے - پہلے قلعۂ رہتاس میں آئے - وہاں سید مظفر خاں بارہہ کو رضا بہادر کے ساتھ شاہزادہ مراد کی خدمت میں قلعے کی حفاظت پر مامور کیا - پھر باقی شاہزادوں کو ہمراہ لے کر اڑیسہ کی راہ سے دکن واپس جانے کی نیت سے مڑے - داراب خاں کو حکم بھیجا کہ موضع گدھی میں آ کر حاضر خدمت ہو - تجربہ کار آدمی جانتے ہیں کہ تقدیر کا معاملہ اور شدنی بات کسی طرح ٹل نہیں سکتے - اس نافہم نے صورت احوال [۱۳۵] کے تقاضے سے کچھ اور تجویز سوچی - لکھ بھیجا کہ اس صوبے کے زمینداروں نے جمع ہو کر میرا راستہ روک رکھا ہے - اس وجہ سے حاضری سے معذور ہوں -

اُس اجل رسیدہ (داراب خاں) کی بیہودگی و ناہنجاری سے شاہجہاں کو سخت طیش آیا - مجبوراً اُس کے جوان بیٹے کو عبداللہ خاں کے حوالے کیا - خان نے اسی دم اسے قتل کر کے قصہ ختم کیا - شاہجہاں سابقہ راستے سے کوچ کرتا ہوا برہان پور کے پاس لعل باغ میں خیمہ زن ہوا - قلعے کا محاصرہ کر کے صوبے کے تمام پرگنے اپنے رفیقوں کی جاگیر میں دے دیے جو مصیبتیں بھرتے ہوتے یہاں تک پہنچے تھے - باقی علاقوں میں کروڑی متعین کر دیے - ان لوگوں نے استقلال کے ساتھ اپنے اپنے علاقوں پر تصرف کیا - راؤ رتن ، جس کا خطاب سربلند رائے تھا ، محاصرے کے سرانجام میں مشغول ہوا - ایک مدت تک لڑائی ہوتی رہی - پانچ چھ ماہ تک اندر اور باہر والے توپوں اور بندوقوں سے لڑتے رہے -

اسی عرصے میں ایک روز محمد تقی، جو کمال دلاوری کی وجہ سے آندھی کی طرح آگ اور پانی میں کود جاتا تھا ، توپوں بندوقوں کی آگ میں گھس کر قلعے کی دیوار تک جا پہنچا اور

زور خداداد سے آسے توڑ کر ہمراہیوں سمیت قلعے کے دولت خانے (محل) تک جا پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا ۔ عبداللہ خاں وغیرہ جو محاصرہ کر کے ہر طرف لڑ رہے تھے اس خبر کو سن کر ہٹ گئے ۔ منافقت کی وجہ سے نہ تو محمد تقی کی مدد کو بڑھے نہ شاہجہاں کو اطلاع دی ۔ محمد تقی کے سپاہیوں اور قلعہ والوں میں گھمسان کا معرکہ ہؤا ۔ بہادر مغلوں اور جانباز راجپوتوں نے بہت جم کر جنگ کی ۔ دونوں طرف صبح سے لے کر ایک پہر رات گئے تک ایسی مارا مار ہوئی کہ خون کے نالے بہہ گئے ۔ محمد تقی نے دیکھا کہ میرے ہمراہی تھوڑے ہیں ۔ باہر سے مدد کے لیے کوئی نہیں آتا ۔ مجبور ہو کر اپنے تین سو رفیقوں کے ساتھ دولتخانے میں قلعہ بند ہوگیا ۔ سبھوں کے ترکش خالی ہو چکے تھے ۔ جمدھر اور تلواریں بیکار ہو گئی تھیں لیکن یہ بہادر بڑے حوصلے سے خالی ہاتھ مقابلہ کرتے رہے ۔ آخرکار مجبور ہو کر رات کی تاریکی میں دشمن کے [۱۳٦] ہاتھوں اسیر ہو گئے ۔ اس خونریز ہنگامے میں کوئی دو ہزار آدمی قتل ہوئے اور شاہجہانی فوج کے بہت سے بہادروں کی خانہ خرابی ہو گئی ۔

اسی زمانے میں شاہجہاں کو کوئی عارضہ لاحق ہؤا جس سے طبیعت خراب ہو گئی ۔ لہٰذا یہاں سے کوچ کر کے سنگنیر میں خیمہ زن ہوئے ۔ اسی اثناء میں دارالخلافے سے بعض مخلصوں کی عرضداشت اس مضمون کی آئی :

> ”جناب کے بنگال سے واپس ہونے کے بعد مہابت خاں کو وہاں کا صوبہ دار بنا کر وہ صوبہ اسی کی جاگیر میں دے دیا گیا ہے ۔ فرمان تھا کہ وہاں کے زمیندار داراب خاں کو نہ روکیں ، دربار میں بھیج دیں ۔

مہابت خاں کو یہ حکم دیا گیا کہ داراب خاں
کو قید رکھنا خلافِ مصلحت ہے ۔ لازم ہے
کہ فرمان پہنچتے ہی اس کا سر کاٹ کر
بھیج دیا جائے ۔ لہٰذا مہابت خاں کے اشارے
سے خانِ مذکور کے ایک معتمد ملازم نے
اسے جمدھر مار کر ہلاک کر دیا ۔ مہابت خاں
نے اس کا سر کاٹ کر درگاہِ والا میں بھیج
دیا ۔ دستِ غیب نامی عرب ، جو عبدالرحیم
خانخاناں اور ہوشنگ پسرِ دانیال کو سلطان
پرویز کے پاس سے لانے کے لیے گیا تھا ،
انھیں لیے ہوئے حاضر ہوا ۔ خانخاناں ندامت کے
مارے دیر تک زمین پر پیشانی رکھے رہا ۔
سر نہ اٹھایا ۔ حضرت جہانگیر نے توقیر کے
ساتھ بڑی مہربانی سے اپنے سامنے بلا کر
مناسب جگہ کھڑا کیا ، فرمایا کہ 'اس
عرصے میں جو کچھ پیش آیا مشیتِ ایزدی
کے بموجب تھا ۔ میرا تمھارا اختیار نہ تھا ۔
اس کے باوجود ہم تم سے بھی زیادہ شرمندہ
ہیں ۔' حالات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اب
حضرت جہانگیر آپ پر کچھ مہربان ہوئے
ہیں ۔ اگر آسیر اور رہتاس کے قلعے بادشاہی
عاملوں کے حوالے کر دیے جائیں اور شاہزادوں
کو درگاہِ والا میں بھیج دیں تو مناسبِ
مصلحت ہے ۔"

جب شاہجہاں نے ہوا خواہوں کی عرضیوں کا مضمون سنا
تو ان کی گزارش اور سعادت کے تقاضے سے یہی فیصلہ کیا ۔ اگرچہ

شاہزادوں سے بے حد محبت تھی لیکن ان کی جدائی گوارا کی ۔ ۱۲ اسفندار سنہ ۲ جلوس ۳ جمادی الثانی ۱۰۳۵ھ (۲ مارچ ۱۶۲۶ء) پیر کے روز سلطان دارا شکوہ اور سلطان اورنگ زیب کو بڑے آئین سے درگاہِ والا میں روانہ فرمایا ۔ مبلغ دو لاکھ روپے[۱]، نفیس اور تحفہ مرصع آلات ، جواہر اور کوہ پیکر ہاتھی ان [۱۳۷] کے ساتھ کیے کہ بطور پیشکش نظرِ عالی سے گزاریں ۔ اس کے ساتھ ہی قلعۂ رہتاس اور آسیر کے نگاہبانوں کو فرمان بھیج دیا کہ قلعوں کو بادشاہی آدمیوں کے سپرد کرکے حاضرِ خدمت ہوں ۔ بعد ازاں اقبال مندی کی تحریک سے صوبۂ ناسک کی طرف روانہ ہوئے ۔

ناسک پہنچ کر چند روز قیام فرمایا ۔ دشوار منزلیں طے کرنے اور کوچ و مقام کے انتظام سے طبیعت کو جو الجھن ہوتی تھی وہ اس قیام سے رفع ہو گئی ۔ تاہم سوءِ اتفاق سے ناسک کی آب و ہوا نے ، جو ان دنوں دو رنگے منافقوں کی طرح نقصان دہ تھی ، مزاج مبارک سے سازگاری نہ کی ۔ دکنیوں بالخصوص عنبر حبشی کی طرف سے بھی بد سلوکی کا اظہار ہؤا ۔ یہ لوگ ، جن کی سرشت میں کمینہ پن ہے ، اگرچہ بیشتر خدمت گزاری اور پرستاری کا مظاہرہ کر چکے تھے لیکن اب دربار کے خانہ بر انداز منافقوں کے پیہم لکھنے سے اپنی روش بدل گئے ۔ اس وجہ سے آپ کی طبیعت نہایت مکدر ہوئی ۔ سوچا کہ تبدیلِ آب و ہوا کے لیے یہاں سے نکلیے اور جہاں جی چاہے چلیے ۔ چونکہ ٹھٹھہ جانے کا ارادہ مدت سے تھا ، اور حالات کا تقاضا بھی یہ تھا کہ

۱- پبلک لائبریری لاہور والے نسخے میں یہ تعداد دس لاکھ درج ہے ۔

کسی دور دراز تفریح بخش علاقے میں چلے جائیں جہاں طبعیت کو فرحت حاصل ہو ، لہٰذا فیصلہ فرمایا کہ اس ملک میں تفریح کرکے آئینۂ طبیعت سے کلفت و کدورت کا زنگ دور کریں ۔ غرض ۲۳ رمضان ۱۰۳۵ھ (۱۸ جون ۱۶۲۶ء) ہفتے کو ناسک سے کوچ فرمایا ۔

۲۷ تیر سنہ ۲۱ جلوس (۱۷ جولائی ۱۶۲۶ء) کو اجمیر میں خیمے ہوئے ۔ یہاں حضرت معین الدین کے مزارِ مبارک کی زیارت کرکے حسبِ دستور مجاوروں کو عطیے دیے ۔ یہاں سے ناگور کے راستے آگے بڑھے اور [۱۰۸] جودھپور جیسلمیر ہوتے ہوئے سندھ کو چلے ۔ یکم شہریور (۲۱ اگست ۱۶۲۶ء) کو امر کوٹ میں اور ۴ مہر (۲۴ ستمبر ۱۶۲۶ء) کو نواحِ ٹھٹھہ میں خیمہ زن ہوئے ۔ یہاں شہریار کا ملازم شریف الملک حاکم تھا ۔ وہ پانچ ہزار سوار اور زمینداروں کے بے شمار پیادے لے کر بڑی جسارت کے ساتھ لشکرِ شاہجہانی کے مقابل آیا ۔ اگرچہ رکابِ والا میں تین چار سو سے زیادہ سوار نہ تھے لیکن وہ انھی کی ٹکّر کھا کر ہٹا اور قلعے میں گھس کر ، جسے توپ و تفنگ وغیرہ سے لیس کر رکھا تھا ، مقابلہ کرنے لگا ۔ شاہجہاں کی ممانعت کے باوجود ایک روز دلاوروں نے قلعے پر حمّلہ کر دیا ۔ قلعے کے گرد لق‌ودق میدان تھا ۔ درخت یا پناہ کا نشان نہ تھا ۔ اس طرف ایک گہری اور چوڑی خندق بھی پانی سے لبریز تھی ۔ یہ بہادر توکل کرکے یہیں کھڑے ہو کر تیراندازی کرنے لگے ۔ اگرچہ شاہجہاں نے انھیں سختی سے واپس بلوایا لیکن نہ آئے ۔ غرض بعض سردار مثلاً گوپال گوڑ ، علی خاں ترین اور کئی منصب دار تیر کھا کر مر گئے ۔

انھیں دنوں آپ سخت بیمار ہوئے ۔ طبیعت بے مزہ ہوگئی ۔

۴ آبان ۶ صفر ۱۰۳۵ھ (۷ نومبر ۱۶۲۵ء) کو شاہزادہ پرویز کے انتقال کی اور ۱۳ آزدی بہشت ۱۰۳۴ھ (۳ مئی ۱۶۲۶ء) کو عنبر حبشی کے مرنے کی خبر آپ کو پہنچی۔ للہذا واپس چلنے کا قصد کیا۔ اب تک ستّر کوچ اور پچاس پڑاؤ کرکے چار مہینے میں ۴۱۱ کوس طے کیے تھے۔ ٹھٹھہ ہی میں قیام تھا جو ۱۴ صفر ۱۰۳۶ھ (۴ نومبر ۱۶۲۶ء) کو ممتاز محل کے بطن سے ایک شاہزادہ تولد ہوا۔ لطف اللہ اس کا نام رکھا۔ بائیس روز تک ٹھٹھہ کی سرزمین آپ کے قدموں کی شوکت سے رشکِ فردوس بنی رہی۔ اس سے زیادہ قیام آپ کو مناسب نہ معلوم ہوا۔ دکن جانے کی خواہش دل میں پیدا ہوئی۔ للہذا ۱۸ صفر ۱۰۳۶ھ (۸ نومبر ۱۶۲۶ء) [۱۶۹] انوار کو ولایت پھارہ کے راستے، جو صوبۂ گجرات میں واقع ہے، سواری دکن کو چلی۔ ٹھٹھہ سے ناسک تک کا فاصلہ چالیس کوچ اور مقام سے طے ہوا۔ یکم آذر سنہ ۲۱ جہانگیری کو ناسک آ پہنچے۔

انھیں دنوں سید مظفر خاں اور رضا بہادر (خدمت پرست خاں خطاب) شاہزادہ مراد بخش کو ساتھ لیے حاضر ہوئے۔ ناسک میں اس وقت شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ مزاج مبارک کو راس نہ آئی۔ نظام الملک کی التماس کے مطابق فیصلہ فرمایا کہ مابدولت دارالخیر جنیر میں رہا کریں گے جو بہت دلکشا، خوش فضا جگہ ہے اور پانی میٹھا ہے۔ ۲۹ فروردیں سنہ ۲۲ جہانگیری کو جنیر میں عنبر حبشی کی بنائی ہوئی خوشنما عمارتوں میں فروکش ہو گئے۔

رکن السلطنت مہابت خاں کا درگاہِ شاہجہانی میں پناہ لینا

نور جہاں بیگم ہر وقت اور ہر حال میں اپنا عروج چاہتی تھیں اور اس مقصد کے لیے غیر مستحسن کوشش کرتی رہتی تھیں ۔ شہر یار کی بنیاد جمانے کے لیے دل و جان سے نا مناسب کام کر گزرتی تھیں اور فکر مآل کیے بغیر کوتاہ بینی کی وجہ سے انجام کو نہ سوچتی تھیں ۔ اس معاملے میں بڑے سے بڑے فساد کا ارتکاب کر گزرتیں اور اس سلطنت کی بہبود کا مطلق خیال نہ کرتی تھیں ۔ ہر کام ، جس میں فساد اور بگاڑ تھا ، اسے جہانگیر کی خدمت میں فلاح و بہبود کی طرح پیش کرتیں اور غلط مشورے دیا کرتیں ۔ جہانگیر غور کیے بغیر اُن کی مرضی کے مطابق عمل کرتے تھے ۔ ان دنوں بیگم یہ سمجھنے لگیں کہ دور زمانہ میرے موافق ہے ۔ مہابت خاں [۱۵۰] دل سے شاہزادہ پرویز کا ہوا خواہ تھا ، بیگم نے سوچا کہ اس سنگ راہ کو ہٹا دے اور دربار میں بلا کر مختلف حیلوں سے اکھاڑ پھینکے ۔

جب مہابت خاں ، جسے حقیقت معلوم تھی ، یہ سمجھ گیا کہ میرے ساتھ دوستی کے پردے میں دشمنی کی جا رہی ہے تو اس نے اپنی جان بچانے کی تدبیر کی ۔ بیگم کی رضامندی کی کوشش کرکے غائبانہ اطاعت کا اظہار کرتا رہا ۔ بہت سی خوشامدیں کیں لیکن فائدہ نہ ہؤا ۔ جب دیکھا کہ تمام تدبیریں بے کار ہیں تو سوچا کہ دربار میں چل کر اپنی بےگناہی ثابت کرے اور نافرمانی کا الزام رفع کرے ۔ اس ارادے سے یکدل راجپوتوں کی بھاری فوج لے کر جہانگیر سے اجازت لیے بغیر برہان پور سے دربار کو روانہ ہؤا ۔ جب دریائے جہلم کے کنارے بارگاہِ

جہانگیری کے قریب پہنچا تو اس وقت اتفاقاً تمام بادشاہی لشکر دریا پار کر چکا تھا - جہانگیر کے ساتھ صرف نورجہاں بیگم اور تھوڑے سے خادم رہ گئے تھے - مہابت خاں نے اچانک راحت گاہ میں آ کر زمین بوسی کی اور ظاہر کیا کہ اس طرح آنے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ حضور کو دوست نما دشمن اور منافقوں کے آسیب سے بچاؤں -

اس اثناء میں نورجہاں بیگم نے موقع پایا - کشتی میں بیٹھ کر دریا پار کیا - فوج کے سرداروں کو اپنے گرد جمع کر لیا - دوبارہ دریا عبور کر کے مہابت خاں سے لڑنا چاہا - مہابت خاں نے پل کو آگ دے کر دو ہزار معتمد سوار لڑائی کے واسطے دریا کے کنارے مقرر کر رکھے تھے - ۲۹ جمادی الثانی ۱۰۳۶ھ (۱۷ مارچ ۱۶۲۷ء) کو جہانگیر کی ممانعت کے باوجود خواجہ ابوالحسن ، دوسرے امراء اور نورجہاں بیگم نے اس راستے سے آنے کا فیصلہ کیا جسے دستیوں کے افسر غازی بیگ نے پایاب پایا تھا - چونکہ تین چار جگہ دور تک گہرا پانی پڑا اس لیے عبور کرتے وقت فوج کی صفیں بے ترتیب ہو گئیں اور ہر سوار کسی طرف بہہ نکلا - آصف خاں ، خواجہ ابوالحسن اور ارادت خاں بیگم کے ہاتھی کو ساتھ لیے ہوئے تھوڑے سے سواروں کے ساتھ تیر کر مہابت خاں کی فوج کے سامنے آئے - مہابت خاں کے آدمیوں نے ہاتھیوں کو سامنے کر کے ان سب سواروں پر تیروں اور بندوقوں کی باڑھیں ماریں - سوار ، [۱۵۱] پیادے ، اونٹ اور گھوڑے گڈمڈ ہو کر پار اترنے کا ارادہ کر رہے تھے - مہابت خاں کی فوج انھیں ہٹا کر بیگم کے ہاتھی تک پہنچ گئی اور ناظر محل جواہر خاں خواجہ سرا اور نورجہاں کے خواجہ سرا ندیم کو ایک جماعت سمیت قتل کر دیا - بیگم کا ہاتھی بھی سونڈ پر دو زخم کھا کر مڑا - پیچھے سے بہت سے برچھے لگے - غرض ہاتھی بہت مشکل سے ساحل پر آیا

اور بیگم بادشاہی دولت خانے میں آ اتریں ۔ خواجہ ابوالحسن جان کے خوف سے بے اختیار گھوڑے کو موڑ چکا تھا ، عین منجدھار میں گھوڑا اس کی رانوں میں سے نکل گیا ۔ کشمیری ملاح کی مدد سے جان بچائی ۔ آصف خاں بھی دو تین آدمیوں کے ساتھ واپس ہو کر اٹک کے قلعے میں بیٹھ گیا ۔ مہابت خاں (بادشاہ اور بیگم کو ساتھ لیے) اٹک پہنچا اور آصف خاں اور اس کے بیٹے شائستہ خاں کو قید کر دیا ۔ عبدالرحیم منجّم اور ملا محمد ٹھٹھوی بڑے ہی قابل اور وجیہہ آدمی تھے ، انہیں قتل کر کے عذاب آخرت سمیٹا ۔

خدا کی حکمت کاملہ نے عورتوں کو بقائے نسل اور اولاد کی تربیت کے لیے پیدا کیا ہے ۔ شہروں کی حفاظت ، ملک کی سیاست ، لشکر کشی اور معرکہ آرائی ان کا کام نہیں ۔ لہٰذا ان کی سرداری جہاں ہوگی وہاں برکت اور فتح و ظفر ناممکن ہے ۔ عاقلوں کو مکرر تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ جس خاندان میں اس ناقص العقل صنف کی حکومت ہو اس کی بقا مشکل ہے اور جس لشکر کی سرداری اس طبقے کے ہاتھ میں ہوگی وہ فوراً شکست کھائے گا ۔ بے تدبیر بیگم کے قدموں ہی کی برکت تھی کہ اتنی بڑی فوج کمزور اور کم ہمت راجپوتوں کے ہاتھ سے شکست کھا گئی ۔ لشکر والوں کے جہاں مینگ سمائے بھاگ نکلے ۔ میدان خالی ہو جانے سے مہابت خاں کو روکنے والا کوئی نہ رہا ۔ ملکی و مالی معاملات میں بڑے اطمینان سے دخیل تھا ۔ جو چاہتا کرتا ۔ ارکان سلطنت میں سے کسی کو خاطر میں نہ لاتا ۔ تقرر ، برخاست ، قتل ، قید اور ملک کے تمام چھوٹے بڑے معاملات اپنی مرضی سے انجام دیتا تھا ۔ نہ اپنی حیثیت کا خیال کیا ، نہ انقلاب روزگار کا ، جو سب سے بڑا محتسب اور منتقم ہے ۔ کسی کو نگاہ میں نہ لاتا تھا ۔ انتہا ہے کہ بادشاہ سلامت [۱۵۲] تک کو بے دخل کر کے مطلق العنانی سے کام کر رہا تھا ۔ اسی پر بس نہیں ، اپنے آپ کو حضرت کا نگہبان

ظاہر کرتا تھا - اسی بہانے بے ادب ، حیوان خصلت راجپوتوں کو حضرت کی نگہبانی پر ایسا مامور کیا تھا کہ چند ماہ تک کسی کو حضور میں جانے بلکہ دور سے بات کرنے تک کی مجال نہ ملی - یہ بات اس بادشاہ کو ناگوار گزری - لہٰذا! حضرت کے اشارے سے کابلی احدیوں کی ایک جماعت نے چراگاہ پر بلوہ کیا اور شکار گاہ کا نگہبان ایک احدی راجپوتوں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا - دوسرے احدی جو وہاں ٹھہرے ہوئے تھے آمادۂ پیکار ہو کر راجپوتوں کے حلقے پر جا پڑے اور بڑی سخت لڑائی ہوئی - تیر انداز اور برق انداز احدیوں[1] نے بے شمار راجپوتوں کو جہنم رسید کیا - تقریباً ایک ہزار راجپوت کابل میں قتل ہوئے - دوسرے راجپوت گھوڑوں کی چرائی کے لیے دور دراز دیہات اور پرگنوں میں گئے ہوئے تھے - یہ خبر سن کر لوگوں نے انہیں بھی کتے کی موت مار دیا - جسے زندہ پایا پٹھانوں کے ہاتھ بیچ ڈالا - مہابت خاں اپنے نوکروں کی کمک کے لیے سوار ہؤا لیکن دیکھا کہ رنگ بدل چکا ہے - نہایت خوف زدہ ہو کر دولت خانے میں حاضر ہؤا اور قہر الٰہی کی اس آگ کو بجھانے کی التماس کی - حکم حضور کے مطابق

۱- احدی سپاہی منصبداری نظام کے سپاہیوں کے علاوہ خصوصی سپاہیوں کی جماعت تھی جو پریڈ ، حاضری وغیرہ دیگر فوجی پابندیوں سے مستثنٰی تھے - ان کا بخشی (وزیر فوج) جدا ہوتا تھا اور ان کی تنخواہیں بھی زیادہ تھیں - یہ لوگ حاضری کی پابندی سے آزاد ہوتے تھے اور خاص نازک موقعوں پر مہم سر کرنے کے لیے بھیجے جاتے تھے - محمد شاہی عہد میں جب فوج کشی وغیرہ کا سلسلہ ختم ہو گیا تو یہ لوگ مفت کی تنخواہ کے سبب آرام طلب ہو گئے ، چنانچہ اب یہ لفظ اسی معنی میں مستعمل ہے -

چار زدہ[1] کے کوتوال نے یہ فتنہ فرو کیا ۔

اس واقعے کے بعد مہابت خاں کی ہوا اُکھڑ گئی ۔ مختلف وجوہ بالخصوص راجپوتوں کے قتل سے اس کا ظلم و زور ختم ہؤا اور وہ آبرو باقی نہ رہی ۔ سمجھ گیا کہ آقا کے ساتھ گستاخی اور بے تمیزی سے شقاوت دارین کے سوا اور کچھ نہیں ملتا ۔ محسن کے ساتھ برائی کر کے اسی دنیا میں بہت جلد سزا مل جاتی ہے ۔ غرض بڑی احتیاط سے دربار میں آتا اور دولت خانے کے ارد گرد گروہِ کثیر موجود رکھتا ۔ کابل سے کوچ ہؤا تو رہتاس کے نزدیک خبر لگی کہ نورجہاں بیگم کا خواجہ سرا ہوشیار خاں لاہور سے دو ہزار سوار ہمراہ لایا ہے ۔ بادشاہ سلامت کا لشکر بھی کافی جمع ہو چکا تھا ۔ رہتاس سے ایک منزل پہلے سواروں کا پڑاؤ دیکھنے کے بہانے حکم فرمایا کہ نئی پرانی تمام فوج زرہ پہن کر مسلح دولت خانے سے پڑاؤ تک مستعد کھڑی رہے ۔ پھر بلند خاں خواص کے ذریعے مہابت خاں کو کہلا بھیجا کہ بیگم اپنے سواروں کے پڑاؤ کا معائنہ کرتی ہیں ۔ آج صبح کا سلام ملتوی ہے ۔ کل صبح کورنش کے لیے آنا ۔ ایسا نہ ہو کہ بدکلامی سے لڑائی تک نوبت پہنچے ۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ یہاں سے کوچ کر کے ایک منزل آگے نکل جاؤ ۔

مہابت خاں پر ہیبت چھا گئی تھی ۔ عبدالرحیم خان خاناں ، جس کے دل پر اس کے ہاتھ سے کاری زخم لگے تھے ، بڑے اصرار اور منت سے اس کی مہم اپنے ذمے لے کر جنگ کی نیت سے لاہور سے آیا تھا ۔ غرض مہابت خاں وہاں سے کھسکا ۔ دو منزل کی ایک منزل کرتا جہلم پار ہؤا ۔ آصف خاں سے قول و قسم اور

۱۔ غالباً یہ وہی جگہ ہے جسے آجکل چار سدہ کہتے ہیں ۔

بڑی معافی تلافی کی اور اس کی زبانی بادشاہ سلامت سے یہ التماس کی کہ میرے تعاقب میں لشکر نہ بھیجا جائے۔ غرض آصف خاں کو روانۂ حضور کیا اور خود ٹھٹھہ جانے کا بہانہ کر کے شاہجہاں کی خدمت میں چلا۔ ۲۱ صفر ۱۰۳۲ھ (یکم اکتوبر ۱۶۲۲ء) کو جنیر میں پہنچ کر شاہجہاں کی بارگاہ عالی میں، جو لوگوں کی امیدوں کا مرکز ہے، پناہ لی اور اس طرح انتقام روزگار سے امان پائی۔ اپنے بے اندازہ گناہوں کی معافی مانگ کر بڑے عجز و زاری کے ساتھ حضرت کے عفو و کرم کا طالب ہوا۔ چونکہ سائل کے سوال اور پناہ مانگنے والے کی درخواست کا لحاظ کرنا جواں مردوں کا شیوہ ہے لٰہذا آپ نے دیدہ و دانستہ اس کے گناہوں سے درگزر فرمائی۔ اس کے بے حساب گناہوں کو، خصوصاً حضرت جہانگیر کے ساتھ جو گستاخی کی تھی، آسے از راہ عنایت معاف کر دیا۔ عنایات شاہانہ اور مہر و کرم کا امیدوار در کے اس کا اعتبار بڑھایا۔ مہابت خاں بھی، گزشتہ تقصیروں کی تلافی کے لیے جاں نثاری میں مصروف ہوا۔ ہر حالت میں، بالخصوص جن دنوں شاہ جہاں تخت خلافت کی طرف سفر کر رہے تھے (جیسے کہ بیان ہوگا)، جاں فسانیاں دکھاتا رہا اور اپنی راہ ہموار کر لی۔ خلوص اور عقیدت کے صلے میں اونچے منصب پر ترقی پائی اور بلند ترین رتبہ یعنی خان خانانی اور سپہ سالاری کا مرتبہ پا کر وہ درجہ حاصل کیا کہ اس کی نسلیں فخر کرتی رہیں گی۔ علاوہ ازیں اس کا آنا حضرت شاہجہاں کے لیے مبارک [۱۵۴] ہوا تھا کیونکہ اس کے آتے ہی حضرت کے ہوا خواہوں کی صبح امید طلوع ہوئی۔ رنج و الم کا زمانہ ختم ہوا اور روزگار ناموافق نے حضرت کے ساتھ موافقت شروع کر دی۔ غرض پانچ سال کی اس پریشانی کے عرصے میں، جو امتحان کا زمانہ تھا، خدائے تعالیٰ کے اس برگزیدہ (شاہجہاں) پر بڑی خرابیاں واقع ہوئیں۔ لیکن

اس بہانے یہ امتحان بھی ہوگیا کہ کون کون سے اشخاص حضرت سے پورا اخلاص رکھتے ہیں ۔ اس عرصے میں بدسلوکئ زمانہ کے سبب بہت سی مشکلات ، بہت سے نامناسب واقعات اور بہت سے ناشائستہ قضیے پیش آئے ۔ گھمسان کی لڑائیاں اور خون ریز معرکے بھی ہوئے جن میں طرفین کے بڑے بڑے نامی سردار مارے گئے ۔ جا بجا مختلف معرکوں میں منصب داروں نے اپنے ولی نعمت کی خاطر جان گرامی قربان کر کے نیک نامی کمائی کہ سپاہی کی انتہائے سعادت یہی ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ ان تمام انقلاب اور مصائب و مشکلات میں حضرت کشادہ روئی اور خوش طبعی کے ساتھ وقت گزارتے رہے ، پیشانی پر شکن نہ آنے دی ۔

جنت مکانی جہانگیر کا انتقال اور اس سانحے کے اسباب

دانا آدمی ، جو نیرنگِ روزگار سے خوب واقف ہیں ، اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب تک حکومت کے باغ میں عدل و احسان کی نہر جاری رہتی ہے ، وہ باغِ بہشت کی مانند شاداب و برومند رہتا ہے ۔ اس کا سایۂ اقبال طوبیٰ کی طرح دور و نزدیک پڑ کر لوگوں کی مرادیں پوری کرتا ہے ۔ لیکن اگر خدانخواستہ رضامندیِ الٰہی کے خلاف کوئی فعل سرزد ہو تو چونکہ زمین و آسمان عدل و انصاف ہی کی بدولت قائم ہیں ، وہ سلطنت بلکہ اس بادشاہ کی زندگی باقی نہیں رہتی ۔ اس صورت میں بارگاہِ الٰہی کے کارپرداز اسے دوسری دنیا [۱۵۵] میں بلا لیتے اور لباسِ زندگی اس کے جسم سے اتار کر کسی اور صاحبِ اقبال کو پہنا دیتے ہیں تاکہ کارخانۂ عالم کا نظام قائم رہے ۔ اس نئے اقبال مند

کو تاجِ شاہی پہنا کر تختِ سلطنت کو اس کے قدموں سے زینت دیتے ہیں -

حضرتِ جہانگیر کا انتقال مذکورہ بالا حقیقت کا مصداق ہے جس کے بعد تختِ سلطنت نے حضرت شاہجہاں کے قدم سے اور تاجِ شاہی نے آپ کے سر سے زینت پائی - اس کی تشریح یہ ہے کہ چونکہ حضرت جہانگیر منشیات کے استعمال اور نورجہاں بیگم سے بیحد محبت کے باعث تمام معاملات انھی کے سپرد کر بیٹھے تھے ، علاوہ ازیں بیگم نے انتہائی خدمت گزاری کی بدولت ان کے دل میں گھر کر لیا تھا اس لیے آپ ان کے کہے کو ہرگز نہ ٹالتے تھے - یہ سہل انگاری اتنی بڑھی کہ رفتہ رفتہ ملکی و مالی امور میں پورا فتور پھیل گیا - بیگم کا ہر رشتے دار صوبے داری کے مرتبے کو پہنچا اور چونکہ باز پرس کا خوف مطلق نہ تھا اس لیے یہ لوگ جو چاہتے تھے کرتے تھے - اس وجہ سے جابجا بڑے فساد پھیلے - بالآخر کار کنانِ قضا و قدر نے حضرت جہانگیر کو عالم جاودانی میں بلا کر حضرت شاہجہاں کو ان کی جگہ بٹھا دیا - حق بحقدار رسید کی کہاوت درست ثابت ہوئی اور دنیا کو آپ کی تخت نشینی سے سکون نصیب ہوا -

حضرتِ جہانگیر کی رحلت سے پہلے پروردگارِ عالم نے بعض ایسی صورتیں پیدا کر دیں کہ وہ فساد پیشہ نالایق ، جو شاہجہاں کی تخت نشینی میں حائل تھے ، خود بخود درمیان سے ہٹ کر وادیِ ادبار میں بھٹکنے لگے - خس کم جہاں پاک کا مصداق بنے - یعنی نالایق شہریار کشمیر میں مرضِ داءالثعلب میں گرفتار ہوا - ابروؤں اور داڑھی مونچھ کے بال گر گئے - آتشک کی وجہ سے سارے جسم پر پھوڑے نکل آئے جن سے حالت تباہ ہو گئی - اسے احساس ہوا کہ اس ہیئت کذائی سے چہرے پر نقاب ڈالے

بغیر باہر نکلنا بڑی رسوائی ہے - محل میں بیٹھے رہنا بھی خلافِ مصلحت تھا - غرض ادبار [۱۵۶] جو آیا تو جن دنوں حضرت جہانگیر کشمیر سے لاہور آ رہے تھے ، اس نے جلد لاہور پہنچنا چاہا - اگرچہ بیگم اسے علیحدہ کرنے پر رضامند نہ تھی لیکن بادلِ ناخواستہ حضرت سے اجازت لے کر اسے لاہور روانہ کر دیا -

اس سلسلے میں ایک لطیفۂ غیبی ، جو شاہجہان کی اقبال مندی اور شہریار کے ادبار کی علامت ثابت ہؤا ، یہ ہے کہ نورجہان بیگم نے شہریار کی کامیابی کے خیال سے مدتوں پہلے سلطان خسرو کے بیٹے داور بخش معروف بہ بلاقی کی نگاہبانی اس کے سپرد کر دی تھی - شہریار کے نوکر بلاقی کو نظر بند رکھتے تھے - مشیتِ ایزدی کو ، جس کی تفصیل عنقریب بیان کی جائے گی ، کچھ اور ہی منظور تھا - چنانچہ اس وقت بلاقی کو شہریار سے لے کر میر بخشی ارادت خان کے حوالے کر دیا گیا - حضرت شاہجہان کی بہتری اسی میں تھی - چونکہ ان معاملات میں قضا و قدر کے حکم کو ٹالنا بڑے بڑے زبردستوں اور زبان آوروں سے بھی ممکن نہیں لہٰذا ہر چند کہ بیگم کو حضرت جہانگیر کے مزاج میں پورا دخل تھا لیکن اس معاملے میں کچھ کہنے کی مجال نہ پائی - انھی دنوں حضرت جہانگیر دمے کی بیماری کی انتہائی شدّت میں ، جس کا دورہ کبھی کبھی پڑتا تھا ، لاہور کو روانہ ہوئے - ۱۵ آبان سنہ ۲۲ جلوس ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ (۸ نومبر ۱۶۲۷ء) عین سفر کے عالم میں چنگترہتی[1] کے پڑاؤ سے روانہ ہوتے ہی بہشتِ بریں کی راہ لی -

---

۱- اقبال نامۂ جہانگیری ص ۲۹۱ پر اس مقام کا نام چنگس ہتی اور چلکس ہسی لکھا ہے -

بیگم ، جس کے دل میں ہمیشہ ارادۂ فاسد رہتا تھا ، اس وقت اس کے اظہار پر مجبور ہوگئی ۔ فیصلہ کیا کہ بلاقی کو قبضے میں لے اور جن امراء کی طرف سے اندیشہ تھا انھیں مشورے کے بہانے سے بلا کر قید یا قتل کر دے ۔ [۱۵۷] اس طرح مطمئن ہو کر اپنے کام میں مشغول ہو ۔ آصف خاں ہمیشہ شاہجہاں کی خیر خواہی اور استحکام کے لیے کوشاں رہتا تھا ۔ جب اسے اپنی بہن کے اس بیہودہ منصوبے کی خبر لگی تو حکومت اور رعایا کی بہی خواہی کے پیشِ نظر یہ سوچا کہ شاہجہاں جیسے سعادت مند حقدار کے ہوتے ہوئے اگر شہریار جیسے نالائق کو حکومت مل گئی تو سارے عالم میں فتنہ و فساد پھیل جائے گا ۔ فوراً ارکانِ سلطنت کو یہ معاملہ سمجھایا ۔ بلاقی کو ارادت خاں سے لے کر اپنے پاس قید کر لیا ۔ پھر خیال کیا کہ اس وقت شاہجہاں سیکڑوں کوس دور بیٹھے ہیں ۔ نورجہاں کے تسلط کے سبب کسی نامور شاہزادے تک بھی رسائی ممکن نہیں ۔ دنیا کی رسم کے مطابق تختِ سلطنت پر کسی کو بٹھانا ضروری ہے تا کہ ظاہری ہیئت قائم رہے ۔ مبادا فوج اور رعایا میں ، جو بادشاہ کے بغیر اس گلّے کے مانند ہیں جس کا کوئی گلّہ بان نہ ہو ، فساد پھیل جائے ۔ غرض شہریار کو مٹانے کے لیے شاہی خاندان کا کوئی مہرہ ہاتھ میں رکھنا ضروری تھا ۔ بلاقی (داور بخش) کو تخت نشین کر دیا ۔

فیلخانے کا ناظر بنارسی تھا ۔ آصف خاں نے اسے حکم دیا کہ برق و باد کی طرح کوہ و دشت کو طے کرکے شاہجہاں کی خدمت میں پہنچے ۔ عریضہ لکھنے کی مہلت نہ تھی لہٰذا زبانی سب باتیں سمجھا کر نشانی کے بطور اپنی انگوٹھی اسے دی کہ یہ پیش کر دینا ۔ دوسرا انتظام یہ کیا کہ بیگم کے خبردار ہونے سے پہلے اپنی فوج کو ، نیز دوسرے امرا کو ، جن پر پورا

اعتماد تھا ، ہمراہ لے کر شاہزادہ داور بخش کو ساتھ لیے لاہور کو روانہ ہؤا تاکہ شہریار کو اپنا معاملہ درست کرنے کی مہلت نہ ملے ، پہلے ہی اسے اور اس کے ہوا خواہوں کو تباہ کر دیا جائے - بیگم کو یہ حالات معلوم ہوئے تو نیرنگیِ دہر کا تماشا دیکھ کر دم بخود رہ گئی - اندیشہ ہائے دور و دراز میں محو تھی لیکن دم مارنے کی مجال نہ پائی - ناچار اپنی قدر و قیمت کا احساس کر کے ناکامی و نامرادی پر صبر اختیار کیا -

نورجہاں بیگم کو اچھی طرح یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ [۱۵۸] میرا منصوبہ کسی طرح پورا نہیں بیٹھ سکتا ، تاہم نامرادی کے باوجود تینوں نامدار شاہزادوں کو اپنی عماری میں ساتھ بٹھا کر آہستہ آہستہ روانہ ہوئی - کچھ نمک حلال سپاہی ، جنھیں آس سے بیم و امید باقی تھا ، ہاتھی کے گرد رہے - جب سبھوں نے بھنبر میں پڑاؤ کیا تو آصف خاں نے ان امراء کو ، جو پہلے سے یہاں آ چکے تھے بالخصوص خواجہ ابوالحسن کو ، جو دل سے شاہجہاں کا ہوا خواہ تھا ، اپنے ساتھ متفق کیا - عہد و پیمان کر کے اور سخت قسمیں دے کر شاہجہاں کی خیرخواہی بالخصوص شہریار کی تباہی پر مستعد کیا - اس طرف سے خاطر جمع کر کے حضرت جہانگیر کے کفن دفن کی فکر کی اور شاہِ والا جاہ کے شایان شان سامان مہیا کیا - غرض شاہانہ آئین کے ساتھ نعش کو لاہور روانہ کیا - عالی رتبہ منصب داروں کو ہدایت کی کہ نعشِ مبارک کو اپنے کاندھوں پر لیے لاہور پہنچائیں اور راوی کے اس طرف ایک بہشت منظر باغ میں دفن کردیں -

جب آصف خاں کو یہ خبر ملی کہ نورجہاں بیگم اس حال میں بھی شہریار کی بادشاہت کا منصوبہ باندھ رہی ہے اور خفیہ طور پر اسے خط بھیج بھیج کر مہمات کے سرانجام کی رہبری کر

رہی ہے تو اس خیر خواہِ قوم نے سوچا کہ اس طرح فتنہ و فساد کا احتمال ہے۔ ناچار اہلِ عالم کی فلاح و بہبود کی خاطر بیگم کو شاہی محل سے لا کر اپنے مکان میں رکھا اور احتیاط کی خاطر تمام خواجہ سراؤں کو ہٹا کر صرف چند ایسی عورتوں کو وہاں متعین کیا جن پر پورا اعتماد تھا۔ کسی کو آنے جانے کی اجازت نہ تھی۔ تینوں شاہزادوں (دارا شکوہ ، شاہ شجاع ، اورنگزیب) کو بھی بیگم سے الگ کر کے صادق خان کو ان کی خدمت پر مامور کیا[1]۔ صادق خان کے متعلق مشہور تھا کہ شاہجہاں کا مخالف اور آصف خان سے برگشتہ ہے لہذا اس وقت، جب کہ آصف خان نے اسے بھی گانٹھ لیا تھا اور وہ چچا زاد بھائی بھی تھا ، اس وحشت زدہ نا امید کی تالیفِ قلب کی خاطر یہ خدمت اسے سونپی تا کہ اس طرح اس کی خطائیں معاف ہوجائیں اور اس پر جو الزامات ہیں ان سے چشم پوشی کی جائے۔

شہریار نے لاہور میں پہلے تو ان امراء اور وفاداروں کے خزانوں پر قبضہ کیا جو شاہجہاں کے ہوا خواہ اور یمین الدولہ آصف خان سے متفق تھے۔ جس کسی کے ہاتھی گھوڑے یا سامان ہاتھ لگے ، چھین کر اپنے نالایق نوکروں کو دے دیے۔ اس کی بے انتظامی کے باعث فتنہ پرداز اشخاص ، جو ایسے وقت کی خدا سے دعا مانگتے تھے ، اس ہنگامے میں لوگوں کے بلکہ شاہی طویلوں کے ہاتھی گھوڑے نکال لے گئے۔ اس احمق نے امراء کے اہل و عیال کو بھی اپنے محل میں نظر بند کر رکھا تھا۔ بعض مطلب پرست

۱۔ مآثرالامرا جلد دوم ص ۷۲۸۔ صادق خان آصف خان کے ساتھ ۸ مارچ ۱۶۲۸ء کو بارگاہ شاہجہانی میں شاہزادوں کے ہمرکاب حاضر ہؤا اور چار ہزاری ذات اور سوار کا منصب پایا۔

ناہنجاروں کے کہنے سے ان لوگوں کو، جو اس کے اردگرد جمع ہو گئے تھے، شاہی خزانے کا روپیہ بے دریغ بخش رہا تھا۔ نالایق آدمیوں کو اونچے مناصب دے کر بے جوڑ خطاب بھی عطا کر دیے۔ خیالِ باطل یہ تھا کہ اپنے رفیقوں کی مدد سے فرمانِ الٰہی کا مقابلہ کرے۔ یہ نہ سمجھا کہ استحقاق کے بغیر کوئی بات نہیں بنتی۔ بالخصوص سلطنت و حکومت، جو نہایت شریف و رفیع منصب ہے، اس طرح ہاتھ نہیں آتی۔ الغرض دفتری قانون اور محاسبوں کے حساب کو نظر انداز کر کے امراء کے خزانوں اورخزانۂ شاہی کا ستر لاکھ روپیہ اُن گم نام نالایق آدمیوں کو دے دیا جو گم نامی کے گوشے سے نکل کر ابھی آئے تھے۔ اب تک محاسبوں کے انتہائی تجسس کے باوجود ۴۵ لاکھ روپے ان لوگوں سے واپس ملے۔ باقی خورد برد ہوگئے۔ آج تک کارپردازانِ حکومت ان گم نام لوگوں کی تلاش میں ہیں تا کہ اس قسم کے موقعوں پر خام نالایق اشخاص کو دوبارہ ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو۔ غرض جہاں کہیں ان کا نشان ملتا ہے گرفتار [۱۶۰] کرکے وصولی کی جاتی ہے۔

سلطان شہریار کی ادبار زدہ فوج کا شاہزادہ داور بخش (بلاقی) اور آصف خاں سے مقابلہ اور شہریار کی شکست

ناتجربہ کار شہریار نے اپنی بساط سے زیادہ کام کرنا اور حد سے بڑھنا چاہا تھا۔ بصارت و بصیرت سے محروم ہونے کے باعث صحیح منصوبہ نہ سوچ سکا۔ خود عیش و عشرت

میں پڑ کر انتظام نالایق آدمیوں کے سپرد کر دیا ۔ ان نا تجربہ کاروں نے کبھی میدانِ جنگ کی شکل نہ دیکھی تھی اور عقل کی رہنمائی سے محروم تھے ۔ گرم و سردِ زمانہ سے بیخبر تھے ۔ انھی میں شاہزادہ دانیال کا بیٹا بایسنغر تھا جو خواجہ ابوالحسن کی قید سے بھاگ کر شہریار کے پاس آیا اور شہریار نے اسے سپہ سالار مقرر کر دیا ۔ کچھ نے ترتیب برائی فوج تھی ، کچھ بے سر و پا سپاہی نئے جمع ہو گئے تھے ۔ کل پندرہ ہزار سپاہی تھے جنھیں شہریار نے لشکرِ اقبال کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا ۔ لڑائی کا تمام سامان یعنی توپخانہ ، قور خانہ اور فیل خانہ ، جو جہانگیر بادشاہ کشمیر جاتے وقت لاہور میں چھوڑ گئے تھے ، اس فوج کے حوالے کیا ۔ آصف خاں اپنی فوج کی کمی اور سامانِ جنگ کے فقدان کے باوجود اس فتنے کو فرو کرنے کے لیے اٹھا ۔ امرائے دربار ، جن کے اہل و عیال کو شہریار نے قید کر رکھا تھا ، وہ رنجیدگی کے سبب شہریار کی تباہی میں بے انتہا کوشاں تھے ۔

غرض لشکرِ اقبال کو ، جس کی تعداد بہ مشکل دس ہزار تھی ، مرتب اور صف آرا کر کے ۱۱ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ بروز ہفتہ مطابق ۲۸ آبان (۲۰ نومبر ۱۶۲۷ء) دیک راوی[1] کے پل کے پاس فوجِ غنیم کے سامنے قائم کر دیا ۔ ہراول میں خواجہ ابوالحسن ، مخلص خاں ، اللہ ویردی خاں ، راجا جگت سنگھ ولد راجا باسو ، شرف الدین حسین ولد نیکنام جس کا خطاب ہمت خاں تھا ، نیز دیگر بہادر تھے ۔ ہراول کی محفوظ فوج میں شائستہ خاں ، شیر خواجہ ، خواص خاں ۔ [۱۶۱] جلو میں سید ہزبر خاں ،

۱۔ بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد دوم ص ۶۰۸ پر درج ہے کہ راوی کو دیک بھی کہتے ہیں ۔

سید جعفر ، سید عالم اور راجپوت ۔ میمنہ میں ارادت خاں ترکماں ، مثلا مرشد ، مہابت خاں ، حکیم جالا ، بہادر بیگ اور تمام احدی ۔ میسرہ میں صادق خاں ، خان زماں ، میر جملہ ، شاہنواز خاں ، معتمد خاں ، راجا روز افزوں ، چند مزید سردار اور شاہزادگانِ عالیجاہ ۔ قلب میں خود آصف خاں مع داور بخش و موسوی خاں صدر ، اصالت خاں ، خلیل خاں ، ذوالفقار خاں ۔ ہوشنگ اور طہمورث شاہزادے بھی قلب ہی میں تھے ۔

ہندوستان کے سپہ سالاروں کا قاعدہ ہے کہ لڑائی کے روز ہاتھی پر سوار ہو کر میدانِ جنگ میں آتے ہیں تاکہ دوست دشمن ، سوار اور پیدل سب کی نظر اُن پر پڑتی رہے ۔ دوستوں کا حوصلہ بندھا رہے اور دشمن کی ہمت ٹوٹتی رہے ۔ سب پر اُن کی شجاعت اور ثابت قدمی ظاہر ہو اور اس طرح جنگ کا نقشہ جما رہے ۔ لہٰذا اس روز آصف خاں ہاتھی پر سوار ہو کر ہر طرف نگاہ کرتا اور بہادروں کو بیش قدمی پر مائل رکھتا تھا ۔ غرض تھوڑی ہی دیر میں اقبالِ بادشاہی کی برکت سے ، جو حکمِ قضا و قدر کی مانند ہے ، مخالفوں کو شکستِ فاش دے کر تتر بتر کر دیا ۔ شہریار اپنی فوج کی شکست کی خبر سننے سے پہلے ہی اپنی بیگم (نورجہاں کی بیٹی) کی سخت ترغیب سے اُسے لے کر قلعے سے نکلا تاکہ بایسنغر تک پہنچ جائے ۔ افضل خاں ، جو ان دنوں لاہور میں مقیم تھا ، شاہجہاں کی ہوا خواہی کے سبب ہر جگہ شہریار کی تباہی کا بندوبست کرتا تھا ۔ اُسے یہ فکر تھی کہ کہیں شہریار کی فوج اُسے دیکھ کر دلیر نہ ہو جائے لہٰذا شہریار کو مختلف بہانوں سے دیر تک روکے رکھا حتیٰ کہ اُسے شکست کی خبر ملی ۔ اب شہریار نے اپنی ذلیل فوج کی امداد سے نا امید ہو کر فرار کا فیصلہ کیا ۔ خوف و ہراس سے بدحواس ہو کر پلٹا اور قلعۂ لاہور میں آ بیٹھا ۔

آصف خاں فحیاب ہوکر لاہور آیا - [۱٦۲] اگلے روز مہدی قاسم خاں کے باغ میں ، جو لاہور کے نواح میں ہے ، خیمہ زن ہؤا - یہیں افضل خاں ، جو اُن دنوں میر سامان تھا اور حضرت جہانگیر کے انتقال سے پہلے بادشاہی کارخانوں کو لاہور پہنچا چکا تھا ، آصف خاں سے ملنے آیا - قیام لاہور کے زمانے میں شاہجہاں کی ہواخواہی کے لیے اُس نے شہریار کو نصیحت و مشورہ کے پردے میں تباہ کیا تھا - اُس کی کوشش مشکور ہوئی - اسی روز آصف خاں کی ہدایت کے بموجب شائستہ خاں اور ارادت خاں میر بخشی نے قلعے میں جا کر شاہی کارخانوں اور خزانے کا انتظام کیا - بعد ازاں فیروز خاں اور خدمت خاں خواجہ سرا کو شہریار کی مہم نبٹانے کے لیے ، کہ سب سے ضروری کام یہی تھا ، روانہ کیا - اُن معتمد بہی خواہوں نے خام خیال شہریار کو ، جو بیویوں سے محل کے ایک کونے میں جا گھسا تھا ، نکال کر محفوظ جگہ قید کر دیا - اگلے روز یمین الدولہ آصف خاں کوچ کرکے لاہور میں داخل ہؤا - سب سے پہلے جو کام ضروری تھا انجام دیا - یعنی اس وزیر باتدبیر نے ، جس کی رائے گویا اشارۂ تقدیر تھی ، فلاح دنیا کے لیے یہ ضروری سمجھا کہ شہریار کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی جائے - غرض اس کوتاہ بین کی بصارت معدوم کرکے فتنہ و فساد کا راستہ بند کیا - ہوشمندوں کو عبرت حاصل ہوئی - اس کے بعد شاہجہاں کو تمام حالات سے آگاہ کرکے تشریف لانے کی التماس کی -

بنارسی کا جنیر میں شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہوکر جنت مکانی کے انتقال کی خبر نیز نویدِ سلطنت سنانا

جب وہ وقت آ گیا کہ دنیا کی عنانِ حکومت اس صاحبِ اقبال کو سونپی جائے اور عنایت پروردگار کے اس تربیت یافتہ کو اس کے کارنامے دکھائے جائیں تو کارکنانِ قضا و قدر نے اس شہسوارِ میدانِ وجود کے لسکر کے استقبال کی خاطر دولت و اقبال کو دو اسپہ دوڑایا۔ [۱۶۳] اسے ستارۂ سلطنت کے طلوع کی خبر بھیج کر یوں مطمئن کیا کہ اے شہسوارِ معرکۂ آخر زماں، لڑائی فتح ہوگئی، آپ تشریف لائیں۔ غرض ۶ آذر سنہ ۲۲ جلوس جہانگیری ۱۹ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ (۲۸ نومبر ۱۶۲۷ء) کو بنارسی داروغہ نے بھنبر سے دکن تک کا سفر بیس دن میں شہباز کی طرح طے کرکے حضرت شاہجہاں کو جنت مکانی کے انتقال کی خبر مقام جنیر میں جا سنائی جہاں وہ ان دنوں خیمہ زن تھے۔ جنیر میں داخل ہؤا تو پہلے مہابت خاں سے ملا جو اسی زمانے میں حضرت کی خدمت میں سرفراز ہؤا تھا اور اسے یہ اطلاع دی۔ اسی کی وساطت سے شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ واقعہ سنایا اور آصف خاں کی انگوٹھی ثبوت میں پیش کی۔

حضرت اس غمناک خبر کو سن کر سخت غمگین ہوئے۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ عزاداری و سوگواری کے آداب ادا کرنے لگے۔ اسی وقت مہابت خاں اور تمام ہوا خواہ حاضر ہوئے اور کمال نیاز مندی سے عرض کیا کہ ایسے وقت میں، بالخصوص غنیم کے علاقے میں جہاں دشمن زیادہ ہیں اور دوستوں کی تعداد کم ہے،

اس واقعے کا اظہار و اعلان مناسب نہیں ۔ دنیا اور اہلِ دنیا کا انتظام بادشاہت سے وابستہ ہے اور بادشاہت کی مصلحتیں اس حالت میں عزاداری وغیرہ کی اجازت نہیں دیتیں ۔ صلاحِ وقت یہ ہے کہ نہایت عجلت کے ساتھ دارالخلافہ آگرہ کی طرف قدم بڑھائیے تاکہ باغیوں اور دشمنوں کو فتنہ و فساد کا موقع نہ ملے اور رعایا کو فتنہ پردازوں کے شر سے پناہ ملے ۔ چونکہ حضرت کو خدا اور بندوں کی رضامندی کا ہمیشہ خیال رہتا تھا للہذا آن بہی خواہوں کی درخواست منظور کرکے ۲۳ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ (۲ دسمبر ۱۶۲۷ء) جمعرات کے دن سُبھ گھڑی میں جنیر سے صوبۂ گجرات کے راستے دارالخلافہ آگرہ کو روانہ ہوئے ۔ [۱۶۴] اسی وقت امان اللہ اور بایزید کو ، جو پرانے معتمد اور خدمت گزاری میں ممتاز تھے ، آصف خاں کے نام فرمان دے کر بھیجا جس میں بنارسی کے پہنچنے اور خود بدولت کے براہِ گجرات روانہ ہونے کی اطلاع تھی ۔ جاں‌نثار خاں کو ، جو آپ کا تربیت کردہ آدمی اور معاملہ فہمی و مزاج دانی میں مشہور تھا ، خان جہاں لودھی کے نام فرمان دے کر بھیجا جو عناباتِ شاہانہ سے لبریز تھا ۔ تمام دکن ، خاندیس اور برار کی صوبہ داری بدستورِ سابق اس کے نام پر برقرار رکھی ۔ خود منزل بہ منزل آگرہ کی طرف بڑھے ۔

جب جاں نثار خاں فرمان لیے برہان پور پہنچا تو اس نفاق پیشہ (خان جہاں لودھی) نے کوئی بات جو مناسبِ موقع ہو نہ کی ۔ بدمزاجی و درشتی کی وجہ سے اپنے مرتبے کا پاس کیے بغیر معقولیت اور آداب دانی سے بے توجہی کی ۔ جاں نثار خاں کو اس کی باتوں سے ناشکرے پن اور منافقت کی بو آئی ۔ حسب‌الحکم واپس آ کر حقیقت بیان کی ۔ خانجہاں نے اسی گستاخی پر اکتفا نہ کی ۔ جاں نثار خاں کی واپسی کے بعد نظام الملک سے قول و قسم کرکے بالا گھاٹ کے تمام تھانےداروں اور کار پردازوں

کو خط لکھ دیے کہ علاقے کو چھوڑ کر برہان پور چلے آؤ۔ ان احمقوں نے اسے شاہجہاں کا حامی سمجھ کر حسبِ تحریر ملک خالی کردیا۔ البتہ سپہدار خاں سچی نیت سے حق شناسی اور سعادت مندی پر مستعد رہا اور اپنی جگہ استقلال کے ساتھ احمد نگر میں قائم رہا۔ اس نافہم، نامعقول کی اس حرکت سے بالاگھاٹ کی ولایت نظام الملک کے قبضے میں چلی گئی۔ خان جہاں اپنے اہل و عیال کو معتمد پٹھانوں کے سپرد کرکے مالوے پر قبضہ کرنے کی نیّت سے مانڈو کی طرف بڑھا۔ بدبخت دریا خاں، جو حضرت جہانگیر کے انسال سے پہلے شاہجہانی لشکر سے جدا ہو کر نظام الملک کے علاقے جاندور میں ٹھہر گیا تھا، خان جہاں کے ساتھ مل کر بغاوت پھیلاتا رہا۔ بعض اور سردار، جو بظاہر اس سے مل گئے تھے مثلاً راجا گج سنگھ، راجا جے سنگھ وغیرہ، انھیں بھی ساتھ لیا۔ بے عقلی و بدبختی کی بدولت اس سے جتنی حرکتیں [۱۶۵] سرزد ہوئیں ان کی پاداش میں بالآخر برباد ہؤا، جس کا جلوسِ شاہجہانی کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

المختصر جب حضرت شاہجہاں گجرات کی سرحد میں خیمہ زن ہوئے تو ناہر خاں کی عرضداشت ملی جو وہاں تعینات تھا اور جسے بعد ازاں شیر خاں خطاب ملا۔ لکھا تھا کہ سیف خاں صوبہ دار گجرات کی نیّت اچھی نہیں۔ ناعاقبت اندیش سیف خاں کو بعض ناشائستہ حرکتوں کے سبب حضرت کی طرف سے پہلے بھی اندیشے تھے جن سے ناہر خاں کی بات درست معلوم ہوئی۔ علاوہ ازیں ضعف و علالت کے سبب اس کی کوئی عرضداشت بھی نہ پہنچی۔ اس سے بھی یہ شبہہ اور قوی ہؤا۔ آپ نے شیر خاں (ناہر خاں) کو عنایاتِ شاہانہ سے نواز کر گجرات کی صوبہ داری پر سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے معتبر آدمی مقرر کرکے صوبے پر تصرف کرلو اور سیف خاں کو فوراً نظر بند ہمارے حضور میں

پیش کرو ۔ نواب ممتاز محل کی بڑی بہن سیف خاں کے عقد میں تھیں ۔ جب نواب ممتاز محل نے یہ فرمان جاری ہونے کی خبر سنی تو بہن سے بے حد محبت کے باعث سیف خاں کی خطا معاف کرنے کے لیے حضرت سے التجا کی ۔ آپ نے ان کی سفارش کے مطابق رضا بہادر کو ، جو بندگان خاص میں سے تھا ، حکم دیا کہ تیزی سے احمد آباد پہنچو اور سیف خاں کو شیر خاں کے پنجے سے بچا کر ہمارے حضور میں لے آؤ ۔

لشکر اقبال کوچ در کوچ آگے بڑھتا رہا ۔ بابا پیارا کے گھاٹ سے دریائے نربدا کو عبور کرکے موضع سینور میں ڈیرے کیے ۔ ۲۸ آذر ، ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۳۷ھ (۲۰ دسمبر ۱۶۲۷ء) کو حضرت کی ۳۷ ویں قمری سالگرہ کا جشن ولادان منعقد ہوا ۔ وہ ذوہ وقار سونے چاندی وغیرہ میں تلا جسے غریبوں محتاجوں میں تقسیم کرکے ان کی مرادیں پوری کی گئیں ۔ اسی منزل میں سید دلیر خان بارہہ [۱۶۶] حاضر خدمت ہوا ۔ آپ نے اسے چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار کا منصب عطا کرکے اعزاز بڑھایا ۔ یہیں شیر خاں صوبہ دار گجرات کی عرضداشت پہنچی ۔ لکھا تھا کہ مہاجنوں کی تحریر سے یہ معلوم ہوا ہے کہ لاہور کے نواح میں برگشتہ بخت شہریار اور حامیان شاہی کی جنگ ہوئی جس میں آصف خاں نے مخالفوں کو شکست دے کر شہریار کا استیصال کر دیا ۔ اس ناشدنی بدبخت کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی اور اسے قلعۂ لاہور کے زندان میں قید کر دیا ۔ جب حضرت نے اس عریضے کا مضمون سنا تو اس خوشی میں نقارے بجوائے جس سے ان ہواخواہوں کو ، جو فتح و ظفر کی نوید سننے کے لیے گوش بر آواز تھے ، مسرت ہوئی ۔ انھی دنوں گجرات صوبے کے تمام ملازم ایک دوسرے پر سبقت کرتے حاضر خدمت ہوئے ۔ اسی عرصے میں خدمت پرست خاں (رضا بہادر) نے ، جو

سیف خاں کی سپر بنا کر بھیجا گیا تھا، احمد آباد سے چار کوس ادھر شیر خاں کو دوسرا شاہی فرمان اور خلعتِ خاصہ پہنچا دیا اور سیف خاں کو درگاہِ والا میں لے آیا۔ سیف خاں سے بڑی تقصیر ہوئی تھی لیکن نواب ممتاز محل نے اس کی بدحالی و ناتوانی کے پیش نظر سفارش کرکے عتابِ شاہی سے بچا لیا۔ شیر خاں نے شہر (احمد آباد) سے بارہ کوس ادھر موضع محمود آباد میں حاضرِ خدمت ہو کر ہزار اشرفی کی نذر پیش کی۔ میرزا عیسیٰ ترخان اور میرزا والی وغیرہ تمام منصبدار زمیں بوسی کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

۵ دی ۱۷ ربیع الثانی ۱۰۳۷ھ (۲۶ دسمبر ۱۶۲۷ء) لشکرِ شاہی احمد آباد کے نواح میں کانکریہ تالاب کے کنارے خیمہ زن ہؤا۔ سات روز تک یہیں قیام رہا۔ آپ نے صوبے کے نظم و نسق اور اہلِ کمک کے حال پر نہایت توجہ فرمائی۔ شیر خاں کو پنج ہزاری ذات و سوار اور گجرات کی صوبہ داری کا اعزاز ملا۔ میرزا عیسیٰ ترخان کو چار ہزاری ذات، دو ہزار پانچ سو سوار کا منصب اور ٹھٹھہ کی صوبہ داری عطا کرکے اُدھر روانہ کیا۔ سید دلیر خاں بارہہ کو ایک جماعت کے ساتھ ہمرکاب رہنے کی [۱۶۷] عزت ملی۔ شیر خاں کو خلعت، شمشیر مرصع، ہاتھی گھوڑا عطا ہوئے اور نواحِ شہر سے واپس جانے کی اجازت ملی۔ ۱۳ دی (۳ جنوری ۱۶۲۸ء) لشکرِ شاہی نے احمد آباد کی طرف کوچ کیا۔

۱۰ بہمن ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۷ھ (۲۹ جنوری ۱۶۲۸ء) امان اللہ اور بایزید نے آصف خاں کو یہ خوشخبری پہنچائی کہ موکبِ اقبالِ شاہجہانی قریب آ پہنچا ہے۔ اس سے پہلے آصف خاں اور دوسرے دولت خواہوں کو لگاتار فرمان پہنچ چکے تھے جن میں آصف خاں اور دوسرے ہواخواہوں، وفاداروں پر

عنایاتِ شاہانہ کی نوید تھی - آصف خاں نے تمام ہی خواہ امرا کے مشورے سے دارالسلطنت لاہور کی جامع مسجد میں حضرت کے نام کا خطبہ پڑھوایا ، پھر بلاقی نظر بند کو ، جو تخت نشینی کی مختصر مدت میں بھی فی الحقیقت قیدی ہی تھا ، کسی اور جگہ قید دیا - گویا ایک زندان سے دوسرے زندان میں منتقل کر دیا -
۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۷ھ (۳۱ جنوری ۱۶۲۸ء) کو خدمت پرست خاں (رضا بہادر) آیا اور یمین الدولہ کو وہ فرمان پہنچایا جس میں بلاقی وغیرہ کے قتل کا اشارہ تھا کیونکہ یہی لوگ بیوقوفوں کے ساتھ مل کر فتنہ و فساد برپا کر سکتے تھے - خانِ والا شان نے فرمان پڑھ کر سلطان داور بخش ، اس کے بھائی گرشاسپ ، دانیال کے دونوں بیٹوں طہمورث و ہوشنگ اور شہریار کو ، جو نظر بند بلکہ قید تھے ، رضا بہادر کے حوالے کیا - پھر ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۷ھ (یکم فروری ۱۶۲۸ء) کو سنگنائے دہر سے وسعت آبادِ عدم کو روانہ کر دیا -

لشکرِ شاہجہانی کا رانا کے ملک میں داخلہ ، رانا کا درگاہِ والا میں حاضر ہو کر سرفراز ہونا اور دیگر حالات

جب شاہِ فرخندہ فال کا لشکر رانا کے ملک میں داخل ہوا تو رانا کرن ، جو ان دنوں باپ کی جگہ تخت نشین تھا ، سعادت مندی و اخلاص کے ساتھ استقبال کے لیے بڑھا - کوکندہ میں ، جہاں اس کے باپ نے بھی آستاں بوسی کی تھی ، ۴ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۷ھ (۱۱ جنوری ۱۶۲۸ء) کو بیش قیمت نذرانہ لے کر [۱۶۸]

حاضرِ خدمت ہؤا - حضرت نے آسے بہاری خلعت ، خنجر و شمشیر مرصع ، تیس ہزار روپے قیمت کی لعلِ بدخشانی کی دھگدگی ، چاندی کے ساز کا ہاتھی اور طلائی زین کا عراق گھوڑا عطا کرکے دلجوئی فرمائی - اس کا علاقہ اسی بر برقرار رکھ کر رخصت کیا -

۹ جمادی الاول ۱۰۳۷ھ ۲۷ دی (۱۶ جنوری ۱۶۲۸ء) کو مانڈل تالاب کے کنارے شاہجہاں کی چھتیسویں شمسی سالگرہ کا جشنِ تلادان منعقد ہؤا - بزمِ نشاط و سرور بڑی زینت سے آراستہ ہوئی - حسبِ دستور حضرت کو سونے چاندی وغیرہ میں تول کر یہ دولت محتاجوں اور فقیروں میں تقسیم کر دی گئی - یہاں سے کوچ کرکے ۵ بہمن ۱۷ جمادی‌الاولیٰ ۱۰۳۷ھ (۲۴ جنوری ۱۶۲۸ء) خطۂ پاک اجمیر میں انا ساگر جھیل کے کنارے دلفریب عمارتوں میں حضرت فروکش ہوئے - اسی روز اپنے جدِّ بزرگوار (اکبر) کی تقلید میں آپ بھی پیدل چل کر حضرت خواجہ کے مزارِ مبارک پر حاضر ہوئے اور آدابِ زیارت ادا کیے یعنی صدقات و عطیات اور نذر وغیرہ تقسیم کیں - آپ نے منت مانی تھی کہ رانا کی مہم فتح ہو جائے تو اس روضۂ مقدسہ کے برابر ایک عالیشان مسجد تعمیر کروں گا - اس عرصے میں عدیم الفرصت رہے - اب جو آپ کو دولتِ جاوید حاصل ہوئی تو حکم فرمایا کہ سنگِ مرمر کی عالیشان مسجد تعمیر کی جائے - صوبۂ اجمیر مہابت خاں کی جاگیر میں عطا کیا - اثنائے سفر میں مختلف منصبدار مثلاً خان عالم ، مظفر خاں معموری ، بہادر خاں آزبک ، راجا جے سنگھ ، انی رائے ، راجا بھارت ، سید بہوہ وغیرہ ہر منزل میں حاضرِ خدمت ہو کر سرفرازی پاتے رہے -

شاہِ بلند اقبال کا نواحِ آگرہ میں پہنچ کر دھرہ باغ میں نزول فرمانا

[۱۰۶۹] جن خوش نصیبوں کو اقبال خداداد کی بدولت روزِ ازل بادشاہت کا منصبِ عالی عطا ہوتا ہے ، اگر حکمِ قضا و قدر سے کچھ عرصے کے لیے ان کی سلطنت میں کوئی تاخیر واقع ہو جائے تو تھوڑی ہی مدّت بعد یہ رکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور دولت خود ان اقبال مندوں کے استقبال کے لیے بڑھتی ہے - حضرتِ شاہجہاں کو بھی انقلابِ روزگار کے باعث بعض ناملایم امور پیش آئے اور ان کی فوج کبھی فتح سے کامیاب اور کبھی ناکامی سے دوچار ہوتی رہی - زمانے کی ناہنجاری کے ہاتھوں بہت سی ناشائستہ آفتیں اور جانکاہ مشقتیں پیش آئیں - لیکن الحمد للہ کہ بالآخر کوشش کے بغیر تمام آرزوئیں اور مرادیں پوری ہو گئیں اور دستِ قدرت نے آپ کی پرانی تمنّائیں پوری کر دیں - آپ کی ذات سے دین و دنیا کے کاموں میں سہولت اور انتظام دہر کو کمال زینت حاصل ہوئی - سارے جہان کے باشندے آپ کے سایۂ احسان و انصاف میں بیٹھ کر آپ کے جود و کرم سے فیض یاب ہوئے - امید ہے کہ جب تک دنیا قائم ہے ، حضرت کی درگاہ ساری دنیا کے لیے کعبے کی طرح مرکزِ توجہ رہے گی اور آپ کی سخاوت سے ہر شخص کی آرزو پوری ہوگی -

مختصر یہ کہ ۱۴ بہمن ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۷ھ (۲ فروری ۱۶۲۸ء) بدھ کی شام کو لشکرِ اقبال آگرہ کے نواح میں دہرہ باغ میں ، جسے حضرت نورالدین جہانگیر کی نسبت سے نور منزل کہتے ہیں ، خیمہ زن ہوا - [۱۰۷۰] آپ کی آمد کی نوید سے آگرہ کے تمام آدمی ، چھوٹے بڑے ، ادنیٰ اعلیٰ شاد و خرسند ہو کر

بڑے اہتمام سے استقبال کے لیے نکلے ۔ آگرے کے قلعے اور خزانوں کا محافظ قاسم خاں فی‌الفور حاضرِ خدمت ہو کر سعادت‌یاب ہؤا ۔ جمعرات کی صبح کو حضرت کی سواری ، جسے ہمیشہ تائیدِ ایزدی حاصل ہے ، مرکزِ خلافت میں داخل ہوئی ۔ شاہانِ مغلیہ کے دستور کے مطابق بادشاہِ دین و دنیا بڑے آئین اور جاہ و حشم کے ساتھ فیل سوار اس طرح شہر میں داخل ہوئے کہ بڑے بڑے سردار آپ کی رکاب میں پیادہ چل رہے تھے اور فرشتے آپ کی عمر و دولت کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے ۔ عالم بالا کے رہنے والے سات آسمانوں کے دریچوں سے سواری کے دبدبے کا نظارہ کرکے محوحیرت تھے ۔ نور منزل باغ سے اپنی شاہزادگی کے زمانے والے دولت‌کدے تک حضرت کے دونوں ہاتھ بادل کی طرح کوچہ و بازار والوں پر روپوں اور اشرفیوں کی بارش کرتے آئے جس سے زمین پر سفید اور زرد رنگ کی افشاں بچھ گئی ۔ اس آئینِ شائستہ کے ساتھ آپ مذکورہ بالا دولت‌کدے میں اترے اور بارہ روز تک وہیں قیام رکھا کیونکہ تختِ سلطنت پر جلوہ‌گر ہونے کے لیے نجومیوں نے جو مبارک ساعت مقرر کی تھی اس میں بارہ دن کی دیر تھی ۔

آگرے میں بادشاہِ زمین و زماں حضرت شاہ جہاں صاحب قرانِ ثانی کی تخت نشینی کا جشن

حکمتِ کاملہ کے بموجب پروردگارِ عالم کا قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک صدی بعد دین و دولت کی بنیاد پرانی ہو جاتی اور

انتظامِ عالم میں خلل پیدا ہو جاتا ہے تو قدرتِ خداوندی اہلِ دنیا کو کسی ایسے اقبال مند کے سائے میں پناہ دیتی ہے [۱۷۱] جو انتہائی لیاقت کی بدولت حضرتِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نائبوں کی جانشینی کے لیے موزوں ہو۔ باری تعالیٰ اپنے لطفِ عام سے، جو اہلِ عالم کے لیے مخصوص ہے، کسی ایسے دیندار بادشاہ کو پیدا کرتا ہے جو دنیا کو عدل و احسان سے آراستہ کرکے انصاف کی بنیاد قائم کرے۔ یعنی یہ دنیا، جو قدرتِ الٰہی کا صحیفہ اور مصلحتوں کا دفتر ہے، کسی ایسے فرماں روا کے اقتدار میں دے دی جاتی ہے، جو عاقل اقبال مند، مظفر و منصور اور صاحبِ جاہ و جلال ہو، پنجہ خورشید اس کے سامنے ہیچ ہو اور جس کے دبدبے سے آسمانِ ہلال کی انگلی اٹھا کر عاجزی کا اظہار کرے اور جس پر خوش نصیبی نازاں ہو۔

حضرت شاہجہاں سکندر صولت کی ذاتِ بابرکات ان اوصاف کی حامل تھی۔ لڑکپن ہی سے جہاں‌بانی و سلطنت کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ اس ابرِ نیساں کے چہرے سے جلالِ حکومت برستا تھا اور ماتھے پر بادشاہت کی نشانیاں نمودار تھیں۔ نجومیوں نے حضرت کے زائچے سے اندازہ کر لیا تھا کہ آپ جہاں بانی کریں گے۔ روشن ضمیروں کو یہ یقین تھا کہ حضرت سے ہزار آرزوئیں بر آئیں گی۔ غرض وہ دن، جس کا زمانے کو ایک مدت سے انتظار تھا اور وہ صبح، جس کا آفتاب کو اشتیاق تھا طلوع ہوئے۔ برکت و سعادت کی امید بر آئی۔ اقبال مندی کی تمنا پوری ہوئی یعنی تختِ سلطنت کی زینت، تاجِ شاہی کی زیب برگزیدۂ الٰہی، آرائشِ عالم، ضامنِ امن و امان، مظہرِ فضلِ ربانی، ظلِ سبحانی، شاہِ دیندار، شہنشاہِ عدالت شعار فخرِ سعادت و اقبال، صاحب قرانِ ثانی حضرت شاہجہاں ۵ ج

شاہجہاں نامہ

۷ جمادی الثانی ۱۰۳۷ھ[1] (۱۳ فروری ۱۶۲۸ء) پیر کے دن ، [۱۷۲]
جو جناب خاتم الانبیا کا یوم ولادت ہونے کے سبب ہفتے کا نہایت مبارک دن ہے ، ساڑھے تین گھڑی دن چڑھے ، جو نجومیوں کے حساب سے ایک گھنٹہ ۲۴ منٹ کے برابر ہے ، دولت و اقبال کو جلو میں لیے اپنی شاہزادگی والے دولت خانے سے صبا رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر برآمد ہوئے۔ خوش نصیبی کمر بستہ اہتمام کرتی ہوئی آگے تھی اور فرماں برداری کا دامن تھامے ہوئے دولت پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ دائیں بائیں مسلح منصبدار تھے۔ اس جاہ و جلال کے ساتھ قلعہ اکبر آباد کے دولتخانے میں ، جس کی بلندی آسمان کی ہمسر ہے ، سبھ گھڑی میں فرو کش ہوئے۔ عجب مبارک ساعت تھی کہ خوش نصیبی شگون لیتی تھی۔ المختصر حضرت نے تاج شاہی ، جس کے جواہرات ستاروں پر آنکھ مارتے تھے اور خلعت شاہی ، جس میں اطلس فلک کا استر تھا ، زیب تن فرمائے۔ لعل سے مرصع پیٹی کمر پر باندھی اور شمشیر مرصع ، جس پر فتح و ظفر نثار تھی ، کمر میں لگائی۔ کمال شان و شکوہ سے پائے مبارک تخت پر رکھا۔ خلق کی امیدیں بر آئیں۔ تخت شاہی کی آرزو پوری ہوئی اور تاج سلطنت کو فخر حاصل ہوا۔ [۱۷۳]
دونوں نے اپنی خوش نصیبی پر ناز کیا۔ الحمد للہ کہ تخت و تاج کا مرتبہ بلند ہوا۔ تخت کو وہ شادمانی ملی کہ زمین پر پاؤں نہ رکھتا تھا۔ تاج کا رتبہ آسمان تک پہنچا۔ حضرت جب تخت پر بیٹھے تو چتر شاہی اُس پر قربان ہوا ، تاکہ یہ سمجھے کہ خوشی

۱۔ تخت نشینی کی صحیح تاریخ ۷ جمادی الثانی نہیں بلکہ ۸ ہے جیسا کہ آگے چل کر اس فرمان میں بھی درج کی گئی ہے جو شاہجہاں نے اپنے قلم سے آصف خاں کو تخت نشینی کے روز لکھا۔

کے مارے خورشید کی طرح گھومنے لگا ۔ عجب مبارک چتر تھا جو آفتاب کے گرد متحرک تھا اور ہالۂ ماہ کو شرماتا تھا ۔ اس کی ڈوریاں تار شعاع کی طرح لٹکتی تھیں اور مرصع لڑیاں بارش کی جھڑی کے مانند نظر آتی تھیں ۔ سحابِ گوہر بار کا نمونہ تھا بلکہ فلکِ قمر تھا جو نیک بختی سے معمور تھا ۔ آنکھ کی پتلی کی طرح انوار الٰہی سے منور اور یاقوت و گوہر سے مرصع ہونے کے سبب بادشاہوں کے شایاں تھا ۔ آفتاب سے بلند ، نیک بختی کا ضامن ، دریائے فیض کا گرداب ؛ عرض جو کچھ کہیے بجا ہے ۔
اشعار :

آس کا سایہ خدا کا سایہ بلکہ نورِ سعادت کا
ہم پایہ تھا ۔ شاہجہاں کے سر پر یوں سایہ فگن
تھا جیسے رسول مقبولؐ کے سر پر بادل ۔

الغرض جب وہ نیک طینت بادشاہ تختِ کامرانی پر بیٹھا اور لوگوں کی مرادیں پوری کرنے لگا تو آس کی انگوٹھی مہرِ سلیماں کی ہمسر ہوگئی ۔ قلم کو سربلندی ملی ، خطبہ و سکہ جاری ہوئے ۔ تلوار کے نصیب جاگے ۔ نقارہ خوشی سے پھولا نہ سمایا ۔ علم کا نصیب بلند ہؤا ۔ کمان کو سرمایۂ فتح اور تیر کو دولتِ سعادت ملی ۔ سلطنت کو تقویت اور اقبال کو خوش بختی حاصل ہوئی ۔ آسمان نے سجدۂ شکر ادا کیا ۔ روزگار نے فالِ نیک بختی سنائی ۔ فتنہ شرم کے مارے بیٹھ گیا ۔ ظلم نے منہ چھپایا ۔ دبیروں اور سپہ سالاروں نے تہنیت ، سرداروں نے مبارک باد دی ۔ ✓

حضرت کے تخت پر قدم رکھتے ہی خطیبِ فصیح نے خدائے پاک کی حمد اور رسول مقبول [۱۲۴] صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نعت کے بعد آپ کا خطبہ پڑھا ، پھر امیر تیمور سے لے کر جہانگیر تک حضرت کے دس بزرگوں کے اوصاف بیان کیے ۔ آخر میں حسن

مطلع کے بطور حضرت کا نام ِ نامی لیا ۔ دستور کے مطابق ہر بزرگ کے نام پر ایک قیمتی خلعت عطا ہوتا گیا ۔ جب حضرت ِ سلیمان مرتبت شاہجہان بادشاہِ غازی کا اسم گرامی زبان پر لایا ، جو روز ازل خلافت و نیابت الٰہی کا مقصود تھا ، تو زبان سے فرط ِ فصاحت کے سبب آب ِ حباب ابلنے لگا ۔ اس مرتبہ زریں خلعت عطا ہؤا جو سب سے زیادہ قیمتی تھا ۔ نام نامی کی آواز بلند ہوتے ہی روپوں ، اشرفیوں اور جواہرات کے اتنے خوان حضرت کے سر پر نچھاور کیے گئے کہ زمین اُن کی کثرت سے آسمان کا نمونہ بن گئی ۔ اُسی وقت حضرت کے سکے کی اشرفی تیار ہوئی جس پر ایک طرف دونوں کلمے اور خلفائے راشدین کے نام تھے اور دوسری جانب نام ِ نامی اور القاب ِ گرامی درج تھے ۔ سکے سے سونے چاندی کی آبرو بڑھ گئی ۔ درہم و دینار کا رتبہ زیادہ ہؤا ۔ چاندی کا چہرہ چمکا اور سونے کو سرخ روئی ملی ۔ انتہا ہے کہ چاند سورج بھی سکوں کی طرح حضرت کا نقش لینے کے لیے بے تاب ہوگئے ۔ اس نسبت سے چاندی سونے کو آنکھوں میں جگہ دیجیے تو بجا ہے اور اگر سکے کے الفاظ کو ، جن میں نام ِنامی شامل ہے ، زبان پر نقش کر لیجیے تو روا ہے ۔

حضرت کی کنیت ابوالمظفر اور لقب شہاب‌الدین محمد صاحب قران ِ ثانی مقرر ہؤا کہ اُس شاہ سلیمان جاہ کی تلوار نے فتنہ و فساد کے دیو کو دنیا سے نکال دیا ۔ حضرت کے اوضاع و اطوار تو صاحب قران ِ اعظم امیر تیمور سے مشابہ تھے ہی لیکن ظاہر میں اگر تاریخ گوئی کے قاعدۂ بیّنات سے 'صاحب قران' کے عدد نکالے جائیں تو ۳۶۵ ہوتے ہیں جو 'شاہجہاں' کے اعداد کے برابر ہیں ۔ خواص و عوام نے آپ کو مبارک باد اور دولت و اقبال کی زیادتی کی دعا دی ۔ بلاغت شعار [۱۷۵] شاعروں نے تہنیت کے قصیدے اور تاریخیں کہیں جن سے تخت نشینی کا سال نکلتا ہے ۔ منجملہ حکیم

شاہجہاں نامہ

رکنا کاشی مسیح نے یہ تاریخ پیش کر کے اس بادشاہِ نکتہ داں سے انعام حاصل کیا :

بادشاہِ زمانہ شاہِ جہاں
خرّم و شاد و کامراں باشد

حکمِ او بر خلائقِ عالم
ہمچو حکمِ خدا[1] رواں باشد

ہرِ سالِ جلوسِ شہ گفتم
در جہاں باد تا جہاں باشد

سعیدائے گیلانی نے بھی ، جس کا خطاب بے بدل خاں ہے اور مختلف علوم و فنون میں بے نظیر ہے ، مصرعِ ذیل سے تاریخ نکالی : ع

جلوسِ شاہِ جہاں دادہ زیبِ ملّت و دیں

''زینتِ شرع'' اور ''خدا حق بہ حقدار داد'' سے بھی تاریخ نکلتی ہے ۔

امرائے سلطنت نے اس خوشی میں اپنے نقارے بجوائے کہ شور آسماں تک پہنچا ۔ مقتضائے وقت کے لحاظ سے اربابِ نساط نے بھی خوب خوب نغمہ سنجی کا حق ادا کیا ۔ عیش و طرب اور کامرانی کے اس نوروز میں نہایت شان و شکوہ کا جشن منعقد ہؤا جس کی نظیر چشم مہر و ماہ نے ازل سے آج تک کسی بادشاہ کے جلوس میں نہیں دیکھی ۔ عیش و نشاط کی وہ کثرت ہوئی کہ ہر

۱۔ بادشاہ نامہ ، جلد اول ، ص ۹۵ پر 'حکم قضا' کے الفاظ درج ہیں ۔

شخص رنج و غم کو بھول گیا ۔ محتاجوں نے لعل و گوہر سے جھولیاں بھر لیں ۔ نیّت بھر گئی ۔ کوئی شخص ایسا نہ رہا جس کی آرزو پوری نہ ہوئی ہو ۔ اشعار :

اس فرحت بخش جسن میں ساری دنیا عیش و
طرب سے بھر گئی ۔ صرف سازِ عسرت ہی نہیں
بجا بلکہ خدا نے عیش بھی عطا کیا ۔ اس روز
خوشی و خرمی کا یہ عالم تھا کہ گویا خوشی
آج ہی پیدا ہوئی ہے ۔

[١٧٦] جب شاہجہاں دربار خاص و عام سے اٹھ کر حرم سرائے شاہی میں آئے تو شبستانِ سلطنت منور ہو گیا ۔ سب سے پہلے زینتِ کاشانۂ دولت ، خاتونِ حمیدہ صفات ، صاحبِ جاہ و جلال ، بحر عزّت و اقبال مہد علیا ارجمند بانو بیگم نے ، جن کا خطاب ممتاز محل بیگم ہے ، اپنے ہاتھ سے اس شہنشاہِ عالم کے سر پر روپوں ، اسرفیوں اور لعل و گوہر سے بھرے ہوئے خوان نچھاور کیے ۔ لعلوں اور موتیوں کی وہ کثرت تھی کہ آبِ گوہر آپ کے سر سے اونچا ہو گیا اور خط پیشانی خط یاقوت بن گیا ۔ موتیوں کا انبار آسمان تک پہنچا ۔ لعل برج جوزا سے جا ملے ۔ بعد ازاں جواہرات ، موتی ، ایران اور ہندوستان کے نادر تحفے ، جو کسی نے نہ دیکھے نہ سنے ، بطور پیشکش نذر کیے ۔ اس کے بعد بادشاہزادیِ عالم ، گوہرِ دریائے خلافت ، قرۃالعینِ سلطنت ، حضرت جہان آرا بیگم نے ، جن کا خطاب بیگم صاحب ہے اور جو ہوش مندی و عقل میں دوسری شاہزادیوں سے برتر ہونے کے باعث حضرت شاہجہاں کو زیادہ عزیز ہیں ، اپنی مادر ذیجاہ کی طرح بیش قیمت نچھاور اور قیمتی نذر پیش کرنے کے مراسم ادا کیے ۔ حریم عصمت کی دوسری خواتین بھی

اپنے اپنے حوصلے کے موافق روپوں اشرفیوں کی بکھیر کر
مبارکباد ادا کرنے کے لیے اس والا جاہ کے گرد جمع ہو گئیں
دولت و اقبال کے بڑھنے کی دعائیں دیں ۔ حضرت نے سب
نوازشیں فرمائیں ۔

اسی محفل میں اس دریا دل فیاض بادشاہ نے دو لاکھ روپے
دو لاکھ اشرفیاں بانوے حرم ممتاز محل بیگم کو ، ایک لا
روپے اور ایک لاکھ اشرفیاں بیگم صاحب کو ، ایک ایک لا
روپے شاہزادہ مراد بخش ، روشن آرا بیگم اور ثریا بانو بیگم
عطا فرمائے ۔ حضرت ممتاز محل بیگم کا سالانہ وظیفہ دس لا
روپے اور بیگم صاحب کا چھ لاکھ روپے مقرر ہؤا ۔ چار لا
روپے ، جو انعام کے بطور شاہزادہ دارا شکوہ ، شاہ شجاع او
اورنگ زیب کے لیے مقرر ہوئے تھے ، نواب ممتاز محل کے سپر
کر دیے گئے کہ [۱۷۷] جب لاہور سے آگرہ پہنچیں تو حاضر
خدمت ہونے پر انھیں دے دیے جائیں ۔ شاہزادہ دارا شکوہ کے لیے
ہزار روپے ، شاہزادہ محمد شجاع کے لیے ساڑھے سات سو روپے
اورنگ زیب کے لیے پانچ سو روپے اور مراد کے واسطے ڈھائی
روپے یومیہ کا وظیفہ مقرر ہؤا ۔ امید ہے کہ یہ جلوس ا
شاہ دیجاہ کے حق میں فرخندہ و مبارک ہو کہ وہ زمین و زما
کے امن و امان کا سبب ہے ۔ الٰہی اس فیاض و مہربان بادشا
کا عہد حکومت استقلال کے ساتھ ابد تک قائم رہے ۔

شاہجہاں کا حلیۂ مبارک جسے دستِ قدرت نے بڑی دیدہ ریزی سے تیار کر کے احسنِ تقویم کا بہترین نمونہ پیش کیا

اگرچہ نقاشِ قدرت اور نقشبندِ فطرت نے اپنی قدرتِ کاملہ سے کارگاہِ عالم میں نہایت عمدہ شکلیں تیار کیں اور صفحۂ ہستی پر ہر ذی حیات کا جداگانہ نقش اس خوبی سے کھینچا کہ بڑے بڑے دانا اس کی خوبیوں کے ادراک سے قاصر ہیں لیکن انسان کو 'احسنِ تقویم' کے زیور سے آراستہ فرمایا ۔ دائرۂ ہستی کے تمام نقطے اور خطوط نقاشِ کن فکان کی پرکار کے پیدا کردہ ہیں اور چونکہ حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس لیے اس کی کسی مخلوق کی پیدائش مصلحت سے خالی نہیں ہے ۔ جسمانی خط و خال سے ہر شخص کی خصلت و طینت کا حال ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اگر دانشمند چاہیں تو ہر شخص کی حالت دریافت کر سکتے اور ظاہری شکل صورت سے باطنی خصوصیات سمجھ سکتے ہیں ۔ علم قیافہ کے تیز نگاہ ماہر انسان کی پیشانی سے اس کے دلی بھید جان لیتے ہیں ، بالکل اسی طرح جیسے آئینے یا پانی میں آدمی کا چہرہ دیکھ لیں ۔ [۱۷۸]

یہاں دنیا کے ان لوگوں کی حرماں نصیبی دور کرنے کے لیے ، جو حضرت کے دیدار مبارک سے محروم ہیں ، آپ کا حلیۂ مبارک بیان کیا جاتا ہے تاکہ جو لوگ چہرۂ زیبا کے جمال سے بہرہ مند نہیں وہ اس فرشتہ لقا ، آفتاب پیکر تاجدار کی صورت کی تفصیل پڑھ کر فیض یاب ہو جائیں کیونکہ سماعت بھی ایک حد تک دیدار کا حکم رکھتی ہے ۔ علاوہ ازیں یہ بھی ثابت ہو جائے گا

کہ اس صورت شہانہ کا شخص انسانوں اور فرشتوں کے تمام اوصاف کا حامل ہے ۔ شاہ ذیجاہ کا حلیہ بیان کرتے وقت میرے جملے آراستہ ہوئے جاتے ہیں ۔ میں بھی حضرت کا سراپا بیان کرکے سخن کو زینت بخشوں گا ۔

قلم پہلے حضرت کے قامت والا کا بیان کرتا ہے جسے آفتاب اقبال کا الف اور دیوان قدرت کا مصرع برجستہ کہنا زیبا ہے ۔ اس سے دولت و اقبال فیض یاب ہیں اور سخن کا رتبہ بلند ہے ۔ قامت مبارک اوسط درجہ ہے جو اوصاف خجستہ کی دلیل ہے ۔ اسی طرح سر مبارک بھی ، جو ہوشمندی سے معمور ہے ، متوسط ہے ۔ اسی سر کے سائے میں دنیا کو رحمت الٰہی حاصل ہے ۔ بیدار مغزی اور اعتدال اخلاق اس سے ظاہر ہے ۔ لوح جبیں ، جسے کتاب سروری اور صحیفۂ سلطنت کا پہلا ورق سمجھیے اور جس پر کبھی بھولے سے بھی شکن نہیں آئی ، لیاقت سلطنت کی آئینہ دار ہے ۔ سہر و الفت اس سے ٹپکتی ہے ۔ پیشانی کے انتہائی بائیں جانب ایک سیاہ تل ہے جو سویدائے قلب کی طرح دلچسپ اور مصحف رخسار کا حافظ ہے ۔ اس تل کو سپہر سلطنت کا نقطۂ اوج سمجھیے ۔

بھوئیں ، جو خوش نمائی میں طاق اور خوبی میں شہرۂ آفاق ہیں ، شاہ بیت ہیں جسے قدرت کے قلم نے رخسار تاباں کے صفحے پر لکھ دیا ہے ۔ عنبر سرشت ہلال سورۂ فتح کی بسم اللہ ، کتاب حسن کا دیباچہ ، نہیں نہیں ، خدا پرستوں کی محراب عبادت ہیں ۔ یہ نہ درجۂ اوسط کشادہ اور اقبال و دولت کی دلیل ہیں ۔ [۱۷۹] با مروت آنکھیں ، جن کی نظیر کسی نے نہیں دیکھی ، تنگی و فراخی میں برابر اور سفیدی و سیاہی میں معتدل ہیں ، علم خداداد اور یا تیزی اصل کا ثبوت ہیں ۔ آنکھ کی پتلی ، جو ہمیشہ خدا کے نور کا نظارہ کرتی ہے اور اہل نظر کی آنکھوں کا نور ہے ،

عباسیوں کے شعار[1] اور آئین خلافت کی حامل ہے - آنکھیں صلح و آشتی اور حیا و شرم سے معمور ہیں کہ آئین و فرہنگ کی علامت ہے - دائیں آنکھ کی پشت پر تل ہے جو چشم بد سے محفوظ رکھنے میں نبی کریمؐ کی پشت مبارک کی مہر نبوت سے مشابہ ہے - چہرۂ انور پر ناک لفظ ماہ کے الف کی طرح سیدھی اور راست کرداری کی علامت ہے - مستقل مزاجی ، ثابت قدمی اور خیر اندیشی اس سے مترشح ہیں - بائیں آنکھ کے نیچے ناک سے ملا ہؤا ایک تل ہے - یہ وہ نقطہ ہے جس نے 'الف حالی' کا مقولہ باطل کر دکھایا - یہ دولت جاودانی اور اقبال ابدی کی پہچان ہے - کان ، جنھیں دریائے حقیقت کے صدف اور آواز فیض الٰہی کا محرم کہنا زیبا ہے ، نگاہ کی طرح حق بینی و حقیقت نیوشی میں طاق ہیں - ان کی چھوٹائی بڑائی معتدل ہے کہ حافظے اور تیز فہمی کی دلیل ہے - روئے دل افروز اور عارض پرنور ، جن سے جلال ایزدی نمایاں ہے ، تمام خوبیوں میں متوسط ہیں جو علم قیافہ کے بموجب اخلاق حمیدہ کی نشانی ہے - چہرۂ مبارک کی رنگت حضرت رسالت پناہ کی طرح گندمی ہے جو دانشمندی کی علامت ہے - یہ رنگ مردمی کا سرمایہ اور معنی آدمیت[2] ہے - اس کی ملاحت آفتاب کی صباحت کو شرماتی ہے -

حضرت کا دہن مبارک ، جسے فیض جاودانی کا سرچشمہ اور جواہرات کی ڈبیا کہیے ، مسکراتے وقت بہت دلکش نظر آتا ہے - اس دہن کی سچائی اور دلفریبی غنچوں کے تبسم اور صبح صادق

۱- خلفائے عباسیہ کا شعار (ساہی پوشاک کا رنگ) سیاہ تھا - آنکھ کی پتلی کی سیاہی کو بطور استعارہ ظاہر کیا ہے -

۲- روایات میں حضرت آدمؑ کا رنگ گندمی بیان کیا گیا ہے -

کی سچائی کو خجل کرتی ہے - دہن نہ بہت تنگ ہے نہ بہت فراخ - [۱۸۰] یہ مردانگی و فرزانگی کی علامت ہے - ہونٹ ، جو بولتے وقت غنچوں کا تبسم بند کرے اور آب حیات کو خجل رکھتے ہیں ، اوسط درجے کے باریک ہیں - لطافت طبع اور باریک بینی ان سے ظاہر ہے - آپ کے دانت ، جو موتیوں اور ستاروں سے تاباں ہیں ، موتی کی لڑی معلوم ہوتے ہیں - اہل عالم ان پر فدا ہیں - نہ بہت چھوٹے ہیں نہ بڑے - باہم ملے ہوئے ہیں جو پاک کرداری اور سچائی کا نشان ہے - آواز مبارک مہربانی کے وقت بے حد جاں بخش لیکن عتاب کے وقت انتہائی زہرہ گداز ہے - کبھی سامعہ کو نسیم روح افزا کی طرح نوازتی اور کبھی حالت مہر میں کان کے پردے کو شفی کرتی ہے - یعنی کبھی بجلی کا کڑکا بن جاتی ہے اور کبھی آب حیات کا چشمہ - حضرت کی گفتگو موتی کی لڑی کی طرح بہت مرتب ہے اور تحریر بھی ، جس سے انسان کی عادت ، خصلت ظاہر ہوتی ہے ، نہایت دلکش ہے - آپ کی تقریر صنائع بدائع کے تصنع سے پاک ، فارسی کی سلاست و بلاغت کا معجزہ ہے - قلمرو فصاحت کا یہ تاجدار بالعموم فارسی زبان بولتا اور دلوں کے چراغ کو آتش پارسی سے روشن کرتا ہے - کبھی کبھی ہندوستانیوں سے ، جو فارسی بولنے سے عاری ہیں ، ہندی زبان میں بھی بات کر لیتے ہیں - چونکہ نواب خدیجۃ الزمانی رقیہ سلطان بیگم نے بچپن سے آپ کو پرورش کیا تھا اور وہ حرم سرائے شاہی کے تمام افراد سے ترکی ہی میں گفتگو کرتی تھیں اس لیے سنتے سنتے آپ ترکی زبان کے اکثر الفاظ سے واقف ہو گئے - ترکی بات چیت بخوبی سمجھتے ہیں بلکہ ایک حد تک خود بھی اس کے بولنے پر قادر ہیں - چونکہ ترکی بول چال بہت کم اور اس کا ذوق ناپید ہے لہٰذا بہت کم ترکی بولتے ہیں - [۱۸۱] بچپن میں آپ کو یہ زبان سیکھنے کا شوق

نہ تھا اور نواب رقیہ سلطان بیگم بھی اس نونہال سلطنت کو ترکی سکھانے پر مصر نہ تھیں۔ حضرت جہانگیر خوش طبعی کے عالم میں کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی نافہم مجھ سے اس قابل شاہزادے کا عیب دریافت کرے تو کہہ سکتا ہوں کہ ترکی نہیں جانتا۔ غرض الفاظ جاننے کے باوجود بہت کم ترکی بولتے ہیں کہ مبادا مس نہ ہونے کے سبب بات بے ربط ہو جائے۔

حضرت شاہجہاں کی داڑھی مونچھیں، جو آن کے حسن صورت و سیرت کا پیرایہ ہیں، تفسیر ہیں جسے قدرت کے قلم نے آپ کے مصحف رخسار کے حاشیے پر خط ریحان میں لکھا ہے۔ دقیقہ سنج، موشگاف، قیافہ شناس آدمی انھیں اعتدال اخلاق اور شعور مندی کی علامت سمجھتے ہیں۔ حضرت خلافت مرتبت، جو سنت سیدالمرسلین کی تقلید میں سرمو کوتاہی نہیں کرتے، لبوں کو کترواتے ہیں۔ داڑھی ایک مشت کی حد میں رہتی ہے۔ آپ کی گردن، جو ناموس سلطنت اور مشاغل حکومت کا بوجھ اٹھائے ہے، بہت شاندار اور معتدل ہے۔ سرداروں اور بادشاہوں کی گردنیں اس کے آگے جھکی ہیں۔ اگر تمام فرماں روا اس کی اطاعت کریں تو بجا ہے۔ سینۂ مبارک علوم کا خزانہ اور حقائق و معارف کا گنجینہ ہے۔ یہ آئینۂ صفا، مخزن عطا، صندوق اسرار، نہاں خانۂ فیض، تمام صفات میں متوسط ہے، جو اعتدال اخلاق کی گواہی دیتا ہے۔

حضور کا فیاض ہاتھ، جسے خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے، دولت و نیک بختی کا آئینہ دار ہے جس کی دسترس سے کوئی شخص باہر نہیں۔ یہ ہاتھ پنجۂ آفتاب سے مہر اور فیض بخشی و سخاوت میں بے نظیر ہے۔ جود و کرم میں ابر نیساں اس کے آگے پانی پانی ہے۔ [۱۸۲] تلوار کو اس طرح قبضے میں رکھتا ہے

کہ بڑے بڑے زبردست اس سے ڈرتے ہیں۔ ایسے صاحب تیغ و قلم، سرچشمۂ جود و کرم کہنا مناسب ہے۔ اس کی درازی و کوتاہی میانہ ہے کہ محامدِ اخلاق کے اعتدال کی علامت ہے۔ یہ کبھی لطف و کرم سے دستگیری کرتے ہیں اور کبھی قہر و غضب سے رسم کو بست کرتے ہیں۔ دونوں ہتھیلیاں، جن کی فیاضی کو دنیا جہاں کے خزانے کافی نہیں ہوئے اور جو نقد روزگار کو ہیچ سمجھتی ہیں، بہ درجۂ اوسط نرم و کشادہ ہیں، جو مہر و محبت اور دانشمندی کا نشان ہے۔

ہاتھوں کی انگلیاں، جو پنجۂ آفتاب کی ہمسر اور فیض و کرم کا منبع ہیں، دیدۂ امید کے لیے پنج گنج ہیں۔ رگِ ابر اور بحر سخاوت کی نہر کہنا زیبا ہے بلکہ پنجاب کرم یا دیوان سخاوت کا مخمس قرار دیجیے۔ مصحف سخاوت کی پانچ آیتیں ٹھہرائیے جو محتاجوں کی رہبر اور بے حساب فیاضی کی ضامن ہیں۔ یہ انگلیاں درازی، نرمی اور فربہی میں اعتدال پر ہیں کہ جہاں بانی و سلطنت کی علامت ہے۔ انگوٹھے کے سوا ہر انگلی پر ایک تل ہے جس سے یہ فال نکلتی ہے کہ تمام عناصر اربعہ ان کی دسترس میں ہیں۔ یا یہ سمجھیے کہ انگلیاں رباعی کے چار مصرعے ہیں جن پر منشی ازل نے الگ الگ نقطۂ انتخاب لگا دیے ہیں۔ غرض ہر تل اقبال و دولت کی دلیل ہے۔ انھیں جہاں کشائی کا گُر خوب یاد ہے۔ چار انگلیوں کو بہشت کی نہریں سمجھیے جن پر حضرت بلال مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہیں، یا ہر انگلی پر اہل نظر کے دل کا سویدا جم گیا ہے۔ یہ سب غلط؛ درحقیقت انگشت ایک کا ہندسہ ہے اور تل صفر کا نشان۔ مطلب یہ کہ اس بادشاہ کی سلطنت روز افزوں ہو کر ایک سے دس بنتی چلی جائے گی یا یہ کہ چاروں انگلیاں چار دانگ عالم کے باشندوں کے دامن موتیوں سے بھر دیں گی۔ فیاض ہتھیلی پر ایک لکیر ہے

جیسے بادشاہ حقیقی کا دستخط ، منشور سعادت کا طغرا یا [۱۸۳]
سورۂ کرامت کی بسم اللہ کہیے تو بجا ہوگا ۔ نامۂ اقبال کا عنوان ،
سطر عزت ، تعویذ گردن آرزو ، حرز بازوئے مراد ، نقش عمر
جاوداں ، جو کہیے مناسب ہے ۔

پسائے مبارک ، جو دنیا میں گشت کر چکا ہے ، متوسط درجے
کا ہے ۔ تلوے کی لکیریں ، جنھیں پیشانی اقبال کی تحریر کہنا
مناسب ہوگا ، بلند پایگی کی دلیل ہیں ۔ کیسا مبارک پاؤں ہے جو
بادشاہوں کے سر کا ہمرتبہ ہے ۔ فرماں روا اگر اس پاؤں پر اپنا
سر رکھیں تو مناسب ہے کہ انھی قدموں سے دولت کی مراد بر آتی
ہے اور سعادت قدم بوسی کو دوڑتی ہے ۔ المختصر اس خلاصۂ دہر
کا وجود ، جو قدرت الٰہی کا نمونہ ہے ، بہت ہی متناسب و معتدل
ہے ۔ اس کی خوبیاں اور قدر و قیمت بیان کرنا خرد مندوں اور
آداب دانوں کی طاقت سے باہر ہے لہٰذا اس تفصیل کو حضرت
کے تلوے کے تل کی تعریف پر ختم کرتا ہوں جو خاتمۂ کتاب
کے نقطے کی مانند بالکل آخر میں واقع ہے ۔ یقیناً اس تل نے
حضرت کے اخلاق کی خوشبو سونگھ لی ہے جو قدموں میں آ پڑا
ہے ۔ لوگ خال مسکیں کہنے لگے ۔ بائیں تلوے پر ہے لہٰذا
فتح مندی کی دلیل ہے ۔ اسی کی بدولت تخت سلطنت کا رتبہ
چرخ بریں سے بڑھ گیا ہے ۔

حضرت کے اعضاء کی وضع اور یہ نشانیاں ایسی ہیں کہ
باریک بیں دقیقہ سنج آدمی دیکھ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں ۔
ہندوستان کے قیافہ شناسوں نے ، جو قیافے سے حقیقت کو سمجھ جاتے
ہیں ، جو کچھ کہا ہے اسے لکھا جائے تو حوصلہ تنگ ہوا جاتا
ہے ۔ مختصر یہ ہے کہ چند سال پہلے شکارگاہ میں ، جو دلبروں کے
عیش و نشاط کی جگہ ہے ، کوئی روشن ضمیر عابد مرتاض ، جس

کے چہرے سے نور دانش برستا تھا ، بے تعارف حضرت کی خدمت میں آ نکلا - چونکہ [۱۸۴] اسرار غیب کا ماہر تھا اس لیے آپ کے ہاتھ پاؤں کی لکیریں دیکھ کر ہاتف غیبی کی طرح یوں بشارت دی کہ تھوڑی ہی مدت میں یہ شخص دولت و اقبال کا مرکز اور صنع الٰہی کی جلوہ گاہ بن جائے گا یعنی قلمرو ہندوستان ، جو کئی اقلیموں پر مشتمل ہے ، بلا شرکت غیرے سراسر اس کے زیر نگیں ہوگی اور تخت سلطنت کو اس کی ذات سے زینت ملے گی -

شاہجہاں کے مشاغل اور نظام الاوقات کا بیان جن سے نظام عالم قائم ہے

اس فرماں روائے عالم کا کچھ وقت عبادت اور نیاز مندی پروردگار میں گزرتا ہے جسے سعادت جاودانی سمجھیے - تھوڑا سا وقت آرام میں بسر ہوتا ہے کہ جیتی جان کے لیے یہ بھی ضروری ہے اور معنوی کمالات حاصل کرنے کے لیے ناگزیر ہے - کچھ وقت شکار میں صرف کرتے ہیں جسے ظاہر بیں تفریح کا مشغلہ سمجھتے ہیں لیکن در حقیقت دلوں پر قبضہ کرنے اور عبرت و بصیرت کی تحصیل کا ذریعہ ہے - کھانے پینے اور سونے میں ، جو ہر انسان کے لیے ضروری ہے ، یہ دانش مند بادشاہ اعتدال ملحوظ رکھتا ہے کیونکہ صنعت الٰہی کے کرشموں کو دیکھنے والے آنکھیں بند رکھنا پسند نہیں کرتے - اس کے باوجود سونے میں بھی آپ کی باطنی آنکھیں کھلی رہتی ہیں - غرض بیدار بختوں کی نیند بھی بیداری کے برابر ہے - [۱۸۵] نعیم جاودانی سے بہرہ مند ہونے والے عاقل کھانے پینے پر مایل نہیں ہوتے - اگر ہوں بھی تو ان کی فطرت ہمیشہ عقل و دانش کی خواہاں

رہتی ہے ۔ المختصر اس فرشتہ سیرت کے اوقات میں لذت و غفلت کو چنداں دخل نہیں ۔

حضرت کے اوقات کی تقسیم یہ ہے کہ یہ نیک بخت تاجدار طلوع آفتاب سے دو گھنٹے پہلے جاگ جاتا ہے ۔ یہ وقت سب سے بہتر اور فیض الہی کی گھڑی ہے ، چنانچہ آپ وضو کرکے عبادت کے لیے مستعد ہوتے اور خلوت گاہ سے متصل مسجد میں جا کر بڑے خلوص و نیاز سے پہلے نماز سنت پھر نماز فرض ادا کرتے ہیں ۔ پھر دعائیں اور وظیفے پڑھتے ہیں ۔ تسبیح خوانی سے فارغ ہو کر حرم سرا میں جلوہگر ہوتے ہیں ۔ طلوع آفتاب کے وقت مشرقی دریچے میں ، جو دریائے جمنا کے رخ ہے ، جھروکے میں بیٹھ کر درشن دیتے ہیں ۔ اس وقت ہر شخص حاضر ہو کر کورنش کا شرف حاصل کرتا اور ہر مظلوم کسی روک ٹوک کے بغیر اپنا درد دل عرض کرتا ہے ۔ اسی وسیع میدان میں میر بخشی فوج ظفر موج کی موجودات آپ کے سامنے کراتا ہے ۔ ہاتھیوں کی لڑائی بھی ، جو بہت ہی نادر تفریح ہے ، [۱۸۶] اکثر اسی میدان میں ہوتی ہے ۔ ہاتھیوں کی دھکا پیل اور ٹکروں سے شور قیامت برپا ہوتا ہے اور وہ ہنگامہ ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے کا ہوش نہیں رہتا ۔ وہ ہیاہو اور غلغلہ مچتا ہے کہ صور اسرافیل کا سماں بندھ جاتا ہے ۔ اسی تلاطم میں نامی کوہ پیکر ہاتھیوں کو تیز رفتار گھوڑوں کے پیچھے دوڑاتے ہیں تاکہ جب کبھی لڑائی پیش آئے تو ان ہاتھیوں سے حریف کو شکست دی جائے ۔ درشن کے جھروکے میں حضرت کم و بیش دو گھڑی بیٹھتے ہیں ، یعنی تفریح و انبساط کی خاطر کبھی کچھ زیادہ اور کبھی انتظام مہمات کے پیش نظر کچھ کم ۔ جھروکہ درشن کا یہ قاعدہ حضرت اکبر کا ایجاد کردہ ہے ۔

جھروکے سے اٹھ کر حضرت دربار خاص و عام میں جلوہگر

ہوتے ہیں ۔ یہ بڑی عالیشان بارگاہ ہے جو آپ کے حکم سے تعمیر ہوئی ہے ۔ اس وسیع انجمن کے آئین و آداب اور جاہ و جلال کا کیا بیان ہو ۔ دبدبے اور شان و شکوہ کا یہ عالم ہے کہ فرشتوں کے پر جلتے ہیں ۔ المختصر حضرت کا تعمیر کردہ یہ ایوان چالیس ستونوں پر قائم ہے ۔ کرسی بلند ہے اور اس کے در و دیوار اور چھت پر بہت دلفریب نقش و نگار ہیں ۔ تین طرف قد آدم چاندی کے کٹھرے ہیں ۔ تین طرف سے آنے کے راستے ہیں جن کے دروازوں پر ہیبت ناک دربان کھڑے رہتے ہیں ۔ مجال نہیں کہ کوئی شخص اجازت کے بغیر یہاں آنے کا تصور بھی کر سکے ۔ اس بارگاہ میں دو صدی کے منصبدار سے کم رتبہ اشخاص داخل نہیں ہو سکتے ۔ دوبار خاص و عام کے باہر نہایت وسیع میدان ہے جس میں سنگ سرخ کا پچاس گز لمبا ، پندرہ گز چوڑا کٹھرہ ہے ۔ اس کے در و دیوار رنگین اور منقش ہیں ۔ اس پر مخمل ، زربفت اور دیبا کا شامیانہ تنا رہتا ہے ۔ داخلے کے لیے تین راستے ہیں جن میں دربان کھڑے رہتے ہیں ۔ یہ دو صدی سے کم رتبے والے منصب داروں ، احدیوں ، برقندازوں اور امرا کے جانے پہچانے ملازموں کے کھڑے [۱۸۷] ہونے کی جگہ ہے ۔ باقی تمام فوج ، پیادے اور امرا کے نوکر چاکر باہر کھڑے ہوتے ہیں ۔

چاندی کے کٹھرے میں ذی رتبہ امرا مراتب و مناصب کے اعتبار سے ستونوں کے پاس اپنی مقررہ جگہ پر کھڑے ہوتے ہیں ۔ یہاں مختلف ملکی اور مالی مہمات کے انجام دینے والے اشخاص یکے بعد دیگرے چھوٹے بڑے معاملات حضرت کے سامنے عرض کرتے ہیں ۔ آپ مختلف معاملات کے تمام پہلوؤں پر غور فرما کر فی الفور ایسے مناسب احکام جاری کرتے ہیں کہ بڑے بڑے دانا نہایت غور و فکر کے بعد بھی نہ سوچ سکیں ۔ غرض ہر سوال کا ایسا درست اور مفصل جواب دیتے ہیں کہ ارباب مہمات کو

دوبارہ کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں ہوتی ۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مطالب عرض کرتے وقت ایک خانہ زاد کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اس کا تعلق یا تصادم کسی اور شخص کے مطلب سے ہو جائے ۔ آپ ایسا جواب باصواب دیتے ہیں کہ دونوں مطمئن ہو جاتے ہیں ۔

ان گزارشوں کا مختصر بیان یہ ہے : بخشیانِ لشکر مختلف منصبداروں کے مطالب و مقاصد بیان کرتے ہیں اور حضرت سے اُن کا نہایت عاقلانہ جواب سنتے ہیں ۔ یہیں بعض سعادت مندوں کو منصب کے اضافے ملتے ہیں ۔ بعض کارگزاروں کو خدمتیں سپرد ہوتی ہیں اور سرفرازی ملتی ہے ۔ میر سامان ، جو ضروری ساز و سامان کسی کو دینا منظور کرتا ہے ، عرض کرکے دیتا ہے ۔ اسی بارگاہ میں دیوانِ بیوتات اپنے مطالب بیان کرکے سرفرازی پاتا ہے ۔ احدیوں کے بخشی ، ناظم توپخانہ اور اصحابِ اشراف اپنے اپنے ماتحتوں کو حضور میں پیش کرکے ترقی دلواتے ہیں ۔ یہیں عرضِ مکرر کا مہتمم منصبوں ، جاگیروں ، تنخواہوں ، مالیہ وغیرہ کی یادداشتیں نیز احکام و فرامین وغیرہ کو بارِ دیگر حضرت کے سامنے عرض کرتا ہے ۔ عالموں ، فاضلوں ، درویشوں اور عابدوں وغیرہ کا داروغہ ان لوگوں کے حالات اور استحقاق گوش‌گزار کرکے ان کے لیے وظیفے ، روزینے ، منصب اور ترقیاں وغیرہ مقرر کرواتا ہے ۔

[۱۸۸] یہ معاملات سرانجام ہونے کے بعد اصطبل اور فیل خانہ کے داروغہ اور ناظر روزانہ کے دستور کے مطابق گھوڑوں اور ہاتھیوں کو سرخ کٹہرے کے باہر نظرِ انور سے گزارتے ہیں ۔ آپ دور سے ہی اُن کی فربہی یا لاغری کا بغور ملاحظہ کرکے ضابطے کے مطابق سوالات کرتے ہیں ۔ جانوروں کی خوراک کے لیے رقم

کا تقرر اور جانوروں کی حالت دیکھ کر اس رقم کا محاسبہ کرنا حضرت اکبر بادشاہ کی ایجاد ہے - اس دستور کے مطابق گھوڑوں کی تعداد اور داغ کا اندراج کرنے والے اہل کار منصب‌داروں کے سواروں اور گھوڑوں کی تفصیل حضرت سے عرض کرتے ہیں - اسی عرصے میں ہر سرکار اور ہر صوبے کے صوبے دار، دیوان، بخشی اور دیگر کارپردازوں کی عرضیاں اور اُن کی بھیجی ہوئی پیشکشیں پیش ہوتی ہیں - آپ ارکانِ سلطنت کی اکثر عرضیوں کو کثرتِ مشاغل اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ کے باوجود خود پڑھتے اور اُن کے مطالب کا بڑے اہتمام سے اپنے ہاتھ سے جواب لکھتے ہیں تاکہ حضرت کی تحریر اُن خوش نصیبوں کی اولاد کے واسطے قیامت تک سرمایۂ فخر بنی رہے - آپ اس دربار میں پانچ گھڑی بیٹھ کر خواص و عوام کے مقاصد پورے کرتے ہیں -

یہاں سے اُٹھ کر حضرت نشیمنِ خاص یعنی غسل خانے میں تشریف لے جاتے ہیں - اس بارگاہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرش آشیانی اکبر بادشاہ حریمِ خلافت کے پاس ایک خلوت سرا میں غسل کیا کرتے تھے - اس جگہ چند گنے چنے مقربوں کے سوا کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی - کبھی کبھی دیوان اور بخشی عرض مطالب کے لیے آ جاتے تھے - پھر بڑے بڑے امرا بھی آنے لگے - اس نسبت سے یہ نشست گاہ غسل خانہ کہلانے لگی - اس بارگاہ میں حضرتِ شاہجہاں کا وقت اس طرح گزرتا ہے کہ یہاں دیوانِ مالِ خالصہ محالات کے آمد و خرچ کا خلاصہ اور جاگیرداروں کی تنخواہوں کا حساب آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں - آپ سبھوں کو جواب دیتے جاتے ہیں - صوبوں اور سرکاروں کے عاملوں کی جو عرضیاں آتی ہیں اُن کا خلاصہ معتمد اہلکار آپ کو سناتے ہیں - آپ وزیروں اور وکیلوں کے ذریعے فاضل منشیوں سے اُن کا جواب لکھواتے ہیں - وہ حکم کے مطابق آپ کے [۱۸۹]

فرمائے ہوئے مضامین کے فرمان تیار کرکے پیش خدمت کرتے ہیں ۔ آپ احتیاطاً انھیں پڑھ کر ، اگر منشی سے اتفاقاً کوئی غلطی ہوگئی ہو تو اُسے ملامت کیے بغیر ، اپنے ہاتھ سے اصلاح فرما دیتے ہیں ۔ تب شاہزادہ ولیعہد اُن پر دستخط کرتے ہیں ۔ اس دستخط کے نیچے دیوانِ کل اپنا نشان لگاتا ہے ۔ بعد ازاں حضرت کی مہر سے فرمان مزّین ہوتا ہے[1] ۔ یہیں صدرالصدور اُن تمام دعا گو اور حاجت مند اشخاص کو پیش کرتا ہے جو دربارِ خاص و عام میں پیش نہ ہوئے ہوں ۔ ہر ایک کو لیاقت اور ضرورت کے مطابق وظیفہ ، نقد روزینہ ، غلہ اور اراضی بطورِ مددِ معاش مل جاتے ہیں ۔ بعض کو خواہش سے زیادہ نقد روپیہ خزانے سے عطا ہوتا ہے ۔ ان امور سے فارغ ہوکر تفریحِ طبع کے لیے کبھی کبھی گانا سنتے اور جواہرات کا معائنہ فرماتے ہیں ۔

چونکہ اس دلنواز بادشاہ کی طبیعت عمارتیں بنانے پر مائل ہے لٰہذا بالعموم نفیس عمارتیں اور خمر و برک کے کاشانے بنانے کا حکم اکثر دیتے ہیں اور تھوڑی ہی مدت میں زیب و زینت والی عمارات تعمیر کرا لیتے ہیں ۔ صاف ظاہر ہے کہ پچھلی صدیوں میں ایسی عالی شان عمارتیں کبھی دیکھنے میں نہیں آئیں ۔ وجہ یہ ہے کہ دوسروں نے اس طرف اتنی توجہ نہیں دی اور بے دریغ دولت صرف نہیں کی ۔ بالخصوص فنِ تعمیر میں جو باریک بینی اور تصرف جناب کو حاصل ہے کسی اور کو نہیں ملا ۔ اس کے بعد ایک گھنٹے تک آپ کے حسب الحکم چابک سوار تیز رفتار گھوڑوں کو اس بارگاہ کے میدان میں دوڑاتے ہوئے لاتے ہیں ۔

۱۔ بادشاہ نامہ جلد اول ص ۱۴۸ پر وضاحت ہے کہ یہ مہر محل میں نواب ممتاز محل کے پاس رہتی تھی اور وہیں فرامین پر مہر لگتی تھی ۔

یہ تنومند صبا رفتار گھوڑے ، جو براق سے مشابہ اور ابر و باد سے ہزار درجہ تیز ہیں ، پریوں کی طرح سلیمان زمانہ کے [۱۹۰] روبرو جلوہ گری کرتے ہیں -

یہ نشست چار یا پانچ گھڑی کی ہوتی ہے - اس کے خاتمے پر آپ شاہ برج میں ، جو صرف دہلی ، لاہور اور آگرہ کے قلعوں میں ہے ، تشریف لے جاتے ہیں - چونکہ برج میں آفتاب کے ساتھ صرف سعد ستارے ہوتے ہیں لہذا اس بارگاہ مخصوص میں شاہزادوں کے سوا اور کوئی نہیں آ سکتا - یا ایک دو مقرب جو شاذ و نادر کسی بڑی مہم کے عرض کے لیے ایک دو لمحے کے واسطے حاضر ہو جاتے ہیں - یہاں وزیر اعظم کے ساتھ اُن امور کے متعلق گفتگو فرماتے ہیں جن کا ذکر محفل عام میں خلاف مصلحت ہے - وزیر باتدبیر کو دلی خیالات کی آگاہی دیتے ہیں - پھر بارہ بجے کے قریب محل سرا میں جلوہ گر ہوتے اور خاصہ تناول فرما کر قیلولہ کرکے ظہر کی نماز ادا کرتے ہیں - بعد ازاں نواب ممتاز محل کے ذریعے بیوہ عورتوں اور بے سہارا بڑھیوں کو نقد و جنس اور اراضی عطا فرماتے ہیں - کوئی دن ایسا نہیں جاتا جس میں معمولی گھرانوں یا ذی رتبہ خاندانوں کی وہ لڑکیاں ، جنھیں غربت یا پریشان حالی کی وجہ سے کوئی عقد میں لینا نہیں چاہتا ، ستی النسا خانم[۱] کی معرفت اُس محتاجوں کے دستگیر کا

۱- یہ خوش تقریر ، ذی علم ، سلیقہ مند خاتون نصیرائے کاشی کی زوجہ اور طالب آملی کی بہن تھی - شوہر کی وفات کے بعد ممتاز محل کی پیش خدمت مقرر ہوئی - جہاں آرا بیگم کی تعلیم اور مہرداری کی خدمت اس کے سپرد تھی - ممتاز محل کی وفات کے بعد شاہجہاں نے اسے حرم سرا کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۹ پر)

سہارا نہ ڈھونڈتی ہوں - رحمت پروردگار کا یہ مظہر ان کے جہیز کے لیے زیور ، پارچات اور زر و گوہر عطا کر کے تمام تمنائیں پوری کر دیتا ہے - ہر روز اس کام میں ، جو سب سے عمدہ خیرات ہے ، بھاری رقم صرف ہوتی ہے اور بالعموم اربابِ خدمت ان لڑکیوں کی شادیاں حسب الحکم مناسب اشخاص سے کرا دیتے ہیں -

نمازِ عصر کے بعد آپ پھر غسلخانے میں تشریف فرما ہوتے ہیں - یہاں مغرب کے بعد بالائی منزل میں کافوری شمعوں کی روشنی سے دن کا سماں ہوتا ہے اور نچلی منزل میں رہپلی سنہری مشعلوں کی ضیا سے ساری جگہ منور ہو جاتی ہے - یہاں آپ عصر سے مغرب تک اور مغرب سے چار گھڑی بعد تک دین و دنیا کے کام انجام دیتے ہیں - اسی نشست میں کبھی کبھی تفریح طبع اور تقویت حواس کی [۱۹۱] خاطر ہندی گویوں اور عراقی مطربوں کا گانا سن کر قوتِ سامعہ کو محظوظ کرتے ہیں - ہندی موسیقاروں کا راگ ، جو فی الواقع اہلِ ذوق کو مرغوب اور نہایت نشاط افزا ہے ، آپ کو زیادہ پسند ہے - سچ تو یہ ہے کہ یہاں کے موسیقار فنِ موسیقی میں ایسے طاق ہیں اور انھیں ہر راگ کی راگنیوں پر اتنا عبور ہے کہ عہد قدیم کے اصفہان کے گویے اور زمانۂ حاضرہ میں خراسان کے موسیقار ، جن کا اتنا شہرہ ہے ، ہندی گویوں کے سامنے ہیچ ہیں - اس ملک کے گویے دلفریب دھنیں ایجاد کرنے ، پختہ راگ گانے ، مناسب فنی تصرّفات نکالنے اور تان ، پلٹے ، مرکی وغیرہ کو

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۲۸)

مدارالمہام مقرر کر دیا تھا - تفصیل کے لیے دیکھیے مآثرالامرا طبع کلکتہ جلد دوم ص ۷۹۱ ، شعرالعجم جلد سوم ص ۱۴۵ طبع لاہور ۱۹۳۸ء -

دلآویز طریقے سے ادا کرنے میں نہایت ممتاز ہیں۔ راگ کے زیر و بم اور تیور کومل سروں کے اتار چڑھاؤ میں لحنِ داؤدی کو مات کرتے ہیں۔ کئی کئی قوال مل کر ایسی ہم آہنگی سے گاتے ہیں کہ ایک آدمی کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ یہ ہنر انھی ہندی قوالوں سے مخصوص ہے۔ علاوہ ازیں دہ عاشق نما معشوق (گانے والیاں) گاتے وقت دلربا اور معنی خیز اداؤں سے اس طرح بھاؤ بتاتی ہیں کہ ان کی تعریف کا عشرِ عشیر حق بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ موسیقی کے ماہروں کے سوا کسی اور فن کا ماہر ان باریکیوں کا مزہ نہیں لے سکتا کیونکہ نرت اور بھاؤ سے ہی موسیقی کا جادو جاگتا ہے۔

اس محفل سے فارغ ہو کر عشا کی نماز باجماعت ادا کرکے حضرت محلسرائے شاہی میں تشریف لے جاتے ہیں۔ دوپہر کے قیلولے کا وقت ہو یا رات کے آرام کا، فصیح بیان شیریں زبان اشخاص خوابگاہ کے پردے کے پیچھے بیٹھ کر مستند تاریخوں اور سوانح عمریوں سے زمانۂ گزشتہ کے ناموروں کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ انبیا کے قصے، اولیا کے تذکرے، وزیروں بادشاہوں کے طور طریقے، عالموں فاضلوں اور حکما وغیرہ کے دستور سناتے ہیں جو عاقلوں کے لیے گفتار و کردار کا قانون ہیں اور ارباب بصیرت کے لیے ہوش مندی و عبرت کا سرمایہ۔ حضرت کی نفاست پسندی کا یہ عالم ہے کہ اگر کسی چیز کو کسی اور کا ہاتھ لگ جائے تو لطافتِ طبع کے تقاضے سے [۱۹۲] اس چیز کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ اگر اتفاقاً ہاتھ لگ جائے تو، خواہ جواہرات کو چھوا ہو، فوراً ہاتھ دھوتے ہیں۔ روح افزا عطریات کے استعمال کی اتنی رغبت آپ کو ہے کہ بیان ممکن نہیں۔ بہشت آئین مجلس ہمیشہ طرح طرح کے عطر، لخلخے اور بخور سے معطر رہتی ہے۔ پوشاک عطر میں اس طرح بسی ہوتی ہے کہ جس راہ سے گزر جاتے ہیں وادیِ ختن

کی طرح مہک اٹھتی ہے -

خاطر اشرف عدل و انصاف کی طرف نہایت مائل ہے - ہندوستان کی سرزمین ، جس کے تین طرف سمندر ہے ، بڑا وسیع ملک ہے لیکن مجال نہیں کہ ممالک محروسہ میں کوئی شخص کسی پر ظلم کرنے کی نیت کر سکے - اس بارے میں صوبوں کے عامل آپ کا مزاج جانتے ہیں اور کبھی انصاف سے بال برابر تجاوز نہیں کرتے - اگر اتفاقاً کسی بے توفیق سے ظلم سرزد ہو جائے یا ظالم کی حمایت کرے تو حضور کو خبر پہنچتے ہی اسے سزا ملتی ہے - صوبوں میں جو شخص کسی بری حرکت کے سبب سزا کا مستحق قرار پاتا ہے تو پہلے حضور کو اطلاع دی جاتی ہے - اس کے بغیر اسے سزا دینا ممکن نہیں - یہ آپ کی خدا شناسی اور تقویٰ کا تقاضا ہے تاکہ غلطی سے کسی بے گناہ کو عذاب نہ دیا جائے یا کسی معمولی جرم پر سخت سزا نہ دی جائے - اگر اتفاقاً ترکان یا ترک سلاطین میں سے کسی کی سفاکی کا ذکر محفل مقدّس میں چل نکلے تو ، چونکہ آپ کے خمیر میں انصاف و عدالت مضمر ہے ، یہ ذکر سن کر طبیعت مکدّر ہو جاتی ہے - کئی بار آپ نے فرمایا کہ بادشاہِ حقیقی نے تاجداروں اور فرماں رواؤں کو دوسرے انسانوں پر صرف اس لیے شرف عطا کیا اور اقتدار بخشا ہے کہ اہل دنیا ، جو اللہ کی امانت ہیں ، ان کے سایۂ انصاف میں امن و امان سے رہیں - لہٰذا بادشاہوں کو زیبا نہیں کہ عدل و انصاف کے راستے سے منحرف ہو جائیں - ظلم و ستم کا طریقہ بادشاہِ حقیقی کو پسند نہیں -

اگر اس برگزیدۂ خدا (شاہجہاں) کے اخلاق حمیدہ کے تمام اوصاف قلمبند کر دیے جائیں تو ساری دنیا کے فرماں رواؤں کے واسطے حکومت و سلطنت کا دستورالعمل بن سکتے ہیں جس سے

نیک کرداروں کو فیض الٰہی اور عنایت پروردگار تک پہنچنے کا راستہ مل جائے - [۱۹۳] لیکن حضرت کے اوصاف تحریر کرنا قلم کے حوصلے سے زیادہ ہے لہٰذا مختصراً بیان ہوا - امید ہے کہ حضرت کے عدل و انصاف کے دستور کی طرح تختِ سلطنت کے پائے ہمیشہ قائم رہیں گے اور آپ کی سلطنت روز قیامت تک پائدار رہے گی -

حضرت شاہجہاں کے سنہِ جلوس کا بطورِ تاریخ رائج ہونا

داناؤں نے عقلِ خداداد اور فہم و دانش سے کارخانۂ عالم کے ہر کام میں ایسی ایسی ایجادیں کی ہیں کہ بعد میں آنے والے انھی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں - انھی میں تاریخ اور سنہ کا معاملہ ہے جس سے وقت اور زمانے کو معین کیا جاتا ہے - چنانچہ خاص خاص واقعات اور مہمات نیز لوگوں کی عمر کا حساب اور حوالہ ہمیشہ سنہ سے دیا جاتا ہے - اس کی وجہ اتنی عیاں ہے کہ بیان کی ضرورت نہیں - مختصراً یہ سمجھیے کہ از روئے لغت تاریخ کے معنی وقت کا تعین ہیں ، یعنی ایک واقعے سے دوسرے واقعے تک کی درمیانی مدت کو مقرر کرنا - لہٰذا اس تعین کے لیے کسی مشہور عظیم الشان واقعے مثلاً کسی قوم یا سلطنت کا ظہور یا کسی جنگ عظیم یا طوفان سے حساب لگاتے ہیں - مختلف حکومتوں اور قوموں میں اس حساب کے طریقے مختلف ہیں - مثلاً بعض لوگ کسی بادشاہ کی تخت نشینی سے اس کی وفات تک کے زمانے کو تاریخ بناتے ہیں - بعض کسی اور بادشاہ کے جلوس سے وفات تک کو - اہلِ ایران یزدجرد بن شہریار

کے خاتمے تک یہی طریقہ برتتے تھے - یزدجردی سنہ اُس کی موت کے بعد سے شروع ہوتا ہے - یہودیوں ، عیسائیوں میں یونان کا سنہ ، جو سکندر سے منسوب ہے ، رائج ہے حالانکہ اس سنہ کا تعلق نہ سکندر کے جلوس سے ہے نہ موت سے - [۱۹۴] سکندر کی وفات کے بعد اُس کے چار غلاموں نے سلطنت آپس میں تقسیم کر لی - اس کی وفات کے تیرھویں سال چاروں غلاموں یعنی انطیاخوس[1] ، سولوقس ، بطلیموس ، اریداوس میں سے سولوقس نے اس مشترکہ سلطنت پر قبضہ کر لیا - چونکہ زبردست آدمی تھا لہٰذا نیخاطور یا قاہر کا لقب اختیار کر لیا - اُس کے غلبے کی تاریخ سے مشہور سکندری سنہ رائج ہے - بعض قوموں میں دوسری تاریخیں رائج ہیں ، مثلاً حضرت آدم کا یا طوفانِ نوح یا غرقِ فرعون یا حضرت سلیمان کا یروشلم میں ہیکل (بیت المقدس) تعمیر کرنا پھر بخت نصر کا اُسے برباد کر دینا وغیرہ -

زمانۂ جاہلیت کے عرب اپنے مشہور واقعات یا بڑی لڑائیوں سے سنہ کا شمار کرتے تھے - مثلاً جب حبشیوں نے یمن پر غلبہ کرکے ہاتھیوں سے بیت اللہ پر چڑھائی کی تو اس واقعے سے عام الفیل کی ابتدا ہوئی جو نبیِ کریمؐ کی ہجرت تک رائج رہا - اہل ہند میں البیرونی کے بقول مختلف سنہ رائج ہیں - مشہور ترین شک کال ہے جو ایک ظالم بادشاہ شک سے منسوب ہے - اُس کے قتل ہونے پر یہ سنہ رائج ہؤا - بنگال والے راجا لچھمن سین کے زمانے کا سنہ اور اہلِ گجرات و دکن سالباہن کا سنہ استعمال کرتے ہیں ، اُجین اور دہلی میں بکرماجیت کا بکرمی سمبت رائج

1- Antigonus or Antiochus I, Soleucus, Archidaous, Ptolemy.

ہے - الغرض اکبر بادشاہ کے زمانے تک ہندوستان میں مختلف سنہ رائج تھے - ہجری تاریخ کا زمانہ بہت قدیم اور طویل ہو چکا تھا جس کا حساب ہندوؤں کے لیے مشکل تھا لہذا حضرت اکبر بادشاہ نے نئی تاریخ کی خواہش ظاہر کی - اس سے ہجری سنہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا (کیونکہ یہ سنہ تو حضرت رسالت مآب کے دین کی طرح قیامت تک قائم رہے گا) لہذا دانشمندوں مثلاً حکیم فتح اللہ شیرازی اور ابوالفضل نے اکبر کے جلوس سے نیا سنہ رائج کر دیا جو تاریخ الٰہی کہلاتا ہے - ترک اور ایغور قوم کی طرح بارہ بارہ سال کی مدت مقرر کرکے ہر سال کو ساسانی یا دری زبان کے بارہ شمسی مہینوں میں سے کسی ایک سے منسوب کر دیا - [۱۹۵] اس کی تفصیل اکبر نامہ میں درج ہے -

حضرت شاہجہاں کی تخت نشینی سے کارخانۂ عالم کی رونق کچھ سے کچھ ہو گئی - پرانی رسمیں فرسودہ ہو کر مٹ گئیں - مذہب و ملت کے اس مجدد کو ، جو ہر بات میں لطافتِ طبع اور جودت ذہن سے اختراعات کرتا ہے ، ترکوں کا وہ پرانا طریقہ پسند نہ آیا - اسی طرح ایرانی ، پارسی مہینوں سے کسی سال کو نسبت دینا بھی آپ کی دیندار طبیعت کو گوارا نہ تھا لہذا فیصلہ فرمایا کہ حضرت کے زمانۂ سلطنت کو دس دس سال کی مدت میں جدا جدا تقسیم کیا جائے کیونکہ دس کا ہندسہ شریف ہندسہ ہے - پروردگار عالم نے بھی تمام عمدہ چیزیں اسی ہندسے کے شمار پر پیدا کی ہیں ، مثلاً عقول عشرہ ، حواسِ عشرہ یعنی پانچ حواس خمسۂ ظاہری اور پانچ حواسِ باطنی - علاوہ ازیں امیر تیمور صاحب قرانِ اول کے بعد آپ دوسرے صاحب قران ہیں اور آپ امیر تیمور کی دسویں پشت میں ہیں لہذا ''تلک عشرۃ کاملہ'' کا مصداق ہیں اور رسولِ کریمؐ کے عشرۂ مبشرہ کے ہم عدد - المختصر یکم جمادی الثانی ۱۰۳۷ھ (۷ فروری ۱۶۲۸ء) کو تاریخ

کی بنیاد ٹھہرا کر آپ کے عہد میں اسے رواج دیا گیا - قرار پایا کہ حضرت کے عہد کے دس دس سال کے واقعات کو علامی سعداللہ خاں وزیر اعظم اور شیخ عبدالحمید جیسے ادیب حسب الحکم اقبال نامہ میں لکھیں - نوشتۂ تقدیر کے مطابق اس کتاب کا نام بادشاہ نامہ مشہور ہؤا - اس قاعدے کے مطابق دس دس سال تک ہر سال کے واقعات الگ الگ لکھے اور انھیں یکجا کرکے ایک دور قرار دیا - ہر سال کا عنوان اس ترتیب سے درج ہؤا کہ دور اول کا پہلا سال ، دور اول کا دوسرا سال - اسی طرح دسویں سال تک حالات لکھ کر اس مجموعے کو ایک دفتر بنایا ، علیٰ ہذاالقیاس دور دوم وغیرہ - خدا کرے یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے -

چونکہ راقم الحروف کا مقصد یہ ہے کہ شیخ عبدالحمید وغیرہ نے آس شاہ والا جاہ ، فرشتہ خصلت کے جو حالات بہ تفصیل لکھے ہیں اُن میں سے خاص خاص حالات ، اوصاف اور کارنامے درج کروں لہٰذا میرے وقائع نگار قلم نے دس دس سال کا حال [۱۹٦] الگ الگ نہیں لکھا بلکہ حضرت کے آغازِ جلوس سے آخر عہد تک مسلسل لکھ کر قدیمی تاریخوں کی طرح حضرت کے خاص واقعات اور اوصاف کو بیان کیا ہے -

سلاطین ذی اقتدار کے سرخیل کا پہلا حکم اور ہر صوبے کے عامل اور ارکانِ سلطنت کے نام فرمانوں کا جاری ہونا

ظلِ سبحانی کہلانے کا حقدار وہ فرماں روا ہے جو

تخت سلطنت پر بیٹھ کر حکمرانی کرتے وقت اللہ کے احکام و حدود کو ملحوظ رکھے اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے جن باتوں کا حکم دیا یا جن سے منع کیا ہے انھیں پورا پورا بجا لائے۔ اس معاملے کی اتنی احتیاط اور احترام کرے کہ ہرگز کوئی ایسی بات سرزد نہ ہونے پائے جس میں گستاخی و بے قاعدگی کا ذرا سا بھی شائبہ ہو۔ بالخصوص ایسے نامناسب قوانین وضع نہ کرے جو واضح طور پر ناپسندیدہ و معیوب نظر آئیں۔ جیسا کہ بیان ہؤا عوام شریعت و طریقت کی پیروی کرنے میں بادشاہوں کی تقلید کرتے ہیں لہذا آن کی دیکھا دیکھی بے راہ روی بھی کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ پہلے زمانے میں جو طرح طرح کی بدعتیں رائج ہو گئیں وہ اسی طرح ہوئیں۔

خدا کا شکر ہے کہ حضرت صاحب قران ثانی شروع سے آج تک ہمیشہ کتاب و سنت کے احکام کے پابند رہے ہیں۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم کی تقلید کا اہتمام رکھتے ہیں کہ جس روز تخت خلافت کو زینت دی تو پہلا حکم جو نافذ فرمایا یہ تھا کہ اکبر بادشاہ کے زمانے سے جو سجدۂ تعظیمی بادشاہ کو کیا جاتا تھا [۱۹۷] مابدولت اُس کی ممانعت کرتے ہیں۔ دستور یہ تھا کہ جب کوئی شخص حضور میں حاضر ہوتا یا کسی عنایت سے سرفراز ہوتا تو بطور تعظیم سجدہ کیا کرتا۔ پرانی قوموں میں یہ سلام یا دست بوس کے مانند تھا، چنانچہ فرشتوں نے حضرت آدم[ع] کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور آن کی اولاد نے حضرت یوسف[ع] بادشاہ مصر کو سجدہ کیا تھا۔ جب حضرت رسالت مآب نے ظہور فرمایا تو یہ پرانے طریقے منسوخ قرار پائے۔ جہاں پناہ نے جب تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تو چونکہ زہد و تقویٰ کے خیال سے بعض مباح چیزوں سے بھی احتراز فرماتے ہیں تو اس ناجایز بات کو کیسے

گوارا کرتے ۔ چنانچہ لوگوں کو سجدۂ تعظیم سے روک دیا اور شبستانِ ہند کو شریعتِ محمدی کے نور سے روشن کرکے سجدہ اور زمین بوسی کے بجائے چار تسلیمات کا حکم دیا ۔ سادات ، عارفوں ، خدا رسیدہ درویشوں اور علما و فضلا کو ، جو خود تعظیم و تکریم کے لائق ہیں ، ان چار تسلیمات سے بھی معاف فرمایا تاکہ آن کا وقار برقرار رہے ۔ ان کے لیے حاضری کے وقت محض سلام کا اور وداع کے وقت سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہؤا ۔

خدا کا شکر ہے کہ ہم آخری زمانے کے اشخاص کو ، جو دہر ناپائدار کے حوادث کا شکار ہیں ، ایسے اسلام پرور ، دین دار ، انصاف پسند بادشاہ کا زمانہ نصیب ہؤا ۔ پرہیزگاری و پارسائی کا یہ عالم ، اخلاقِ حمیدہ کا یہ حال کہ اگر قیامت تک آن کا شمار کرتے رہیں تو انگلیوں کی پوریں گھس جائیں ، گنتی ختم ہو جائے لیکن اخلاق و صفات ، عشر عشیر بھی شمار نہ ہو سکے ۔

ارکانِ سلطنت میں سے جو اشخاص دور دراز صوبوں اور ولایتوں میں ہونے کے باعث حاضرِ دربار نہ ہو سکے آن کے نام احکام و فرامین جاری کرنے کا حکم دیا ۔ فرمانوں کی پیشانی پر ''ابوالمظفر شہاب الدین محمد صاحبِ قرانِ ثانی بادشاہ غازی'' کا طغرا درج ہؤا اور مہرِ خاص سے مزین ہوئے ۔ [۱۹۸] یہ مہرِ خاص ، جسے نیاز مندوں کی سجدہ گاہ ، آفتابِ سعادت ، گردابِ دریائے شوکت ، دیدۂ اقبال کی عینک کہہ سکتے ہیں ، بہت بلند پایہ چیز ہے ۔ خاتم سلیماں آس سے پست اور آفتاب آس سے ادنیٰ ہے ۔ زبردست آس کے زیردست ہیں ۔ خورشید کی طرح نور افگن بلکہ پنجۂ آفتاب سے برتر ہے کیونکہ بادشاہ کا اسم گرامی آس پر کندہ ہے ۔ دولت و اقبال کی آنکھ اور فرمانِ شاہی کی چشم سرمگیں ہے ۔ کعبے کی طرح اور آنکھ کے نور کی مانند

سیاہی میں رہتی ہے اسی لیے اس کا نقش برکت سے لبریز ہوتا ہے اور رحمت سے بھرپور - جب تک امیر تیمور سے جہانگیر تک کے نو نام اس مہر کی زینت تھے اس کا مرتبہ نو آسمانوں کے برابر تھا - جب سے ان ناموں کے دائرے کے وسط میں حضرت کا نام نامی کندہ ہؤا ہے خاتم سلیماں کے برابر ہوگئی ہے - دس بادشاہوں کے نام کی بدولت عقولِ عشرہ ، عشرۂ مبشرہ اور زرِ دہ دہی (خالص) کی ہمسر ہے بلکہ یہ سمجھیے کہ نو آسمانوں کے وسط میں آفتاب (شاہجہاں کا نام) جلوہ گر ہے -

یہ بھی حکم ہؤا کہ روپے اور اشرفی کے ایک جانب کلمۂ طیبہ نقش کیا جائے جو عارفوں کا حرزِ جان ہے اور حاشیے پر خلفائے راشدین کے نام لکھے جائیں - دوسری جانب شاہ نامدار کا نام اور القاب کندہ کیا جائے - کیسا مبارک نام ہے جس کے سکے سے آفتاب و ماہتاب کو زینت حاصل ہے - یہ اور بات ہے کہ ماہتاب کا سکہ داغ کی وجہ سے کھوٹا قرار پایا اور آفتاب پرانا ہونے کے سبب متروک ہوگیا - اس کی تعریف سے تحریر کو زینت ملتی ہے - یہ سکہ اگر حضرت کے نامِ نامی کی طرح شاعروں اور ادیبوں کو بھی سونے کے برابر تلوا دے تو جایز ہے - خدا کا شکر ہے کہ سونا بھی اس بادشاہ کے عہد میں دینداروں کی طرح کلمۂ طیبہ اور خلفائے راشدین کا نام اپنے دل پر نقش کر رہا ہے - کیمیا سازِ فلک ، جو ہمیشہ شمسی اور قمری عمل کرتا رہتا ہے ، حضرت کے سکے کو دیکھ کر محو حیرت ہے - سورج کے سونے اور چاند کی چاندی کو اپنی تھیلی میں چھپائے پھرتا ہے - [۱۹۹] اشرفی کو نام اشرف سے شرافت حاصل ہے اور روپے کو القابِ گرامی سے سعادت میسر ہے - سورج کی اشرفی حضرت کے سکے سے محروم ہونے کے سبب رات کے وقت بخیلوں کی دولت کی طرح مٹی میں دب جاتی ہے - بدرِ کامل بھی اس نام

سے محروم ہونے کے باعث کامل ہونے کے باوجود ہر مہینے گھٹتا رہتا ہے -

الغرض پہلا فرمان جو صادر ہؤا ، عضدالخلافت یمین الدولہ آصف خاں کے نام تھا - کمال مہربانی ظاہر کرنے کے لیے حضرت نے آسے اپنے ہاتھ سے ایسا رقم فرمایا کہ آفتاب شرمندہ ہو گیا - فرمان کی ہر سطر سورۂ نور کی آیت اور چشمِ اقبال کا سرمہ تھی -

نقلِ فرمان

سلطنتِ عظمیٰ کے محرم راز ، خلافتِ کبریٰ کے واقف اسرار ، وفاداروں کے سرخیل ، صاحبِ سیف و قلم ، صاحبِ تدبیر ، امراء و خوانین میں منتخب ، عموئے مکرم یمین الدولہ آصف خاں پروردگار کی امان میں رہیں - واضح ہو کہ ۲۵ بہمن ۸ جمادی الثانی ۱۰۳۷ھ (۱۴ فروری ۱۶۲۸ء) کی چوتھی گھڑی میں پیر کے روز مبارک ساعت میں مابدولت نے دارالخلافہ اکبر آباد میں تختِ سلطنت پر جلوس فرمایا - جیسا کہ آپ نے عرض کیا تھا شہاب الدین لقب اختیار کیا ہے - چنانچہ آج کے خطبے میں ہمارا نام شہاب الدین صاحب قرانِ ثانی شاہجہاں بادشاہِ غازی لیا گیا اور یہی نام جا بجا درج ہؤا - سکے پر بھی یہی نام اور لقب ضرب کیا گیا -
بیت :

للہ الحمد کہ آں نقش کہ خاطر مے خواست
آمد آخر ز پس پردۂ تقدیر بروں

امید ہے کہ پروردگار عالم کل ہندوستان کی بادشاہت کو ، جو اس نے محض اپنے کرم سے ہمیں عنایت فرمائی ہے ، آپ کے بادشاہ اور آپ کے حق میں مبارک کرے کہ اس بادشاہت کے شریکِ غالب آپ ہی ہیں - ہر روز خدا کی نصرت اور تازہ فتوحات ہمیں نصیب ہوتی رہیں اور آپ عمر طبعی تک پہنچ کر ہماری سلطنت سے فیض عظیم حاصل کریں -

[۲۰۰] اس کے بعد شاہجہاں نے نکتہ سنجی اور قدر شناسی کے بطور ارکانِ سلطنت میں سے ہر ایک کا خطاب خود مقرر کیا اور حکم دیا کہ درباری منشی فرمان وغیرہ میں یہی خطابات بجنسہ لکھا کریں تاکہ ہر شخص کے رتبے کا حق ادا ہوتا رہے - ان خطابات کو کم و بیش کرکے نہ لکھیں - یمین الدولہ آصف خاں کا خطاب اور القاب یہ تھے :

خلافت و فرماں روائی کی تقویت ، جہاں بانی و سلطنت کا اعتماد ، خاتم کامرانی و خوش نصیبی کا نگینہ ، جاں نثاری و اصالت کی آبرو ، آستینِ شان و شکوہ کا طراز ، دولت و اقبال کے تخت کا نگینہ ، جہاں کشائی کے معرکوں کا ہراول ، کام بخشی و کامرانی میں پیش رو ، مونس انجمن ، اسرار بادشاہ کا خاص الخاص محرم ، صاحب اخلاق پسندیدہ ، حامل کمالات صوری و معنوی ، مشیر سلطنت ، موتمن بارگاہ ،

انجمن آرائے محفلِ اُنس ، صدر نشینِ مجلسِ قدس ، مجلسِ خاص کا دلکشا ہمدم ، وفا و اخلاص کی خلوت سرا کا محرم ، اسرارِ حکومت کا دقیقہ سنج ، مزاج دانی کا رمز شناس ، الطافِ شہنشاہی اور عنایاتِ ظلِ الٰہی کا مرکز ، آئینۂ وفا و صداقت کا جوہر ، یکرنگی و خلوص کی شمع کا نور ، حکمائے یونان کی آبرو ، سردارانِ ذیجاہ کا پیشوا ، مبارزالملک ، یمین الدولہ آصف خاں ۔

چونکہ عضدالدولہ آصف خاں کو جہانگیر کے زمانے میں ہفت ہزاری ذات ، ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب حاصل تھا لہٰذا حضرت نے ان کی غیر حاضری ہی میں (آصف خاں لاہور میں تھے) ایک ہزار ذات ، ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ کرکے سرفراز فرمایا ۔

اُن مخلص سعادت مندوں کی فہرست جو جاودانی اقبال کی تحریک سے حضرت کی پریشانی کے ایام سے لے کر تخت نشینی تک ہر جگہ ساتھ رہے

یہ وہ نیک بخت اشخاص ہیں ، جو حضرت شاہجہاں کی ہوا خواہی اور عقل خداداد کی بدولت ہر جگہ ہمرکاب رہے اور جانفشانی و سرفروشی کا انتہائی حق ادا کرتے رہے ۔ بالخصوص

وہ لوگ جو شاہزادگی کے زمانے سے بختِ بلند کی رہنائی سے ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ ہمیشہ جاں نثاری میں مشغول رہے ، یہاں تک کہ حق بحقدار رسید یعنی حضرت تخت نشین ہوئے۔ [۲۰۱] یہ لوگ انقلابِ زمانہ اور گردش لیل و نہار کی سختیوں سے بد دل نہ ہوئے۔ کبھی آرام طلبی اختیار نہ کی۔ حضرت کے تنزل و عروج ، غرض ہر زمانے میں وفادار رہے اور اپنے مصمم ارادے (وفاداری) میں کبھی رخنہ نہ پڑنے دیا۔ آج اس مبارک دن میں ، جب کہ گردشِ روزگار اُن کی مراد کے موافق ہے ، اُنھیں منصب اور مرتبے حاصل ہوئے۔ قدر و منزلت اور شان و شوکت کے اونچے مدارج پر پہنچے۔ ان وفا پرستوں ، سرفروشوں میں جو اشخاص ممتاز ہیں اُن کے نام یہاں درج کیے جاتے ہیں تا کہ ان کی اولاد در اولاد کے لیے یہ تحریر باعثِ افتخار ہو :

سید مظفر خاں بارہہ ، اسلام خاں ، وزیر خاں ، قلیج خاں ، بہادر خاں روہیلہ ، معتقد خاں ، صفدر خاں دلاور خاں بریچ ، سردار خاں ، راجا بیٹھل داس کور ، یوسف خاں تاشکندی ، راجا من روپ کچھواہہ ، میرزا مظفر کرمانی ، میر شمس ، رضا بہادر ، جاں نثار خاں ، یکہ تاز خاں ، اخلاص خاں ، خواجہ جہاں خوافی ، اعتماد خاں خواجہ سرا ، امداد خاں مہمند ، زبردست خاں ، ترکتاز خاں ، نوبت خاں ، رشید خاں خواجہ سرا ، یکدل خاں خواجہ سرا ، شرزہ خاں۔

حقیقت یہ ہے کہ آئینِ وفاداری کے ان پرستاروں اور

ان حقیقت شناس جاں نثاروں کو ، جو جان لیوا معرکوں اور سرفروشی کے میدانوں میں سرِمو غفلت کیے بغیر ثابت قدم اور وفادار رہے ، جو اعزاز و منصب عطا ہؤا اور اس وفادار جماعت پر جو بے انتہا عنایتیں ہوئیں وہ بالکل بجا اور موزوں ہیں ۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ شہنشاہِ حق شناس حکومت و فرماں روائی کے تقاضے کے بموجب انصاف و حق رسانی پر مائل ہیں ۔ داد و دہش کا یہ عالم ہے کہ عنایات و عطیات کے لیے کسی وجہ کو ضروری نہیں سمجھتے - [۲۰۲] ان نمک حلال وفاداروں پر یہ عنایات کیوں نہ ہوتیں جو وفاداری کے میدان میں ہر جگہ ثابت قدم رہے - اگر اخلاص و وفا کا سونا امتحان کی بھٹی میں کھرا ثابت ہو تو کیوں سرخروئی جاودانی نہ حاصل کرے ۔ وفاداری کی جنسِ نایاب اگر امتحان و آزمائش کی ترازو میں تل کر گوہر شاہوار کی قیمت پائے تو عین مناسب ہے -

بادشاہِ صورت و معنی کی ان عنایتوں کی فہرست جو آغازِ جلوس میں امرائے حضور پر ہوئیں ۔ جو صوبے دار وغیرہ حاضر نہ تھے وہ شامل نہیں

تاجدارِ ہند ، ظلِ سبحانی (شاہجہاں) کو عنایتِ الٰہی کے طفیل تمام خوبیوں کے علاوہ فیاضی کی صفت بھی عطا ہوئی ہے - حضرت اپنے اوصافِ حمیدہ کے تقاضے سے ہمیشہ ہر شخص کے ساتھ ، خواہ وہ سائل ہو یا غنی ، فقیر ہو یا مستغنی ، وسیلہ دار ہو یا

بے وسیلہ ، فیاضی کرتے ہیں ۔ ان دنوں تخت نشینی کی تقریب سے سخاوت و فیض کا وسیلہ اور حاصل ہوا ۔ فیاض ہتھیلی نے خزانوں کے دروازے بلکہ موتی اور جواہرات تک عوام و خواص کو عطا فرمائے ۔ امرائے سلطنت میں سے بعض کو نئے منصب اور بعض کو ترقی ، خطابات ، خلعتِ فاخرہ ، عمدہ اسلحے مثلاً خنجر و شمشیر مرصع وغیرہ ، علم ، نقارہ ، تومان ، طوغ ، طلائی ساز کے گھوڑے ، نقرئی عماری کے ہاتھی اور نقد انعامات وغیرہ اُن کے مراتب اور خدمات کے مطابق عطا کرکے سرفراز فرمایا ۔ اس معاملے کی تفصیل آسان نہیں ۔ [۲۰۳] تحریر و تقریر کی گنجائش سے زیادہ ہے ۔ سپاہیوں ، خادموں ، علماء فضلا اور حاجت مندوں کو آپ نے نقد انعامات اور اضافۂ منصب اتنے عطا فرمائے کہ اندیشہ و خیال بلکہ دائرۂ امکان سے باہر ہیں ۔ لہٰذا یہاں صرف یک ہزاری اور اُن سے اعلیٰ منصب داروں کا ذکر ہوگا ، باقی کو قلم انداز کیا جاتا ہے :

مہابت خاں کو خانخاناں خطاب ، سپہ سالاری کا عہدہ ، چار قب طلا دوز سمیت خلعت ، شمشیر و خنجرِ مرصع ، علم ، نقارہ ، تومان ، طوغ ، طلائی زین کا اسپِ خاصہ ، نقرئی ہودج کا خاصے کا ہاتھی جس پر مخملی زربفت کی جھول تھی ، ہتھنی اور چار لاکھ روپیہ نقد عطا ہوا ۔ ہفت ہزاری ذات ، ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب سے سرفرازی پائی ۔ خان عالم کو خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، ہاتھی ، گھوڑا ، چھ ہزاری ذات ، پنج ہزار سوار کا اعزاز ملا ۔ قاسم خاں کو خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، ہاتھی ، پنج ہزاری ذات و سوار کا

منصب ملا جس میں سے دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ہیں ۔ بنگالے کی صوبہ داری عطا ہوئی ۔ لشکر خان کو خلعت ، خنجر مرصع ، گھوڑا ، ہاتھی ، علم ، نقارہ ، پنج ہزاری ذات کا منصب ملا[1] ۔ وزیر خان نے خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، ہاتھی ، گھوڑا ، پنج ہزاری ذات ، تین ہزار سوار کا منصب اور ایک لاکھ روپے انعام پایا ۔ سید مظفر خان بارہہ کو خلعت ، خنجر و شمشیر مرصع ، نقارہ ، ہاتھی ، گھوڑا ، چار ہزاری ذات ، سہ ہزار سوار کا منصب اور اسی ہزار روپے انعام ملا ۔ راجا جے سنگھ اور مرزا خان ولد شاہنواز خان ابن عبدالرحیم خانخانان کو چار چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار کے منصب ، خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، ہاتھی ، گھوڑا عطا ہوئے ۔ بابو خان بریچ نے خلعت ، خنجر مرصع ، ہاتھی ، گھوڑے ، علم ، چار ہزاری ذات ، دو ہزار پانچ سو سوار اور پچاس ہزار روپے انعام سے سرفرازی پائی ۔ بیکانیر کا زمیندار راؤ سور بھوریتہ خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، ہاتھی ، گھوڑا چار ہزاری ذات ، دو ہزار پانچ سو سوار کے منصب سے سرفراز ہوا ۔ سید دلیر خان بارہہ کو خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، ہاتھی ،

---

۱ - پبلک لائبریری لاہور کے نسخے میں ذات کے ساتھ سوار کا لفظ نیز ایک لاکھ روپے انعام بھی درج ہے ۔

چار ہزاری ذات ، دو ہزار چار سو سوار کے منصب سے سرفرازی پائی - بہادر خاں روہیلے کو خلعت ، [۲۰۴] خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، ہاتھی ، گھوڑا ، چار ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ، پچاس ہزار روپے کا انعام - مرزا مظفر کرمانی کو ڈیڑھ ہزار سوار ، تیس ہزار روپے نقد - راجا بھارت بندیلہ کو خلعت ، خنجر مرصع ، نقارہ ، سہ ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار کا منصب ملا - مصطفیٰ خاں ترکمان (تر کماں خاں) کو خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، گھوڑا ، تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب - سردار خاں کو خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، ہاتھی ، گھوڑا ، تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار تیس ہزار روپیہ نقد - پہار سنگھ بندیلہ کو خلعت ، خنجر مرصع ، تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب عطا ہوا - راجا بیٹھل داس ولد راجا گوپال داس گور کو ، جو معتمد جاں نثار آدمی ہے ، خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، ہاتھی ، گھوڑا ، تین ہزار ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ، تیس ہزار روپیہ - صفدر خاں کو خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، ہاتھی ، گھوڑا ، تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ، پچیس ہزار روپیہ - قلیج خاں کو خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، ہاتھی ، گھوڑا ، دو ہزار پانچ سو ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب اور پچیس ہزار روپے - سید بہوہ کو ، جس

کہ خطاب دیندار خاں ہے ، خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، گھوڑا ، دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب عطا ہوا ۔ احمد بیگ خاں کو خلعت ، گھوڑا ، دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب ۔ بابو خاں کرانی کو خلعت ، خنجر مرصع ، دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب ۔ مختار خاں کو خلعت ، دو ہزاری ذات اور بارہ سو سوار کا منصب ۔ رضا بہادر کو ، جس کا خطاب خدمت پرست خاں ہے اور غلامانِ خاص میں سے ہے ، خلعت ، خنجر مرصع ، ہاتھی ، گھوڑا ، دو ہزاری ذات ، بارہ سو سوار اور بیس ہزار روپے انعام کے علاوہ میر توزکی کی خدمت اور عصائے مرصع عطا ہوئے ۔ علی قلی درمن کو خلعت اور علم ، دو ہزاری ذات ، بارہ سو سوار کا منصب ۔ یوسف محمد خاں کو خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، ہاتھی ، گھوڑا ، دو ہزاری ذات ، ہزار سوار کا منصب اور پندرہ ہزار روپے ۔ جاں نثار خاں کو خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، ہاتھی ، گھوڑا ، دو ہزاری ذات ، ہزار سوار کا منصب ، بارہ ہزار روپے ۔ احداد خاں مہمند کو خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، ہاتھی ، گھوڑا ، دو ہزاری ذات ، چھ سو سوار[1] کا منصب اور دس ہزار روپے ۔ نور الدین

---

۱ ۔ نسخہ لاہور میں آٹھ سو درج ہے ۔

قلی کو خلعت ، دو ہزاری ذات ، پانچ سو سوار[1] کا منصب - [۲۰۵] مثلاً خواجہ خواقی کو خواجہ جہاں کا خطاب ، خلعت ، گھوڑا ، دو ہزاری ذات ، چھ سو سوار کا منصب - اعتماد خاں خواجہ سرا کو خلعت اور دو ہزاری ذات ، پانچ سو سوار کا منصب - سید یعقوب بخاری کو خلعت ، ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار کا منصب - راجا سرسال دجھواہہ کو خلعت ، علم ، ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار کا منصب - حکمال راٹھور کو خلعت ، ڈیڑھ ہزار ذات ، سات سو سوار کا منصب - سید عالم بارہہ کو خلعت ، ڈیڑھ ہزار ذات ، چھ سو سوار کا منصب - زبردست خاں کو خلعت ، ڈیڑھ ہزار ذات ، چھ سو سوار کا منصب اور آٹھ ہزار روپے - حیات خاں ولد علی خاں ترین کو جو روشناس نوکر ہے ، خلعت ، ڈیڑھ ہزار ذات ، پانچ سو سوار کا منصب اور چھ ہزار روپے - جہاں خاں کاکڑ کو خلعت ، ڈیڑھ ہزار ذات ، پانچ سو سوار کا منصب اور پانچ ہزار روپے - نوبت خاں کو خلعت ، ڈیڑھ ہزار ذات ، چار سو سوار کا منصب اور پانچ ہزار روپے - یکہ تاز خاں کو خلعت ، ڈیڑھ ہزار ذات ، چار سو سوار کا منصب اور پانچ ہزار روپے - معزالملک کو خلعت ، ڈیڑھ ہزار ذات ، چھ سو سوار کا

---

۱ - نسخۂ لاہور میں سات سو درج ہے -

منصب ، ہرشے رام کچھواہہ کو خلعت ، ڈیڑھ ہزار ذات ، پانچ سو سوار کا منصب[1] ـ ابراہیم حسین (مرحمت خان خطاب) کو خلعت ، بارہ سو ذات ، پانچ سو سوار کا منصب ـ میرزا خان ولد زین خان کوکہ کو خلعت ، بارہ سو ذات ، پانچ سو سوار کا منصب ـ عثمان خان کو خلعت ، بارہ سو ذات ، چھ سو سوار کا منصب ـ راجا دوارکا داس کچھواہہ کو خلعت ، ہزار ذات ، آٹھ سو سوار کا منصب ـ بھگوان داس کو خلعت ، ہزار ذات ، چھ سو سوار کا منصب ـ راجا رام داس کو خلعت ، ہزار ذات ، پانچ سو سوار کا منصب ـ کرم اللہ ولد علی مردان خان بہادر کو خلعت ، ہزار ذات ، پانچ سو سوار کا منصب ـ مغل خان ولد زین خان کو خلعت ، ہزار ذات ، پانچ سو سوار کا منصب ـ اکرام خان ولد اسلام خان شیخ زادہ کو خلعت ، ہزار ذات ، پانچ سو سوار کا منصب ـ جیت سنگھ کو خلعت ، ہزار ذات ، پانچ سو سوار کا منصب ، سزاوار خان ولد لشکر خان کو خلعت ، ہزار ذات ، پانچ سو سوار کا منصب ـ شادی خان آزبک کو خلعت ، ہزار ذات ، چار سو سوار کا منصب ـ خنجر خان چور آقاسی کو خلعت ، [۲۰٦] ہزار ذات ، چار سو سوار کا منصب ـ اہتمام خان

۱ـ نسخۂ لاہور میں ہزار دو صدی ذات ، ساڑھے چھ سو سوار کا منصب درج ہے ـ

کو خلعت ، ہزار ذات ، ڈھائی سو سوار کا منصب اور چار ہزار روپے - شیخ فرید کو خلعت ، ہزار ذات ، ڈھائی سو سوار کا منصب - خانِ عالم کے داماد شیر زاد کو خلعت ، ہزار ذات ، چار سو سوار کا منصب - سرکناز خاں کو خلعت ، ہزار ذات ، ڈھائی سو سوار کا منصب ، چار ہزار روپے - رشید خاں خواجہ سرا کو خلعت ، ہزار ذات ، دو سو سوار کا منصب - چار ہزار روپے - المختصر یہاں اُن عنایات کا بیان ہؤا جو جلوس کے دن مذکورہ بالا امرا پر ہوئیں - اس کے بعد نامی گرامی امرا اور روشناس خادموں پر جو عنایات ہوں گی اُن کا بیان اپنی اپنی جگہ کیا جائے گا -

اُن امراء کا تقرر اور تغیر جو جلوس کے دن صوبےداری اور فوج داری پر مامور تھے ، باقی کا برقرار رہنا

اس منصف مزاج انصاف پرور بادشاہ کے ہاتھ میں لیاقت و مرتبہ شناسی کی ترازو ہے جس سے ہر ادنیٰ و اعلیٰ کا رتبہ سمجھا اور کھرے کھوٹے کو پہچان لیتا ہے - جلوس کے روز ، جب کہ آفتاب کی طرح روئے زمین کو منور کیا تو ، مصلحتِ وقت کے مطابق سوچا کہ بعض حاکم جس عہدے پر ہیں وہ اُن کے مرتبے سے کم ہے اور بعض حکام ایسی خدمات پر مامور

ہیں جن کا سرانجام اُن سے خاطر خواہ نہیں ہو سکتا ۔ نیز بعض دوسرے معاملات کے پیش نظر ، جو توفیق یافتہ ذی فہم بادشاہوں کے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا اور عوام الناس کی رسائی اُن کے نکتوں تک نہیں ہوسکتی ، آپ نے بعض صوبہ داروں کو معزول فرمایا ۔ باقی کو بحال رکھا ۔ اسی طرح بعض حاکموں اور فوجداروں کو نئے سرے سے سرکاروں کے انتظام پر مامور کیا ۔ باقی حکام کو تمام کارپردازوں مثلاً دیوان ، بخشی ، افسران مال سمیت بدستور برقرار رکھا تاکہ جب موقع ملے اُن کی کارگزاری کو حسب فرصت جانچا جائے اور ہر شخص کے اطوار و کردار کا [۲۰۷] جایزہ لیا جائے ۔

چنانچہ صوبۂ بہار سے رستم خاں کو ہٹا کر خانِ عالم کو اور بنگال سے فدائی خاں کو ہٹا کر قاسم خاں کو صوبے داری عطا فرمائی جو اُن دنوں اکبر آباد (آگرہ) کا نگراں تھا ۔ کابل اور بنگش کی صوبے داری پر ظفر خاں مامور تھا جو اپنے والد خواجہ ابوالحسن کی نیابت میں وہاں کے انتظام پر مامور تھا ۔ یہ خدمت اُس کو ہٹا کر لشکر خاں کے سپرد کی گئی ۔ دارالملک دہلی کی صوبہ داری مختار خاں کے تغیر سے قلیج خاں کو عنایت ہوئی ۔ باقی صوبوں کی حکومت بہ تفصیلِ ذیل اُمرائے عالیشان کو عطا ہوئی :

پنجاب اور ملتان کے صوبے بدستورِ سابق وزیر اعظم یمین الدولہ آصف خاں کے گماشتوں کے انتظام میں آئے ۔ لاہری بندر بطور انعام آصف خاں کو عنایت ہوا ۔ صوبۂ دکن کی صوبے داری خان جہاں لودھی کے ، صوبۂ مالوہ مظفر خاں معموری کے ، صوبۂ کشمیر اعتقاد خاں کے ، صوبۂ اُڑیسہ باقر خاں کے ، صوبۂ الہ آباد جہانگیر قلی خاں ولد خان اعظم کے ہاتھ میں بدستور

برقرار رہے ۔ صوبۂ ٹھٹھہ شہریار کے تعلق میں تھا ۔ اُس کے قتل کے بعد ، جس کی تفصیل جلوسِ مبارک کے بیان میں آ چکی ہے ، یہ صوبہ حسب فیصلہ ، میرزا عیسیٰ ترخان کے نام رہا جسے آپ نے گجرات سے ٹھٹھہ روانہ کیا ۔ اسی طرح گجرات کی صوبے داری سیف خاں کی معزولی کے بعد سے شیر خاں کے ہاتھ میں رہی جو جنیر سے آگرہ آنے وقت آپ سے عطا کی گئی تھی ۔ خانخاناں کے پوتے مرزا خاں کو سرکار قنوج کی فوجداری عطا ہوئی ۔ دلاور خاں سرکار میوات کی اور صفدر خاں سرکار سرونج کی ، سید بھوہ دو آبے کی سرکار کی ، ممتاز خاں مونگیر کی اور جاں‌نثار خاں سرکارِ مندسور کی فوجداری پر سرفراز ہوئے ۔ خواجہ جہان کو صوبۂ احمد آباد کی دیوانی عطا ہوئی ۔ باقی صوبوں اور سرکاروں کی مالی خدمات بدستور سابقہ کارکنوں کے نام بحال رہیں ۔ وقتاً فوقتاً جو تقرر و تغیر ہوں گے اُن کا ذکر اپنی اپنی جگہ کیا جائے گا ۔

۲۸ بہمن (۱۶ فروری ۱۶۲۸ء) یعنی جلوس مبارک کے چوتھے دن مہابت خاں خانخاناں کا بڑا لڑکا خان زاد خاں لاہور سے بادشاہِ اسلام کے سلام کے لیے سب سے پہلے حاضر ہو کر سعادت یاب ہؤا ۔ اسی تاریخ آپ نے پنج ہزاری ذات ، پنج ہزار سوار کا منصب اور خان زماں کا خطاب [۲۸] دے کر مالوہ کی صوبہ داری پر سرفراز کیا ۔ خلعت خاصہ ، شمشیر و خنجرِ مرصع ، علم ، نقارہ ، ایک لاکھ روپے کا انعام آپ سے عطا ہوئے اور وہ ناموری کا نقارہ بجاتا ہؤا مالوے کو روانہ ہؤا ۔ ۵ اسفندار کو راجا گج سنگھ ولد راجا سورن سنگھ ، جو حضرت شاہجہاں کی خالہ کا بیٹا ہے اور اس نسبت سے وہ اور اُس کی اولاد قیامت تک ہندوستان کے راجاؤں میں معزز رہیں گے ، اپنے وطن جودھپور سے آکر حاضر درگاہ ہؤا ۔ پنج ہزاری ذات و سوار کا منصب اور خلعت خاصہ ، خنجر مرصع ، شمشیر مرصع ، پھول کٹارہ ، علم ، نقارہ ، ہاتھی گھوڑا آپ سے عطا ہوئے ۔

اسی روز ارادت خاں بھی لاہور سے حاضر خدمت ہؤا اور قیمتی خلعت ، شمشیر و خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، ہاتھی ، گھوڑا نیز پنج ہزاری ذات کے منصب اور میر بخشی گری کے عہدے سے سرفراز ہؤا ۔ مقرب خاں اور مسیح الزماں بھی حاضر ہوئے ۔ چونکہ مقرب خاں عمر کی آخری منزل میں تھا لہٰذا آپ نے اسے خلعت عطا کر کے خدمت سے معاف کیا ۔ مسیح الزماں کا منصب تین ہزار ذات اور پانچ سو سوار قرار پایا ۔

بیجاپور کے سلطان ابراہیم عادل خاں نے پہلے سے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ حضرت شاہجہاں تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوں گے ۔ لٰہذا اس بارگاہ کو سلاطین زمانہ کا کعبہ سمجھ کر بڑے خلوص سے پیش آتا اور عقیدت کا اظہار کیا کرتا تھا ۔ انھی دنوں اس کا انتقال ہؤا تھا ۔ اس کے انتقال کی خبر آپ کو جنیر میں ملی تھی ۔ مرحوم کی عقیدت مندی کا حق ادا کرنے کے لیے آپ نے سیّد والا نسب عبدالسلام (اختصاص) خاں کو اس کے بیٹے محمد عادل خاں کے پاس دلجوئی و تسلی کے لیے بھیجا ۔ محمد عادل خان نے اس عنایت عالی کے پیش نظر عبدالسلام کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور نادر جواہرات وغیرہ پر مشتمل نہایت عمدہ پیشکش تیار کرکے بارگاہ والا میں بھیجی ۔ سیّد عبدالسلام بہت جلد واپس ہو کر اسی روز حاضر خدمت ہو اور پیشکش کو نظر عالی سے گزار کر خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، ہاتھی گھوڑا ، دوات مرصع اور اسلام خاں [۲۰۹] کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔ چار ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب اور بخشی دوم نیز عرض مکرر کی خدمت عنایت ہوئی ۔

جب آپ کو رانا کرن کے انتقال کی خبر پہنچی تو اس کے بیٹے جگت سنگھ کو ، جو دکن اور کشمیر میں مدتوں حضرت کے

ہمرکاب رہا تھا اور اس کے چہرے سے اخلاص و عقیدت نمایاں تھا ، ریاست و امارت کا قشقہ (ٹیکا) ماتھے پر لگا کر اس کے باپ کی مسند پر جانشین کیا ۔ باپ کے قبضے میں جو علاقے تھے وہ اس پر برقرار رکھے ۔ پنج ہزاری ذات ، پنج ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا اور ازراہِ کرم راجہ بیر نراین کے ہاتھ خلعت ، شمشیر و کھپوۂ مرصع اور ہاتھی گھوڑا بھیج کر سرفراز کیا ۔

۱۴ اسفندار (۲ مارچ ۱۶۲۸) کو افضل خاں ، جو دارالعلم شیراز کا باشندہ ، علوم و فنونِ متداولہ میں ماہر اور صاحب ہوشمند ہے ، دارالسلطنت میں پہنچ کر چار ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کے منصب اور خلعتِ فاخرہ ، خنجر مرصع اور ہاتھی گھوڑے کی عنایت سے سرفراز ہوا ۔ اسی روز راؤ دودا ے ، جو زیارت کے لیے اپنے وطن سے آیا تھا ، دربار شاہی میں حاضر ہو کر عنایت شاہی سے سرفرازی پائی ۔ خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، ہزار پانچ صدی ذات اور ہزار سوار کا منصب ملا ۔ حضرت ممتاز محل کی التماس کے مطابق آپ نے سیف خاں کی خطاؤں کو دوبارہ معاف کرکے اسے چار ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر بحال فرمایا ۔ حکیم رکنائے کاشی مسیح کا سالانہ وظیفہ چوبیس ہزار روپے مقرر ہوا ۔

جواں بخت شاہزادوں کا حاضرِ خدمت ہونا اور عضدالخلافت آصف خاں کا ان کے ہمرکاب آ کر سرفرازی پانا

وہ دن کیا ہی اچھا ہے جس دن کوئی امیدوار سالہا سال کے

انتظار کے بعد اپنا مدّعا پائے ۔ اس منتظر کے نصیبوں کا کیا کہنا جو [۲۱۰] مدتوں بعد آرزوئے دلی حاصل کرے ۔ شاہزادہ ہائے والا نژاد اور یمین الدولہ آصف خان کی مرادوں کا بر آنا یہی معنی رکھتا ہے جس نے عمر عزیز کو اسی مقصد کے لیے وقف کر رکھا تھا اور جسے سالہا سال کی دعاؤں کے بعد خدا نے یہ دن دکھایا ۔ بالآخر اس کی دعائیں مستجاب ہوئیں ۔ المختصر انھی دنوں اس نے لاہور میں یہ مسرت بخش خبر سنی کہ حضرت ظل الٰہی کی سواری دارالخلافت آگرہ میں داخل ہوئی ۔ خان موصوف دوبارہ دولت و سعادت سے بہرہ مند ہو کر اپنی ساری فوج اور نوکروں چاکروں سمیت کامگار شاہزادوں کی رکاب میں ۱۹ اسفندار یکم رجب ۱۰۳۷ھ (۷ مارچ ۱۶۲۸ء) کو لاہور سے روانہ ہوا ۔ جب اس والا جاہ سردار کی سواری آگرے کے قریب پہنچی اور حضرت کو ان اقبال‌مند شاہزادوں کے آنے کی خبر ملی ، جو مدتوں سے اپنے قبلہ و کعبہ والدِ ماجد کی خدمت سے جدا ہونے کے سبب بے قرار تھے ، تو حضرت کی اجازت سے نواب ممتاز محل شدت شوق [۲۱۱] سے بیتاب ہو کر بیگم صاحب (جہاں آرا) ، شاہزادہ مراد بخش اور حرم سرا کی بیگمات سمیت ان کے استقبال کے لیے نیز اپنے والدین کے دیدار کے واسطے روانہ ہوئیں ۔ ادھر سے خانِ والا شان آصف خاں شاہزادوں کے ہمرکاب بہشت آباد سے سوار ہو کر ، جو فردوس کی مانند اہل عشرت کا مرکز ہے ، آگے بڑھے ۔ سڑک کے ایک طرف بیگمات کے لیے سرا پردے قائم تھے ، وہاں آسمان جاہ و جلال کے ان نیک ستاروں کا اجتماع ہوا ۔ کامگار شاہزادے اپنی مادرِ ذیجاہ کے دیدار سے ، جو فی الحقیقت دنیا کی خیر و برکت کا سرمایہ ہیں ، بہرہ یاب ہوئے ۔ ہمشیرۂ محترمہ اور شاہزادہ مراد بخش نیز بیگمات کے دیدار سے بھی خرسندی حاصل کی ۔ یہ خواتین بھی بالخصوص حضرت

ممتاز محل اپنی اولاد نیز اپنے والدِ ماجد اور والدۂ محترمہ کا دیدار کرکے نہایت خوش ہوئیں ۔ دن بھر یہیں قیام کیا ۔ جب شام کو آفتاب غروب ہؤا اور دنیا نے سیاہ برقع پہن لیا تو نواب ممتاز محل بیگم تمام بیگمات ذی جاہ کے ہمراہ سنہری عماریوں اور مرصع محافوں میں سوار ہو کر محل سرائے شاہی کو واپس ہوئیں اور شبستانِ سلطنت کو اپنے قدموں سے منور کیا ۔

اگلے دن ۲۰ اسفندار ، ۲ رجب ۱۰۳۷ھ (۸ مارچ ۱۶۲۸ء) جمعرات کے روز تمام ارکانِ سلطنت یعنی ذیشان وزیر اور عظیم المرتبت امیر حسب الحکم شاہی اقبال مند شاہزادوں کے استقبال کے لیے گئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے ہمرکاب واپس آئے ۔ یہ صاحبِ دولت شاہزادے نیز سپہ سالار آصف خان بڑے آئین اور ضابطے سے دارالخلافے کی طرف حصول سعادت کے لیے بڑھے ۔ خداوندگانِ عالم حضرت شاہجہاں نے معمول کے مطابق آفتاب کی طرح درشن کے جھروکے سے اپنا جمالِ جہان آرا دکھایا ۔ سب سے پہلے ولی عہد سلطنت ، نونہال خلافت ، شاہزادۂ فرخندہ جمال سلطان دارا شکوہ نے مقررہ آداب بجا لا کر ایک ہزار اشرفی اور ایک ہزار روپے کی نذر دی اور اتنی ہی رقم بطور تصدق پیش کی ۔ اس کے بعد شاہزادہ محمد شجاع نے کورنش و تسلیم کے بعد کمال تعظیم کے ساتھ ساڑھے آٹھ سو روپے اور ساڑھے آٹھ سو اشرفی بطورِ نذر اور اتنی ہی رقم تصدق کے بطور نظرِ انور سے گزاری ۔ بعدازاں شاہزادۂ ہوشمند سلطان اورنگ زیب نے نہایت سعادتمندی کے ساتھ والد ذیجاہ کی انتہائی تعظیم و تکریم بجا لا کر سات سو روپے اور سات سو اشرفی کی نذر دی اور اتنی ہی رقم بطورِ تصدق پیش کی ۔ جب اس برگزیدۂ بارگاہِ الٰہی کی نظر ان نورچشموں پر پڑی تو [۲۱۲] جوشِ محبت کے سبب ضبط و تمکین کا یارا نہ رہا ۔ بیخود ہو کر اٹھے ۔ ایک ایک کو

سینے سے لگا لگا کر دیر تک بھینچ بھینچ کر پیار کرتے رہے اور ان نونہالوں کو گلے لگا کر دلی آرزو پوری کی ۔

بعد ازاں وزیر اعظم آصف وقت آصف خاں نے خدمت و بندگی کے آداب حد سے زیادہ ادا کر کے ایک ہزار روپے اور ایک ہزار اشرفی بطور نذر اور اتنی ہی رقم بہ سبیل تصدق نیز بیش قیمت جواہرات کا بھرا ہؤا خوان نچھاور کے بطور نظر عالی سے گزارے ۔ قدردان بادشاہ نے خلوص و عقیدت کے گوہر نایاب کی قدر شناسی کے بطور اس وفادار مخلص کو جھروکۂ درشن پر طلب فرمایا کہ بلند بخت سعادت مندوں کے لیے یہ رتبۂ معراج ہے اور قدم بوسی کی اجازت دی ، پھر کمال مہربانی اور اعزاز و اکرام کے ساتھ اس بہی خواہ سپہ سالار کے سر کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر سر بلندی بخشی ۔ شفقت و عنایت کے جوش میں شاہانہ تمکنت کے آداب نظر انداز کر دیے ، اس مستحق عنایات کو گلے سے لگا لیا ۔ طرح طرح سے دل جوئی فرما کر خان والا شان کے ساتھ اتنی مراعات برتیں کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے ۔ پھر خلعت خاصہ عطا فرما کر ایک لاکھ روپے کا قیمتی چار قب ، خنجر مرصع ، بیش قیمت پھول کٹارہ ، مرصع زین و لگام کے دو عربی اور عراقی گھوڑے ، آسن نامی فیل خاصہ ، جو شاہزادگی کے زمانے کا بہترین ہاتھی تھا ، نقرئی عماری کی ہتھنی ، مرصع پیٹی سمیت وہ تلوار جو جہانگیر نے فتح دکن کے انعام میں حضرت کو عطا کی تھی اور ایک لاکھ روپے قیمت کی تھی ، مزید عنایت فرمائے ۔ ہشت ہزاری ذات ، ہشت ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ کا منصب عطا کر کے پنجاب اور ملتان کی صوبے داری بدستور ان کے نام برقرار رکھی ، علم ، نقارہ ، تومان ، طوغ سے سرفراز فرما کر وکیل مطلق کا عہدہ ، جو سب سے بڑا مرتبہ ہے ، عنایت کر کے امتیاز بخشا ۔ مہر اوزک ، جو حضرت کے نام نامی کی برکت سے مہر سلیمان کی ہم رتبہ ہے

اور جس پر شاہی فرمانوں کے نافذ ہونے اور ہندوستان کے ملکی و مالی معاملات کی تکمیل کا دار و مدار ہے ، اُس آصف عہد کے [۲۱۳] حوالے کر کے ہر اعتبار سے آصفی مرتبہ عطا فرمایا ۔ الغرض اتنی عنایتیں کیں کہ کسی بادشاہ نے بالخصوص خاندانِ تیموری کے کسی فرماں روا نے اپنے کسی ہوا خواہ کے ساتھ نہیں کی تھیں ۔ ان تمام عنایتوں سے بالاتر یہ ہے کہ اُس والا جناب کو عمّو کا خطابِ خاص دے کر ایسی خصوصیت بخشی کہ تمام القاب اُس کے آگے ہیچ ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ اس خطاب سے اُس عضدالخلافت کا رتبہ اتنا بڑھا کہ قیامت تک اُس کی نسل کے لیے سرمایۂ افتخار ہوگیا ۔

پھر خان والا شان کا فرزند شائستہ خاں قدم بوسی کی سعادت سے کامیاب ہوا ۔ پنج ہزاری ذات ، چار ہزار سوار کا منصب اور خلعت ، خنجرِ مرصع ، شمشیر مرصع ، علم ، ہاتھی ، گھوڑا عنایت ہوئے ۔ اس کے بعد صادق خاں چار ہزاری ذات اور سوار کے منصب ، خلعت ، خنجر مرصع ، علم اور نقارہ کی عنایت سے سرفراز ہوا ۔ خواجہ باقی خاں (شیر خواجہ خطاب ہے) کو چار ہزاری ذات ، ساڑھے تین ہزار سوار کا منصب ، خلعت ، خنجر مرصع ، گھوڑا ، علم اور نقارہ نیز صوبۂ ٹھٹھہ کی صوبے داری عطا ہوئی ۔ میر حسام‌الدین انجو تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کے منصب ، خلعت ، خنجر مرصع ، ہاتھی ، گھوڑے اور علم کی عنایت سے سربلند ہوا ۔ شاہنواز خاں ولد مرزا رستم صفوی کو تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب نیز خلعت ، خنجرِ مرصع ، گھوڑا اور علم عطا ہوئے ۔ میر جملہ کو تین ہزاری ذات ، بارہ سو سوار کا منصب اور خلعت ، خنجر مرصع ، گھوڑا اور علم عنایت ہوئے ۔ معتمد خاں تین ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار کے منصب اور خلعت و اسپ کی عنایت سے سرفراز ہوا ۔ موسوی خاں کو تین ہزاری

ذات ، ساڑھے سات سو سوار کا منصب ملا اور بدستور سابق صدارت کے جلیل‌القدر عہدے پر برقرار رہا ۔ خواص خاص کو دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب اور خلعت ، ہاتھی گھوڑا عطا ہؤا ۔ مخلص خاں کو دو ہزاری ذات و سوار کا منصب اور خلعت ، خنجر مرصع ، ہاتھی گھوڑا اور علم عنایت ہوئے ۔ اللہ ویردی خاں ترکمان (معتقد خاں خطاب) کو دو ہزاری ذات و سوار کے منصب اور خلعت ، خنجر مرصع ، ہاتھی اور گھوڑے کی عنایت سے سعادت حاصل ہوئی ۔ چونکہ میر مکی کو قدیمی خدمتوں اور خلوص کی بدولت انھی دنوں معتقد خاں کا خطاب ملا تھا لہٰذا اللہ ویردی خاں نے یہی خطاب پایا ۔ آتش خاں حبشی دو [۲۱۳] ہزاری ذات ، ہزار سوار اور خلعت کی عنایت سے سربلند ہؤا ۔ حکیم ابوالقاسم گیلانی کو دو ہزاری ذات ، پچاس سوار کا منصب ، حکیم‌الملک خطاب ، خلعت اور پانچ ہزار روپے انعام ملا ۔ بہاری داس کچھواہہ کو ڈیڑھ ہزاری ذات و سوار کا منصب اور خلعت عطا ہؤا ۔ راجا روز افزوں کو ڈیڑھ ہزاری ذات ، چھ سو سوار کا منصب اور خلعت عنایت ہؤا ۔ حکیم خوشحال ولد حکیم ہمام کو ہزاری ذات ، تین سو سوار کا منصب ملا ۔ راجا گردھر کو ہزاری ذات ، پان سو سوار کا منصب اور خلعت ملا ۔ میرمیران کے بھائی میر ظہیرالدین نے ہزاری ذات ، چار سو سوار کے منصب ، خلعت اور تین ہزار روپے کے انعام سے ، مرزا شجاع ولد مرزا شاہرخ نے ہزاری ذات ، چار سو سوار کے منصب اور خلعت سے ، شریف خاں ہزاری ذات ، دو سو سوار کے منصب اور خلعت سے سرفراز ہوئے ۔ فخرالدین احمد کو آٹھ صدی ذات ، تین سو سوار ، خلعت اور تربیت خاں کا خطاب عطا ہؤا ۔ مروت خاں ترکمان کو سات سو ذات ، دو سو سوار کا منصب اور خلعت ، ملتفت خاں ولد ارادت خاں کو چھ سو ذات ، ایک سو سوار کا

منصب اور خلعت عنایت ہوئے۔

باقی واقعات یہ ہیں کہ جاں سپار خاں ترکمان دکن سے حاضرِ خدمت ہوکر چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار کے منصب اور خلعت ، خنجر مرصع ، ہاتھی ، گھوڑے ، نقارے ، علم اور صوبہ داریِ الہ آباد سے سرفراز ہؤا ۔ راؤ رتن ہاڈہ اپنے بیٹوں اور عزیزوں کے ساتھ وطن سے آکر حاضرِ خدمت ہؤا ۔ پنج ہزاری ذات اور سوار کا منصبِ عالی ، خنجرِ مرصع ، ہاتھی ، گھوڑا ، علم اور نقارے کی عنایت سے سربلندی پائی ۔ اسی روز تائیدِ آسمانی کی بدولت ارادت خاں میر بخشی کو دیوانیِ کل یعنی تمام ممالکِ محروسہ کی وزارتِ مال کا عہدہ اور خلعت ، قلم ، دوات مرصع عطا ہوئے ۔ اس کی جگہ صادق خاں کو میر بخشی کا عہدہ اور خلعت عنایت ہؤا ۔

آغازِ نوروز اور جلوسِ مبارک کا پہلا سال جو زوال سے محفوظ رہ کر ابد تک قائم رہے

۱۳ رجب ۱۰۳۷ھ (۱۹ مارچ ۱۶۲۸ء) پیر کے دن ۹ گھڑی چھتیس پل گزرنے پر آفتاب کی تحویل ، جو نظامِ عالم کا مرکز اور نباتات کا حیات بخش ہے ، [۲۱۵] برجِ حوت سے برجِ حمل میں ہوئی ۔ حضرت نے جلوس کے پہلے نوروز کی مبارکباد کے لیے جشن کا اہتمام بہ نفسِ نفیس فرمایا ۔ بام و در پر زربفت و حریر لپیٹے گئے ، فصلِ بہاری نے باغ و بوستان کو سرسبز کر دیا ۔ دودمان تیموری کے چشم و چراغ حضرت شاہجہاں کے حکم سے

دارالخلافہ اکبر آباد یوں سجایا گیا کہ ساری دنیا آراستہ ہوگئی - بارگاہِ شاہی کے لیے دل بادل کا شامیانہ و سرا پردہ قائم کیا گیا جسے تین ہزار ماہر فرّاشوں نے بڑی کوشش اور تدبیر سے ترتیب دیا - شامیانے کے تلے اونچے اونچے خیمے نصب ہوئے جن میں خالص چاندی کی جالیاں لگائی گئیں - ان خیموں پر زربفت زردوز مخمل لپیٹا گیا - جا بجا مرصع چتر لگے جن میں قیمتی جواہرات لگے تھے اور موتیوں کی جھالریں اور لڑیاں آویزاں ہونے سے آسمان اور کہکشان و ثریا کا گمان گزرتا تھا - مختلف جگہ مرصع سنہری تخت تھے - بارگاہ کی ساری زمین پر رنگا رنگ نقش و نگار والے فرش بچھنے سے نگار خانۂ چین کا نمونہ نظر آتا تھا - انجمن کے در و دیوار پر جگہ جگہ کے پارچات لپیٹ کر اسے بوقلموں بنا دیا تھا -

اس مبارک دن میں ، جو لوگوں کی امیدوں کا سرمایہ تھا ، حضرت نے آفتابِ عالمتاب کی طرح جھروکۂ درشن پر نمودار ہوکر خدا کا شکر ادا کیا اور فیاضی و سخاوت کا دروازہ کھولا - پہلے خان عظیم‌الشان آصف خان کو بہاری خلعت ، فیلِ خاصہ مع ہودج اور مخملیں زربفت جھول کی ہتھنی عنایت فرمائی - لشکر خان کو کابل کی صوبے داری اور خلعت خاصہ سے سرفراز کیا - ساداتِ بارہہ ، مغلوں اور پٹھانوں پر مشتمل اپنی فوج ، جس کی تعداد کابل کے تعیناتیوں سمیت پندرہ ہزار ہوتی تھی ، اُس کے ہمراہ متعین کی - بادشاہ زادگی کے زمانے میں اُس کی حویلی سے دس لاکھ روپے بندگانِ عالی کے تصرف میں آ کر خرچ ہوگئے تھے - اُن میں سے دو لاکھ روپے جلوس مبارک کے روز اُسے عطا کیے تھے - باقی آٹھ لاکھ روپے آج عنایت ہوئے - اسی دن بہادر خان روہیلہ کالپی کی جاگیر داری پر ، مخلص خان نرور کی قلعہ داری و فوج داری پر ، [۲۱۶] راجا بھارت بندیلہ اٹاوہ کی

فوج داری پر ، مغول خاں کاویل کی حراست پر[1] اور احمد بیگ خاں سیوہان کی جاگیرداری پر سرفراز ہوئے۔ میر فاضل کو ہزاری ذات، چھ سو سوار کا منصب اور ملا مرشد شیرازی کو مکرمت خاں خطاب ، دیوانی بیوتات اور ہزاری ذات ، دو سو سوار کا منصب عطا ہؤا۔ نواب ممتاز محل کی سرکار کی دیوانی حکیم جہالا کو عنایت فرمائی اور اس کا منصب بڑھ کر آٹھ سو ذات ، دو سو سوار مقرر ہؤا۔ حرم سرا کی بیگمات کو اس مسرت افروز تاریخ میں جواہر ، زیورات ، مرصع آلات وغیرہ جو عطا ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے :

> پچاس لاکھ روپے کے جواہرات نواب ممتاز محل کو اور بیس لاکھ روپے کے جواہرات و زیورات شاہزادی جہاں آرا (بیگم صاحب) کو عطا فرمائے۔ سب شاہزادوں کو پانچ لاکھ روپے کے جواہرات عنایت کیے۔ جلوس سے لے کر جشن نوروز تک ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے کے جواہرات ، مرصع آلات ، خلعت ، خنجر و شمشیر مرصع ، ہاتھی ، گھوڑے اور نقد انعامات تقسیم فرمائے۔ ان میں سے بیس لاکھ روپے امرا اور دیگر ملازمین کو عطا ہوئے اور باقی حضرت ممتاز محل اور شاہزادوں کے حصے میں آئے۔

۱۹ فروردین (۷ اپریل ۱۶۲۸ء) کو ، کہ آفتاب کی تاریخِ شرف تھی ، امراء ، ارکانِ سلطنت اور منصب دار طرح طرح کی عنایات و

۱۔ بادشاہ نامہ حصہ اول جلد اول ص ۱۹۱ پر غلطی سے کاویل کی جگہ کابل درج ہو گیا ہے۔

انعامات سے سرفراز ہوئے ۔ آصف خاں کا منصب آٹھ ہزار ذات ، آٹھ ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ تھا ۔ اُس پر ایک ہزار ذات ، ایک ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ کا اضافہ ہؤا ۔ خواجہ عبدالرحیم ، جو امام قلی خاں والیِ توران کی طرف سے شاہی مکتوب لے کر حضرت جہانگیر کی خدمت میں آیا تھا ، اُس کی اتنی قدردانی فرمائی کہ دربار میں حاضر ہوکر شامل جلوس ہونے کی اجازت عطا کی ۔ وہ لاہور آ کر حاضرِ بارگاہ ہؤا ۔ آپ نے اُسے خلعت ، زردوزی چار قب اور پچاس ہزار روپے انعام دے کر سرفرازی بخشی ۔ یہ خواجہ والا دودمان جوئبار کے خواجگانِ کرام کے خاندان سے ہے اور اُس کا نسب ۳۲ واسطوں سے علی بن امام جعفر صادق[ع] تک پہنچتا ہے جو علی عریض کے نام سے معروف تھے ۔ خواجہ عبدالرحیم پر اتنی عنایت ہوئی اور اتنا اعزاز و اکرام ہؤا کہ سلطنتِ مغلیہ میں کبھی کسی مقدس عالمِ دین کا نہیں ہؤا تھا ۔ [۲۱ے] خواجگانِ ذی القدر کا یہ خاندان ، جس کا حسب نسب بہت پاکیزہ ہے ، ماوراءالنہر میں اتنا معزز ہے کہ دوسرے سلسلوں کے خواجگان انھیں پیشوا مانتے ہیں ۔

اسی تاریخ میں عفو و کرم کے تقاضے سے ، جو حضرت کی طینت میں شامل ہے ، خواجہ عبدالرحیم کی سفارش سے عبداللہ خاں فیروز جنگ کی خطائیں معاف فرمائیں جو اپنے اعمالِ بد کی پاداش میں قید تھا ۔ اُسے مراحمِ خسروانہ سے فیض یاب کیا ۔ نظام الملک کے ارکانِ دربار میں سے یاقوت خاں حبشی تھا ، جو کچھ عرصہ پہلے ملازمت میں داخل ہؤا تھا ، اعزاز و اعتبار کے معاملے میں وہ عنبر حبشی کا ہمسر تھا جس نے نظام الملک کو تخت نشین کیا تھا ۔ حضرت نے اُسے خلعت ، گھوڑا ، علم اور نقارہ عطا کرکے سرفراز فرمایا ۔ رائے سنگھ ولد راجا بھیم ، جسے آپ نے راجپوتوں کا سب سے اعلیٰ یعنی مہاراجا کا خطاب عطا

فرمایا تھا ، وطن سے آ کر حاضرِ دربار ہؤا ۔ اُس کے باپ کی خدمات کے پیشِ نظر اُس کی کم عمری کے باوجود راجا کا خطاب اور دو ہزاری ذات ، ہزار سوار کا منصب نیز خلعت ، سرپیچ مرصع ، ہاتھی ، گھوڑا اور پندرہ ہزار روپے عنایت فرمائے۔

۳۱ فروردیں کو شعبان ۱۰۳۷ھ کی ۱۴ تاریخ تھی (۱۹ اپریل ۱۶۲۸ء) جس کی رات کو شب برات کہتے ہیں اور جو بڑی برکت والی رات ہے ۔ چونکہ اس رات دعائیں قبول ہوتیں اور کارکنانِ قضا و قدر دنیا والوں کی عمر اور رزق کی مقدار مقرر کرتے ہیں لہٰذا دیندار بزرگ اسے لیلۃ القدر کے برابر سمجھتے ہیں ۔ سحر خیز پارسا اور شب زندہ دار عابد اس مبارک رات میں صبح تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں ۔ حضرت نے اس تاریخ پر محتاجوں کو بڑی رقم خیرات کی ۔ آپ کے حسب الحکم دیوانِ خاص و عام اور سارے قلعے کے در و دیوار پر چراغاں کیا گیا ۔ اتنی روشنی تھی کہ چاند کی چاندنی اُس کے آگے ماند پڑ گئی ۔ ستاروں کا نور مفلس کے چراغ کی طرح بجھا سا معلوم ہؤا ۔ روشنی کی وہ کثرت تھی کہ رات نے ماہِ تاباں کے عاریتی نور والی مشعل گل کر دی ۔ آفتاب کا نور بھی ہیچ نظر آتا تھا ۔ [۲۱۸]

۴ اردی بہشت (۲۵ اپریل ۱۶۲۸ء) کو قاسم خاں اور راجا جے سنگھ مہابن اور مضافات کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے نامزد ہوئے۔ اسی تاریخ کو راجا جھجھار سنگھ بندیلہ اپنے وطن سے آ کر دربار میں حاضری سے سرفراز ہؤا ۔ ایک ہزار اشرفی ، ایک ہزار روپے کی نذر اور ایک کوہ پیکر ہاتھی بطور پیشکش نظرِ انور سے گزارے ۔ پانچ ہزاری ذات ، چار ہزار سوار کا منصب اور جمدھر ، پھول کٹارۂ مرصع ، علم اور نقارے کا اعزاز عطا ہؤا ۔

۷ اردی بہشت ، ۲۳ شعبان ۱۰۳۷ھ (۲۸ اپریل ۱۶۲۸ء) کو غنچۂ بوستانِ سلطنت شاہزادی ثریا بانو بیگم کی طبیعت ناساز ہوئی - بخار کی شدت اور موسم گرما کی حدت سے سارے بدن پر آبلے پڑ گئے - اسی عارضے میں بہ عمر سات سال گلشنِ فردوس کی راہ لی - اندوہ و ملال کے باعث ، کہ قدرتی بات ہے ، حضرت کی طبعِ مقدس بے حد مکدر و مغموم ہوئی - آخر تائید ربانی اور تمکنتِ خداداد کی بدولت غم کم ہؤا - حضرت نے حکیمانہ نصیحت سے نواب ممتاز محل کو بھی تسلی دی - رشید خان انصاری اپنی جاگیر سے آ کر حاضرِ خدمت ہؤا - تین ہزاری ذات ، ہزار سوار کا منصب[1] اور خلعت و علم عطا ہوئے - ۱۱ اردی بہشت (۲ مئی ۱۶۲۸ء) سید ہزبر خان علاوہ بارہہ سے حاضرِ خدمت ہؤا - تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب پایا - اسد خان معموری نے برہان پور سے حاضر ہو کر چودہ ہاتھی پیش کیے - ڈھائی ہزار ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر سربلندی پائی -

۱۳ اردی بہشت (۴ مئی ۱۶۲۸ء) کو خان جہاں کے بجائے مہابت خان خانخاناں کو دکن ، خاندیس اور برار کی صوبے داری ملی - ان علاقوں میں جتنی فوجیں تھیں سب کی سرداری اسے عطا ہوئی - حکم فرمایا کہ خان زماں مالوہ سے دکن جا کر اپنے باپ کے پہنچنے تک اس صوبے کا نظم و نسق سنبھالے - مرزا عیسیٰ ترخان ٹھٹھہ کی صوبے داری پر متعین ہؤا تھا لیکن ضرورتِ وقت کے تقاضے سے وہ صوبہ شیر خواجہ کے سپرد کر دیا گیا - میرزا عیسیٰ ترخان راستے سے واپس آ گیا اور چار ہزاری

۱- پبلک لائبریری لاہور کے نسخے میں ڈیڑھ ہزار سوار کی تعداد درج ہے -

ذات ، تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - [۲۱۹]
مخلص خان ولد احمد بیگ خان کابلی کو افتخار خان خطاب ملا -
زین العابدین ولد آصف خان جعفر کو ڈیڑھ ہزاری ذات ،
ہزار سوار کا منصب عطا ہوا -

انھی دنوں خواجہ عبدالرحیم جوئباری کسی برائی بیماری کے سبب فوت ہو گیا - حضرت بادشاہ نے قدردانی و نوازش کے بطور مرحوم کے بیٹے صدیق خواجہ کے پاس علامی افضل خان کو تعزیت اور تسلی کے لیے روانہ کیا - وزیر اعظم تعزیت کی رسمیں ادا کرکے صدیق خواجہ کو بارگاہ والا میں اپنے ساتھ لے آیا - حضرت نے بھی ماتم پرسی کے مراسم ادا کرکے خود تسلی دی -

پہلے سالِ جلوس میں رمضان المبارک کی آمد ، خیرات و صدقات اور دیگر واقعات کا بیان

شاہ جہاں دین پناہ ہمیشہ خلق اللہ کے ساتھ عدل و احسان کا برتاؤ کرتے اور فیاضی و سخاوت سے انھیں فیض پہنچاتے ہیں - خدا کا شکر ہے کہ یہ والا صفات بادشاہ پروردگارِ عالم کی طرح ہمیشہ اور ہر شخص کے ساتھ جود و سخا سے پیش آتا ہے - بالخصوص ماہِ رمضان میں - فیض و احسان کے معاملے میں یہ دریا دل بادشاہ کسی نہ کسی موقعے کی تلاش میں رہتا ہے - اپنے ولی نعمت سے اخلاص و ارادت اگرچہ غلاموں کا فرض ہے لیکن میں اس فرض سے قطع نظر کرکے کہتا ہوں کہ حضرت نے محتاجوں ، بیواؤں ، یتیموں ، مسکینوں اور بوڑھے سپاہیوں کے بے شمار روزینے مقرر کر رکھے ہیں - ساری دنیا کے ضرورت مند

اس فیاض کے دروازے کو کعبہ سمجھ کر اپنی حاجات یہاں لاتے ہیں اور خزانۂ عامرہ سے انھیں بڑی بڑی رقوم عطا ہوتی ہیں۔ تخمینے سے کہتا ہوں کہ ہندوستان کے مالیے کا دسواں حصہ، جو ایران و توران کے کل مالیے کے برابر ہے، عالموں، پارساؤں، اماموں اور مولویوں کو اراضی اور وظیفوں کی شکل میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، بلکہ اس سے زیادہ ہی عطا ہو جاتا ہے۔ المختصر اس رمضان المبارک میں صدرالصدور موسوی خاں کو از سرِنو بڑی تاکید سے یہ حکم ہؤا کہ ہمیشہ فقیروں، مسکینوں اور مستحقوں کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اگر [۲۲۰] کوئی پریشان حال محرومیِ قسمت کی وجہ سے ہمارے فیضِ عام سے محروم رہ جائے تو اس کے حسبِ حال نقد روپیہ، روزینہ، سالیانہ یا اراضی بطور مددِ معاش مقرر کر دے جائیں۔ ہر سال رمضان کے مہینے میں بالخصوص اس مرتبہ جمعے کی رات کو سکستہ حال لوگوں کو حاضر درگاہ کرکے تیس ہزار روپے تقسیم کیے جائیں۔ اسی طرح میلاد النبی، شبِ برات اور شبِ معراج کے موقعوں پر بارہ بارہ ہزار روپے محتاجوں کو بانٹے جائیں اور یہ دستور برابر قائم رہے۔

۲۰ اردی بہشت، ۵ رمضان المبارک ۱۰۳۷ھ (۹ مئی ۱۶۲۸ء) بدھ کے روز دولت سرائے شاہی میں سلطان دولت افزا کی ولادت سے دنیا کو زینت حاصل ہوئی۔ آپ کے حسب الحکم عیش و عسرت کی داد دینے کے لیے جشنِ عظیم اور محفلِ نشاط بڑی زیب و زینت سے منعقد ہوئی۔

شاهزاده لطف الله کا انتقال

دہر ناپائدار کی پرانی رسم اور دارالمحن کا قدیمی دستور ہے

کہ رنج و راحت اور مصیبت و عافیت ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلتے ہیں ۔ شادی سوگواری کا ساتھ ہے ۔ چنانچہ عین اس حال میں کہ یہ سلطنت چشم بد سے محفوظ اور حوادث دہر سے مامون تھی ، ۲۵ اردی بہشت ، ۱۰ رمضان ۱۰۳۷ھ (۱۴ مئی ۱۶۲۸ء) کو شاہزادہ لطف اللہ کے انتقال کا سانحہ پیش آیا ۔ اگرچہ بظاہر حضرت بے حد مغموم ہوئے اور اس صدمے سے پریشان رہنے لگے لیکن توفیقِ ایزدی کی بدولت حضرت نے صبر و ثبات اختیار کرکے تمکنتِ شاہانہ سے کام لیا ۔ غرض اس ملال انگیز سانحے کو صبر و تسلیم سے برداشت فرمایا ۔

[۲۲۱] ۷ خرداد (۲۷ مئی ۱۶۲۸ء) کو میر حسام الدین انجو کو مرتضیٰ خاں کا خطاب اور خنجر مرصع ، ہاتھی اور پانچ ہزار روپے انعام عطا ہوا ۔ ترقی دے کر اس کا منصب چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار مقرر ہوا ۔ ٹھٹھہ کی صوبے داری عطا ہوئی ۔ پہلے یہ عہدہ شیر خواجہ کو عطا ہوا تھا لیکن وہ ٹھٹھہ کے راستے میں فوت ہو گیا تھا لہٰذا یہ منصب اس کے حوالے ہوا ۔

۱۱ خورداد (۳۱ مئی ۱۶۲۸ء) اتوار کی رات کو عیدالفطر کا چاند دکھائی دیا ۔ منتظروں کو عید کی بشارت ملی ۔ ہلالِ عید نے اپنے ابرو کے اشارے سے روزہ داروں ، پرہیزگاروں کو کھانے پینے کا اور منتظر بادہ‌گساروں کو عیش و عشرت کا حکم دیا ۔ اگلی صبح کو گجردم ساری دنیا نے آفتابِ عالمتاب کی طرح دربارِ شاہی میں حاضر ہو کر حضرت کا دیدار حاصل کرکے عیش وطرب کی داد دی ۔ بادشاہِ دیں پناہ نے عیدِ سعید کے مراسم ادا کرکے جنابِ رسالت مآب ، خلفائے راشدین اور ائمۂ اطہار کی پیروی میں نمازِ عید ادا کرنے کے لیے عیدگاہ کا رخ کیا ۔ راستے بھر

دولت سے لبالب خوان بکھیرتے ہوئے گزرے ۔ عید گاہ کو اپنے وجودِ مسعود سے منوّر کرکے اور عید کا دوگانہ پڑھ کر وہاں سے واپس ہوئے ۔ اس مرتبہ بھی دائیں بائیں اتنے درہم و دینار بکھیرتے ہوئے آئے کہ محتاجوں کی نیّت بھر گئی ۔ شرف الدین حسین کو ہمّت خاں کا اور شاہ بیگ ازبک کو خان کا خطاب ملا ۔ چونکہ خواجہ قاسم کو صفدر خاں کا خطاب دیا جا چکا تھا لہٰذا صفدر خاں رضوی ابنِ میرزا یوسف خاں کو صف شکن خاں کا خطاب عطا فرمایا ۔

دریا خاں روہیلہ پر حضرت نے شاہزادگی کے زمانے سے نوازشیں کی تھیں ۔ وہ جنیر میں سعادتِ رفاقت ترک کرکے علیحدہ ہؤا ۔ اس بیوفائی پر اکتفا نہ کی بلکہ برہان پور میں خان جہاں لودھی کے ساتھ مل کر نفاق و مخالفت پر آمادہ ہو گیا ۔ اس حماقت اور سیاہ روئی کے باوجود شاہِ دیں پناہ کے عفو و کرم پر تکیہ کرکے حاضرِ درگاہ ہؤا ۔ عید کے روز عفو طلبی کے بطور گناہگاروں کے زمرے میں سر جھکائے کھڑا تھا ۔ [۲۲۲] حضرت نے بے نیازی کی راہ سے اس کے بے حساب گناہوں سے چشم پوشی فرمائی ۔ خلعت اور چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار کا منصب عطا کرکے سرفرازی بخشی ۔ خواجہ ابوالحسن لاہور سے آکر حاضرِ خدمت ہؤا ۔ پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب اور خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، ہاتھی ، گھوڑے کی عنایت سے سرفراز ہؤا ۔

۳۲ خورداد (۲۱ جون ۱٦۱۸ء) جھجھار سنگھ بندیلہ وہم بےجا اور بدنصیبی و تیرہ بختی کے ادبار سے کسی معقول سبب کے بغیر سعادت جاودانی یعنی بندگی درگاہ سے منہ موڑ کر اپنے وطن کی طرف فرار ہو گیا ۔ کجرائی و ذلالت کے ہاتھوں ادبار کا دروازہ کھولا اور درگاہِ عالم پناہ سے روگردانی

اختیار کی ۔ بالآخر ، جیسا کہ اپنی جگہ بیان کیا جائے گا ، اس ناہنجار حرکت کی بدولت اپنی سزا کو پہنچا اور جو دیکھا سو دیکھا ۔

نذر محمد خان والیِ بلخ کا نواحِ کابل پر حملہ کرنا اور شرمندگی اٹھا کر واپس جانا نیز اس کا اور اس کے بھائی امام قلی خان والیِ توران کا مختصر احوال

جب جہانگیر نے جہانِ فانی کو خیر باد کہہ کر تختِ سلطنت صاحبقرانِ ثانی کے لیے چھوڑا تو اس وقت وہ شاہ زمان جنیر (دکن) میں تشریف فرما تھا اور ابھی تخت سلطنت پر جلوس نہیں کیا تھا ۔ چونکہ ایسے موقعوں پر انتظام سلطنت میں لازماً خلل پڑ جاتا ہے للہذا تمام امور میں اختلال پھیلا ہؤا تھا ۔ رفتہ رفتہ مطلب پرست موقع طلب لوگوں کی طمع سے سرحدوں کے معاملات اتنے بگڑ گئے کہ ملکی و مالی انتظام معطل ہو گیا ۔ نذر محمد خان کو یقین نہ تھا کہ حضرت اتنی جلد تخت نشین ہو کر انتظامِ حکومت سنبھال لیں گے للہذا نذر محمد خان والیِ بلخ نے ناعاقبت اندیشی کی بدولت نیز منشیات کی مدہوشی میں یہ [۲۲۳] موقع غنیمت سمجھا اور دارالملک کابل اور مضافات پر حملہ کر دیا ۔ اگرچہ اس کے بڑے بھائی امام قلی خان والیِ توران نے اسے سختی سے منع کیا لیکن باز نہ آیا اور تیزی سے اپنا لشکر

لے کر ، جس کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب تھی ، کابل کی طرف بڑھا ۔ چونکہ حضرت جہانگیر کے آخری زمانے میں خواجہ ابوالحسن کابل کی صوبے داری پر نامزد ہوا تھا ، اس کا بیٹا ظفر خاں اس کی جگہ صوبے کا نظم و نسق درست کر رہا تھا ، جہانگیر کے انتقال سے کچھ عرصہ پہلے پٹھانوں کے سرگروہ احداد کی سرکوبی کے لیے تیراہ کے علاقے میں درۂ خرمانہ میں اسے گھیرے ہوئے تھا اور قریب تھا کہ اسے تباہ کر دے کہ ناگہاں حضرت جہانگیر کے انتقال کی خبر پہنچی ۔ مجبوراً ظفر خاں اسے چھوڑ کر اشد ضروری معاملات کی طرف متوجہ ہوا ۔ اگرچہ کابل میں معتمد سردار موجود تھے لیکن عاقبت اندیشی کے بطور یعقوب خاں ، شمشیر خاں ، سعادت خاں ، عبدالرحمٰن ترنابی اور معین خاں بخشی جیسے تجربہ کار سرداروں کو قلعۂ کابل کی نگرانی کے لیے بھیج کر خود پشاور آیا ۔ دستور کے مطابق ، کہ صوبے کے حکام جاڑوں کا زمانہ پشاور میں اور گرمی کا موسم کابل میں بسر کرتے ہیں ، ظفر خاں نے کابل کا ارادہ کیا ۔ اس نے کئی بار پٹھانوں کی سخت سرکوبی کی تھی ۔ ایسی حالتوں میں اکثر اشخاص مغرور ہو جاتے ہیں ۔ تائید و توفیقِ ایزدی کے بغیر غرور سے محفوظ نہیں رہ سکتے ۔ ظفر خاں کو خیال تک نہ تھا کہ اتنی سزا کے بعد یہ غلط اندیش پٹھان بغاوت کی ہمت کریں گے یا کوئی ناہنجار حرکت ان سے سرزد ہوگی ۔ غرض بالکل مطمئن ہو کر احتیاط سے قطع نظر کرکے تھوڑے سے آدمی ساتھ لیے درۂ خیبر کے راستے کابل کو روانہ ہوا ۔ تنگی کے سبب اس درے سے پورے لاؤ لشکر کا گزرنا ممکن نہیں ۔ ہنگامہ پرداز افغان ، بالخصوص بد نہاد آفریدی ، جو دب کر اطاعت کر لیتے اور موقع پا کر اپنی فطری بد طینتی پر اُتر آتے ہیں ، یہ خبر پا کر انتقام لینے کی نیّت سے درۂ خیبر میں حملہ کرنے پر آمادہ ہوئے ۔ اتفاقاً جب ظفر خاں کار آمد

سپاہیوں سمیت کوتل سے گزر گیا تو [۲۲۴] پٹھانوں نے لشکر کے پچھلے حصّے کے بہادوں اور نوکر چاکروں پر حملہ کر دیا۔ کچھ سامان بھی لوٹ لیا۔ ظفر خاں بڑی دشواری سے گرتا پڑتا پشاور واپس آیا اور اس گستاخی کا تدارک کسی اور وقت پر ملتوی کر دیا۔ حضرت کو اس واقعے کی اطلاع اس وقت ملی جب جلوسِ مبارک کے بعد سارے عالم میں امن و امان قائم ہو چکا تھا اور خلفائے راشدین کے اس جانشین کی تخت نشینی سے فتنہ و فساد کا غبار بیٹھ گیا تھا، لہٰذا خواجہ ابوالحسن مشہدی کو، جس کا خطاب لشکر خاں ہے اور وفاداری و خدمت گزاری میں ممتاز ہے، کابل کی صوبے داری پر نامزد فرمایا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ابھی وہ کابل تک پہنچا نہیں تھا کہ کابل کے پرچہ نویسوں کی عرضیوں سے یہ خبر لگی کہ نذر محمد خاں نے کابل پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے۔ چونکہ احتیاط اور عاقبت بینی حکومت کا ضروری جز ہے، آپ نے سپہ سالار مہابت خاں کو بیوقوف ازبکوں کی گوشمالی پر مامور کیا۔ دوسرے امرا، مثلاً راؤ رتن، راجا جے سنگھ، راؤ سور، سردار خاں، شیروی روہیلہ، سیّد ہزبر خاں، سیّد عالم، نظر بہادر خویشگی، راجا روزافزوں وغیرہ کو عنایاتِ شاہی سے سرفراز فرما کر منصب داروں اور احدیوں کے لشکر جرار کے ساتھ، جن کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی، مہابت خاں کے ساتھ متعین کیا۔ معتمد خاں کو اس لشکر کی بخشی گری اور واقعہ نویسی کا عہدہ نیز خلعت، خنجر مرصع، ہاتھی، گھوڑا عنایت ہوئے۔

جب مہابت خاں اس لشکر کو لیے سرہند کے قریب پہنچا تو بد بخت ازبکوں کے فرار کی خبر سنی۔ یہیں سے اس نے عرضداشت میں یہ حقیقت لکھ بھیجی اور بارگاہِ خلافت سے اس کو واپسی کا حکم ملا۔ معتقد خاں فرمانِ شاہی کے مطابق لاہور روانہ ہوا

تا کہ حضرت جنت مکانی کی بیگمات و خواتین کو آگرہ پہنچائے۔

نذر محمد خاں کے ناکام واپس جانے کی حقیقت یہ ہے کہ جب وہ نافہم ، بے تدبیر کابل کے نواح میں پہنچا تو پہلے ضحاک اور بامیان کے بیچ میں قلعۂ ضحاک کو فتح کرنے کا خیالِ باطل باندھا کیونکہ اتنا مضبوط قلعہ اس علاقے میں نہیں ہے - [۲۲۵] اپنے بیٹے عبدالعزیز خاں کو اس کے اتالیق اور دیوان بیگی عبدالرحمٰن بے کے ساتھ نیز حاجم توقبائی اور دوسرے جنگ آزمودہ تجربہ کار سرداروں کے ہمراہ قلعۂ ضحاک کی طرف بڑھایا اور خود پیچھے پیچھے آیا - ضحاک کے قلعہ‌دار خنجر خاں ترکمان کو اس وقت خبر لگی جب ہراول کا لشکر اور اگلے دستے پہلے دروازے پر آ کھڑے ہوئے۔ قلعہ داری کا سامان درست نہ ہونے کے باوجود اس نے تائید ایزدی اور اقبال شاہجہانی پر بھروسا کیا اور شجاعت کے جوش میں اپنے تھوڑے سے عزیزوں اور بھائیوں کو ساتھ لے کر جنگ میں مشغول ہو گیا - زنبورک اور بادلیج (چھوٹی توپیں) کے فیر کر کے ان احمقوں کو روکا - توپوں اور بندوقوں کی ایسی مار دی کہ لمحے بھر میں باغی ازبکوں کے سو نامی دلاوروں کو خاک میں ملا دیا - باقی زخمی ہو کر واپس ہٹے -

اگلے روز نذر محمد خاں نے خام خیالی کے بموجب اپنی فوج کو ترتیب دے کر چاہا کہ دھاوا کر کے جانفشانی سے قلعہ فتح کر لے - اس مرتبہ بھی بات نہ بنی اور قلعے والوں سے ٹکر کھا کر مغلوب و مقہور واپس ہؤا - چونکہ اس مرتبہ خود قلعے پر حملہ کیا تھا اور ناکام نامراد لوٹا تھا لہذا شرمندگی مٹانے کے لیے شکست خوردہ لشکر کے سپاہیوں اور سرداروں کو سخت ملامت و سرزنش کر کے جوش دلایا - طے کیا کہ سلطان زادہ ،

عبدالرحمٰن ، حاجم توقیائی ، تنکر قلی ، حاکم قندوز بہادروں کی بڑی جماعت سے دروازے پر حملہ کریں اوراز بے ، محمد قلی اور قلماق درۂ آب کی طرف سے دھاوا ماریں ۔ یلنگتوش بے سروانچی کو بالائی حصار کی طرف مامور کیا ۔

۳ اردی بہشت ، ۱۵ رمضان ۱۰۳۷ھ (۱۹ مئی ۱۶۲۸ء) کی صبح کو مذکورہ بالا امرا [۲۲۶] اور میدانِ ہزارہ سے لے کر صدہ تک کے قبائلی سرداروں نے پوری یکدلی کے ساتھ چاروں طرف سے قلعے پر یورش کی ۔ سلطان زادہ وغیرہ قرنا پھونکتے ہوئے دلیرانہ دروازۂ اول کی طرف بڑھے ۔ حنجر خاں اپنی خداداد شجاعت اور سرفروشی کے جوس میں ان سبھوں کو خاطر میں نہ لایا ۔ ذرا سی دیر میں چند بدبختوں کو خاک میں ملا کر باقیوں کو زخمی کرکے سامنے سے ہٹا دیا ۔ باقی فوجیں ، جو مختلف سمتوں سے گھر کر آئی تھیں ، اچھی طرح مار کھا کر پیچھے ہٹیں ۔ بعض نامی سردار مثلاً نذر محمد خاں کا داماد تنکر قلی برادر عبدالرحمٰن مارے گئے ۔ نذر بہادر میر اصطبل کو معرکے سے زخمی اٹھا لے گئے ۔ باقی سرداروں نے جب کام بگڑتا دیکھا تو فرار کو غنیمت سمجھ کر واپس آ گئے ۔

جب نذر محمد خاں کو معلوم ہو گیا کہ قلعۂ ضحاک آسانی سے فتح نہیں ہو سکتا تو فیصلہ کیا کہ جب تک شاہی لشکر پہنچے ، میدان خالی ہونے کو غنیمت سمجھے اور موقعے سے فائدہ اٹھا کر بہ ہر صورت کابل پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لے ۔ غوربند اور چاریکاراں کے راستے کو وہاں کے ہواخواہوں نے مسدود کر رکھا تھا لہٰذا سیاہ سنگ کے راستے بہت تیزی سے کابل کی طرف بڑھا اور نواح لمغان میں پہنچا ۔ قاعدہ یہ ہے کہ پہاڑ کے تنگ دروں میں پتھر کی دیوار اٹھا کر پناہ گاہ بنا لیتے ہیں ۔

نذر محمد خاں نے پمغان اور للندر کے درمیان کی سنگر (سنگین دیوار) کو بڑی محنت سے توڑا اور کابل کی ولایت میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس نے ناپاک مذہب مسلمانوں کی التجا کے باوجود ان کے مال اور آبرو کو تاراج کیا۔ نواحی علاقے میں ظلم و جور کی آگ بھڑکا کر ہر چیز لوٹ لی اور بے شمار آدمیوں کو قید کر لیا۔ غرض اس دراز دستی سے دنیا و عقبیٰ کی بدنامی خوب سمیٹی۔ لوٹ مار سے فارغ ہو کر کابل کی طرف آیا اور شہر سے پانچ کوس ادھر اُترا۔

نذر محمد خاں کے دل میں اندیشہ ہائے دور و دراز تھے۔ پہلے تو مکاری و عیّاری سے قلعے والوں کو بہت سے خط لکھ کر نظر خواجہ، گل بابا اور چند چرب زبان خوشامدیوں کے ہاتھ بھیجے۔ خطوں میں وعدے وعید، امید و بیم، انعامات کے سبز باغ، تباہی کی دھمکیاں وغیرہ سبھی کچھ تھا۔ جب یہ قاصد خط لے کر آئے تو [۲۲۷] یعقوب خاں بدخشی، سمشیر خاں، معین خاں اور عبدالرحمٰن ترنالی وغیرہ شاہی سرداروں اور قاضی زاہد وغیرہ ارکانِ سلطنت نے دہلی دروازے کے باہر والے چبوترے پر جلسہ کر کے گمراہ قاصدوں کو وہاں بلایا۔ نہایت خلوص و صداقت کے ساتھ، کہ حق شناس لوگوں کا شیوہ ہے، ایک زبان ہو کر قاصدوں کو ان مکارانہ تحریروں کا کورا جواب دے کر ناکام واپس بھیج دیا۔ تائید الٰہی اور اقبالِ بادشاہی پر تکیہ کر کے دلجمعی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اپنی تعداد کی کمی اور غنیم کی زیادتی سے بے پروا ہو کر قلعہ‌داری کا سامان درست کر کے برجوں اور فصیل کو مضبوط کیا۔

جب نذر محمد خاں کو یقین ہو گیا کہ قلعے کے وفادار سرفروش میرے فریب میں نہ آئیں گے تو محاصرے کی نیّت سے

اٹھا - پانچ کوس طے کرکے ۱۹ خورداد ، ۵ شوال ۱۰۳۷ھ (۸ جون ۱۶۲۸ء) جمعرات کے دن شہر اور قلعے کے نواح میں آ کر نہر فتح کے پشتے اور بی بی ماہرو کے پشتے سے نمودار ہؤا - شاہجہانی فوج کے قراولوں نے دہ افغاناں اور مقبرہ سید مہدی خواجہ کے پشتوں پر نکل کر ان کا مقابلہ کیا - رات پڑے تک خوب معرکے ہوئے - جب رات چھا گئی اور غنیم کی فوج میدان سے ہٹ گئی تو شاہی دلاور بھی قلعے میں واپس آ گئے - منافق دشمن اگلے روز قلعے کے نیچے آ کر پھر حملہ آور ہؤا - محاصرہ کر کے سب لوگ جا بجا مقیم ہوگئے - نذر محمد خاں نے عبدالرحمٰن ترنائی کے مکان میں قیام کیا - اس کا بیٹا عبدالعزیز معین خاں کی حویلی میں ، عبدالرحمٰن بے خواجہ عبدالحئ کے مدرسے میں ، یلنگتوش بے خان دوراں کے مقبرے میں ، سلطان زادہ کاشغری کالکنے میں ، اوزار بے قاضی زاہد کے گھر میں قیام پذیر ہو گئے - چند روز محاصرے کی تیاری میں گزار کر سامانِ کارزار فراہم کرتے رہے - کبھی کبھی ایک آدھ جھڑپ بھی ہو جاتی تھی جس میں شاہی دلاوروں کے ہاتھ سے غنیم کے کچھ آدمی کام آ جاتے -

جب یہ لوگ اپنے خیال کے مطابق قلعہ گیری کا پورا سامان مہیا کر چکے ، مورچے ، سرنگیں اور دمدمے تیار ہوگئے تو محاصرے کا دائرہ تنگ کرکے قلعے کو گھیر لیا - ہر روز دھاوے کرتے تھے اور شاہی دلاوروں کے ہاتھ سے زخمی یا [۲۲۸] ہلاک ہو کر ناکام ، نامراد پیچھے ہٹتے تھے - ایک روز میر موسیٰ قورچی معروف بہ میر گل ، جو خواجہ ابوالحسن کا نوکر اور پہلے پشاور کا فوج دار تھا ، تھوڑے سے غیرت مند ، ناموس پرست احدیوں اور جانباز سپاہیوں کو ساتھ لے کر قلعے سے نکلا اور غنیم کے نامور سرداروں یعنی باقی قلماق ، نذرچی (پروانچی) اور منصور حاجی کے مورچے کا رخ کیا - خدائے پاک کی امداد اور

ایک دوسرے کی رفاقت کے اعتماد پر یکدل و یک جان ہو کر شیروں کی طرح لومڑیوں کے اس گروہ پر حملہ کر دیا ۔ اگرچہ غنیم کی کثرت تھی لیکن یہ دلیر فتح و نصرت کا یقین کر کے اُن پر جا ہی ٹڑے ۔ چونکہ اکثر تھوڑی فوج بڑے لشکر پر غالب آ جاتی ہے ، یہ بہادر بالآخر امداد ِ الٰہی کے سہارے اُن پر غالب آئے ۔ پچاس آدمیوں کے سر کاٹے اور دمدموں کو ویران کر کے خاک میں ملا دیا ۔ غنیم کا اسلحہ اور کٹے ہوئے سر لے کر قلعے میں آ گئے ۔ اپنا کوئی آدمی ہلاک نہ ہوا ۔ میر موسیٰ اور بارہ احدی البتہ زخمی ہوئے ۔ المختصر محاصرے کے تین مہینے یوں گزر گئے کہ غنیم کی کثرت اور فوجِ شاہی کی کمی کے باوجود ہر روز عنایتِ پروردگار سے ملازمانِ شاہی مظفر و منصور رہتے اور دشمن مغلوب و مقہور ہو کر واپس جاتے۔

ادھر سے لشکر خاں صوبہ دار کابل اطمینان سے آ رہا تھا کہ راستے میں اسے نذر محمد خاں کے حملے کی خبر ملی ۔ بڑے حوصلے اور پختہ ارادے کے ساتھ اقبالِ شاہجہانی پر تکیہ کر کے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا ، بلکہ ضرورت وقت پر نگاہ کر کے تیزی سے منزلیں طے کرتا ہوا چلا ۔ پشاور پہنچ کر اپنے بیٹے سزاوار خاں کو شاہی فوج کے ساتھ ، جو وہاں متعین تھی، اپنے سے آگے بڑھایا ۔ ظفرخاں کو شاہی فرمان پہنچ چکا تھا کہ اس مہم کے خاتمے تک توقف کرے ۔ وہ بھی پشاور سے اپنی فوج سمیت ساتھ ہوا ۔ لشکر خاں کے مسورے سے ظفر خاں کا باپ بھی بطور ہراول سزاوار خاں کے پیچھے روانہ ہوا ۔ لشکر خاں اُن کے پیچھے کوچ کرتا چلا ۔ جب چار باغ جلال آباد [۲۲۹] میں ، جو نیملہ سے ایک منزل ادھر ہے ، پڑاؤ کیا تو یہاں سرداروں کا مشورہ ہوا کہ سپہ سالار مہابت خاں کے پہنچنے تک آگے بڑھنا مناسب نہیں ۔ کابل کی اکثر فوج مہابت خاں کے انتظار میں چار باغ میں ٹھہر گئی تھی ۔ کسی نے ساتھ

نہ دیا ۔ چونکہ مہم کا سر ہونا مردانگی و تہوّر پر موقوف ہے لہٰذا لشکر خاں کابل کی طرف بڑھا ۔ دشوار گزار ٹیلوں میں سے گزر کر کندمک میں ، جو نیملہ سے ایک منزل اوپر ہے ، پڑاؤ کیا ۔ لشکر خاں کے آندھی کی طرح آنے کی خبر سے نذر محمد خاں کے دل میں بے حد ہراس پیدا ہؤا ۔ خوف و ہراس کی جگہ تو تھی ہی ، غرض ایسا گھبرایا کہ اکھڑ ہی گیا ۔

لشکر خاں نے غلے اور دیگر ضروریات کی فراہمی کے لیے دو روز کندمک میں قیام کیا ۔ پھر اجرک کے راستے سے ، جو بہت ہی دشوار گزار گھاٹی ہے ، بڑھا اور کندمک سے آٹھ کوس آگے جا کر ٹھہرا ۔ یہاں سرداروں نے بڑے اصرار سے کہا کہ مہابت خاں کے آنے تک توقف ضروری ہے لیکن لشکر خاں نے یہ مشورہ خلافِ مصلحت سمجھا اور آگے بڑھا ۔ بڑی تیزی کے ساتھ کوچ کر کے ایک ہی دھاوے میں موضع ناریک آب پہنچ کر دم لیا جو کابل سے بارہ کوس ورے واقع ہے ۔ نذر محمد خاں کو یہ خبر پہنچی ۔ یہ بھی معلوم تھا کہ سپہ سالار مہابت خاں کی ماتحتی میں دربار شاہی سے فوج ظفر موج چلی آ رہی ہے ۔ سمجھ گیا کہ اس لشکر جرار کے مقابلے میں نہ ٹھہرا جائے گا بلکہ بھاگنے کی راہ بھی نہ ملے گی ، معاملہ ہاتھ سے نکل جانے پر افسوس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا لہٰذا ابھی ، جب کہ بچ نکلنے کی راہ باقی ہے ، عقل کے مطابق کام کیجیے اور جان بچا کر نکل جائیے ۔ غرض تمکین و وقار سے ہاتھ اٹھا کر بڑے اضطراب و تشویش کے عالم میں مشورے کی مجلس منعقد کی ۔ بڑی رد و کد کے بعد آخر یہ صلاح ٹھہری کہ اس طرح واپس چلنے کا موقع نہیں ، مناسب یہ ہے کہ جرأت کے ساتھ لشکرِ شاہی کا مقابلہ کیا جائے ۔ اس ارادے سے ، جو درحقیقت شکست کا پیش خیمہ تھا ، قلعے کا محاصرہ اٹھا کر موضع نگرامی میں قیام کیا ۔

لشکر خاں نے یہ سنا تو دلیری کے ساتھ اپنے پڑاؤ سے کوچ کرکے نگرامی کو روانہ ہؤا - [۲۳۰] سردار خاں ، مبارز خاں روہیلہ ظفر خاں ، سعید خاں اور دوسرے بہادروں کو ، جو لشکر کے ہراول تھے ، بڑی تاکید سے لکھا کہ فوراً غنیم کی طرف بڑھیں دلاوروں کی جرأت سے ، جو درحقیقت سپاہِ فتح کے ہراول تھے نذر محمد خاں کا جی چھوٹ گیا - اس کے اکثر سپاہی محض لٹیرے تھے - محاصرۂ کابل کے دوران میں بہت سے بھاگ چکے تھے ، صرف سات آٹھ ہزار سوار باقی رہے تھے - اس وجہ سے اور ہراساں ہؤا غرض ۱۷ شہریور ، ۹ محرم ۱۰۳۸ھ (۸ ستمبر ۱۶۲۸ء) شکست کو غنیمت سمجھ کر بھاگ نکلا - غوری کے راستے تین روز میں پندرہ کوس طے کرکے نواحِ بلخ میں جا پہنچا - اس فتح سے ازبکوں کے لشکر کی شان و شوکت ختم ہوگئی اور ان پر رعب طاری ہوگیا ، جسے تائید ایزدی کہیے - دارالخلافت سے فوج کی روانگی کے وقت ابو طالب کلیم نے بطور فال ''لشکرِ فتح'' سے تاریخ نکالی تھی - یہی تاریخِ فتح ہوئی -

لشکر خاں مظفر و منصور ۲۴ شہریور ، ۱۶ محرم ۱۰۳۸ھ (۱۵ ستمبر ۱۶۲۸ء) بروز جمعہ کابل میں داخل ہؤا - عرضداشت میں اس فتح کا حال اور کابل نیز نواحی علاقے کے باشندوں کی محتاجی و پریشاں حالی کی کیفیت دربارِ شاہی کو لکھ بھیجی - شاہ دادگر ، انصاف پرور بہت متاثر ہوئے - حکم ہؤا کہ کابل کے خزانے سے ایک لاکھ روپے نکال کر قاضی زاہد کی صواب دید کے مطابق لٹے ہوئے مظلوموں میں حسبِ مراتب تقسیم کر دیے جائیں اور اس طرح ان دل شکستوں کے زخموں پر مرہم رکھا جائے -

اس واقعے کی تفصیلات سے فارغ ہوکر جی چاہتا ہے کہ انشا پرداز مؤرخوں کے دستور کے مطابق ، جو تازگیِ تحریر کے لیے

مختلف حالات لکھتے ہیں ، طوالت کلام کا خیال نہ کرکے یہاں
ان دونوں بھائیوں کا حال تحریر کیا جاتا ہے جو تمام ماوراءالنہر
پر قابض ہیں - اس ملک کے حراج کا حال بھی لکھوں گا - [۲۳۱]
ان دونوں بھائیوں کا باپ دین محمد خاں معروف بہ یتیم سلطان
ابن جانی سلطان ابن یار محمد خاں (خوارزم کے دارالملک اور
گنج کے حاکم حاجم خاں کا چچا زاد (بھائی) تھا - یار محمد خاں
حاجم خاں کی بدسلوکی سے شکستہ دل ہو کر خوارزم سے نکلا -
ماوراءالنہر میں آیا تو عبداللہ خاں کے باپ سکندر سلطان نے اُس کی
لیاقت و نجابت کے پیش نظر اپنی حنیفی بیٹی (عبداللہ خاں کی بہن)
اُس سے بیاہ دی - اس مبارک پیوند سے جانی سلطان پیدا ہوا -
جانی سلطان کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی - بڑا بیٹا یتیم سلطان
تھا جو امام قلی خاں اور نذر محمد خاں کا باپ ہے - باقی تین بیٹے
محمد خاں ، ولی محمد اور پائندہ محمد سلطان ہیں - یہ چاروں بھائی مدتوں
عبداللہ خاں کے ماتحت صوبہ تون ، قائن اور مہسان کے علاقوں
پر حکومت کرتے رہے - اُن کا دادا یار محمد خاں کچھ عرصے
عبداللہ خاں کے بیٹے عبدالمومن خاں کے ساتھ بلخ میں رہا - پھر
عبدالمومن خاں نے فطری بے شرمی و بے لحاظی سے اُس کے ساتھ
بھی بدسلوکی و بدتمیزی شروع کی - بالآخر اُسے بلخ سے نکال دیا -

یار محمد خاں وہاں سے نکل کر کچھ مدت حضرت عرش آشیانی
کے زیر سایہ رہا - پھر خشکی کے راستے حج کے لیے روانہ ہوا
قندھار پہنچا تھا جو خبر لگی کہ عبدالمومن خاں ناگہاں مارا گیا
اُس شریر کے مرنے سے سارے توران میں فتنہ و فساد پھیل گیا
یتیم سلطان نے میدان خالی پایا تو دل میں بادشاہت کی ہوس پیدا
ہوئی - یہ آرزو مدت سے اس کے سینے میں کروٹیں لے رہی تھی
موقعے کو غنیمت سمجھا - تون اور قائن سے نکل کر خراسان کے
دارالحکومت ہرات پر قبضہ کرکے استقلال سے بیٹھ گیا - شاہ عباس

والیِ ایران نے ، جو مدتوں سے اس وقت کا منتظر تھا ، موقعے سے فائدہ اٹھایا اور اس پر حملہ آور ہؤا - نواح ہرات میں دونوں لشکر مقابل ہوئے اور خونریز لڑائی ہوئی - یتیم سلطان اس معرکے میں یوں مارا گیا کہ لاس بھی ہاتھ نہ آئی - [۲۳۲] کوئی نشان نہ ملا - بعض اشخاص کو یقین ہے کہ زخمی ہو کر کسی قبیلے میں چلا گیا اور وہیں فوت ہؤا - دوسروں کا خیال ہے کہ شکست کے بعد زخمی حالت میں زار نزار کسی قبائلی کے خیمے میں پناہ لی - اُن جنگلیوں نے نہ پہچانا اور مناسب مدارات نہ کی - بعد ازاں سمجھے اور سوچا کہ یہ ہمیں سزا دے گا - اُسی وقت کام تمام کر دیا - اُس کے بھائی میدانِ جنگ میں ایک دوسرے سے بچھڑ کر جدا ہو گئے - باقی خاں ولی محمد کے ساتھ بخارا آ کر مسندِ حکومت پر بیٹھ گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ساری ولایت پر قبضہ کر لیا - چھوٹا بھائی پائندہ خاں شکست خوردہ لشکر سے جدا ہو کر قندھار چلا گیا - وہاں اپنے آپ کو ظاہر کیا تو شاہ بیگ خاں صوبے دار نے گرفتار کرکے اکبر بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا - انہوں نے شیخ عمری حسن بیگ کے ہمراہ لاہور میں قلیج خاں کے پاس روانہ کر دیا - ایک سال بعد پنجاب میں طبعی موت سے مر گیا -

یار محمد خاں نے قندھار میں باقی خاں کی بادشاہت کی خبر سنی تو حج کا ارادہ ترک کرکے توران کی راہ لی - باقی خاں بڑے اعزاز و اکرام سے دادا کا استقبال کرکے نہایت عزت و حرمت سے اُس کو شہر میں لایا - مسندِ شاہی پر اُسے بٹھا کر خطبہ و سکہ اُس کے نام کا جاری کیا - دو سال گزرنے کے بعد یار محمد خاں نے اپنے پوتے باقی خاں کے ساتھ نامہربانی کرکے اپنے بیٹوں عباس سلطان ، نرسون سلطان اور پیر محمد سلطان کی تربیت شروع کر دی ، جو باقی خاں کے چچا تھے - خفیہ طور پر امراء کو

اپنی طرف ملانا چاہا - باقی خاں کو خبر لگی تو وقت ہاتھ سے نکلنے سے پہلے دادا کو بے اختیار کیا اور اپنے باپ جانی محمد خاں کو تخت نشین کر دیا -

کچھ عرصے بعد یار محمد خاں ، جانی محمد خاں اور باقی خاں سب کا انتقال ہو گیا - دادا ، باپ اور بھائیوں کی وراثت ولی محمد خاں کو ملی - باقی خاں کی بیوہ آی خانم عبداللہ خاں کی بیٹی تھی - اس سے پہلے وہ عبدالمومن خاں کے گھر میں بھی رہ چکی تھی - حسن و جمال اور مبارک قدمی کی بدولت ازبک قوم میں اس کا بہت شہرہ تھا - ولی خاں نے اسے عقد میں لے لیا - سمرقند کی حکومت اپنے بھتیجوں امام قلی خاں اور نذر محمد خاں کو دے دی - [۲۳۳] یہ دونوں قدم جمانے سے پہلے ہی سلطنت کی ہوس میں اٹھ کھڑے ہوئے - ازبک امراء اور بخارا کے سردار ، جو ولی محمد خاں کی بدسلوکی سے عاجز آ چکے تھے ، بظاہر اس کی وفاداری کا دم بھرتے تھے لیکن دل سے اس کے خلاف تھے ، رفتہ رفتہ کھلم کھلا بغاوت و نافرمانی پر کمر بستہ ہو گئے - شہر کے چھوٹے بڑے بھی مخالفت کرنے لگے - ولی محمد خاں نے فوج کو برگشتہ اور دور زمانہ کو اپنے خلاف دیکھا تو بے اختیار شاہ عباس سے مدد لینے کے لیے قرشی سے عراق کو روانہ ہو گیا - وقت ایسا نازک تھا کہ مجبوراً آی خانم اور کمسن بچے کو قلعۂ چارجوی میں چھوڑ کر دل شکستہ دریائے جیحون کے پار ہوا -

امام قلی خاں بے توقف بخارا پہنچا - تمام باشندے اور ازبک امرا ، جو محمد خاں سے برگشتہ تھے ، استقبال کو نکلے - وہ بے مزاحمت توران کے تخت پر قابض ہو گیا اور ولی محمد خاں کے متعلقین کو قبضے میں لینے کے لیے قلعۂ چارجوی کا رخ کیا - جب نامہ و پیغام ، وعدے وعید سے کام نہ نکلا تو قلعے کا

محاصرہ کر لیا ۔ قلعہ دار نے جانفشانی کی لیکن کمک سے نا امید ہو کر قلعے اور ولی محمد خاں کے متعلقین کو امام قلی خاں کے حوالے کر دیا ۔ امام قلی خاں کو آی خانم سے ایسا عشق ہؤا کہ کیا کہیے ۔ غرض قاضی کی مہربانی سے حقیقی چچا کی بیوی سے اس کے جیتے جی طلاق ہوئے بغیر نکاح کر لیا اور دین و دنیا کی رسوائی خریدی ۔ ولی محمد خاں ایران کی سرحد میں داخل ہؤا تو شاہ عباس کو اطلاع ملی ۔ چونکہ سرداروں کی عزت کرنا سرداری کی علامت ہے لہذا کمال اعزاز و احترام سے خاں کا استقبال کر کے تواضع اور مہمان داری کا انتہائی اہتمام کیا ۔ ولی محمد خاں ایران میں بڑی عزت سے رہا ۔ چند ہی روز بعد وہی ازبک ، جو اس سے منحرف ہو گئے تھے ، اب انھی کے عریضے پے در پے آنے لگے کہ حضور ہم شرمندہ ہیں، آپ جلد توران واپس آ جائیے ۔ ادھر انھیں یہ خیال گزرا کہ شاہ میری امداد نہ کرے گا ۔ الغرض ازبکوں کی صرف اتنی انسانیت دیکھ کر بے خودی کے عالم میں توران کی راہ پکڑی ۔ چھ ماہ کی جدائی کے بعد پھر ماوراءالنہر میں واپس آ گیا ۔

امام قلی خاں کو اندازہ ہو گیا کہ امراء کی مخالفت کے باعث ولی محمد خاں کا مقابلہ ناممکن ہے ، بلکہ شاید معاملہ دگرگوں ہو جائے ۔ مجبوراً شہر سے نکل کر بھائی سمیت سمرقند کا راستہ لیا ۔ ولی محمد خاں بے مزاحمت بخارا پر قابض ہو گیا ۔ [۲۳۴] تمکین و تحمل سے کام لیے بغیر غرور اور عجلت پسند طبیعت کے تقاضے سے بھتیجوں سے انتقام لینے میں سرگرم ہؤا ۔ عجلت پسندی نے ایسا بے تاب کیا کہ عاقبت اندیشی سے بے نیاز ہو کر فوج کو تیار کیے بغیر ان کے تعاقب میں چل پڑا ۔ جب دونوں کا مقابلہ ہؤا تو دستورِ خداوندی کے مطابق ولی محمد خاں بے چارے کو شکست ہوئی اور گرفتار ہو کر امام قلی خاں کے اشارے سے قتل کر دیا گیا ۔ امام قلی خاں کے حسبِ دل خواہ کوئی مخالف اور حکومت

کا دعویدار باقی نہ رہا - اطمینان سے مسندِ حکومت پر بیٹھ کر توران کی تمام سرزمین پر تصرف کر لیا - نظم و نسق ، تقرر اور معزولی اپنے اختیار میں رکھے - ملک کے حصے کرکے بلخ و بدخشاں اور مضافات کی حکومت اپنی نیابت میں نذر محمد خاں کے حوالے کی - تا دمِ تحریر ، یعنی ۱۰۵۷ھ (۱۶۴۷ء) تک ، وہ مملکت انھی کے قبضے میں ہے -

خاندانِ ازبک کا حال لکھنے کے بعد خود رائے قلم ملکِ توران کے خراج کا بیان کرنے پر مائل ہے لہٰذا اس کی حقیقت تحریر کر کے مطلبِ اصلی سے رجوع کیا جائے گا - بلخ و بدخشاں اور ان کے توابع نیز تمام ماوراءالنہر اور ترکستان ، جو ان دو بھائیوں کے قبضے میں ہیں ، ان کا پورا خراج بہ صورتِ نقد و جنس، محصول ، زکواۃ سب مل ملا کر سرکاری گوشواروں کے بموجب تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ خانی (سکہ) ہے جو ہندوستان کے تیس لاکھ روپے کے برابر ہے - یعنی دونوں بھائیوں کی مملکتوں کا سارا خراج خان دوراں نصرت جنگ بہادر صوبے دار مالوے کی جاگیر کے مساوی ہے جو درگاہِ شاہجہانی کا ایک امیر ہے - اس سلطنتِ جاودانی میں بہت سے امرا ایسے ہیں جن کی جاگیر کی آمدنی امام قلی خاں یا نذر محمد خاں کے خراج کے برابر بلکہ زیادہ ہے - یمین‌الدولہ آصف خاں کی جاگیر کا سالانہ مالیہ پچاس لاکھ روپے ہے جو ان دونوں میں سے ہر ایک کے خراج کے ساڑھے تین گنے سے زیادہ ہے - یہ خراج مملکتِ ہند کے خراج کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے جس کی رقم آٹھ ارب ٹکے یعنی بیس کروڑ روپے ہے - کوئی نسبت ہی نہیں - امید ہے کہ اس دودمانِ والا شان کا جاہ و جلال ہر لمحہ بڑھتا رہے گا [۲۳۵] اور تا قیامتِ دائم رہے گا -

اب خامۂ تیز زباں ان باتوں سے فارغ ہو کر حسبِ وعدہ

حضرت شاہجہاں کے سوانح سلطنت لکھنے سے سروکار رکھتا ہے۔ یکم تیر کو احمد آباد سے خلاصۂ ساداتِ مبارک فال سید جلال ، جو زبدۃالعارفین حضرت شاہ عالم کے پوتے ہیں[1] ، نیز صوبۂ بہار سے مرزا رستم صفوی اپنے دونوں بیٹوں مرزا مراد اور مرزا حسن سمیت آئے اور شرفِ حضوری سے بہرہ یاب ہوئے۔ مرزا رستم صفوی نقرس کے پرانے عارضے بلکہ بڑھاپے کے سبب ، جو تمام امراض کا سرچشمہ ہے ، ایسا معذور ہو گیا تھا کہ نوکر اسے کرسی پر بٹھا کر ادھر آدھر لے جاتے تھے۔ حضرت شاہجہاں نے قدر دانی فرما کر اسے حاضری سے معاف رکھا اور مدد خرچ کے بطور ایک لاکھ بیس ہزار روپے سالیانہ مقرر کر دیا کہ جہاں چاہے اطمینان سے قیام کر کے فارغ البال بسر کرے۔ سید بزگوار سید جلال کو خلعت اور دس ہزار روپے عنایت ہوئے۔ ابراہیم حسین کاشغری ڈھائی ہزار ذات ، سولہ سو سوار کے منصب اور دس ہزار روپے انعام سے سرفراز ہؤا۔ عبدالرحیم خواجہ زلال کی التماس کے بموجب حضرت نے عبداللہ خاں کی تمام خطائیں اپنے عفو و کرم سے معاف فرما دی تھیں[2] ۔ اس روز وہ پنج ہزاری ذات کے منصب اور شمشیر مرصع ، نقارہ ، علم ، ہاتھی ، تومان ، طوغ کی عنایت سے ممتاز ہؤا[3] ۔ پچاس ہزار روپے کا انعام اور سرکارِ قنوج کی تیولداری مزید عطا ہوئی۔ اعتماد خاں خواجہ سرا بیس ہزار روپے کا انعام پا کر مکہ معظمہ کو روانہ ہؤا۔ میر محمد اسفرائنی جو قطب الملک کی طرف سے آیا تھا ، اسے ایک ہزار اشرفیاں عنایت ہوئیں۔

۱۔ اس عالیجاہ سید کا حال کتاب کے آخر میں تفصیل سے درج ہے۔

۲۔ مآثرالامراء ، جلد دوم ، ص ۱۸۱۔

۳۔ ایضاً ، ص ۲۸۲۔

خواص و عوام کا سایۂ عنایت میں جگہ پانا
یعنی بارگاہِ خاص و عام کے صحن میں
ایوانِ چہل ستون کی بنیاد پڑنا

[۲۳۶] خدا کا شکر ہے کہ شاہِ عالم ساہ کے الطاف و عنایات صرف خاص لوگوں تک محدود نہیں ، بلکہ آب عوام و حواص سب پر شفقت کرتے ہیں ۔ اللہ کے فیض و کرم کی مانند حضرت کا لطف و عطا بھی ساری دنیا پر ہے ۔ احسان کا بادل بارانِ رحمت کی طرح سب پر برستا ہے ۔ ہمیشہ ، ہر وقت یہی خیال رکھتے ہیں کہ اہلِ عالم اطمینان اور فارغ البالی سے زندگی بسر کریں اور امن و امان قائم رہے ۔ اس دعوے کا گواہ صادق یہ ہے کہ ان دنوں دربارِ خاص و عام کے صحن میں بارگاہِ چہل ستون کی بنیاد رکھی گئی ۔ یہ رشکِ افلاک بارگاہ ، جو سلیمان و نوشیرواں کے ایوانوں کا جواب ہے ، اس لیے تعمیر کی گئی کہ سارا عالم اسی درگاہ میں اُمیدیں لے کر آتا اور اپنے مقاصد و مطالب یہاں عرض کرتا تھا ۔ تسلیم و کورنش کے وقت لوگ برسات کی بارش اور گرمی کی تپش سے تکلیف پاتے تھے ۔ للہذا عنایاتِ بےکراں کے تقاضے سے فرمانِ ذیشان جاری ہوا کہ آگرہ میں نیز سلطنت کے بڑے شہروں میں وسیع بارگاہیں تعمیر کی جائیں ۔ بالخصوص لاہور میں جھروکۂ خاص و عام کے سامنے ، جہاں ساری دنیا کی مرادیں پوری ہوتی ہیں ، بہت جلد چالیس ستون والا ایوان ستر گز لمبا ، بائیس گز چوڑا تعمیر کیا جائے تاکہ تمام بندہ ہائے درگاہ بارش اور دھوپ کی زحمت سے محفوظ رہ کر اپنے مقاصد عرض کر سکیں ۔ [۲۳۷] غرض حکم والا کے مطابق چالیس ستون کی ایسی عالیشان بارگاہ تعمیر ہوئی کہ ایوانِ نو شیرواں کی شان ہیچ ہوگئی ۔ اسی طرح

چالیس دن میں اتنا ہی لمبا چوڑا ایک مضبوط دالان بھی ایسا تیار ہؤا کہ قصرِ قیصر کو رشک آیا۔ ایسا خوش وضع، خوش تراش تھا کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ اشعار (ترجمہ) :

صاحب قرانِ ثانی کے عہد میں، جن کی نظیر
دنیا نے سو صدیوں میں بھی نہیں دیکھی، ایسی
عالی شان بارگاہ تعمیر ہوئی کہ کوہِ بےستون
سے بقدر چالیس ستون بڑھی ہوئی ہے۔ اس کے
در و دیوار کی تابانی سے چرخِ نیلگوں شفق کی
صورت میں کمر تک خون میں ڈوبا ہؤا ہے۔

جب یہ مبارک عمارت ہر طرح مکمل ہو گئی تو ماہر نجومیوں نے حضرت کی تشریف آوری کے لیے ۲۵ ذی الحجہ ۱۰۳۷ھ (۲۶ اگست ۱۶۲۸ء) کی ایک مبارک گھڑی تجویز کی۔ شاہِ فلک بارگاہ بیس گھڑی گزرنے پر نجومیوں کی تجویز کردہ ساعت میں بڑے جاہ و جلال سے اس فردوس منظر بارگاہ میں، جو ہر طرح آراستہ تھی، جلوہ افروز ہوئے۔ یہاں آپ نے خواص و عوام سب کو حاضری کی اجازت دی۔ زبان کو خدا کی حمد پر اور ہاتھ کو گناہگاروں اور محتاجوں کی معافی و بخشش پر کھولا۔ قصیدہ خوانوں اور گویّوں کو گویا عیشِ جاوداں ہاتھ آیا۔ اس بارگاہِ جمشیدی کے وصف میں ابو طالب کلیم نے یہ رباعی عرض کی جس پر حضرت نے انعام عطا فرمایا :

ایں تازہ بنا کہ عرش ہمسایۂ اوست
رفعت حرفیے ز رتبۂ پایۂ اوست
باغے است کہ ہر ستونِ سبزش سروے است
کاسائشِ خاص و عام در سایۂ اوست

اسی تاریخ قاسم خاں خلعت اور اسپِ خاصہ کی عنایت سے سرفراز ہو کر صوبہ داریِ بنگالہ پر رخصت ہؤا ۔ دریا خاں روہیلہ کو خلعت ، جمدھر مرصع ، ہاتھی ، گھوڑا اور بیس ہزار روپے کا انعام عطا فرما کر تعیناتیانِ دکن میں شامل کیا ۔ سید جعفر بارہہ کو شجاعت خاں کا خطاب ، [۲۳۸] ترہت اور نواحِ بہار کی فوجداری ، تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب عطا ہؤا نیز خلعت ، ہاتھی ، گھوڑا اور پندرہ ہزار روپے کا انعام پا کر سربلندی حاصل کی ۔ شاہ عباس کا ایلچی محمد قلی ، قطب الملک کے پاس رسالت پر گیا تھا ۔ وہاں سے واپسی پر آستانِ شاہی کے سجدے سے سرفراز ہؤا ۔ خلعت اور پندرہ ہزار روپے کے انعام سے سرفرازی پا کر ایران کو رخصت ہؤا ۔ میر جملہ کو بیس ہزار روپے انعام عنایت ہؤا ۔ قلیج خاں کو نقارہ عطا ہؤا ۔ نظام‌الملک کا ایک امیر کھیلوجی بھونسلا خوش نصیبی کی بدولت خان زماں سے آ کر ملا ۔ خان کی التماس کے بموجب کھیلوجی کے نام فرمان جاری ہؤا ۔ پنج ہزاری ذات و سوار کا منصب عطا ہؤا ۔ خلعت ، جمدھر مرصع ، ہاتھی ، گھوڑا اور نقارہ عنایت ہوئے ۔ محمد عادل خاں والی بیجاپور اور قطب‌الملک والیِ گولکنڈہ کے عریضے ، جو تخت نشینی کی تہنیت پر مشتمل تھے ، بیس قیمت پیشکشوں کے ساتھ آئے ۔ ان میں عادل خاں کا بھیجا ہؤا نیلم کا ایک قطعہ بھی نظرِ اقدس سے گزرا کہ آب و تاب میں اس کی نظیر نہ تھی ۔ تیس ہزار روپے کا تھا ۔

انھی دنوں ۲۰ مرداد ، ۱۰ ذی الحجہ ۱۰۳۷ھ (۱۱ اگست ۱۶۲۸ء) بروز جمعہ ، عیدالاضحیٰ کی تقریب نے خیر و برکت کی بشارت دی ۔ حضرت طلائی زین والے گھوڑے پر سوار ہو کر سنتِ نبوی کے مطابق عید گاہ میں تشریف فرما ہوئے اور اسے چرخ چہارم اور فلک نہم کا ہمسر بنا دیا ۔ عید کا دوگانہ پڑھ کر

حسبِ دستور زر و گوہر بکھیرتے ہوئے واپس آئے -

تمام بادشاہوں بالخصوص امام قلی خاں کی طرف سے دولتِ شاہجہانی کے ساتھ مراسلت شروع ہونے کا سبب

دولت خداداد اور بختِ بلند کی نشانی یہ ہے کہ جہاں کہیں کوئی ذیجاہ شخص قیام کرتا ہے ہرشخص اس کی ملاقات کے لیے چل کر آتا ہے - اقبال‌مندی کی خاصیت ہے کہ وہ جس طرف رخ کرے ساری دنیا اسے قبلۂ امید سمجھ کر وہیں پہنچتی ہے - [۲۳۹] حضرت شاہجہاں کی یہی خصوصیت ہے - بالخصوص اب کہ جلوسِ والا سے تختِ سلطنت عرش معلیٰ کا ہمسر ہے - امام قلی خان والی توران کو ہمیشہ سے خواہش تھی کہ محبت کا سلسلہ از سرِ نو قائم کرکے اخوت و الفت کا رشتہ مضبوط کرے اور اظہارِ دوستی کرکے اس سلطنت کے ساتھ مراسلت کا دروازہ کھولے - جیسا کہ بیان ہؤا ، اس کے بھائی نذر محمد خاں نے بدتمیزی کا ارتکاب کیا تھا لہٰذا یہ شرمندگی امام قلی خاں کی سدِّ راہ ہو گئی - خواجہ عبدالرحیم کی واپسی کے انتظار میں یہ ارادہ اور ملتوی ہوتا گیا - اس نے حضرت جہانگیر کی خدمت میں خواجہ عبدالرحیم کے بدست ایک مکتوب بھیجا تھا - تحریر تھا کہ چونکہ شاہ عباس نے موقع پا کر قندھار کے قلعے اور مضافات پر قبضہ کر لیا ہے لہٰذا اگر ان دنوں شاہزادۂ بلند بخت کی رکاب میں ، جن کی تیغ زنی سے ساری دنیا مرعوب و مبہوت ہے اور تدبیر و ہوشمندی سے خائف ہے ، فوجِ ظفر موج قلعۂ قندھار کی تسخیر کے لیے روانہ کی جائے تو ہم دونوں بھائی

بھی خیرخواہی کے تقاضے سے اس مہم میں شامل ہو جائیں گے اور فتح کے بعد خراسان واپس چلے آئیں گے - اس سلسلے میں ہم قسم کھا کر یہ التماس کرتے ہیں کہ ولایت قندھار کے جن شہروں کو بندگان شاہی اپنے قبضے میں نہ لینا چاہیں وہ ہمیں عطا کر دیے جائیں - حضرت جہانگیر اس مکتوب کے مطالعے کے بعد لشکر کسی کی تیاری میں تھے لیکن ابھی یہ مقصد پورا نہ ہونے پایا تھا کہ حکم قضا و قدر سے وہ دوسری دنیا کی تسخیر کے لیے روانہ ہو گئے -

حضرت شاہجہاں کے جلوس کے بعد خواجہ عبدالرحیم جشن نوروز سال حال میں حاضری سے مشرّف ہوا اور بہت جلد پرانی بیماری سے فوت ہو گیا - حضرت شاہجہاں نے امام قلی خاں کی بہی خواہی کے بدلے یہ چاہا کہ اس خیرخواہ کی شرمندگی رفع فرما دیں - لٰہذا آغاز جلوس ہی میں بتاریخ ۲۲ آبان حکیم حاذق کو اس کے مکتوب کا [۲۴۰] جواب لے جانے پر متعین کیا - ڈیڑھ لاکھ روپے کے جواہرات ، نادر اشیا ، مرصع آلات اور ہندوستان کی نفیس چیزیں بطور تحفہ اور بیس ہزار روپے امیر تیمور کے مقبرے کے مجاوروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنے کے لیے اس کے ہاتھ روانہ فرمائے - خواجہ عبدالرحیم مرحوم کے بیٹے خواجہ محمد صادق کو خلعت ، مرصع خنجر اور پیٹی نیز تیس ہزار روپے انعام سے نواز کر حکیم حاذق کے ہمراہ رخصت کیا - خواجہ صادق کے بڑے بھائی حسن خواجہ کو دس ہزار روپے انعام عطا فرمایا -

امام قلی خاں والیِ توران کے نام صاحب قرانِ ثانی کے مکتوب کی نقل

جب نک کلکِ نفیس رقم اور خامۂ مشکبار خلوص و محبت کے مضامین تحریر کرکے محفلِ اتحاد کو معطر اور گلزارِ دوستی کو شاداب کرتا ہے ، امید و آرزو کا دیباچہ ، حشمت و کامرانی کا گلشن ، صاحبِ سلطنت ، مخزنِ عدل و انصاف ، عنوانِ کتابِ کامگاری ، طغرائے فرمانِ شہریاری ، میدان جوانمردی کا شہسوار ، آئینۂ محبت کی جلا ، زیب و زینتِ تختِ حکومت ، خاندانِ ذی شان کا خلاصہ ، شجرِ خوبی کی شاخ ، بحرِ عدل و احسان ، آبائے کرام کے قوانین کا مجدّد ، تائید ایزدی سے بہرہ مند کہ خدا ان کی سلطنت اور رشتۂ دوستی و اخوّت کو ہمیشہ قائم رکھے ، دونوں جہان میں پروردگارِ عالم کی عنایات سے فیض یاب رہیں - آپ کا گرامی نامہ ، جو دوستی و صداقت کے جواہر سے لبریز اور اتحاد کے موتیوں سے مملو تھا ، عالی نسب ، والا حسب ، سالک دین اسلام خواجہ عبدالرحیم کے بدست اینجانب کی مہمِ قندھار اور حضرت جہانگیر جنت مکانی سے متعلق دیگر معاملات پر مشتمل تھا - بہ مراسلہ سابقہ تعلقات کی بنا پر کسی تمہید و تجدید کے بغیر خامۂ عنبر رقم سے تحریر ہؤا تھا اور اس کے

مضامین نے پرانی دوستی کی سلسلہ جنبانی کی۔ [۲۶۱] گرامی مکتوب کی عبارت سے مشامِ صداقت میں محبت و الفت کی خوشبو آئی۔ مستحکم تعلقات کی بنا پر ہمارا قصد تھا کہ تخت نشینی کے آغاز ہی میں خواجۂ مذکور کو اپنے کسی معتمد کے ساتھ رخصت کریں تاکہ وہ صوری و معنوی رشتوں کی تجدید اور قدیم و جدید نسبتوں کی تفصیل کرے۔ دو واقعوں سے اس ارادے کی تکمیل میں دیر ہوئی۔ ایک تو خواجہ عبدالرحیم کا انتقال، جو شرفِ حضوری کے بعد جہانِ فانی سے رخصت ہو گیا۔ دوسرے خلاصۂ آبائے کرام نذر محمد خاں کا ناتجربہ کاری اور عدم تامل کے باعث، کہ نوجوانی کا خاصہ ہے، کابل کی طرف آنا۔ اگر عقلِ صواب اندیش کی رہنمائی سے وہ اس بے نتیجہ اور دور از کار خیال سے، جو چند کوتاہ اندیش نادانوں کے بہکانے سے انھیں آیا تھا، دست بردار نہ ہوتے تو ہمیں ادھر سے فوجِ ظفر موج بھیجنا پڑتی۔ اس صورت میں وحشت و مغائرت کا غبار بلند ہوتا اور آن سست بنیاد کمینوں کی وجہ سے پرانی دوستی میں خلل پیدا ہو جاتا۔

قدیمی زمانے سے اس خاندانِ عالی شان اور خانوادۂ ولایتِ توران کے بادشاہوں میں الفت و اتحاد کا طریقہ قائم رہا ہے اور خلوص و محبت کا آئین جاری ہے۔ ان ایامِ سعادت انجام میں تائیدِ ایزدی کی برکت سے اینجانب کی سلطنت

لحظہ بہ لحظہ فتوحاتِ غیبی اور عنایاتِ الٰہی سے بہرہ مند ہے ۔ سلطنتِ ابد مدت کے بہی خواہ جس مقصد کا خیال دل میں لاتے ہیں بخیر و خوبی حاصل ہو جاتا ہے ۔ مابدولت کی خواہش یہ ہے کہ اتحاد و موافقت کا طریقہ پہلے سے بھی زیادہ خاطرِ والا میں ملحوظ رہے تاکہ دوستی کی بنیادیں مضبوط ہوں اور خلوص کا میدان وسیع ہو ۔ دوست خوش ہوں اور انتظامِ سلطنت قائم رہے ۔ اس طرح جب اہلِ عالم اخوّت کا یہ رشتہ دیکھیں گے ، جو ابد تک قائم رہے ، تو بہت جلد اس کے نتیجے طرفین کی مرضی کے مطابق ظاہر ہوں گے ۔ سرِ دست محبت و اتفاق کی بنیادیں مضبوط کرنے کے لیے ، کہ انتظامِ عالم کا باعث ہے ، آلِ علی اولادِ نبی سیدِ عالی حسب خواجہ محمد صدیق خلف خواجہ عبدالرحیم مرحوم کو واپسی کی اجازت دی جاتی ہے اور والا نسب ، حکمت مآب ، حکیم حاذق کو ، [۲۰۲] جو درگاہِ والا کا معتمد ، راست کردار ملازم ہے ، آس گوہرِ تاجِ سلطنت ، شہسوارِ میدانِ شجاعت کی خدمت میں روانہ کیا جاتا ہے تاکہ شرفِ حضوری حاصل کرکے وہ مختلف مقدمات زبانی بیان کرے جو آسے تفویض کیے گئے ہیں ۔ اخوّت کا شیوہ یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح سابقہ نسبتوں کی رعایت اور قرابتِ قریبہ کی مناسبت سے مراسلت کا دستور جاری رکھیں کہ اربابِ الفت کا بہترین سلوک یہی ہے اور اس طرح

سلسلۂ محبت کو زیادہ مستحکم کریں - طبع۔
محبت سرشت کو جو امور مرغوب ہوں اور جو
حالات وقتاً فوقتاً پیش آئیں تحریر فرماتے ہیں
تاکہ رابطۂ دوستی قائم ہو اور بیگانگی کا شائبہ
رفع ہو جائے ۔ ضمیرِ منیر کو مسرور کرکے
اینجانب کو خوش وقت کرتے رہیں - مسندِ
شوکت و فرماں روائی اور سریر سلطنت و کامرانی
قائم رہے !

موکبِ شاہی کی شکارگاہِ باری کو روانگی اور جھجھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ پر امرائے نامدار کو متعین کرنا

حضرت جنت مکانی جہانگیر کی شاہزادگی کے زمانے میں جھجھار سنگھ کا باپ نرسنگھ دیو خوش نصیبی کی برکت سے حضرت کی ملازمت میں داخل ہؤا ۔ بہت جلد خدمات پسندیدہ بجا لا کر عنایات بے پایاں کا حق دار بنا ۔ حضرت نے تخت نشینی کے موقع پر وفاداری و حق شناسی کے تقاضے سے اس پر عنایت فرمائی اور ہم چشموں میں ممتاز کر کے اتنا اعزاز بخشا کہ آسمان پر پہنچا دیا ۔ رفتہ رفتہ اونچا مرتبہ اور منصب پایا ۔ دولت و ثروت اور فوج و خدم جمع کر کے اتنا اقتدار حاصل کیا کہ شان و شوکت میں بڑے بڑے راجاؤں سے بڑھ گیا ۔ حضرت کے آخری زمانے میں ، جب بیماری کے غلبے کے باعث حضرت کو نظم و نسق کا ہوش نہ تھا ، اس نے موقع غنیمت سمجھ کر ہاتھ پاؤں نکالے ۔ آس پاس کے

زمینداروں بلکہ دور دراز علاقوں کے باشندوں پر ظلم و تعدی کر کے اتنی دولت سمیٹی کہ [۲۴۳] حساب اور شمار سے باہر ہے۔ اُن دنوں بے انتظامی کے سبب کسی نے اس سے باز پرس نہ کی۔ حتیٰ کہ وہ فوت ہوگیا اور جو خزانے اُس نے انبار در انبار چھوڑے تھے وہ نالائق جھجھار سنگھ کے ہاتھ میں آئے۔ اس کم ظرف کو اتنی دولت کی سمائی کہاں تھی، آنکھیں پھٹ گئیں۔ مدہوشی میں خود سری پر آمادہ ہوگیا۔

جب حضرت شاہجہاں تخت نشین ہوئے تو حکومت و سلطنت اور دین و ملت کے قاعدے دوبارہ قائم ہوگئے۔ وہ نا فہم اپنے معاملات کے متعلق فکر مند ہؤا۔ قلعے کی مضبوطی اور دشوارگزار گھنے جنگلوں پر تکیہ کر کے، جن کے درختوں کو اُس کے باپ نے پروان چڑھایا تھا، پہلے سال جلوس میں بتاریخ ۲۴ خرداد آدھی رات کو دارالخلافہ آگرہ سے (جہاں وہ حاضر تھا) نکل کر فرار ہوگیا۔ جب بندگانِ درگاہ کو خبر لگی تو حقیقت عرض کی کہ وہ ابلیس فطرت وحشی فرار ہوتے ہی بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہوگیا ہے۔ اپنے علاقے کے سرکشوں کو، جو اُس کے مخالف تھے، دم دلاسا دے کر ملا لیا ہے اور فصیلوں کی مضبوطی، گھاٹوں اورگھاٹیوں کے استحکام میں مصروف بلکہ دور دراز علاقوں پر بھی ہاتھ مارنے کی فکر میں ہے۔ لہٰذا حضرت کے قہرمانِ غیظ و غضب کی اجازت سے، جو قہرِ خدا کا نمونہ ہے، فرمان جاری ہؤا کہ مہابت خاں خان خاناں کے ماتحت دس ہزار سوار جرار، دو ہزار بندوقچی اور پانچ سو بیلدار گوالیار کے راستے گونڈوانہ جائیں اور اُس گستاخ کو بیہودگی کی سزا دیں۔ خان خاناں کے ہمراہ دوسرے ممتاز سردار مثلاً سید مظفرخاں بارہہ، اسلام خاں، دلاور خاں بریچ، سردار خاں، راجا رام داس، نظر بہادر خویشگی، راجا روز افزوں، حبیب خاں سور، بھگوان داس بندیلہ وغیرہ

بھی عنایات شاہی سے سرفرازی پا کر متعین ہوئے ۔ رخصت کے وقت حضرت نے سپہ سالار کو خلعت اور نادری کلگی مرصع نیز ایک لاکھ روپے بطور انعام مرحمت فرمائے ۔ دلاور خاں کو ہاتھی اور نقارہ عطا ہؤا ۔ کفایت خاں کو بخشی گری کی خدمت ملی ۔

مزید حکم ہؤا کہ صوبے دار مالوہ خان جہاں اپنے تمام کومکیوں سمیت ، صفدر خاں جاگیردار سرونج ، انی رائے سنگھدلن ، راجا بیٹھل داس گوڑ ، سبر سال کچھواہہ ، بلبھدر سنکھاوت ، [۲۴۴] بہر خاں میانہ ، شادی خاں ازبک ، راجا گردھر ، خنجر خاں جوزہ آقاسی اور دوسرے منصب دار براہ چندیری جو اوندچھا کے جنوب میں واقع ہے ، پانچ سو بیلداروں کے ساتھ اس گمراہ کے علاقے میں داخل ہوں ۔ نورالدین قلی کو اس لشکر کی بخشی گری اور دو ہزار بندوقچی عطا ہوئے ۔ بھارت سنگھ بندیلہ بھی کالپی سے اپنی فوج لے کر آدھر چلا ۔ دراصل اس علاقے کی حکومت مدتوں سے بھارت سنگھ کے آباء و اجداد کے ہاتھوں میں تھی ۔ حضرت جہانگیر نے اس کے دادا سے لے کر نرسنگھ دیو کو دے دی تھی اس لیے دونوں میں دشمنی تھی ۔ بہادر خاں روہیلہ ، راؤ سورج سنگھ بھورتیہ ، پہاڑ سنگھ بندیلہ ، رشید خاں ، شہباز خاں افغان ، کسن سنگھ ، شاہ بیگ خاں وغیرہ سات ہزار جنگجو سپاہی ، دو ہزار بندوقچی اور پانچ سو بیلدار مشرف کی طرف سے اس بد انجام کی تباہی کے لیے بڑھے ۔ ان بہادروں کے علاوہ یمین الدولہ آصف خاں کے دو ہزار سپاہی اس کے نوکر محمد باقر کے ماتحت اس فوج کی کمک کے لیے نامزد ہوئے ۔ سلطان نظر کو اس فوج کی بخشی گری اور واقعہ نویسی کا عہدہ عطا ہؤا ۔

وزیر خاں کو اکبر آباد (آگرہ) کی نگاہ بانی سونپ کر آبان کے مہینے میں بدھ کے دن گیارہ گھڑی دن چڑھے آپ باری کی

شکارگاہ کی طرف چلے - پہلے دن نور منزل (دہرہ باغ) میں قیام کیا - پھر دو کوچ کر کے فتح پور پہنچے ، یہاں آنتالیسویں سالگرہ کا جشن تلادان منعقد ہؤا - تلادان کی کیفیت یوں سمجھیے کہ چونکہ طبع مقدس کو سائل و محتاج کی فیض رسانی کے لیے ہمیشہ کسی وسیلے یا بہانے کی تلاش رہتی ہے لہٰذا سال میں دو مرتبہ یعنی شمسی اور قمری تاریخ ولادت پر ترازو میں بیٹھ کر چاندی سونے میں تلتے ہیں - ان تاریخوں میں آپ کے حسب الحکم عالیشان جشن منعقد ہوتے ہیں اور وہ چاندی سونا محتاجوں بے نواؤں میں استحقاق اور ضرورت کے مطابق تقسیم کر دیا جاتا ہے - اگرچہ از روئے شریعت اس قسم کی خیرات لازم نہیں لیکن ہندوستان کے داناؤں کی رائے یہی ہے کہ بلائیں اور مصیبتیں رد کرنے کے لیے یہ بہترین صدقہ ہے لہٰذا حضرت عرش آشیانی (اکبر) نے ، جن کے خمیر میں سخاوت و فیاضی شامل تھی ، فیض رسانی کے لیے یہ قاعدہ اختیار فرمایا - یہ دستور مقرر ہؤا کہ شمسی تاریخ میں پہلی بار سونے میں اور پھر گیارہ مرتبہ مختلف اجناس میں تولے جاتے تھے- قمری تاریخ میں پہلی بار چاندی میں اور پھر گیارہ مرتبہ مختلف اجناس میں تلتے تھے - اس دستور سے محتاجوں مسکینوں کی حاجت روائی ہوتی ہے - درحقیقت اس خیرات کی راہ عقیقے کی رسم سے کھلی ہے جس میں صاحب شریعت ، حضرت سیدالمرسلین ، صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کے حکم کے مطابق بچے کی ولادت کے ساتویں روز اس کے منڈے ہوئے بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کی جاتی ہے اور قربانی کا گوشت چند حصے کر کے فقیروں میں تقسیم کیا جاتا ہے - قربانی کے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ''الٰہی بچے کے گوشت کے صدقے میں قربانی کا گوشت ، ہڈی کے صدقے میں ہڈی ، خون کے صدقے میں خون ، بالوں کے صدقے میں بال اور کھال کے صدقے میں کھال ، بطور تصدق قبول فرما-''

غرض اکبر بادشاہ کے زمانے سے خاندانِ مغلیہ میں یہ دستور چلا آ رہا ہے - شاہزادوں کا تلادان صرف شمسی تاریخ پر ہوتا ہے لہٰذا ۶ آذر سالِ یکم جلوس ، یکم ربیع الثانی ۱۰۳۸ھ (۲۸ نومبر ۱۶۲۸ء) بدھ کے دن دوپہر کے قریب حضرت کے اڑتالیسویں قمری سال کا تلادان بڑی زیب و زینت سے منعقد ہوا - آرائش و زیبائش ، صدقے خیرات اور عنایات کے تمام دستور ، جن کی تفصیل قلم کی طاقت سے زیادہ ہے ، پورے ہوئے - اس کام سے فارغ ہو کر ۲۶ آذر (۱۸ دسمبر ۱۶۲۸ء) کو باری کے نواح میں پڑاؤ کیا - پانچ روز یہاں قیام کرکے شکار اور عیش و نشاط کی داد دی - ماہ دی کی ۲ تاریخ (۲۳ دسمبر ۱۶۲۸ء) ، جمعے کے روز یہاں سے گوالیار کے علاقے میں شکار کے لیے نیز اس عالی شان قلعے کی سیر کے لیے کوچ فرمایا -

ان دنوں بعض نہایت عجیب و غریب امور جو ، تقدیرِ الٰہی کی تازہ کاری سے صوبۂ کشمیر میں رونما ہوئے ، وہاں کے وقائع نگار کی تحریر سے خدمتِ والا میں عرض ہوئے - پہلا واقعہ یہ ہے کہ پرگنۂ اولر کے بہت سے آدمی اولر کے ایک شخص حسن محمد کو ساتھ لیے اعتقاد خاں صوبے دار کشمیر کی خدمت میں آئے اور یک زبان ہو کر یہ خبر سنائی کہ اس حسن محمد کے گھر میں بیٹی پیدا ہوئی ہے جو ولادت کے ساتویں دن بولنے لگی اور کلمۂ طیبہ پڑھ کر یوں بولی کہ اس ولایت کے باشندوں کو اس سال بہت سی خیرات کرنی چاہیے تا کہ بلاؤں سے محفوظ رہیں - دوسرا واقعہ یہ [۲۴۶] ہے کہ باقر کشمیری کے گھر بیٹا پیدا ہوا جس کی مقعد نہ تھی - مہر حسین کے گھر تین لڑکے جوڑواں پیدا ہوئے - شمس کشمیری کی زوجہ نے دو بیٹے اور ایک بیٹی یکے بعد دیگرے جنے - کشمیری فراش اسمٰعیل کی بیوی کے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوئے - ابراہیم کشمیری کے گھر بیٹا پیدا

ہوا جس کا نچلا ہونٹ نہ تھا -

سیر و شکار کے سلسلے میں حضرت کا گوالیار آنا ، قلعے کی سیر اور قیدیوں کو آزاد کرنا ، جھجھار سنگھ کی مہم سر ہونا اور اس کا اطاعت کر کے معافی مانگنا

اگرچہ حضرت شاہجہاں کا یہ سفر جو آپ نے عالم بالا کی کارفرمائی سے اختیار کیا ، بظاہر سیر و شکار اور لہو و لعب کی شکل رکھتا تھا لیکن درحقیقت اس کے پردے میں دوست نوازی دشمن کشی اور اصلاحِ عالم پوشیدہ تھی - اس اقدام نے جھجھار سنگھ بندیلہ کو ، جو بے خبری اور غرور و نخوت کے نشے میں مدہوش تھا ، خوابِ غفلت سے بیدار کیا - آس پاس کے زمیندار ، جو اس کی دست درازی سے عاجز تھے ، آپ کی تشریف آوری کی بدولت اس کے ظلم و ستم سے محفوظ ہو کر مطمئن ہوئے قلعہ گوالیار کے بہت سے قیدی بھی جو وہاں زندہ در گور تھے قید سے رہا ہوئے -

تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب بتاریخ ۲۴ دی (۱۴ جنوری ۱۶۲۹ء) علاقہ گوالیار میں حضرت کی سواری آ کر قلعے کے نیچے خیمہ زن ہوئی تو آپ کا جی چاہا کہ آج ہی اس عالی شان قدیم قلعے کی سیر کیجیے جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے اور جس کی نظیر

بہ لحاظِ بلندی ، مضبوطی [۲۴۷] اور وسعت تمام ہندوستان میں نہیں ہے ۔ غرض آفتاب کی طرح اس پہاڑ سے طلوع ہو کر سارے علاقے کا بہ غور معائنہ فرمایا اور خوب تحقیق کر کے قلعے کی تمام چھوٹی بڑی باتیں معلوم کیں ۔ دانشمند جانتے ہیں کہ پاکیزہ طینت ، روشن ضمیر بادشاہوں کی ہر حرکت آفتاب کی حرکت کی طرح دنیا کو فیض پہنچاتی اور گلشنِ عالم کو شاداب کرتی ہے ۔ چنانچہ آفتابِ اوجِ سلطنت حضرت صاحبقرانِ ثانی کا گوالیار آنا اور پہاڑ (قلعے) کی سیر کرنا اس کا مصداق ہے ۔ قلعے میں بے شمار قیدی مدتِ دراز سے نظر بند تھے ۔ کسی کو سان گمان نہ تھا کہ کبھی یہاں سے نکلیں گے ۔ جب یہ ابرِ رحمت اس پہاڑ پر چھایا تو ان قیدیوں کے ، جو حباب کی ہوا کی طرح مقید تھے ، حالات معلوم کرنا چاہے ۔ بہ نفسِ نفیس قیدیوں کا حال دریافت کر کے خوب غور فرمایا ۔ چونکہ یہ دریائے فیض ہمیشہ موجزن رہتا ہے اس لیے ان فتنہ و فساد کے بانیوں کے سوا ، جنھیں قید رکھنا اہلِ دنیا کی بہتری بلکہ خود ان کی سلامتی کے لیے بھی لازمی ہے ، باقی تمام قیدیوں کو ، جو مدتوں سے وہاں آفت و مصیبت میں مبتلا اور زمین آسمان کو ایک نظر دیکھنے سے محروم تھے ، یک قلم آزاد کر دیا ۔ گناہوں کو معاف کرکے سبھوں کو نئی زندگی بخشی ۔ فرماں برداری کا اقرار کرکے سب اس زندانِ بلا سے یوں نکلے جیسے دل سے ارمان ۔

جھجھار سنگھ کی تنبیہ کے لیے جو فوجیں تلوار کے جوہر کی طرح پے در پے تعینات ہوئی تھیں اس کے سیاہ قلب سپاہیوں سے ایسا لڑیں کہ انھیں زندگی سے مایوس کر دیا ۔ حضرت کے گوالیار میں تشریف لانے کی خبر سے ساری بندیلہ قوم ہیبت کے مارے دم بخود رہ گئی ۔ امرائے سلطنت چاروں طرف سے قضائے آسمانی کی طرح اس علاقے پر ٹوٹ پڑے اور ساری سر زمین کو

روند کر گمراہ جھجھار سنگھ کو ایسا زچ کیا کہ اسے نہ لڑنے کی تاب رہی نہ تدبیر کی عقل ۔ گوالیار سے مہابت خاں ، برار سے خان جہاں لودھی اور کالپی سے عبداللہ خاں دھاوے مار کر آئے اور شیر افگن دلاور سپاہیوں [۲۴۸] نے بہادری کا حق ادا کر دیا ۔ تلوار کے منہ پر چڑھ کر ہنگامۂ رزم گرم کیا ۔ ان مسلح جوانوں کے خنجر زرہ میں یوں اتر جاتے تھے جیسے پانی میں مچھلی اور تیر دل میں یوں پیوست ہوتے تھے جیسے مچھلی میں خار ۔ ڈھال کو خدنگ اس طرح پھاڑتے تھے جیسے انگشتِ پیغمبر[۴] سے چاند شق ہؤا تھا ۔ غرض وہ مارا مار ہوئی کہ تلوار کا پانی (آب) سروں سے گزر گیا ۔ نیزہ و تیغ کے واروں سے ہزاروں کا وارا نیارا ہوگیا ۔ تیر و پیکاں نے اپنا اپنا کام کیا ۔ بہادر خون میں نہا نہا کر سرخرو ہوئے ۔ وہ تلواریں برسیں کہ جھجھار سنگھ بدبخت کو بھاگنے کی راہ نہ رہی ۔ صف شکن فوج کی ہیبت سے جی چھوٹ گیا ۔ مجبوراً عقل کی رہنمائی سے ارکانِ سلطنت سے رجوع کیا اور بغاوت کا خیال دل سے نکالا ۔ ننگ و ناموس بچانے کے لیے درگہِ والا کی طرف رخ کیا یعنی عرضداشت بھیجی کہ اگر عفو و کرم کے پانی سے میرے گناہ دھو دیے جائیں اور غلطیاں معاف کرکے امان دی جائے تو پورے اعتقاد و انکسار کے ساتھ حاضرِ درگاہ ہو جاؤں اور ہمیشہ فرماں بردار رہوں ۔ جو منصب اور جاگیر مجھے عنایت کیا جائے گا اس کا شکر ادا کرکے اطمینان سے زندگی بسر کروں گا ۔

اسی اثنا میں عبداللہ خاں کے واقعہ نویس کا پرچہ پہنچا ۔ معلوم ہؤا کہ عبداللہ خاں فیروز جنگ ، [۲۴۹] بہادر خاں روہیلہ اور دوسرے جاں نثاروں نے بتاریخ ۲۱ دی (۱۱ جنوری ۱۶۲۹ء) قلعۂ ایرچ کو ، جو متانت و رفعت میں بے نظیر ہے ، جھجھار سنگھ بدبخت سے چھین لیا ہے ۔ یہ فلک بوس قلعہ ، جس کی بلندی کا تصور

وہم و خیال کو دشوار ہے ، راہ چلتے فتح ہوا اور ہر قسم کا مال غنیمت ہاتھ آیا ۔ تفصیل یہ ہے کہ عبداللہ خاں نے آصف خاں کے بخشی محمد باقر کے ساتھ مسرف سے اور بہادر خاں نے شمال سے قلعے پر دھاوا کیا ۔ قلعے والے اپنے مضبوط برجوں اور فصیل پر نکل کر مقابلہ کرنے لگے ۔ عبداللہ خاں فیروز جنگ کا لشکر گھوڑوں سے اتر کر پیدل لڑنے اور قلعہ فتح کرنے بڑھا ۔ خندق میں کمر کمر پانی تھا ، اسے عبور کیا ۔ بعض آدمی سوئی کی طرح پانی میں ڈوب کر وفاداری کا نام روشن کر گئے ۔ دوسرے ہلہ کرکے اور خندق سے گزر کر اپنے جوہر دکھانے لگے ۔

المختصر اس معرکے میں ، جسے جنگ خندق کا نمونہ کہنا چاہیے ، غازیوں کے بڑھتے ہی ہندو بید کی طرح کانپنے لگے ۔ سنگین قلعے میں ہونے کے باوجود بت پرستوں کے دل تھرا گئے ۔ زنار کی طرح پیچ و تاب کھا کر ناقوس کی مانند نالے کرنے لگے ۔ قلعے کی شمالی دیوار نہایت مضبوط تھی ۔ بہادر خاں کے سپاہی حملہ آور ہوئے تو قلعے والوں نے ہجوم کرکے سخت مقابلہ کیا ۔ آخرکار بہادر خاں نے خاص جاں نثاروں کو ساتھ لے کر ایک معرکہ آرا پرانے جنگی ہاتھی کے پیچھے سے قلعے کے پھاٹک پر ایسا حملہ کیا کہ اسے توڑ ڈالا ۔ اپنے وفادار بھائیوں اور سپاہیوں کو پیدل ساتھ لیے اس قلعے میں ، جو غنچہ لالہ کی طرح سیاہ قلب کافروں سے بھرا تھا اور جہاں ہوا کا گزر نہ تھا ، [۲۵۰] گھس گیا ۔ سیہ فام ہندوؤں کا خون تیغ سیہ تاب سے بہا کر سرخروئی حاصل کی ۔ تقریباً تین ہزار دشمنوں کو ہلاک کیا ۔ بادشاہ ذیجاہ نے اس دلیری و جرأت کے صلے میں بہادر خاں اور پہاڑ سنگھ بندیلہ کو نقارہ عنایت کیا ۔ صفدر خاں اور نثار خاں[1] کو علم

1۔ پبلک لائبریری لاہور کے نسخے میں نثار خاں کے بجائے جاں سپار خاں کا نام درج ہے ۔

عطا فرمایا ۔ ہواخواہان سلطنت کی گزارش کے بموجب جھجھار سنگھ کی خطاؤں سے درگزر فرما کر اس کی غیر معقول معذرت کو قبول کر لیا ۔

۳ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۸ھ ، ۱۰ بہمن (۲۹ دسمبر ۱۶۲۸ء)[1] حضرت کا اڑتیسواں جشن تلادان بڑی زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ فردوس منظر انجمن بڑی آرائش کے ساتھ ترتیب دی گئی ۔ تخت نشینی کے بعد یہ دوسرا تلادان تھا کہ وہ روح مجسم ، پیکر متانت ، جس کا وزن عرش معلیٰ بھی اٹھانے سے قاصر ہے ، مبارک گھڑی میں ترازو کے پلڑے میں بیٹھ کر موتیوں[2] میں تلا تاکہ محتاجوں اور مسکینوں کی مرادیں پوری ہوں ۔ گویا حضرت آفتاب عالمتاب کی طرح برج میزان میں جلوہ گر ہوئے جس سے مستحق ، بے نوا حاجت مندوں کی ضرورتیں بر آئیں ۔ سونا ، چاندی اور مختلف اجناس فقیروں ، مسکینوں کو تقسیم کر دی گئیں ۔ کابل کے تعیناتیوں میں سے سعید خاں ولد احمد بیگ خاں کو ترقی دے کر دو ہزاری ذات ، چودہ سو سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ خدمت پرست خاں اور خواص خاں کو علم عطا کر کے سربلندی بخشی ۔

بتاریخ ۲۹ بہمن حضرت کی سواری گوالیار سے آگرے کو پھری ۔ ۱۰ اسفندار کو نور منزل باغ سے ہو کر ، جو حضرت کے

۱۔ یہاں تاریخوں کی مطابقت میں فرق ہے ۔ ۳ جمادی الاولیٰ کو ۲۹ دسمبر ۱۶۲۸ء پڑتی ہے لیکن ۱۰ بہمن کو از روئے تقویم ۳۰ جنوری ۱۶۲۹ء پڑتی ہے ۔

۲۔ صرف مناسبت الفاظ کے لیے فارسی میں گوہر شاہوار کا لفظ آیا ہے ورنہ سونے ، چاندی اور مختلف اجناس میں تولا گیا تھا ۔

نور سے روشن ہؤا تھا ، مبارک گھڑی میں دولت و سعادت کو جلو میں لیے آگرے کی شہر بناہ میں داخل ہوئے۔ مہابت خاں خانخاناں جھجھار سنگھ بندیلہ کی مہم سر کرکے اس بدبخت کو ہمراہ لیے دربار میں حاضر ہؤا - [۲۵۱] پہلے تو خود لشکر کے دوسرے سرداروں سمیت حضوری سے مشرف ہؤا پھر نہایت عجز و انکسار سے گڑگڑا کر اس مایوس ، ناآمید کی سفارش کی - حضرت نے خانخاناں کی خاطر سے اس بھگوڑے معافی خواہ کو ، جو شرمندگی و خجالت سے پانی پانی تھا ، فطری عفو و کرم کے سبب حاضری کی اجازت دی - اگرچہ وہ بدکیش سخت عذاب و سزا کا مستحق تھا لیکن آپ نے فطری درگزر سے کام لے کر اس کے تمام گناہ یک قلم معاف فرمائے اور حضور میں بلایا - بخشیانِ عظام نے اسے معافی مانگنے والے مجرموں کی طرح کھڑا کرکے کورنش اور زمیں بوسی کا حکم دیا - اس مایوس ، حرماں نصیب نے اس عنایت کے شکریے میں ہزار اشرفیاں اور ہزار روپے نذر میں اور پندرہ لاکھ روپے نقد بطور جرمانہ پیش کیے - چالیس ہاتھی بہ سبیل پیشکش نظرِ انور سے گزارے - حکم والا ہؤا کہ جھجھار سنگھ اور اس کے باپ نے جتنا علاقہ پہلے دبا رکھا تھا اس میں سے چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار کے منصب کی تنخواہ کے بقدر علاقہ اس کے لیے بحال کر دیا جائے - باقی علاقہ خان جہاں لودھی ، عبداللہ خاں ، رشید خاں ، سید مظفر خاں بارہہ اور پہاڑ سنگھ بندیلہ کی تنخواہ میں مجرا ہو - جھجھار سنگھ کو حکم دیا کہ اس پاس کے زمینداروں کو تنگ نہ کرے اور دو ہزار سوار ، دو ہزار پیادوں[1] سے ہمیشہ دکن کی مہم میں حاضر رہے -

---

۱- پبلک لائبریری لاہور کے نسخے میں ''دس ہزار سوار'' درج ہے -

سنہ ۲ جلوس مبارک کا آغاز

منگل ، یکم فروردی ، ۲۴ رجب ۱۰۳۸ھ (۱۹ مارچ ۱۶۲۹ء)
آغازِ موسم بہار اور اعتدالِ روز و شب کی تاریخ ہے ۔ صاحبقرانِ ثانی شہنشاہِ زمانہ کے حسب الحکم سالانہ دستور کے مطابق آگرے میں بارگاہ خاص و عام کے صحن میں فردوس بریں کو رشک دینے والا رنگین جشن منعقد ہؤا ۔ تحویل آفتاب کی تاریخ تک کہ مسرت بخش تاریخ ہے ، ہر شخص عیش و طرب میں مشغول رہا ۔ اس مبارک موقع پر حسب ذیل تقررات ہوئے : دکن کی صوبےداری جو خان خاناں مہابت خاں کے نام تھی اور اس کا بیٹا خان زماں اس کی نیابت میں صوبےدار تھا ، وہ اس سے منتقل کر کے ارادت خاں کے نام کی گئی ۔ [۲۵۲] ارادت خاں کو خلعت مع زردوزی چارقب ، شمشیر مرصع ، دو گھوڑے ، ہاتھی ، ہتھنی عطا ہوئے ۔ ترقی دے کر پنج ہزاری ذات ، پنج ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ کا منصب مقرر کیا ۔ دیوانیِ کل (وزیر مال) کا عہدہ ارادت خاں سے منتقل کر کے وزیر اعظم علامی افضل خاں کو بخشا جو شاہزادگی کے زمانے سے اب تک حضرت کی سرکار کی دیوانی پر فائز تھا ۔ خان سامانی کی خدمت جو افضل خاں کے سپرد تھی ، اس کے بجائے میر جملہ کے حوالے کی گئی ۔ مہابت خاں کو خلعتِ فاخرہ اور طویلۂ شاہی کے دو گھوڑے عطا کر کے صوبۂ دہلی کی صوبےداری پر سرفراز کیا ۔ معتمد خاں ترقی پا کر چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار کے منصب پر ممتاز ہو کر اجمیر کی صوبےداری پر رخصت ہؤا ۔ خوش نصیبی کی رہنمائی سے عنبر حبشی کا بیٹا چنگیز درگاہ شاہی میں نیازمندی کے ساتھ حاضر ہؤا ۔ خلعت ، خنجر مرصع ، ڈہائی ہزاری ذات ، ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی ۔

بتاریخ ۲۰ رمضان ۱۰۳۸ھ (۱۳ مئی ۱۶۲۹) فلک کج رفتار نے اپنے معمول کے مطابق ناہنجاری کا طریقہ اور جور و جفا کا قاعدہ اختیار کر کے شاہزادہ سلطان دولت افزا کے نہالِ ہستی کو کاٹ ڈالا ۔ سارے عالم کی آمیدوں پر خزاں چھا گئی ۔ حضرت نے تائید ایزدی اور تمکین شاہانہ کے مطابق صبر و شکیب سے کام لیا اور ہوش افزا پند و نصیحت سے حضرت ممتاز محل کے قلب محزوں کو تسلی دی ۔

ماہ رمضان کو سنت نبوی کے مطابق نہایت خلوص کے ساتھ [۲۵۳] روزوں میں بسر کر کے یکم شوال ۱۰۳۸ھ (۲۴ مئی ۱۶۲۹ء) کو حضرت نے عید منائی اور جھروکۂ درشن پر جلوہ گر ہوکر دیدار کے مشتاقوں کو ماہ تمام جیسا چہرہ ، جو ہلال عید کا حکم رکھتا ہے ، دکھایا ۔ ایک روز درشن ناغہ ہو جانے کے سبب دیدار کے طالب بیتاب تھے ، وہ آج دیدار سے شاد کام ہوئے ۔ شاہ دین و دنیا سنت رسول کے مطابق عیدگاہ تشریف لے گئے اور دوگانہ پڑھ کر واپس آئے ۔ دستور کے مطابق حکم فرمایا کہ راستے بھر روپے اشرفیوں کی بکھیر ہوتی چلے ۔ راستے میں جتنے زن و مرد ، امیر فقیر تھے سب پر ہاتھی کے اوپر سے روپے اور اشرفیاں برسنی رہیں ۔

انھی دنوں صوبۂ کابل کے وقائع (پرچے) سے معلوم ہوا کہ اقبال شاہی کی بدولت خنجر خاں ترکماں ، شمشیر خاں اور عوض بیگ قاقشال نے کارگزاری و دولت خواہی کے تقاضے سے ازبکوں کے قلعۂ بامیان پر چڑھائی کر دی جو کابل اور بلخ کے درمیان واقع ہے ۔ ازبک مقابلے سے عاجز آ کر بزدلوں کی مانند بھاگ نکلے ۔ یہ قلعہ مدت سے امرائے شاہی کے قبضے میں تھا ۔ کچھ دنوں سے ازبکوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا ۔ مذکورہ بالا آمرا نے فتح کرنے کے بعد اسے سراسر ڈھا دیا اور واپس آ گئے ۔

شاہ عباس صفوی کی طرف سے بحری بیگ کا بطور سفیر آنا اور تہنیت نامہء جلوس پہنچانا نیز شاہ عباس کے کچھ حالات

چونکہ صاحب دلوں اور اقبال مندوں بالخصوص بادشاہوں کا دل قضا و قدر کے بھیدوں کا آئینہ ہوتا ہے اور یہ مقولہ مبارک کہ 'ارباب دولت کو الہام ہوتا ہے' اس بات کی تائید کرتا ہے لہذا جو بات ان لوگوں کے دل میں گزرتی یا دل سے گزر کر قلم تک آتی ہے وہ ضرور ظاہر ہو کر رہتی ہے - شاہ عباس کی سرگزشت مذکورہ بالا قول کی مصداق ہے - یہ بادشاہ دور اندیشی اور تدبیر میں سلاطین زمانہ پر فوقیت رکھتا تھا اور اکثر الہام ربانی کی تحریک سے یہ فرمایا کرتا تھا کہ شاہزادۂ خرم (شاہجہاں) کی اقبال مندی اور عقل و تدبیر سے امیر تیمور کے خاندان کو اقبالِ جاودانی حاصل ہوگا - [۲۵۴] اسی محفل میں ہمیشہ اس شاہزادۂ ذی جاہ کے اخلاق و اوصاف بیان کرتا تھا اور بالعموم حضرت سے محبت کا غائبانہ اظہار کیا کرتا تھا - اس وجہ سے کئی بار شاہ عباس نے (جہانگیر کے نام) مراسلے بھیجے اور یہاں سے بھی مکتوب اور سفیر جاتے رہے - ان دنوں جب کہ حضرت نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تو یہ خوشخبری شاہ عباس کو مازندران میں پہنچی - فرطِ مسرت سے بےخود ہو کر فوراً اپنے معتمد بحری بیگ کو سفیر بنا کر مبارک باد دینے اور تہنیت نامہ پہنچانے کے لیے روانہ کیا - حکم دیا کہ یہ دور دراز فاصلہ تین ماہ میں طے کر کے ہمارا مراسلہ پہنچا کر جلد واپسی کی اجازت لو اور تین ہی مہینے میں واپس آ کر ہمیں حالات سے آگاہ کرو -

قضارا اسی عرصے میں شاہ عباس کا انتقال ہو گیا - بحری بیگ ہندوستان کی سرحد میں داخل ہؤا ہی تھا کہ اسے یہ خبر مل گئی - تاہم پوری مستعدی اور تیزی سے حسب‌الحکم منزلیں مارتا ہؤا آگرے پہنچا - اس کی آمد کی خبر ملتے ہی حضرت نے معتمد خاں کو استقبال کے لیے بھیجا جس سے اس کا رتبہ ہم چشموں میں نہایت بلند ہو گیا - بتاریخ ۲۵ تیر معتمد خاں کے ہمراہ درگاہ گیتی پناہ میں حاضری سے سرفراز ہؤا - کورنش و تسلیم کے آداب ادا کرکے پہلے تو شاہ عباس کا تہنیت نامہ پیش کیا - پھر عرض کیا کہ جس وقت شاہ نے حضرت کے جلوس کی خبر سنی ، بے حد مسرور ہوئے اور فوراً منشیوں کو تہنیت نامہ لکھنے کا حکم دیا - معمول کی رسموں سے قطعِ نظر کرکے تمام کام ترک کیے اور عجلت کی وجہ سے مجھ خاکسار کو تنہا روانہ فرمایا - عنقریب کوئی اور سردار تحفے اور ہدیے لے کر حاضرِ خدمت ہوگا - حضرت نے بحری بیگ کو [۲۵۵] اسی حاضری ہر الطافِ شاہانہ سے نواز کر خلعتِ فاخرہ اور جیغۂ مرصع سے سرفراز فرمایا - بیس ہزار روپے انعام بھی عطا کیا -

یہاں شاہ عباس صفوی مرحوم کے مختصر حالات اور موجودہ فرماں روائے ایران شاہ صفی کے کچھ عادات و خصائل تحریر کیے جاتے ہیں کہ خلقِ خدا کے ساتھ اس کا سلوک کیسا ہے - اس کے بعد دوستوں کے حسبِ ایما ایران کے خراج کی کیفیت رقم کی جائے گی جو سلطنتِ مغلیہ کے خراج کا عشرِ عشیر ہے - شاہ عباس بکم رمضان ۹۷۸ھ (۲۷ جنوری ۱۵۷۱ء) اتوار پیر کی درمیانی شب میں پیدا ہؤا[1] - گیارہ سال کی عمر میں ۹۸۹ھ (۱۵۸۲ء)

۱- از روئے تقویم مذکورہ بالا تاریخ کو ہفتے کا دن پڑتا ہے -

میں خراسان کے تختِ سلطنت پر بیٹھا ۔ سات سال تک اس علاقے میں برائے نام حکومت کرکے ۹۹۶ھ (۱۵۸۹ء) میں عراق پر قبضہ کیا ۔ بیالیس سال تک کمال شوکت و استقلال سے سلطنت کی ۔ اس کے عہد میں رعیت امن و امان سے رہی ، سلطنت کا نظم و نسق درست رہا ۔ معاملات کے نشیب و فراز سمجھنے اور تدبیر کی درستی میں کامل تھا ۔ اس کے احکام کی بے چون و چرا تعمیل ہوتی تھی ۔ بالخصوص سزا دینے میں قہرِ خدا کا نمونہ تھا ۔

ان تمام باتوں کے باوجود اس کے بعض معاملات اچھے بادشاہوں کی سیرت کے خلاف تھے ۔ غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ غصے کے وقت اعتدال کی حد سے گزر کر انتہائی سزا دیتا تھا ۔ اگرچہ بے تکلفی کی وجہ سے آدابِ حکومت اور تمکنتِ شاہانہ کا خیال نہ رکھتا تھا لیکن اس کی ہیبت خواص و عوام کے دلوں میں ایسی بیٹھ گئی تھی کہ اکثر ارکان سلطنت دربار میں حاضر ہونے وقت جان سے ہاتھ دھو کر آتے تھے اور جیتے واپس جانے کو غنیمت عظیم سمجھتے تھے ۔ سب سے بدتر یہ بات تھی کہ پرانے خاندانی اشخاص اور قدیمی خانوادوں کو ذرا سے جرم پر تباہ کر دیتا تھا ۔ [۲۵۶] چنانچہ بہت سے اشخاص ننگ و نام اور جان و مال کی تباہی کے ڈر سے وطن چھوڑ کر چلے گئے ۔ بعض نے ہندوستان آ کر ، بالخصوص حضرت شاہجہاں کے زمانے میں آ کر ، اس دارالامان میں پناہ لی ۔ دوسرے جو یہاں نہ پہنچ سکے مختلف ملکوں میں چلے گئے ۔

حقیقت یہ ہے کہ غیظ و غضب کی زیادتی بالخصوص سزا دینے میں حد سے گزر جانا آئین سلطنت کے خلاف ہے ۔ بادشاہ کو خدا کا سایہ کہتے ہیں ۔ پروردگار عالم نے دنیا کی حکومت بادشاہوں کو اسی لیے سونپی ہے کہ ہر وقت اور ہر حال میں بندگان خدا کو

فیض پہنچائیں اور خلق خدا پر نرمی کر کے اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں - زیردستوں پر بالخصوص رحم و کرم کریں اور ہر شخص کے ساتھ انصاف اور بھلائی کر کے اُن کے گناہوں کو اپنے عفو و کرم سے معاف کرتے رہیں - لطف و مدارا سے ہاتھ اٹھا کر بے تامل سختی کرنا انھیں زیبا نہیں - سوچے سمجھے بغیر نوجوانوں کو ، جو باغ عالم کے نونہال ہیں ، قتل کروا دینا عقل کے خلاف ہے - خدا کا شکر ہے کہ کشور ہندوستان میں ، جو سارے عالم کے برابر ہے ، اس بادشاہ حق پرست کی وجہ سے ہر شخص مطمئن ہے - رعیت اور سپاہی امن و امان سے اُس کے سایہ حمایت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور بادشاہ کے حسن سلوک سے یہ ملک عدل و احسان کا گہوارہ بنا ہؤا ہے -

شاہ عباس ۶۱ سال کی عمر میں ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۸ھ (۱۹ جنوری ۱۶۲۹ء) ہفتے کی صبح کو حفقان ، استسقا اور اسہال میں مبتلا رہ کر مازندران میں فوت ہؤا - چونکہ عبدالمومن ازبک کے آدمیوں نے مشہد مقدس میں اُس کے باپ شاہ طہماسپ کی نعش کی بے حرمتی کی تھی لہٰذا اس مرتبہ ارکان سلطنت نے تین جنازے تیار کر کے تجہیز و تکفین کے بعد انھیں الگ الگ کربلائے معلیٰ ، نجف اشرف اور مشہد مقدس میں دفن کر دیا - اس طرح تین قبریں بن گئیں تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے کہ شاہ کا اصلی مدفن کہاں ہے - شاہ والا جاہ کے تین بیٹے تھے - صفی مرزا ، سلطان محمد میرزا اور امام قلی میرزا - اخلاق کے لحاظ سے صفی میرزا بہترین شاہزادہ تھا - اٹھائیس سال کی عمر تھی [۵۲] کہ گیلان میں حمام سے گھر آتے وقت شاہ کے حسب الحکم بہبود نامی غلام نے بلا وجہ اُسے نابود کر دیا - شاہ کے خوف سے دو روز تک کسی کو تجہیز و تکفین تک کی گرارس کا یارا نہ ہؤا - تیسرے روز شاہ کی اجازت سے دفن ہؤا - باقی دو بیٹے سلطان محمد اور امام قلی کی آنکھوں میں

نوجوانی میں سلائی پھیر دی گئی تھی - صفی میرزا مقتول کے دو بیٹے تھے - سلیمان مرزا جو شاہ اسماعیل کی بیٹی کے شکم سے تھا اور دوسرا سام میرزا کنیز کے بطن سے - شاہ کے حسب دستور سلیمان میرزا کو بھی بچپن میں نابینا کر دیا گیا - لیکن تقدیر الہی کی بدولت سام میرزا بچ گیا - لہذا ارکان سلطنت مثلاً زین خان نے، جو حاجب کی خدمت پر مامور ہو کر بعد ازاں سپہ سالاری کے رتبے کو پہنچا ، عیسی خاں قورچی باشی ، خلیفہ سلطان وزیر ، یوسف آقا خواجہ سرا اور محمد علی بیگ نے شاہ کی چچی زینت بیگم کی رائے سے سام میرزا کو تخت نشین کیا - اس معاملے میں سبھوں نے عہد نامہ لکھ کر دستخط کر کے مہریں لگائیں اور اللہ وردی بیگ کو یہ عہدنامہ دے کر فوراً اصفہان روانہ کیا - اصفہان کے عاملوں نے یہ عہدنامہ ملتے ہی سام مرزا کو نظر بند شاہزادوں کے مکان سے نکال کر جمادی الثانی ۱۰۳۸ھ (فروری ۱۶۲۹ء) میں ایران کے تخت سلطنت پر بٹھا دیا - شاہزادگی کا نام بدل کر شاہ صفی کے نام سے موسوم کیا -

شاہ صفی دستور کے مطابق بادشاہ ہوا - بچپن میں شاہ عباس کے حسب الحکم افیم کھانے کا عادی ہو چکا تھا - اب شراب بھی پینے لگا - پھر افیون بھی چھوڑ دی اور نقصان کی وجہ سے شراب بھی ترک کر دی - چند روز بعد توبہ کا پیمان توڑ کر پیمانہ و صراحی سے بیعت کر کے پھر شراب پینے لگا - بادۂ ناب کی تیزی اور ہم پیالہ رفیقوں کی فتنہ انگیزی سے خونریزی پر مایل ہوگیا - وجود انسانی کو نیست و نابود کرنے میں، جو پروردگار عالم کی خلاقی کا شاہکار ہے اور جسے برباد کرنے کی اجازت کسی اور کو نہیں ، شاہ صفی اتنا بے باک ہوگیا کہ [۲۵۸] پہلے سال جلوس میں جس وقت روم کا سردار خسرو پاشا کردستان کے راستے لشکر عظیم لے کر ایران پر حملہ آور ہوا تو عین معرکے میں اپنے سپہ سالار زین خاں کو

قتل کر ڈالا ۔ جرم اس کا یہ تھا کہ ہمدان اور شہر رود کے درمیان صحرائے سہریانی میں الیاس پاشا کے معرکے میں شکست کھائی تھی ۔ اس لڑائی میں شوستر کا حاکم شیلی سلطان اور پانچ چھ ہزار قزلباس سپاہی کام آئے تھے ۔

الغرض آغاز حکومت ہی میں قہر و غضب کے جوش میں ذرا سی خطا یا شبہے پر نوجوانی کی تیز مزاجی یا کسی چغل خور کی چغلی کے باعث بڑے بڑے ارکان سلطنت کو قتل کروا دیتا ۔ عیسیٰ خان قورچی باشی کو جو شاہ عباس کا داماد تھا ، تین بیٹوں سمیت قتل کر دیا ۔ میر رضی اصفہانی صدر کے بیٹے کو جو شاہ عباس کا نواسا تھا ، نیز میر محسن اور میر رضوی کے دو بیٹوں کو کہ وہ بھی شاہ عباس کے نواسے تھے ، اندھا کروا دیا ۔ شاہ عباس نے اپنے بھائی ابو طالب میرزا کو نابینا کیا تھا ۔ شاہ صفی نے اُسے اور خاندان صفویہ کے چند اور شاہزادوں کو، جو قلعۂ الموت میں قید تھے ، فصیل سے گروا کر مروا دیا ۔ طالب خان بن حاتم خان کو ، جو خلیفہ سلطان کی جگہ وزیر مقرر ہوا تھا ، بلا سبب اس کے داماد حسن بیگ یساول سمیت قتل کروایا ۔ اسی موقع پر طالب خان کے ایک مصاحب قاضی محسن ابن قاضی معز کو جو اس وقت وہاں حاضر تھا ، مار ڈالا ۔ طالب خان کی جگہ ساروتقی کو وزارت عطا فرمائی جو محمد خان زیاد اوغلی کا نوکر تھا اور بدصورتی کے علاوہ بدسیرتی میں بھی مشہور تھا ۔ شاہ عباس نے اُس کی کسی نازیبا حرکت کی سزا میں اسے خصی کروا دیا تھا ۔ شاہ عباس کے ایک معزز درباری تلخہ خان ولد شیخ احمد آقا کو قتل کروا دیا ۔ چراغ خان قورچی باشی کا چراغ زندگی بلا سبب بجھا دیا ۔ شاہ عباس کے زمانے میں یوسف آقا اختہ جو بہت معزز تھا ۔ کسی نے چغلی کھائی کہ اس نے آپ کی شان میں بے ادبی کا کلمہ کہا ہے ، حضرت نے فوراً قتل کا حکم دے دیا ۔ کچھ عرصے بعد

امام قلی خاں کو ، جو فارس ، لار ، ہرمز ، بحرین ، کوہ کیلویہ اور مضافات کا حاکم اور امرائے سلطنت میں سب سے زیادہ معزز تھا ، بڑے بیٹے صفی خاں قلی اور دو اور بیٹوں سمیت قزوین میں مروا دیا ۔ امام قلی خاں کے چند بیٹے پوتے اس وقت شیراز میں تھے ۔ ان کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی ۔

ایران کے بادشاہوں کا مختصر احوال لکھنے کے بعد اس ولایت کا خراج بھی تحریر کرتا ہوں ۔ [۲۵۹] محاسبوں کے بقول ، جو حکومت ایران کی آمد و خرچ سے خوب واقف ہیں ، ایران کا تمام خراج ساڑھے سات لاکھ تومان تبریزی سکہ رائج الوقت ہے جو ہندوستان کے سوا دو کروڑ روپے کے برابر ہے ۔ ہندوستان کے تمام صوبوں کی جمع ، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ، آٹھ ارب ٹکے یعنی بیس کروڑ روپے ہے ۔ اس حساب سے ایران کا خراج ہندوستان کا نواں حصہ ہؤا ۔ اس فرق کے علاوہ سلطنت ہند کے ذرائع ، ساز و سامان ، شان و شوکت اور خدم و حشم ایران سے کہیں زیادہ ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنی عنایت سے دودمان مغلیہ کو دولت بے حساب عطا فرمائی ہے ۔ آج روئے زمین پر کوئی سلطنت اس عظمت و شوکت کی نہیں ۔ ایران کا یہ حال ہے ، توران کا کیا ذکر ! سلطنتِ روم کے خراج کا صحیح حال معلوم نہیں لہٰذا مقابلے کا سوال ہی نہیں ۔ تاہم آنے جانے والوں کے بیان اور حالات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اس کے بموجب وہ سلطنت بھی اس دولتِ خداداد کی برابری نہیں کر سکی ۔ امید ہے کہ یہ حکومت جس کی بنیاد عدل و احسان پر ہے ، قیامت تک قائم رہے گی اور افضالِ الٰہی سے دم بدم اقبال زیادہ ہوتا رہے ۵ ۔

عیدِ اضحیٰ ۱۰۳۸ھ (۳۱ جولائی ۱۶۲۹ء) کی تقریب پر حضرت شاہجہاں نے از راہِ عنایت خواجہ صابر کی خطا معاف فرمائی ۔ یہ عبداللہ خاں فیروز جنگ کا داماد ہے ۔ پہلے حضرت کا

معتبر ملازم تھا اور نصیری خاں خطاب تھا ۔ جب عبداللہ خاں نے دکن میں بعض ناپسندیدہ حرکتیں کیں تو خواجہ صابر نے بھی حضرت کی بے حساب عنایتوں کے باوجود اپنے خطاب کی ذرا شرم نہ کی اور حضرت کی [۲٦٠] ملازمت چھوڑ کر نظام الملک کی خدمت میں چلا گیا ۔ کچھ عرصہ دکن میں رہ کر وقت ضائع کرتا پھرا ۔ جب حضرت نے تخت سلطنت پر جلوس کرکے روئے زمین کو پُرنور کیا تو خواجہ صابر نے آپ کے عفو و کرم کے بھروسے پر متواتر عرضیاں بھیج کر اظہار ندامت کیا اور اپنی غلطی کی معافی مانگی ۔ حضرت نے فطری مروت و کرم کے تقاضے سے اس کی معذرت قبول کی خلعت اور تین ہزاری ذات ، دوہزار سوار کا منصب عطا فرمایا اور نصیری خاں خطاب بحال رکھا ۔

ان دنوں کا عمدہ واقعہ یہ ہے کہ کسی کوشش کے بغیر حضرت کو سفید ہاتھی دستیاب ہوا ۔ یہ خوش منظر جانور جو بہت ہی مبارک ہے اور جس کا رکھنا نہایت اچھا شگون ہے ، انتہائی اقبالمندی کا نشان ہے ۔ سفید ہاتھی بہت ہی کمیاب بلکہ نایاب ہے ۔ پیگو کے راجا کا دوسرے راجاؤں پر سرمایۂ افتخار یہی ہے کہ اس کے فیل خانے میں سفید ہاتھی رہتا ہے ۔ زمانۂ قدیم سے اب تک کسی بادشاہ کو یہ جانور میسر نہیں ہوا ۔ البتہ ایران کے بادشاہوں کی تاریخ میں مذکور ہے کہ کسریٰ و پرویز کو یہ شرف حاصل تھا ۔ حضرت عرش آشیانی (اکبر) ۵۲ سالہ حکومت میں عمدہ ہاتھی جمع کرتے رہے ۔ انتقال کے وقت آپ کے فیل خانے میں چھ ہزار ہاتھی تھے ۔ سفید ہاتھی کی جستجو بہت کی لیکن دستیاب نہ ہوا ۔ اس مبارک جانور کے ہاتھ آنے کی کیفیت یہ ہے کہ چند سال پہلے خواجہ نظام سوداگر کے گماشتے پیگو اور جین وغیرہ کی بندرگاہوں میں فائدہ مند سودے خریدتے پھرتے تھے ۔ ہاتھی کا ایک کم عمر دبلا مریل سا باٹھا (بچہ) جس کی رنگت ملگجی

سی بھی پیگو کی بندرگاہ میں بکنے آیا - گماشتے اس خیال سے اسے خرید لائے کہ شاید بڑا ہو کر سفید رنگ نکالے - خواجہ نظام بھی اسی امید میں اسے پالتا رہا - اسی عرصے میں حضرت جہانگیر نے خواجہ کو یاقوت خریدنے کے واسطے پیگو بھیجا - جاتے وقت خواجہ نے سابقہ تعلقات کی بنا پر یہ پاٹھا سیّد دلیر خاں کی جاگیر میں چھوڑ دیا - خواجہ نظام پیگو پہنچ کر وہاں کے حاکم کے حکم سے نظر بند رہا - بارہ سال تک وہ پاٹھا دلیر خاں کی جاگیر میں پل کر بڑا ہؤا تو سفید براق رنگ نکالا - دلیر خاں نے نادر تحفہ سمجھ کر دربار معلّی میں بھیج دیا - ۱۲ شہریور کو نظر انور سے گزرا - چونکہ درکار تھا حضرت کو بہت پسند آیا - گج پتی نام رکھا - ابوطالب کلیم ملک الشعراء نے اس بارے میں یہ رباعی کہہ کر [۲۶۱] بھاری انعام پایا -

بر فیل سفیدت کہ مبیناد گزند
شد بخت بلند ہر کہ او دیدہ فگند
چوں شاہجہاں برو برآمد گوئی
خورشید شد از سپیدۂ صبح بلند

ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ یمین الدولہ آصف خاں نے یکم ماہ مہر کو ترہت کے دو برہمنوں کو پیش کیا جو حضرت کی ہنر پروری کا شہرہ سن کر بہت دور سے چل کر آئے تھے - عرض کیا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک یہ کمال رکھتا ہے کہ اگر اس کے سامنے کسی ہندی شاعر کے دس کبت (شعر) پڑھے جائیں جو انھوں نے کبھی نہ سنے ہوں تو یہ ایک ہی بار سن کر انھیں

۱- مآثرالامرا ، جلد دوم ، ص ۳۱۴ پر یہ واقعہ درج ہے لیکن خواجہ نظام کے حالات کی تفصیل نہیں دی -

اسی ترتیب سے حرف بحرف دہرا دیتے ہیں اور پھر اسی وزن اور قافیے میں دس شعر فی البدیہہ کہہ دیتے ہیں - حضرت نے کئی بار ان کا امتحان لیا اور انھیں ایسا ہی پایا - دونوں کو خلعت اور بھاری انعام سے سرفراز فرما کر اور ان کے وطن موضع تربت کی مقدمی کا عہدہ دے کر واپس بھیج دیا -

بتاریخ ۹ مہر (۲۹ ستمبر ۱۶۲۹ء) پیر کے روز نواب ممتاز محل اور تمام شاہزادوں سمت حضرت سلامت یمین الدولہ آصف خاں کے مکان پر تشریف لے گئے - وہاں دو روز نشاط و طرب میں بسر کیے - ۱۵ مہر کو عنبر حبشی کا بیٹا جنگیز منصور خاں کے خطاب اور دس ہزار روپے کے انعام سے سرفراز ہؤا -

خان جہاں لودھی کا عبرت آموز حال اور اس کا نادانی کے سبب بغاوت کرکے خوار ہونا

عاقبت اندیش دانا خوب جانتے ہیں کہ جو آدمی الٹے راستے چلتے ہیں وہ اوندھے منہ کنوئیں میں گرے ہیں - بالخصوص جو لوگ کفران نعمت کرکے احسان فراموش بھی ہو جاتے ہیں فوراً اس شرکِ معنوی کے نتیجے میں سزا پاتے ہیں - پیر خاں افغان، جس کا [۲۶۲] خان جہاں لودھی خطاب تھا ، اس حقیقت کا صحیح مصداق ہے - اس سلطنت کی بدولت اس کا رتبہ کہاں سے کہاں پہنچا لیکن آخرکار نادانی اور جہالت افغانی کے سبب گمراہی اختیار کی اور اپنے اعمال بد کی سزا پائی - اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ شخص پہلے بالکل گمنام تھا - پھر خانخاناں عبدالرحیم کی نوکری

کی ۔ بعدازاں جنت مکانی جہانگیر بادشاہ نے اس کی تربیت کرکے عزت و شہرت بخشی ۔ رفتہ رفتہ یہ مرتبہ ملا کہ ہفت ہزاری ذات ، ہفت ہزار سوار کے منصب اور خان جہاں کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔

جہانگیر کے انتقال کے بعد اور حضرت شاہجہاں کی تخت نشینی سے پہلے حکومت و ریاست کا سودا اس کے سر میں سمایا ۔ کافر نعمتی اختیار کرکے بہلول اور سکندر جیسے پٹھانوں کی تحریک سے عنایاتِ شاہی اور نمک حلالی کو بالکل فراموش کرکے بغاوت پر کمر باندھ لی ۔ نظام الملک والیِ دکن کے ساتھ خط وکتابت کرکے بڑی شدید قسمیں کھا کر اطاعت نامہ لکھا ۔ شرط یہ رکھی کہ بالا گھاٹ کا علاقہ ، جو شاہی نوکروں کے تصرف میں ہے ، سراسر نظام الملک کے حوالے کر دے گا اور نظام الملک اس کی ہر حال میں اور ہر جگہ امداد و اعانت کرے گا ۔ انھی دنوں حضرت جہانگیر کے انتقال کی خبر پا کر حضرت شاہجہاں نے جنیر سے آگرے جانے سے پہلے اسے جاں نثار خاں کے ہاتھ فرمان بھیجا جو اول سے آخر تک دستِ مبارک سے لکھا تھا اور اس کی دلجوئی کی تھی ۔ اس بدبخت نے آدابِ مقررہ [۲٦۳] کی مطلق پابندی نہ کی یعنی فرمان شاہی کا استقبال اور قاصد کا اعزاز و احترام بالکل نہ کیا ۔ عنایت آمیز پیغاموں کے باوجود بدمزاجی کے سبب نامناسب کلمے کہے ۔ جاں نثار خاں کی واپسی کے بعد نظام الملک کے ساتھ وعدے پورے کرنے کے لیے شاہی علاقے کے تمام کارکنوں اور عاملوں کو حکم بھیج دیا کہ حضرت جہانگیر کا انتقال ہو جانے کے سبب ملک کا انتظام درہم برہم ہے ۔ شاہجہاں نے ابھی تختِ شاہی پر جلوس نہیں فرمایا لہٰذا دکن جیسے وسیع فتنہ خیز ملک میں سراسر فتنہ و فساد پھیل گیا ہے ۔ یہاں کے باشندے موقع پا کر بدلا لیتے ہیں اس لیے اس وقت ان سے لڑنا مناسب نہیں ۔ لازم

ہے کہ بالا گھاٹ کے علاقوں سے عمل دخل چھوڑ کر میرے پاس حاضر ہوں تاکہ ایک دوسرے کی صلاح کے مطابق انتظام کیا جائے۔

جب اُس ناقص‌العقل کا حکم سرحد کے اُمرا کو ملا تو وہ اُس کی نیت سے ناواقف ہونے کے سبب اُس کے حکم کو جو بہی خواہی کا انداز رکھتا تھا، مصلحت پر مبنی سمجھے۔ اپنے اپنے تھانے چھوڑکر اس کے پاس حاضر ہوگئے۔ اس طرح وہ وسیع علاقہ جس کا خراج ۵۵ کروڑ ٹکے تھا، اس عافیت دشمن کی بدولت غنیم کے ہاتھ میں چلا گیا۔ صرف قلعۂ احمد نگر اور مضافات کا حاکم سپہدار خاں ارادت و عقیدت کی بدولت اپنی جگہ ڈٹا رہا اور اُس کی بات نہ مانی۔ خاں جہاں ناحق شناس نے کافر نعمتی اور شقاوت کے باعث اپنے بادشاہ کی مخالفت اختیار کی اورغرور و نادانی سے لمبے چوڑے منصوبے باندھنے لگا۔ سکندر دونانی کو برہان پور میں چھوڑ کر صوبۂ مالوہ پر قبضہ کرنے کے لیے، جہاں مظفر خاں معموری صوبے دار تھا، قلعۂ مانڈو کا رخ کیا۔ اس وقت حضرت شاہجہاں کی سواری جنیر سے احمد آباد، اجمیر کے راستے آگرے پہنچ چکی تھی۔ حضرت کے جلوس سے سلطنت کا نظم و نسق بالکل درست ہوگیا۔ سطوت و صولت کی تاثیر سے فتنہ و فساد کی گرد بیٹھ گئی۔ وہ گستاخ بہت خائف ہؤا۔ بالخصوص جب اکثر کارگزار آدمی حضرت کے جلوس [۲٦٣] کی خبر سنتے ہی اپنی اپنی راہ لگ گئے، مثلاً راجا گج سنگھ اور راجا جے سنگھ جیسے عمدہ سردار اُس سے جدا ہو کر اپنے وطن چلے گئے تو وہ بد بخت ادبار کے آثار دیکھ کر بالکل جی چھوڑ بیٹھا۔

بالآخر اپنی خطاؤں کی معافی کے لیے عجز و انکسار کے ساتھ عرضداشت بھیجی جو نامعقول بہانوں اور اطاعت و فرماں برداری کے اقرار پر مشتمل تھی۔ مختصر مضمون یہ تھا کہ اس کمترین فدوی کی عمر آپ کی اطاعت کا طوق پہنے ہوئے گزری ہے۔

ہمیشہ آپ کی بہی خواہی کی تدبیر کی ہے - اب بھی حضور کے فرمان کا مضمون اور اُس کی اطاعت میرے پیش نظر ہے اور ہمیشہ رہے گی - سرِ دست حکمِ حضور کا منتظر ہوں ، جو حکم ہوگا تعمیل کروں گا - جب اُس کی عرضداشت دربار شاہی میں پہنچی تو ہر چند عقل مصلحت اندیش کا تقاضا یہ تھا کہ اُس کی تنبیہ کی جائے ، علاوہ ازیں اُس کا قول و فعل قطعاً مختلف اور عہد و پیمان بالکل بودا تھا اور کسی طرح قابل اعتبار نہ تھا لیکن چونکہ حضرت کے مزاج میں عفو و کرم اتنا ہے کہ پہاڑ جیسے گناہ سے بھی چشم پوشی فرما لیتے ہیں لہٰذا اُس کے بیہودہ کاموں اور باتوں کو نظر انداز فرمایا - بے حد مہربانیاں کر کے خاندیس اور برار کی صوبے داری بحال رکھی اور دل جوئی و تسلی پر مشتمل فرمان اس کے نام بھیج دیا -

خان جہاں لودھی حسب الحکم مانڈو سے برہان پور پہنچ کر صوبے کے انتظام میں مشغول ہوا - پھر جب وہ علاقہ مہابت خان خان خاناں کے سپرد ہوا تو اسے مالوے کی صوبے داری عطا ہوئی - کچھ عرصہ وہاں گزارا - یہاں تک کہ مالوے کے کمک والوں کے ساتھ جھجھار سنگھ کی مہم پر تعینات ہوا - مہم سے فراغت کے بعد دربار میں حاضری کے لیے روانہ ہوا اور شرفِ حضوری سے سرفرازی پائی ، جیسا کہ تفصیلاً بیان ہو چکا ہے - جن لوگوں پر خدا کی نظر عنایت ہوتی ہے وہ ہمیشہ چشم پوشی سے کام لیتے ہیں چنانچہ حضرت نے اُس کی شوخ چشمی سے درگزر فرمائی - [۲۶۵] اُس کی غلطیاں اُس کے منہ پر نہ لائے بلکہ اتنی نوازش و عنایت کی کہ حاضرین دربار حیران رہ گئے - ان تمام باتوں کے باوجود وہ جو قاعدہ ہے کہ باغی و سرکش اور خیانت و رذالت والے کے دل میں چور ہوتا ہے ، خان جہاں کی طبیعت کی وحشت اور گمراہی برقرار رہی - علاوہ ازیں بیہودہ بکنے والوں کی باتیں

چاروں طرف سے اُس کے کان میں پڑتی تھیں جس سے وہم اور بڑھا۔ انھی دنوں مخلص خاں کے بیٹے لشکری نے کم عمری و نادانی کے سبب ایک شوشہ چھوڑا یعنی خان جہان کے بیٹوں کی وحشت بڑھانے کے لیے اُن سے کہہ دیا کہ کچھ اپنی فکر کر لو ورنہ انھی دو تین روز میں قید خانے کے اندر بیٹھے ہاتھ ملو گے۔ اُن بیوقوفوں نے گھبرا کر یہ بات باپ کو جا سنائی۔ چونکہ خان جہان اپنی بدنیتی کے سبب خود ہی وہم میں گرفتار رہتا تھا، یہ بے بنیاد خبر سنتے ہی، جو بھنگڑ خانے کی گپ سے بھی زیادہ لغو تھی، وہم کے مارے زرد ہوگیا۔ ہوش و حواس پراگندہ تھے ہی، دو تین دن میں اپنے عزیزوں اور نوکروں میں سے ایک ہزار بدمغز پٹھانوں کو جمع کر کے اور نیک بختی کا دروازہ بند کر کے اپنے گھر میں خانہ نشین ہوگیا۔

حضرت اُس کی خانہ نشینی سے بےحد حیران ہوئے۔ حاضرین دربار خصوصاً آصف خاں سے حقیقت پوچھی۔ انھوں نے تحقیق کے بعد سچی بات عرض کر دی۔ حضرت کو خان جہان کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ اسلام خاں کو اُس کے پاس بھیج کر معلوم کروایا کہ ملازمت کی سعادت کس لیے ترک کر دی ہے۔ اُس مکار نے بڑی زاری و عاجزی سے پیغام بھیجا کہ اپنی مسلسل کوتاہیوں کے سبب مجھے یہ یقین ہوگیا ہے کہ حضور کا دل مجھ سے پھر گیا ہے۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا ننگ و ناموس جس کا لحاظ حمیت افغانی کے بموجب فرض عین ہے، تباہ ہو جائے گا۔ خوف و ہراس کے سبب میری حالت خراب ہے۔ ورنہ کون شقی ہے جو اپنی مرضی سے شاہ قبلہ گاہ کی نوازش سے محروم رہے۔ اب حضور کی عنایات بے پایاں سے یہ التجا ہے کہ مجھے بے آبروئی کے خوف سے نجات عطا فرمائیے اور اس بوڑھے غلام کی خطاؤں سے درگزر کا امان نامہ دست مبارک سے لکھ بھیجیے۔ [۲۶۶] جب اس گناہگار غلام

کی جاں بخشی کرکے ننگ و ناموس کی حفاظت کا ذمہ لیا جائے تو اتنا اختیار اور دیں کہ یہ غلام خواہ خدمت کرے خواہ گوشہ نشین ہو جائے۔

خان جہاں لودھی کی عرضداشت یمین‌الدولہ آصف خاں کے ذریعے ، شفاعت کا رنگ لیے ، حضرت کے سامنے پیش ہوئی ۔ شاہِ عالم پناہ نے اخلاقِ کریمانہ اور آصف خاں کی خاطر سے اس کی التماس قبول فرمائی ۔ اس نے حضرت کا امان نامہ پا کر اسے سعادتِ جاوید اور نجاتِ کونین تصور کیا ۔ اسے حرزِ جاں بنائے یمین‌الدولہ کے ہمراہ حاضر دربار ہؤا ۔ بساط بوسی سے سرفراز ہو کر کچھ دنوں بدستور دربار میں آتا رہا ۔ اگرچہ حضرت ہمیشہ اس کی دلجوئی و مدارات کرتے تھے لیکن ازلی شقاوت اور ابدی گمراہی اس کے سر پر سوار تھی ۔ یہ بھی قاعدہ ہے کہ انسان کو اپنے اعمال کا پھل اسی دنیا میں مل جاتا ہے ۔ غرض تقدیر اڑ گئی کہ اس کی نابکار حرکتوں کا خمیازہ یہیں دکھا دے ۔ اس صورت میں حضرت کی دلجوئی اور پردہ پوشی بے کار گئی ۔ وہ اپنے خرمن میں خود ہی آگ لگاتا رہا ، یعنی وہ تیرہ بخت اس روز کے بعد اسی فکر میں رہا کہ نیک بختی کو خیر باد کہہ کر دربار سے فرار کر جائے اور دولت و اقبال کو چھوڑ کر ادبار میں گرفتار ہو ۔ غرض سفر کے انتظام اور منصوبوں کی تیاری میں لگا رہتا تھا ۔

جب سارا انتظام مکمل ہوگیا تو بتاریخ ۲۲ مہر (۱۲ اکتوبر) فرار ہونے کا فیصلہ کیا ۔ آصف خاں کے بعض ملازموں کے کان میں بھنک پڑ گئی ۔ خان کو آگاہ کیا ۔ اتفاقاً اس روز چوکی پہرے کی باری آصف خاں ہی کی تھی جو اپنے آدمیوں سمیت دولت خانے کے سامنے حاضر تھا ۔ اپنے معاون اللہ وردی خاں کو ، جو انتظام میں شریک تھا ، حضرت کی خدمت میں بھیجا تاکہ یہ کیفیت بیان کرکے اجازت حاصل کر لے کہ [۲٦۷] آصف خاں چوکی

کے پہرے داروں کو ساتھ لے جا کر خان جہاں کے گھر کا محاصرہ کرے اور اسے رفیقوں سمیت گرفتار کر لائے ۔ حکم ہؤا کہ عہد و پیمان کا پاس کرنا خدا کے برگزیدہ بندوں کا شیوہ ہے ۔ بادشاہوں کو انتظامِ عالم کے لیے اس قاعدے کا خیال رکھنا لازم ہے ۔ مابدولت ہمیشہ اسی قاعدے پر عمل فرماتے ہیں ۔ علاوہ ازیں جب تک کسی سے کوئی ایسی خطا سرزد نہ ہو جس کی تنبیہ و تادیب عقلاً واجب ٹھہرے ، ہم بلاوجہ سزا نہیں دیتے ۔

غرض خان جہاں لودھی کو موقع مل گیا ۔ اپنے تمام متعلقین اور نوکروں چاکروں سمیت فرار ہو گیا ۔ ایک پہر رات گزرے آصف خاں نے حقیقت بیان کی ۔ خلافت پناہ نے اسی وقت خواجہ ابوالحسن ، سیّد مظفر خاں بارہہ ، نصیری خاں ، راجا جے سنگھ ، خان زماں ، اللہ وردی خاں ، صفدر خاں ، معتمد خاں[1] ، سردار خاں ، راجا بھارت بندیلہ ، خواص خاں ، ظفر خاں ، راؤ سور بھورتیہ ، راجا بیٹھل داس ، میر آتش خدمت پرست خاں ، مادھو سنگھ ، انی رائے ، احدیوں کا بخشی مرحمت خاں ، پرتھی راج راٹھور ، احداد خاں مہمند ، بھیم راٹھور ، شادی خاں ازبک نیز دوسرے امرا اور منصب داروں کو لشکرِ جرار دے کر اس کے تعاقب پر مامور فرمایا ۔ حکم ہؤا کہ انتہائی تیزی سے چل کر اسے جا پکڑو اور قضائے آسمانی کی مانند تمام ہمراہیوں سمیت گھیر کر ہاتھوں ہاتھ حضور میں حاضر کرو ۔

گیارہ گھڑی (ساڑھے چار گھنٹے) رات گزرے ان امرا کو روانگی کا حکم ملا ۔ ان میں بعض شیر دل بہادر ایسے تھے کہ

۱۔ نسخۂ لاہور میں معتمد خاں کے بجائے فدائی خاں کا نام درج ہے ۔

ہمراہیوں کے بغیر شیرِ نر اور نہنگ خونخوار کی طرح تن تنہا دشمن کی فوج پر جا پڑتے تھے - چنانچہ پانچ دلاور یعنی سیّد مظفر خاں بارہہ ، راجا بیٹھل داس ، خدمت برست خاں ، پرتھی راج راٹھور اور خواص خاں ایسی چلتی تلوار نکلے کہ اپنی فوج کو ساتھ لینے کا خیال کیے بغیر شجاعت ذاتی اور ناموسِ مردانہ کے جوش میں آندھی کی طرح اُڑے چلے گئے - چھ گھڑی (دو گھنٹے چوبیس منٹ) دن جڑھا تھا جو یہ دلاور دھول پور کے نزدیک ان بدبختوں کے سر پر جا پہنچے - اب خان جہاں نے دیکھا کہ ایک طرف تو [۲۶۸] بہادروں کی تیغِ آبدار کا سیلاب ہے اور دوسری طرف دریائے چنبل - جان بچا کر بھاگ نکلنا ممکن نہیں - غرض بختِ برگشتہ کی طرح لڑائی کے لیے پلٹا اور آس پاس کی ٹیکریوں ٹیلوں کو پناہ بنا کر ثابت قدمی کے ساتھ جم کر کھڑا ہوا - شاہِ سلیماں جاہ کی فوج نے تیر ، تلوار اور کمند سے ان دیووں کو مارنا اور باندھنا شروع کیا - میدانِ کارزار کے بہت سے شیر ہنگامۂ جنگ میں غیظ و غضب کے جوش میں ایسے لڑے کہ رستم و اسفند یار کے معرکوں کی یاد دلا دی - مثلاً خدمت پرست خاں میر آتش ، کہ شعلے کی طرح بے خوف سے مخالفوں کو نہس نہس کرنے میں مصروف تھا اور تلوار کی مانند آگ پانی میں سے گزر کر جان سے ہاتھ دھو کر تنہا دشمنوں کی صفوں میں تیغ آزمائی کرتا تھا ، کماں کی طرح ابروؤں پر بل تھے اور سینے کو سپر بنائے مصروفِ کارزار تھا - اس موقعے پر ایسی معرکہ آرائی کی کہ میدان کو خون سے سرخ کر دیا - اس مارا مار میں اس کی کنپٹی پر ایک تیر آ کر لگا کہ وہیں گر پڑا - جانِ گرامی اپنے بادشاہ پر نثار کر دی -

راجا بیٹھل داس اور پرتھی راج راٹھور بھی اپنے بھائیوں سمیت راجپوتوں کے دستور کے مطابق گھوڑوں سے اُتر کر پیدل

لڑنے لگے[1] - خواص خاں بھتی اور احدیوں کے بخشی مرحمت خاں بھی چند سواروں کو قتل کرکے زخمی ہو کر گرے - سیّد مظفر خاں نے اپنے عزیزوں اور بھائیوں سمیت شجاعت ہاشمی کے وہ کارنامے دکھائے کہ مارا مار کے شور سے میدانِ جنگ کو میدانِ محشر بنا دیا - ان دلاوروں نے اتنی جانفشانی کی کہ مظفر خاں کا پوتا آنیس آدمیوں سمیت ناموس مردانہ پر قربان ہو گیا - پچاس آدمیوں نے مردانگی و دلاوری کا حق ادا کرکے محضرِ شجاعت پر کاری زخموں کی مہر لگوائی - راجا بیٹھل داس کے دو بھائیوں اور تقریباً سو مغل اور راجپوت ناموس پرستوں نے جان کی قربانی دے کر نیک نامی حاصل کی - اسی مار کاٹ میں خان جہاں لودھی تیر سے زخمی ہو کر پرتھی راج سے آ بھڑا - اگرچہ پرتھی راج پیدل تھا لیکن اس ادبار زدہ سوار کے مقابل ہوا - [۲۶۹] بڑی شد و مد سے لڑنے کے بعد دونوں ایک دوسرے کے نیزے کا زخم کھا کر جدا ہوئے- خان جہاں کے دو بیٹے عظمت اور رشید ساٹھ ممتاز بہادروں کے ساتھ اس لڑائی میں کام آئے- اس کا داماد شمس خاں (نبیرۂ عالم خاں لودھی ، جو نہایت پرانا پٹھان سپاہی تھا اور راجی علی خاں کے ساتھ سنبھل میں مارا گیا تھا) اپنے دو بھائیوں محمد خاں اور محمود خاں سمیت مارا گیا -

---

۱- انتہائی خطرناک موقعوں پر راجپوتوں اور سادات بارہہ کا طریقہ یہ تھا کہ گھوڑوں سے اتر کر بڑی ثابت قدمی کے ساتھ پیدل لڑتے تھے تاکہ گھوڑے بے قابو ہو کر انھیں لے کر نہ بھاگ جائیں - اس خطرناک لڑائی کو آتارے کی لڑائی کہتے تھے اور اسی طریقے کے بموجب راجپوتوں اور سیدوں نے ہمایوں کے وقت سے فرخ سیر تک کئی بار ہاری ہوئی جنگ جیتی -

جب خان جہاں کے دو کار گزار بیٹے اور داماد مارے گئے تو بھاگنے کے سوا کچھ چارہ نہ دیکھا - دو بیٹوں اور پانچ رفیقوں کے ساتھ دریا عبور کر گیا - دو بیویوں اور چند کنیزوں کو پہلے سے دریا پار بھیج چکا تھا - باقی تمام اہل و عیال اور کنیزیں دریائے چنبل کے سیلاب کی وجہ سے پار نہ ہو سکیں - انھیں یہیں چھوڑ کر فرار ہؤا - باقی سپاہی زخمی ہو کر کچھ دریا کے اوپر کے رخ اور کچھ نچلی طرف یا ادھر اُدھر بھاگ کر جان بچا لے گئے - خان جہاں کے اہل و عیال اور تمام مال اسباب لوٹنے والوں کے ہاتھ آیا - البتہ اُس کی چند عورتیں جاہل پٹھانوں کے ہاتھ سے (حفظ ناموس کی خاطر) قتل ہو چکی تھیں - سید مظفر خان کو یہ اندازہ نہ تھا کہ خان جہاں کس طرف بھاگا ہے - کچھ آدمیوں کو اُس کی جستجو پر مقرر کیا اور خود مقتولوں کے دفن اور زخمیوں کی خبرگیری کے لیے ذرا ٹھہرا -

اس اثنا میں فدائی‌خان ، معتمد خان ، راجا جے‌سنگھ ، انی رائے اور خان زماں پے در پے آ پہنچے - خان جہاں کا سراغ لگانے کا فیصلہ کر کے‌سب اس کے تعاقب میں چلے - دریائے چنبل پر پہنچے تو تیسرے پہر خواجہ ابوالحسن بھی اُن سے آ ملا - کشتی کے بغیر دریا پار کرنا مشکل تھا لہٰذا مناسب سمجھا کہ رات یہیں گزاریں - کشتیاں فراہم ہو جائیں گی اور گھوڑوں کو آرام مل جائے گا تو کل دوپہر کے وقت دریا عبور کر کے تعاقب کریں گے - کافی تفتیش کے باوجود یہ معلوم نہ ہو سکا کہ خان جہاں کس طرف بھاگا ہے - ناچار خواجہ ابوالحسن اور تمام اُمرا گوالیار ، انتری کے راستے دتیا[1] پہنچے - وہاں سے چندیری اور بھوراسہ ہوتے ہوئے گونڈوانے

۱- بادشاہ نامہ حصہ اول ، جلد اول ، ص ۲۹۰ پر دتیا کے بجائے روتیہ درج ہے -

کے پرگنہ سلوانی میں پہنچ کر تمام حالات درگاہِ شاہی میں لکھ بھیجے - [۲۰۷] اس سفر کی وجہ یہ تھی کہ امرائے شاہی نے چنبل کے کنارے سات پہر کا جو توقف کیا اسے خان جہاں نے غنیمت سمجھا - جھجھار سنگھ کے علاقے کے جنگل میں گھس کر اس سے پناہ طلب کی - راجپوت اپنی حمیت کے باعث دہائی دینے والے پناہ گیر کو بچانے کے لیے جان و مال بلکہ آبرو تک سے دریغ نہیں کرتے - اسے پناہ دی اور ملازمان شاہی کی ہیبت سے ڈر کر جنگل کے غیر معروف راستوں سے اسے اپنی حد سے نکال کر گونڈوانے کے علاقے میں پہنچا دیا - وہ گمراہ وہاں جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں میں سراسیمہ پھرتا رہا - بالآخر برار سے ہوتا ہؤا نظام‌الملک کے علاقے میں داخل ہو گیا - چونکہ بدبخت جگراج نے شروع میں خان جہاں کو پناہ دے کر رہبری کی تھی ، دیہات کے آدمیوں کو ہدایت کر دی تھی کہ شاہی لشکر آئے تو اسے غلط راستے پر ڈال دیں - شاہی ملازم اس مکار کے فریب سے آگاہ نہ تھے - جنگلوں میں بے کار ہر طرف تگ و دو کرتے پھرے -

لشکر شاہی کے تمام بہادر اس فتح کے انعام میں عنایات شاہانہ اور تحسین سے سرفراز ہوئے - خصوصاً سید مظفر خاں ، راجہ بیٹھل داس ، پرتھی راج اور خواص خاں وغیرہ ، جو سخت زخمی ہوئے تھے ، حسب‌الحکم دربار میں حاضر ہو کر شہنشاہ کی عنایت سے ممتاز ہوئے - سید مظفر خاں کو خلعت ، خنجر مرصع اور دو اسپ خاصہ عطا ہوئے - ہزار سوار کے اضافے سے منصب پنج ہزاری ذات اور سوار مقرر ہؤا - راجا بیٹھل داس کو خلعت ، جمدھر مرصع ، ہاتھی گھوڑا اور نقارہ عنایت ہوئے - پانچ سو سوار کی ترقی سے تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب ملا - پرتھی راج کو خلعت ، ہاتھی گھوڑا اور پانچ سو ذات ، دو سو سوار کا اضافہ ملا - دو ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار کا منصب مقرر ہؤا -

انھی دنوں سکندر دوتانی اور بہلول میانہ شاہی ملازمت [۱۰۲۷] سے منحرف ہو کر خان جہاں سے جا ملے ۔ تفصیل یہ ہے کہ بد طینت بہلول کو ہمیشہ یہ فکر رہتی تھی کہ کسی برگشتہ بخت کو ہاتھ میں لے کر فتنہ و فساد اور آشوب و شورش برپا کرے ۔ جب اسے خان جہاں کے نظام الملک سے جا ملنے کی خبر لگی تو اس وقت اپنی جاگیر بالا پور میں چار ہزاری منصب پر فائز تھا ۔ موقع پا کر بھاگ نکلا اور دولت آباد میں اس بد بخت سے جا ملا ۔ سکندر دوتانی بھی خان جہاں کا قریبی رشتے دار تھا ۔ یہ بھی بیہودہ منصوبے باندھتا جالنا پور سے فرار ہو کر ان دونوں کم بختوں سے مل گیا ۔

ایران سے شاہ عباس نے حضرت جہانگیر کے انتقال کی خبر اور جلوسِ والا کی خوش خبری سن کر غائبانہ محبت کے سبب اپنے سفیر بحری بیگ کو تعزیت اور تہنیت کے آداب و رسوم ادا کرنے کے لیے بھیجا تھا ۔ اسی عرصے میں اس کا انتقال ہو گیا اور تختِ سلطنت پر شاہ صفی نے جلوس کیا ۔ چونکہ دولتِ مغلیہ اور خاندانِ صفویہ میں انتہائی مہر و محبت کے باعث قدیمی تعلقات ہیں لہٰذا حضرت نے بحری بیگ کو حاضری کی سعادت سے سرفراز فرما کر واپس جانے کی اجازت عطا کی ۔ انھی دنوں سیّدِ عالی نسب میر برکہ کو ، جو اس سلطنت کا پرانا معتمد نمک خوار اور نہایت فہمیدہ و دانا ملازم ہے ، سفارت پر نامزد فرمایا تاکہ ایران پہنچ کر شاہ عباس کی تعزیت اور شاہ صفی کی تخت نشینی کی تہنیت کے مراسم ادا کرے اور سلطنتِ ایران کے رموز و حقائق کی واقفیت بہم پہنچائے ۔ بتاریخ ۷ آبان اسے خلعت ، خنجر ، ہاتھی اور پچاس ہزار روپے کے انعام سے سرفراز فرما کر حکم دیا کہ اپنے فرائض اور مقررہ آداب بجا لانے کے بعد بہت جلد واپسی کی اجازت لے اور حاضرِ دربار ہو ۔ بحری بیگ نے بھی اسی تاریخ واپسی کی

اجازت پائی ۔ سابقہ عنایات کے علاوہ خلعت فاخرہ ، خنجر مرصع اور ہتھنی مزید عنایت ہوئیں ۔ [۲۷۲] چونکہ میر برکہ تنہا جا رہا تھا لہٰذا اسے فقط ایک تلوار اور علامی افضل خاں کا انشا کردہ مکتوب دے کر روانہ کیا ۔ اس نامۂ گرامی کی نقل یہ ہے :

شاہ صفی والیِ ایران کے نام حضرت کے گرامی نامے کی نقل

''معبودِ حقیقی کی حمد کا حق معرفت شناس دل کے سوا کون ادا کر سکتا ہے ۔ زبان کو عجز و قصور کے اقرار کے سوا چارہ نہیں ۔ انتہا یہ ہے کہ حضرت رسالت پناہ نے ، جن پر خدا کی نامحدود رحمتیں نازل ہوں ، اس معاملے میں بھی کھل کر اعترافِ عجز فرمایا کہ تیری شان بیان کرنا سوائے تیرے اور کسی کو میسّر نہیں ۔ اس سرورِ کائنات پر درود جس نے حمد و ثنائے خالق کی سیدھی راہ سرگرداں لوگوں کو دکھائی ، نیز اس کی آلِ اطہار پر درود جن کا وجود رحمتِ الٰہی اور ان کی معرفت خالق کی حمد کا درجہ رکھتی ہے ۔ اس کے اصحابِ باصفا پر رحمت جن کے طفیل روئے زمین پر نورِ اسلام پھیلا ۔ اس عطیۂ کبریٰ اور نعمتِ عظمیٰ کا شکریہ کس زبان سے ادا کیا جائے کہ عمِ عالیجاہ خلد آرام گاہ (شاہ عباس) کے انتقال کے بعد آپ جیسا سزاوارِ تاج و تخت خاندانِ صفویہ

کے سریر سلطنت پر جلوہ‌گر ہؤا ۔ خدائے ذوالمنن کے کرم سے امید ہے کہ دودمانِ صفویہ کے اس چشم و چراغ اور خاندانِ مصطفوی کے اس نونہال ، نیز ہوا خواہوں پر یہ جلوس مبارک ہوگا ۔

چونکہ زمانۂ قدیم سے اللہ کی عنایت اورمحبتِ ازلی کی برکت سے اس دودمانِ خلافت نشان اور اس خانوادۂ عظیم‌الشان کے فرماں رواؤں میں دوستی و الفت کا مستحکم رشتہ قائم ہے ، نیز چونکہ محبت کی میراث چلتی ہے لہذا یہ نعمتِ عظمیٰ ہمارے درمیان نسلوں سے بطورِ وراثت چلی آ رہی ہے ۔ اسی وجہ سے حضرت جنت مکانی اور شاہ عباس جمجاہ کے درمیان دوستی کا رشتہ اخوت کی حد تک پہنچ گیا تھا ۔ شاہزادگی کے زمانے میں مابدولت کو بھی شاہِ والا جاہ ، خلد آرام گاہ سے اتنی الفت تھی کہ انھیں عمِ بزرگوار سمجھتے تھے ۔ اہلِ عالم دیکھ چکے ہیں کہ درگاہِ الٰہی کے اس نیازمند اور اس شاہِ خلد آرام گاہ کے درمیان ان دنوں باپ بیٹے [۲۷۳] سے زیادہ محبت کا وہ رابطہ قائم تھا جو لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی رہتا تھا اور جس کی نظیر نہ ماضی میں مل سکتی ہے نہ مستقبل میں ۔ ہمارے ضمیر مہر آگیں میں یہی خواہش تھی کہ جب کبھی درگاہِ بے نیاز سے سلطنت و خلافت کی امانت ہمارے حوالے ہوگی ، الفت و دوستی کی ایسی مثال قائم کریں گے کہ فرماں روایانِ دہر اور

سلاطینِ معاصر اسے دیکھ دیکھ حیران و پریشان ہو جائیں گے۔
جب اعلیٰ حضرت جنت مکانی مشیتِ الٰہی کے بموجب دارالبقا کو سدھارے اور خلافتِ کبریٰ کی نوبت درگاہِ الٰہی کے اس نیاز مند کو ملی تو مابدولت نے اس خس و خاشاک کو، جو دریائے سلطنت کی سطح پر جمع ہو گیا تھا، اپنی تیغِ شعلہ دم سے جلا کر خاک کر دیا۔ ہندوستان کی قلمرو سے مخالفوں کا خاتمہ کیا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر کہ تمام موروثی ملک، جس پر کتنے ہی عظیم الشان بادشاہ حکمرانی کر گئے ہیں اور جو دنیا کے تین چوتھائی رقبے پر مشتمل ہے، ہمارے خدام دولت کے قبضے میں آیا۔ ہماری تمنا تھی کہ دوستی کے جو تقاضے مابدولت کے دل میں تھے انہیں ظاہر کرکے درگاہِ آسمان جاہ کے کسی معتمد امیر کو برسم سفارت و رسالت اس عمِ عالی جاہ کی خدمت میں روانہ فرمائیں۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ وہ شاہِ جمجاہ عالم فانی سے دارالبقا کو سدھار گئے۔ اس حادثے نے حضرت جنت مکانی کے انتقال کا داغ تازہ کر دیا۔ پھر یہ بشارت ملی کہ عمِ بزرگوار کے تختِ سلطنت نے اس والا تبار، عالی مقدار کے جلوس مبارک سے زینت پائی۔ اس مژدۂ جانفزا کی بدولت رنج و غم دور ہؤا۔ کلفت و افسوس کی جگہ مسرّت و فرحت نے لی۔ رب العزت سے التجا ہے کہ جس طرح ہماری تخت نشینی ہمارے لیے باعثِ برکت

ہوئی ہے ، یہ جلوس اس فرماں روائے کامگار کے حق میں مبارک ہو اور توفیق ایزدی سے ظلم و جور سے الگ رہ کر وادیِ عدل و انصاف کی سیر کریں ۔ پروردگار عالم یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ شاہِ جمجاہ حقوق کی ادائیگی ، وعدہ وفائی ، تقصیرں معاف کرنے ، ترکِ تعصب ، خیرات کی کثرت ، نیکیوں کی زیادتی ، کمزوروں کی دلجوئی اور فقیروں کی حاجت روائی پر مائل رہے - [۲۷م] پارساؤں کی عزت اور عالموں کے احترام کا خیال رکھے کہ یہ لوگ دعاگوئے سلطنت اور حافظانِ شریعت ہیں اور اسی وسیلے سے دولتِ کونین میسر آتی اور لطفِ سلطنت نیز درازیِ عمر حاصل ہوتی ہے -

چونکہ شاہ عباس جم جاہ کو حضرت عرش آشیانی اپنے فرزند کی طرح اور حضرت جنت مکانی بھائی کے برابر سمجھتے تھے لہذا یہ نیاز مندِ بارگاہِ الٰہی بھی انھیں عمِ بزرگوار کہتا تھا ۔ ان رشتوں کے لحاظ سے مابدولت خاندانِ صفویہ کے اس چشم و چراغ کو فرزندِ ارجمند کی جگہ تصور کرتے ہیں ۔ شاہزادگی کے زمانے میں عمِ بزرگوار کے ساتھ محبت و الفت کا حق ادا کرنے کا جو ارادہ تھا وہ انشاءاللہ اب اس فرزند نامدار کے ساتھ ادا کیا جائے گا ۔ اخلاص شعار بحری بیگ ، جسے عمِ نامدار نے احوال پرسی کے لیے روانہ فرمایا تھا ، اسے فوراً رخصت کرکے اپنی طرف سے سیّد عالی نسب ، معتمد درگاہ میر برکہ کو دودمانِ صفویہ کے

اس چشم و چراغ کا حال استفسار کرنے کے لیے
ایران بھیجا ہے تاکہ تعزیت و تہنیت کے مراسم
ادا کرکے ہماری طرف سے محبت و مؤدت کا اظہار
کرے - جن باتوں سے اس شاہِ والا جاہ کی سلطنت
کو استحکام حاصل ہو سکے اور اقتدار میں اضافہ
ہو اور مابدولت سے بیان کرنا مناسب سمجھیں
ان کا اشارہ کریں تاکہ انتظام کیا جائے اور ہم
اہلِ زمانہ کو دکھا سکیں کہ اس فرزندِ ذیجاہ
سے ہمیں کس درجہ الفت ہے - چونکہ دریافتِ
احوال کا بے حد اشتیاق ہے اس لیے میر برکہ
کو جتنی جلد واپس فرمادیں اچھا ہے - گلشنِ
دوستی کو شاداب رکھنے کے لیے یہ خواہش ہے
کہ میر برکہ کی واپسی کے بعد ارکانِ دولت
میں سے کسی زیادہ معتمد اور مقرب شخص کو
سفارت و رسالت در اس فرزندِ ذیجاہ کی خدمت
میں روانہ کریں - مناسب یہ ہے کہ آبائے
کرام کے شیوۂ پسندیدہ کے مطابق اس خاندانِ
ذی شان کے ساتھ دوستی کا حق ادا کرنے کے لیے
مراسلت جاری رکھیں ، [۲۷۵] مہمات سے اطلاع
بخشیں اور ہندوستان کی جو چیزیں مرغوب و
مطلوب ہوں ان سے آگاہ کرکے گلشن الفت و
اخلاص کو تازگی بخشیں - ایام سلطنت میں کامرانی
اور فلاحِ دارین حاصل ہو !''

ان مبارک ایام کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ملا فرید منجم نے زیچِ
شاہجہانی تیار کر کے آسمان سلطنت کے نیر اعظم کی نظر انور سے گزاری -
ملا فرید فن ریاضی سے مناسبت خداداد رکھتا تھا - خوش نصیبی

اور توفیق ایزدی سے بےحد ریاضت بھی کی ، یہاں تک کہ فرطِ مشق کی بدولت یہ فن آس کی طبیعت میں رچ گیا ۔ حضرت صاحبقرانی کے حسب‌الحکم دستورِ اعظم آصف خاں کے زیر اہتمام اپنے بھائی ملا طیب کی ، نیز ہندی و یونانی دبستان ریاضی کے تمام ماہروں کی مدد سے یہ کتاب مکمل کی ۔ حضرت نے اس کی محنت پر تحسین و آفرین کی ۔ ریاضی کی اس کتاب کے ابواب و اصول بہت ہی مفید تھے ۔ اعمال ریاضیہ کی تکمیل اور استخراج کے لیے جو قواعد و ضوابط ہیں سب اس تصنیف میں درج ہیں اس لیے ریاضی داں اور منجم زیچِ آلغ بیگی سے بے نیاز ہو کر تقویم و تنجیم کا تمام کام اسی کتاب سے لیتے ہیں ۔ اس کا فائدہ عام کرنے اور ہندی زبان والے منجموں اور رصد بندوں کے پڑھنے پڑھانے اور سمجھنے سمجھانے کی خاطر حضور کے حسب‌الحکم دقیقہ سنج ، ماہر ریاضی دانوں نے اس کا ترجمہ ہندی زبان میں کر دیا ۔ امید ہے کہ جب تک زمین آسمان قائم ہیں اور حضرت شاہ جہاں کی عمر مبارک کی طرح لیل و نہار کی تقویم برقرار ہے ، اس دانش نامے کے مضبوط و مستحکم قاعدے نجومیوں کو احکام کے استخراج میں مدد دیتے رہیں گے[1] ۔

انہی دنوں مرتضیٰ خاں خلف میر جمال‌الدین حسین انجو صوبےدار ٹھٹھہ کا انتقال ہؤا ۔ امیر خاں صوبےدار ملتان کو ٹھٹھہ کی نگہبانی اور ترقی دے کر تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب عطا ہؤا ۔ ۲۹ آبان ، ۳۰ ربیع‌الاول ۱۰۳۹ھ (۱۹ نومبر ۱۶۲۹ء) بروز جمعہ سالانہ دستور کے مطابق حضرت کا قمری جشن تلادان منعقد ہؤا ۔ حسب قاعدہ اس تقریب سعید کے تمام [۲۷۶]

۱۔ نسخۂ لاہور میں یہ عبارت ذرا مختلف ہے لیکن مضمون و مفہوم یہی ہے ۔

مراسم ادا کیے گئے -

حضرت کی توجہ سے کابل کے سرحدی پٹھانوں میں پھیلی ہوئی بدعتوں کا خاتمہ

چونکہ شاہ دیندار شریعت پناہ کو ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ احتساب کی بدولت تمام عالم میں اصول اسلام کا رواج ہو اور حضرت کی نیک نیتی اور مقتضائے زمانہ مبارک سے بد اعمالی کا خاتمہ ہو لہٰذا بڑی کوشش سے دین اسلام کا جھنڈا بلند کر کے شریعت اسلامی کے شعار رائج فرماتے ہیں اور بدعت و گمراہی کے نشان مٹا دیے ہیں - جو ملحد بے دین تیغ سیاست سے بچ گئے وہ گم نامی کے گوشوں میں جا چھپے - متقی پرہیزگار مسلمان امن و امان سے آباد ہیں - صوبے دار کابل لشکر خاں کی عرضداشت سے واضح ہؤا کہ علاقہ تیراہ کے تیرہ باطن پٹھان ، بالخصوص غوریہ خیل قبیلے جو ایک مجہول شخص بایزید بدنصیب کے مرید ہیں اور اسے یزداں شناس[1] کہتے ہیں ، اس کی پیروی میں راہِ مستقیم سے ہٹ کر گمراہی کے کنویں میں گر پڑے ہیں ، احکام شریعت پر عمل نہیں کرتے - جہالت کی وجہ سے دین و دنیا کا مدار باطل عقیدوں پر رکھا ہے جو حرام حواری و الحاد پر مبنی اور دور جاہلیت کے عقائد سے مشابہ ہیں -

ان عقائد و رسوم میں سے ایک یہ ہے کہ نکاح کیے بغیر

۱- نسخہ لاہور میں یزداں شناس کے بجائے 'پیر روشنائی' لکھا ہے -

عورتوں کے ساتھ ہم بستری جائز سمجھتے ہیں ۔ محفل آراستہ کر کے گائے ذبح کر کے حاضرین کو کھلاتے ہیں اور نکاح کا ایجاب و قبول کیے بغیر زوجہ پر تصرف کرتے ہیں ۔ طلاق کا دستور بھی یہ ہے کہ سنگریزہ اٹھا کر عورت کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں ۔ بیوہ کو شوہر کی وراثت سے محروم رکھتے بلکہ خود [۲۷۷] اس کو ترکہ سمجھ کر زوجیت میں لے لیتے یا روپیہ لے کر کسی اور کے حوالے کر دیتے ہیں ۔ اس معاملے میں بیوہ یا اس کے ولی کو مطلق اختیار نہیں ۔ جب کسی کے گھر میں بیٹا پیدا ہوتا ہے تو گدھے کا کان کاٹ کر خون کے قطرے بچے کے منہ میں ڈالتے ہیں تاکہ بڑا ہو کر خونخواری اور گدھے پن میں کامل ہو ۔ اجنبی آدمیوں کو جبراً پکڑ لیتے اور غلام سمجھ کر ان کی خرید و فروخت جائز سمجھتے ہیں ۔ ترکہ بیٹوں کو ملتا ہے ، بیٹیاں محروم رہتی ہیں ۔ خونخواری کا یہ عالم ہے کہ جس قبیلے پر قابو پا لیتے ہیں تباہ کر ڈالتے ہیں ۔ قبیلے کا کوئی زبردست شخص اگر ان کے حقوق (قرض وغیرہ) ادا نہ کرے تو اس قبیلے کے کسی اور شخص کے مال پر قبضہ کر لیتے ہیں اور اسے اپنا مال سمجھ کر کام میں لاتے ہیں ۔ بیہودگی کی حد ہے کہ جس شخص پر قابو پا لیں اس کا مال چھین کر قتل کر دیتے ہیں ۔ لطف یہ کہ یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے ہمارے ہاتھ سے قتل ہو کر شہادت کا درجہ پایا ہے لہٰذا قیامت میں ہم سے اپنے مال کا مواخذہ نہ کرے گا ۔ اس عقیدے کی بدولت نادار قلاش کے سوا کسی مالدار کو زندہ نہیں چھوڑتے ۔ نادار کو غلام بنا لیتے ہیں ۔ اس قسم کی بے شمار برائیاں ان لوگوں میں نسل در نسل چلی آ رہی ہیں ۔

حضرت نے عرضداشت کا مضمون سن کر فوراً فرمان والا شان جاری کیا کہ لشکر خاں اور صوبۂ کابل کے تمام سرکاری اہل کار ان گمراہوں کو خلاف شریعت ، خلاف عقل حرکتوں کے

ارتکاب سے روکیں - ہر طرح ڈرا دھمکا کر ان لغو اعتقادات کی اصلاح کریں اور اگر کوئی شخص ان افعال شنیعہ کا مرتکب ہو تو سخت سزا دیں ، یعنی حکم شریعت کے مطابق درے لگائیں یا قتل کریں - المختصر تھوڑی ہی مدت میں حضرت کے حسب الحکم، جو قضائے مبرم کی طرح نافذ ہوتا ہے ، وہ تمام بدعتیں اور خرافاتیں ختم ہوگئیں - تمام کام دین محمدی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) [۲۷۸] کے مطابق انجام پانے لگے اور شریعت اسلامی کا رواج ہوگیا -

نظام الملک اور خان جہاں کی تنبیہ کے لیے حضرت کا بہ نفس نفیس دکن جانا

عنایت الٰہی کی بدولت شاہزادگی کے زمانے سے جلوس کے وقت تک اور جلوس سے اب تک حضرت کے ملازموں کی تیغ آبدار نے حجت تمام کیے بغیر کسی سیاہ بخت کو ہلاک نہیں کیا اور کسی مخالف سے اس وقت تک انتقام نہیں لیا جب تک کہ نامہ و پیغام یا زبانی فہمائش سے اسے اچھی طرح نہ سمجھا دیا ہو - اس معاملے میں تلوار پر قلم کو مقدم رکھا ہے اور حجت تمام کیے بغیر کبھی کسی پر تلوار نہیں اٹھائی - لہٰذا خان جہاں کے معاملے میں بھی نظام الملک کو فرمان عالی شان بھیجا جو عبرت بخش نصیحتوں پر مشتمل تھا - تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا اس لیے وہ فائدہ بخش نصیحتیں بیکار گئیں اور خان جہاں اپنے بیہودہ منصوبوں کی تکمیل میں مصروف رہا - بالآخر دہر دشمن کش نے اس بدبخت کو اس کے ٹھکانے پر پہنچا دیا - در پردہ طرح طرح کے حیلوں سے

مکاری کی بساط بچھاتا رہا ۔ ہزار طرح کے نیرنگ دکھائے یہاں تک
کہ اس بد عقل کی تباہی کا منصوبہ پورا کر دکھایا ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب خان جہاں فوجِ بادشاہی سے شکست کھا کر نظام الملک سے جا ملا تو اس بدانجام نے اسے اپنی ولایت میں راستہ دے کر پناہ دی اور اس منافق کی امداد کرتا رہا ۔ حضرت کو اس حرکت سے سخت طیش آیا ۔ قہر و غضب سے فرمان قضا نشان جاری ہؤا کہ لشکر جرار تیار کیا جائے ۔ آغاز ربیع الثانی ۱۰۳۹ھ (آخر نومبر ۱۶۲۹ء) [۲۷۹] ۲۵ ماہ دی مبارک گھڑی میں تسخیر دکن کے لیے جنوب کی طرف روانہ ہوئے ۔ مؤتمن الدولہ اسلام خان کو ایک ہزار کی ترقی دے کر چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا اور آگرہ کی حفاظت اس کے سپرد کی ۔ اسلام خاں کا عہدہ بخشی گری دوم معتمد خاں کے حوالے کیا ۔ مرزا شجاع ولد شاہرخ کو نجابت خاں کا خطاب دے کر کول (علی گڑھ) کی فوجداری پرسرفراز فرمایا ۔ انتالیسویں جشن تلادان کا سرانجام کر کے کوچ درکوچ دکن کی طرف بڑھے ۔ جب لشکر شاہی خاندیس میں پہنچا تو ہجوم سپاہ کے سبب قیامت کا سا ہنگامہ برپا ہؤا ۔ فوج ظفر موج کی ہیبت سے جنوبی علاقوں میں بالخصوص دکن کی فتنہ انگیز سرزمین میں کھلبلی مچ گئی ۔ خاندیس کا صوبے دار ارادت خاں تمام ملازموں سمیت حاضر خدمت ہؤا ۔ یاقوت خاں حبشی کو ہیکل مصحف مرصع ، مرصع کنگن اور شمشیر خاصہ ، نیز پچاس ہزار روپے مرحمت ہوئے ۔ کھیلوجی کو پچاس ہزاراور مالوجی نیز اوداجی رام کو چالیس چالیس ہزار روپے انعام ملا ۔ مینا جی کو تیس ہزار روپے ، آتش خاں کو پچیس ہزار روپے کے انعام سے سرفراز فرمایا ۔

یہاں قہر و غضب کے ساتھ ، جو جہاں بانی و سلطنت کا لازمی

جزو ہیں ، حکم والا صادر ہؤا کہ دلیران جنگ آزمودہ کی تین فوجیں تین سپہ سالاروں کی ماتحتی میں دکن کی مہم پر بڑھیں ۔ پہلا سپہ سالار ارادت خاں مقرر ہؤا ، جس کے ساتھ بڑے بڑے امرا اور منصب دار یعنی جھجھار سنگھ بندیلہ ، سید شجاعت خاں بارہہ ، رضوی خاں مشہدی ، راؤ دودا ، چندراوت ، میر عبداللہ ، اکرام خاں ، شیخ زادہ نورالدین قلی اصفہانی ، احمد خاں نیازی ، سترسال کچھواہہ ، راجا دوارکا داس ، کرم سین راٹھور ، ملتفت خاں ولد ارادت خاں ، بلبھدر سنگھاوٹ ، مغول خاں ولد زین خاں ، شیام سنگھ سیسودیہ ، اہتمام خاں قدیمی ، رام چند ہاڈہ ، [۲۸۰] اودے سنگھ راٹھور[1] ، تلوک چند ولد رائے منوہر ، جگن ناتھ راٹھور ، مکند داس ، جادون رائے شریک ہوئے ۔ دکنیوں میں سے یاقوت خاں حبشی ، کھیلوجی بھونسلا ، مالوجی بھونسلا کا بھائی مینا جی ، دسوی خاں جیریہ ، فخرالملک ، پرسوجی اور بسونت رائے شامل تھے ۔ اس فوج کا شمار احدیوں اور برق اندازوں سمیت بیس ہزار سوار تھا ۔

دوسری فوج کی سرداری راجا گج سنگھ کو ملی ۔ اس میں بھی بڑے بڑے امرا اور منصب دار شامل تھے مثلاً نصیری خاں ، بہادر خاں روہیلہ ، سردار خاں ، راجا بھارت بندیلہ ، راجا بیٹھل داس گوڑ ، راجا من روپ کچھواہہ ، انی رائے ، صفدر خاں ، یوسف خاں ، جاں نثار خاں ، پرتھی راج راٹھور ، احداد خاں مہمند ، راول پوںجا ، شریف خاں قدیمی ، جہان خاں کاکڑ ، راجا بیرنرائن ، پیر خاں میانہ ، شادی خاں ازبک ، خنجر خاں ، حبیب خاں ، میر فیض‌اللہ ، رائے ہرچند ، گوکل داس سیسودیہ ، کریم داد قاقشال ،

۱- نسخۂ لاہور میں اودے سنگھ کے بجائے رائے سنگھ درج ہے ۔

جیرام ، ہرداس جھالا ، محمد شریف قدیمی ، محمد شاہ قدیمی ، حسینی قدیمی ۔ اہل دکن میں سے اوداجی رام ، بیلاجی ، شرزہ خاں شامل تھے ۔ منصب داروں کے ملازموں اور احدیوں اور برق اندازوں سمیت یہ خوش اسمہ فوج پندرہ ہزار سوار شمار میں آئی ۔

تیسری فوج کا سردار شائستہ خاں ولد آصف جاہ تھا جس کے ساتھ سپہدار خاں ، راجا جے سنگھ ، راؤ سور بھورتیہ ، فدائی خاں ، پہاڑ سنگھ بندیلہ ، اللہ ویردی خاں ، بہیم راٹھور ، مادھو سنگھ ولد راؤ رتن ، راجا روز افزوں ، مرحمت خاں ، کشن سنگھ بھدوریہ ، امام قلی ، محمد حسن ، شیرزاد ، باقر خاں نجم ثانی کا بھائی جعفر ، حیات خاں ترین اور دیگر منصب دار شریک تھے ۔ دکن والوں میں سے آتش خاں حبشی اور راوت راؤ شامل تھے ۔ یمین الدولہ آصف خاں کے تین ہزار سوار اور جگت سنگھ کے پانسو سوار ان کے علاوہ تھے ، احدیوں برق اندازوں سمیت اس فوج کا شمار بھی پندرہ ہزار سوار ٹھہرا ۔ غرض فوج کے یہ تین دریا جن کا تلاطم سمندر کے شور سے کم نہ تھا اور جن کے پھیلاؤ سے روئے زمین کی وسعت تنگ تھی ، ۱۶ اسفندار ، ۲۰ رجب ۱۰۳۹ھ (۵ مارچ ۱۶۳۰ء) [۲۸۱] دریائے تاپتی کے ساحل سے دکن کی تسخیر کے لیے فتح و نصرت کے ہم رکاب بالا گھاٹ کی طرف بڑھے ۔ ارادت خاں کو اعظم خاں کا خطاب اور تینوں فوجوں کی سپہ سالاری عطا ہوئی ۔ حکم فرمایا کہ راجا گج سنگھ اور شائستہ خاں اس کی ہدایت کے مطابق کام کریں ۔ ۲۳ اسفندار (۱۲ مارچ ۱۶۳۰ء) پیر کے روز نجومیوں کی مقرر کردہ ساعت میں یہ لشکر برہان پور میں داخل ہوا ۔ شاہ جہاں پناہ ایک خوش منظر ہاتھی پر سوار تھے ۔ اقبال رکاب میں تھا اور نصرت آگے آگے اہتمام کرتی چل رہی تھی ۔ نامی گرامی سردار دونوں طرف پیدل چلتے تھے ۔ آئین شاہی کے مطابق سواری بڑھتی تھی اور دستور کے موافق دونوں طرف

موتیوں ، روپوں ، اشرفیوں کی بکھیر ہوتی جاتی تھی ۔ دشت و در میں آب گوہر کا سیلاب سا آ گیا اور روئے زمین پر چاندی کے سکے بکھرنے سے ملمع سا ہو گیا ۔ حضرت کی تشریف آوری سے وہ خطہ ساری دنیا کی آبرو ٹھہرا ۔ برہان پور نے دارالسرور کا خطاب پایا ۔ اس دارالسلطنت کا دولت خانہ جس میں حضرت نے شاہزادگی کے زمانے میں دلفریب نسیمن تعمیر کروائے تھے ، آپ کی تشریف آوری سے رشکِ فردوس بن گیا ۔ یہاں خواجہ ابوالحسن جو خان جہاں کے تعاقب پر مامور تھا ، دریا خان اور دوسرے ملازموں سمیت بکلانہ سے آ کر حاضر خدمت ہؤا ۔

شہنشاہِ زمانہ کا تیسرا سالِ جلوس اور دیگر واقعات

خدا کا شکر کہ اس نوروز عالم افروز یعنی حضرت شاہجہاں کے تیسرے سال جلوس کے آغاز میں ، جسے دنیا کی فصل شباب کہنا چاہیے ، عنایت پروردگار سے حضرت کی شہنشاہی نے اپنی بہار دکھائی ۔ شاہ ہفت اقلیم کے لطف و احسان سے سارے جہان نے فیض پایا ۔ ۶ شعبان المعظم ۱۰۳۹ھ (۲۱ مارچ ۱۶۳۰ء) جمعرات کے دن آفتاب برج حمل میں آیا ۔ [۲۸۲] شاہ عالم پناہ بھی قصرِ شاہی سے برآمد ہو کر بارگاہِ شاہی میں جو ساری دنیا کی پناہ گاہ ہے ، جلوہ گر ہوئے ۔ فیض بخش ہاتھوں نے جو گوہر پانی میں عمان و عدن سے بڑھ کر ہیں ، دوبارہ بکھیر کر کے روئے زمین کو موتیوں سے بھر دیا ۔ نواب ممتاز محل کا سالیانہ بڑھ کر بارہ لاکھ روپے قرار پایا ۔ راؤ رتن اور وزیر خاں کی سرداری میں سات ہزار سوار منصب دار ، احدی اور برق انداز تلنگانہ کی تسخیر اور

نواحی علاقے کو تاراج کرنے پر نامزد ہوئے ۔ حکم فرمایا کہ تلنگانے کی سرحد کے قریب باسم میں کچھ عرصہ قیام کیا جائے تاکہ یک جا ہو کر تمام تلنگانے پر قبضہ کر سکیں ، اعظم خاں کی فوج میں سید مظفر خاں بارہہ ہراول مقرر ہو کر بالاگھاٹ کو روانہ ہؤا ۔ نواب ممتاز محل ، شاہزادگان والا گہر اور امرائے نامدار نے پیش کش کے بطور بیس لاکھ روپے قیمت کے نادر و نایاب تحفے نظر انور سے گزارے جو حضرت نے قبول فرمائے ۔

بتاریخ ۴ اردی بہشت مطابق [۱۰] رمضان ۱۰۳۹ھ (۲۳ اپریل ۱۶۳۰ء) حضرت ممتاز محل کے بطن سے شبستان خلافت میں ایک زہرہ جبیں شاہزادی تولد ہوئی ۔ حسن آرا بیگم نام رکھا گیا ۔ ۱۶ اردی بہشت (۱ مئی ۱۶۳۰ء) کو خواجہ ابوالحسن ولایت ناسک ترنبک فتح کرنے کے لیے نامزد ہؤا ۔ شاہنواز خاں ، ظفر خاں ، سید دلیر خاں ، خواجہ فاضل مخدوم زادہ ، کرم‌اللہ ولد علی مردان خاں ، خواجہ عبداللہ اور دیگر منصب دار ، راجپوت[۱] اور برق انداز اس کے ساتھ روانہ ہوئے ۔ حکم والا صادر ہؤا کہ جب صوبےدار گجرات شیر خاں اپنے سپاہیوں سمیت آ ملے تو برسات کے بعد بکلانہ کے زمیندار بھرجی کو ہمراہ لے کر ناسک کی طرف [۲۸۳] روانہ ہو ۔

۲۲ اردی بہشت (۱۱ مئی ۱۶۳۰ء) عبداللہ خاں فیروز جنگ کالپی سے آ کر حاضری سے سرفراز ہؤا ۔ چونکہ دکن کی فوج کے سپہ سالار اعظم خاں اور شائستہ خاں میں پورا اتحاد ممکن نہ ہو سکا لہٰذا حکم ہؤا کہ شائستہ خاں حاضر دربار ہو اور عبداللہ خاں اس فوج کا سردار ہو ۔ جلو کے ایک سو منصب داروں کو سو عدد

۱۔ نسخۂ لاہور میں راجپوتوں کی جگہ 'احدیاں' درج ہے ۔

تلواریں ، جمدھر ، ڈھالیں اور طلائی ساز و یراق مرحمت ہؤا ۔ اتنا ہی اسلحہ ان بہادر جنگ آزمودہ منصب دار مغلوں کو عنایت ہؤا جو حسب قاعدہ دو سو احدیوں کے ہمراہ سنہرے روپہلے گرز سنبھالے ہوئے دربار میں حاضر رہے اور سواری کے وقت ہم رکاب چلتے ہیں ۔ دو سو احدیوں کو دو سو تلواریں ، جمدھر ، ڈھالیں اور نقرئی ساز و یراق عطا فرمایا ۔ فرمان جاری ہؤا کہ شاہ ایران کے سفیر محمد علی کو جو ان دنوں لاہور پہنچا تھا، قیمتی خلعت عطا کیا جائے۔

انھی ایام میں فلک ناہنجار کی نیرنگ بازی سے اعظم خاں کی فوج کے چنداول[1] کو نظر بد لگی ۔ واقعہ یہ ہؤا کہ جب غنیم کی فوج مناسب گوشمالی کے بعد خوف زدہ ہو کر مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہی تو فوج ظفر موج کے ادھر ادھر فاصلے سے رہنے لگی ۔ اگر کبھی شجاعت کی ترنگ میں مقابلے پر آتی تو معرکہ پڑتے ہی حسب معمول فرار ہوجاتی ۔ اس وجہ سے لشکر اقبال اسے خاطر میں نہ لاتا اور فرط غرور سے کچھ پروا نہ کرتا تھا ۔ اتفاقاً اس روز اعظم خاں کا چنداول اس کے بیٹے ملتفت خاں اور راجپوتوں یعنی راؤ دودا ، سترسال ، راجا گردھر ، کرم سین ، بلبھدر وغیرہ پر مشتمل تھا ۔ قلب آگے جا چکا تھا اور قلب و چنداول کے درمیان دو کوس کا فاصلہ ہوگیا تھا ۔

ان بدبختوں کی فوج میں خان جہاں لودھی ، دریا خاں ، مقرب خاں اور بہلول تھے ۔ انہوں نے ایک بے سر و پا جماعت کو آگے بھیج دیا کہ موقعے کی تاک میں لگی رہے ۔ اس جماعت نے جب یہ حال دیکھا تو سبھوں کو آگاہ کر دیا ۔ غنیم کا پورا لشکر چاروں طرف سے نکا یک ایسا گھر کر آیا کہ چنداول کا راستہ روک دیا ۔ [۲۸۴]

۱- سب سے پیچھے کی فوج جو قلب کے پیچھے رہتی ہے ۔

ملازمانِ شاہی نے تعداد میں کم ہونے کے باوجود اُن بارہ ہزار پر شیروں کی طرح حملہ کیا ۔ دونوں طرف کے ناموس پرست بہادروں نے دلاوری کی داد دی ۔ فریقین کے بہت سے آدمی کام آئے اور بہت سے زخمی ہوئے ۔ مغل دلاوروں میں سے جاں سپار خاں کا بیٹا امام قلی اور شجاعت خاں عرب کا بیٹا رحمت اللہ ، کہ بڑے جاں نثار سردار تھے، اپنے سپاہیوں سمیت نمک حلالی کی راہ میں کام آئے ۔ راجپوتوں میں سے راجا مان سنگھ کا بھتیجا راؤ سترسال اپنے دو بیٹوں سمیت میدان کارزار میں (زخمی ہوکر) گرا ۔ اسی طرح کرم سین راٹھور ، بلبھدر سنگھاوٹ ، راجا گردھر نبیرۂ راجا جے مل مردانگی کی شان دکھا کر اور سینے پر زخم کھا کر معرکے میں گرے ۔

جب شاہ حق شناس نے یہ واقعہ سنا تو جاں نثار سپاہیوں کی قدردانی کے بطور اُن کے پسماندوں پر عنایت فرمائی اور ان کے بیٹوں کو اونچے منصبوں پر سرفراز کر کے راجپوتانے یعنی اُن کے وطن ہی میں جاگیریں عطا فرمائیں ۔ راجا دوارکا داس کو جو بڑی جانبازیاں دکھانے کے بعد زخمی ہو کر گرا تھا ، بڑے اعزاز اور دل جوئی کے ساتھ پانچ سو ذات ، دو سو سوار کا اضافہ عنایت کیا اور علم بخشا ۔ معرکے میں چنداول کے سردار ملتفت خاں اور راؤ دودا نے ثابت قدمی سے جی چرایا اور کوئی کارنامہ نہ دکھایا ۔

انھی دنوں خاندان مغلیہ کے دستور کے مطابق گلابی عید (ساون) کا جشن منایا گیا ، جو ہر سال ساون کی پہلی تاریخ کو شاہانہ زیب و زینت سے منعقد ہوتا ہے اور فارسی میں عیدِ ترکاں کہلاتا ہے ۔ ایران کے بادشاہ بھی قدیمی زمانے سے یہ عید مناتے آئے ہیں ۔ شاہزادگان ذی وقار اور امرائے نامدار نے جواہرات سے مرصع صراحیاں اور دوسرے ملازموں نے سنہری رپہلی میناکار صراحیاں گلاب سے لبالب بھری ہوئی نذر کیں ۔ خان زماں اور

اس کا بھائی لہراسپ آگرے سے تیس لاکھ روپے لے کر پہنچے - خواجہ ابوالحسن کی فوج میں تعینات کیے گئے - مکرمت خاں کو بالا گھاٹ میں متعین کیا تاکہ لشکر شاہی کی کیفیت اور حالت معلوم ہو - امرائے عظام کے لیے چالیس عدد بارانی خلعتیں اس کے ہاتھ ارسال کیں - [۲۸۵]

ان دنوں ایک اچھا واقعہ یہ پیش آیا کہ نظام الملک کے حکم سے جادون رائے کو قتل کر دیا گیا - بداعمالی اور کافر نعمتی کا نتیجہ ہمیشہ ادبار و زوال ہی ہوتا ہے - جادون رائے اوراس کے بیٹوں ، پوتوں اور رشتہ داروں وغیرہ سب کا منصب مل کر چوبیس ہزاری ذات ، پندرہ ہزار سوار ہوتا تھا - اس سلطنت میں سرفراز تھے اور اس کا محال ان کی جاگیر میں تھا - کفران نعمت کر کے اس دولت جاوید سے منہ موڑ کر نظام الملک سے جا ملا - منتقم حقیقی نے اس ناشکری کا بدلہ نظام الملک ہی کے ہاتھ سے دلوایا ، جس نے اس بدکردار اور اس کے بیٹوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا - تفصیل یہ ہے کہ جب یہ بدانجام اپنی اولاد سمیت لشکر شاہی سے کٹ کر نظام الملک سے جا ملا تو وہاں حق ناشناسی اور کفران نعمت کا بار بار ارتکاب کیا - نظام الملک نے کوتاہ اندیشی کے باوجود دور اندیشی سے کام لیا اور چاہا کہ اسے قید خانے ، میں جو نادانوں کی تادیب گاہ ہے ، قید کر دیا جائے - اس مقصد کے لیے اپنے چند معتمد محرموں کو یہ ارادہ بتا کر سمجھا دیا کہ جس وقت جادون رائے حاضر ہو ، تو کر اسے گرفتار کر لیں - اس کے بعد کسی کو بھیج کر اسے بلوایا - وہ اس انتظام سے بالکل بے خبر تھا - بیٹوں سمیت اس محفل میں آ گیا - ان لوگوں نے اس کی مشکیں کسنا چاہیں - انھوں نے تلواریں کھینچ کر خوب مقابلہ کیا ، لیکن قضائے الٰہی سے بچنا ممکن نہ ہوا - آخر کار نظام الملک کے آدمیوں میں گھر کر دو جاں نثار بیٹوں اچلا اور راگھو نیز اپنے پوتے بسونت راؤ سمیت ،

جو اس کا جانشین نامزد ہوچکا تھا ، مارا گیا ۔ اس طرح وہ ذلیل جو ہر مذہب کے بموجب [۲۸۶] واجب القتل تھا ، اپنے کیے کی سزا کو پہنچا ۔

جادون رائے کی بیوی کرجائی[1] ، جو مختار کار تھی، اپنے بھائی جگدیو اور تمام اولاد ، اعزہ و اقربا سمیت فرار کر کے اپنے وطن قلعہ سندھکر[2] میں ، جو جالنا پور کے قریب ہے ، قلعہ بند ہو بیٹھی ۔ نظام الملک کا ان پر قابو نہ چلا ۔ اُن کی دلجوئی اور تالیف قلب کر کے چاہا کہ عہد و پیمان کر کے انہیں رام کر لے ۔ چونکہ اس عہد شکن کا قول و قرار قابل اعتماد نہ تھا لہٰذا رانی اور اس کے متعلقین نے درگاہ والا کا رخ کیا ۔ حضرت نے عفو و کرم سے کام لے کر ان سبھوں کے نامناسب افعال سے درگزر فرمائی ۔ اعظم خاں کے نام فرمان صادر کیا ۔ اس نے یاقوت خان ، اوداجی رام ، کھیلوجی اور تمام دکنی سرداروں کو حکم دیا کہ لشکر کے آخری سرے تک جا کر اُن کا استقبال کریں ۔ حضرت کے حسب الحکم جگدیو راؤ کو چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار کا منصب اور خلعت ، خنجر مرصع ، علم ، نقارہ ، ہاتھی ، گھوڑا عطا ہوئے ۔ جادون رائے کے پوتے تلنگ راؤ کو تین ہزاری ذات ، پانچ سو سوار کا منصب اور خلعت ، خنجر مرصع اور ہاتھی گھوڑا عنایت فرمائے ۔ سبھوں کو مدد خرچ کے بطور ایک لاکھ تیس ہزار روپے ملے ۔ جادون رائے کی زمینداری کا علاقہ بھی انہیں عطا ہوا ۔

۱۔ منتخب اللباب ، حصہ اول ، ص ۴۲۷ پر گرجائی نام درج ہے ۔

۲۔ منتخب اللباب ، حصہ اول ، ص ۴۲۸ پر سند کھیر نام درج ہے ۔

انھی دنوں حضرت نے 'بادر' کے طریقے سے شیروں کا شکار کیا ۔ بادر ایک خاص قسم کا نہایت مضبوط جال ہے جو جنگلی جانوروں اور درندوں کے شکار کے لیے لگاتے ہیں ۔ لمبائی دس ہزار گز بادشاہی ہوتی ہے اور اونچائی چھ گز ۔ اس کو مضبوط ستونوں کے سہارے کھڑا کر کے درندوں اور وحشی جانوروں کو گھیر لیتے ہیں ۔ پھر اس گھیرے کا دائرہ چاروں طرف سے تنگ کرتے کرتے ایک حد پر قائم کر کے شکار شروع کرتے ہیں ۔ اللہ ویردی خان نے عرض کیا تھا کہ شکارگاہ میں چند قوی ہیکل شیر نظر آئے ہیں ، جنھیں قراول کئی روز سے نظروں میں رکھے ہوئے ہیں ۔ چونکہ حضرت کی طبیعت شیر کے شکار کی بے حد شائق ہے فی الفور حکم دیا کہ شیروں کو 'بادر' میں گھیر لو اور نرمی کے ساتھ باغِ زین آباد کے قریب تک لے آؤ ۔ جب یہ کام ہو گیا تو حضرت ہاتھی پر سوار ہو کر شکارگاہ میں تشریف لائے اور بندوقِ خاصہ سے دس شیر شکار کیے ۔ شیروں کے چار بچے تھے ۔ گرز برداروں نے ، جن کے گرز سے کوہِ قاف اور سدِ سکندری میں ہزاروں شگاف پڑ جاتے ہیں ، ان کو ہاتھوں سے مار مار کر زندہ پکڑ لیا ۔

کمال الدین روہیلے کی فتنہ انگیزی سے تیراہ اور بنگش کے پٹھانوں کی بغاوت اور اس کا دولت خواہوں کی تلواروں سے فرو ہونا

ادبار اور بدبختی کا قاعدہ ہے کہ جس بدنصیب کے سر پر [۲۸۷]

چھاجائیں اسے تباہ کر کے دم لیتے ہیں - کتنی ہی تدبیریں کی جائیں ، تیرہ بختی اور بد نصیبی کا غبار صاف نہیں ہوسکتا - اگر تمام دنیا والے مل کر ایسے ادبار کے مارے کی مدد کرنا چاہیں ، تب بھی اس برگشتہ بخت کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا - خان جہان لودھی پر جب ادبار چھایا تو بالآخر تباہ کر کے چھوڑا - بہتری کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن زوال کی دلدل میں پھنستا چلا گیا - ان دنوں اس نے دیکھا کہ خاقان دہر کا لشکر چاروں طرف سے اس کو گھیر چکا ہے - دلدل میں پھنسے ہوئے گدھے اور بھنور کے تنکے کی طرح بہت زور لگایا لیکن نکلنے کی راہ نہ پائی - بالآخر یہ سوچا کہ نامہ و پیغام کے ذریعے سرحد کے بیہودہ پٹھانوں کو بھڑکا کر بغاوت کرا دے تاکہ فوج شاہی بلکہ حضرت جہان پناہی کو ادھر متوجہ ہونا پڑے - یہ نہ سمجھا کہ لشکر شاہی کے سامنے چند کیڑے مکوڑوں کی کیا حیثیت ہے اور ان سے حضرت کے خادموں کے دامن عزت پر کس طرح غبار پڑ سکتا ہے - پہاڑ کو نسیم کے جھونکے سے اور سمندر کو موج کی جنبش سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے -

[۲۸۸] المختصر خان جہاں نے کمال الدین ولد رکن الدین روہیلہ کو جو حضرت جنت مکانی جہانگیر کے زمانے میں چار ہزاری منصب اور شیر خاں کے خطاب سے سرفراز تھا ، ابلہ فریب خط لکھا جس میں ہزاروں ترغیبیں درج تھیں - وہ احمق اسے پڑھتے ہی آپے سے باہر ہوگیا - اس پاس کے پٹھانوں کو جمع کر کے فتنہ و فساد برپا کرنے لگا - سعید خاں اس وقت کوہاٹ میں مقیم تھا - لشکر خاں کے ایک ملازم داؤد کی ، نیز شمسیر خاں کی تحریر سے اسے اطلاع ملی کہ ناقص فطرت کمال الدین نے ، جس کے سر میں ہوا و ہوس بھری ہوئی تھی اور پٹھانوں کی حکومت کے خواب دیکھا کرتا تھا ، اٹک سے کابل تک کے پٹھانوں کو بھڑکا دیا ہے اور خود

پشاور سے بغاوت کا جھنڈا بلند کرنا چاہتا ہے - یہ خبر پا کر [سعید خاں] ذوالقدر خاں اور علی خاں بیگ بخشی۔ کوہاٹ کو شادمان پکھلی وال اور خضر گکھڑ نیز چند احدیوں اور ملازموں کے ساتھ کوہاٹ کی نگہبانی پر مقرر کر کے ڈیڑھ پہر میں پشاور پہنچا - شاہی دولت خواہوں کی صلاح سے کمال الدین کو نصیحت نامہ لکھ کر نشیب و فراز سمجھایا - اول اول بظاہر تو اطاعت کا اقرار کیا لیکن در پردہ مخالف بلکہ لڑائی کی تیاری کرتا رہا - مکار زبان آور آدمیوں کو قبائلی سرداروں بالخصوص عبدالقادر ولد احداد ، کریمداد کور پسر جلالہ اور محمد زماں ولد پیرداد کے پاس بھیج کر سرکشی کی دعوت دی - یہ لوگ بنو نغر[1] ، نبراہ ، بنگش بالا ، بنگش پائین کے پٹھانوں نیز تمام خٹک ، چاوجی اور توری قبیلوں کو جمع کر کے پشاور سے سات کوس دور موضع یولم گزر میں کمال الدین سے مل گئے - وہ بھی اس وقت تک پشاور کے نواحی پٹھانوں اور اشغر ، محمد زئی ، کلکیانی ، خلیل ، مہمند ، داؤد زئی ، نسر کلانی وغیرہ آوارہ گرد قبائل کو جمع کر چکا تھا - ادبار سر پر سوار تھا ہی - یکم مرداد منگل کے روز یہ سب گمراہ بغاوت کر کے پشاور پہنچے اور اس سیاہ قلب فوج نے پشاور کو گھیر لیا -

سعید خاں اور بعض ملازمان شاہی مثلاً شمسیر خاں ، [۲۸۹] شکراللہ ولد لشکر خاں ، دلاور خاں کاکڑ کے بیٹے جمال اور جلال اور سید مکھن وغیرہ نے چاہا کہ محصور ہو کر بیٹھنے کے بجائے

۱- ممکن ہے اس زمانے میں موجودہ بنوں کو بنون غر کہتے ہوں - بادشاہ نامہ حصہ اول ، جلد اول ، ص ۳۱۴ پر اس جگہ کا نام ونتوونغر درج ہے -

باہر نکل کر مقابلہ کریں ۔ لیکن دوراندیشی و احتیاط سے قطع نظر کرنا مصلحت کے خلاف تھا لہٰذا احتیاطاً یہ فیصلہ کیا کہ کچھ عرصہ قلعہ بند ہو کر مدافعت کرتے رہیں ۔ جب قلعے کی مرمت کر کے مطمئن ہو جائیں تو یکبارگی حملہ کر کے ان آوارہ گرد بدبختوں کو تلوار کے گھاٹ اتاریں ۔ سعید خاں نے جا بجا حفاظت کے لیے جنگ آزمودہ سپاہی مقرر کر دیے تا کہ پھاٹکوں کی نگاہ داشت کریں ۔ خود بیٹوں سمیت ایک دم آرام لیے بغیر بڑی کوشش سے حفاظت اور نگہبانی میں مصروف رہا ۔ محاصرے کے دنوں میں بدعقل پٹھان جب کبھی شجاعت کی ترنگ میں ہلہ کرنے ، شاہی بہادر توپ تفنگ کی مار سے ان کے دھوئیں اڑا دیتے ۔ بعض بہادر مورچوں کی حفاظت بندوقچیوں کے حوالے کر کے باہر نکل آتے اور ان منافقوں کو تلواروں سے ، جن میں دعائے سیفی کی تاثیر تھی ، فی النار کرتے ۔ اقبالِ شاہجہانی کی برکت سے جو حزب البحر اور حرز یمانی کا کام کرتا ہے ، ان باغیوں کو شکست دے کر صحیح سالم مال غنیمت لے کر واپس آتے ۔ اس عرصے میں ان بغاوت شعار آوارہ گردوں نے تختوں کی آڑ بنا کر قلعے پر دھاوا کیا ۔ سعید خاں تائید ایزدی پر بھروسا کر کے اقبال بادشاہی کی برکت سے مورچوں کو توپخانے والوں کے سپرد کر کے اپنے جنگ آزمودہ دلاوروں سمیت قلعے سے نکلا اور ان بدبخت بے دینوں پر بجلی کی طرح جا پڑا ۔ امداد الٰہی کی بدولت تھوڑی سی جانفشانی سے ان پر غلبہ پا کر بہت سوں کو قتل کیا ۔ باقی آدمی اپنے نصیبے کی طرح پلٹ کر فرار ہو گئے ۔

سعید خاں نے ان کا تعاقب مناسب نہ سمجھا کیونکہ باغی لشکر کا بہت سا حصہ شہر کے نواحی علاقے میں پڑا ہوا تھا اور انھیں اپنے ساتھیوں کی شکست کی اطلاع نہ ملی تھی ۔ لہٰذا ملازمانِ سرکار نے ان پر حملہ کر کے بے شمار لوگوں کو ہلاک کیا ، [۲۹۰]

باقی فرار ہوگئے ۔ بہت سے باغی تلوار کی آنچ سے بچنے کے لیے مضبوط مکانوں میں گھس گئے تھے ۔ انھیں مکانوں میں آگ لگا کر بھونک دیا ۔ جب ادھر سے اطمینان ہوگیا تو شکست خوردہ لشکر کے تعاقب میں نکلے ۔ چھ کوس تک پیچھا کر کے بےشمار آدمی قتل کیے اور فتح و ظفر کے ساتھ واپس آئے ۔ سارا واقعہ فتح نامے میں لکھ کر درگاہِ شاہی کو اطلاع دی ۔ حق شناس بادشاہ نے سعدد خاں کو غائبانہ اپنی عنایت سے سرفراز کر کے خلعتِ فاخرہ اور شمشیر خاصہ عطا کیں ۔ منصب میں ہزار ذات ، پان سو سوار کا اضافہ کر کے چار ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار کا عہدہ عطا کیا ۔

اطلاع ملی کہ احمد نگر کے قلعہ دار دیانت خاں دشت بیاضی نے صحرائے عدم کا راستہ لیا ۔ حضرت نے جاں نثار خاں کو ترقی دے کر ڈھائی ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب ، خلعت ، نقارہ اور چالیس ہزار روپے بطور انعام عطا فرما کر اس خدمت پر رخصت کیا ۔ سید نظام ولد سید صدر جہاں کو مرتضیٰ خاں کا خطاب ملا ۔ عنایت شاہی کی بدولت اس کی حالت ٹھیک ہوگئی ۔ عرضِ معلیٰ ہؤا کہ نظام الملک کا ایک سردار نانا راؤ جی[1] ، شیخ صوفی ، سادات خاں اور شرزہ خاں سمیت دکن سے آ کر خان دوراں سے ملا ۔ حضرت نے خان دوراں کی تجویز کے مطابق اول الذکر کو تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا اور باقی کو ہزار ذات ، پان سو سوار کا منصب عطا کر کے تلنگانے کے فتح شدہ علاقے میں جاگیریں عطا کر دیں ۔ حکیم صادق توران کی سفارت سے واپس آ کر سعادت حضوری سے فیض یاب ہؤا ۔ اعظم خاں کی فوج کے ہراول سید

۱۔ بادشاہ نامہ حصہ اول ، جلد اول ، ص ۳۱۵ پر یہ نام 'نادجی' درج ہے ۔ نسخۂ لاہور میں 'تلوجی' لکھا ہے ۔

مظفر خاں بارہہ کی ناف پر ورم آ گیا تھا جس سے وہ کام کے قابل نہ رہا ۔ حسب الحکم واپس آ گیا ۔ اس کی جگہ راجا جے سنگھ مقرر ہوا ۔

انھی دنوں لشکر شاہی نے ناسک کی حدود میں غنیم پر فتح پائی ۔ [۲۹۱] تفصیل یہ ہے کہ برسات بعد خواجہ ابوالحسن ، خان زماں وغیرہ کے ہمراہ مہم پر بڑھا ۔ فوج کے تین حصے کر کے خان زماں ، شیر خاں اور ظفر حان کو ان پر سردار مقرر کیا ۔ یہ انتظام کیا کہ منزل مقصود پر پہنچنے تک یہ فوجیں باری باری ہراولی اور چنداولی کے فرائض انجام دیں ۔ نظام الملک کے گماشتوں نے اس علاقے کے باشندوں کو نکال کر دشوار گزار جنگلوں اور پہاڑوں میں بھیج دیا تھا ۔ فوج کے راستے میں بلکہ دور دراز علاقوں تک آبادی کا نام و نشان نہ تھا ۔ رسد کا سلسلہ قائم نہ تھا ۔ فوج کی کثرت ، اردو[1] کے ہجوم اور غلے کی کم یابی بلکہ نایابی کے ہاتھوں یہ عالم ہوا کہ اس علاقے میں قیام کرنا ناممکن نظر آنے لگا ۔ خواجہ ابوالحسن کے ایما سے فوج نے ہر طرف ترکتاز کی اور لوٹ مار سے بہت سا غلہ جمع کر لیا ۔ خوراک کی کمی اور گرانی کچھ کم ہوئی ۔ اسی اثنا میں خبر آئی کہ نظام الملک نے محلدار خاں اور عمر افغاں کی ماتحتی میں سواروں اور پیادوں کا لشکر بھیجا ہے ۔ حکم دیا ہے کہ دور سے فوج شاہی کا گھیراؤ کر کے راتوں کو بان[2] ماریں اور دن کو جنگ کریں ۔ خان زماں اور ظفر خاں

۱- وہ آدمی جو سپاہیوں اور سرداروں کی خدمت ، رسد ، کھانے پکانے اور باربرداری وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں ۔ آج کل اسی کو آرمی سروس کور کہتے ہیں ۔

۲- چھوٹی توپ ۔

راتوں رات دھاوا مار کر صبح ہوتے قضائے آسمانی کی طرح ان کے سر پر جا پہنچے ۔ بے شمار آدمی قتل کر کے تھوڑے سے قید کیے اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر کے لدے پھندے مظفر و منصور واپس آئے ۔

لشکرِ دکن کی سپہ سالاری کا وزیرِ اعظم آصف خاں کے سپرد کیا جانا اور خان موصوف کا پہلی بار بالا گھاٹ روانہ ہونا

دکن کے لشکر کی سپہ سالاری اعظم خاں کو ملی تھی لیکن اس کی اپنے ماتحت سرداروں سے ، جو اس کے ہم رتبہ تھے ، نہ بنی ۔ یہ سردار ، جو لشکر کے اعضائے رئیسہ تھے ، اس کی پوری اطاعت نہ کرتے تھے ۔ بالآخر اس نے بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چھوڑ دیا جو سرداری کی ضروری صفت ہے ۔ [۲۹۲] چنانچہ جیسا کہ بیان ہوا ، شائستہ خاں کی اس کے ساتھ اچھی طرح نہ نبھ سکی ۔ اس قسم کی خبریں بار بار درگاہ والا میں پہنچیں ۔ حضرت نے مصلحت وقت کے تقاضے سے مناسب سمجھا کہ لشکر کی سپہ سالاری کسی ایسے عالیجاہ سردار کے حوالے کی جائے جو ماتحتوں کو دبا کر رکھ سکے اور بیم و امید کے مرحلے میں رکھ کر کام نکال سکے ۔ کسی کو اس کی ہمسری کا خیال نہ آئے اور اس کی صوابدید یا تدبیر کی پیروی سے انحراف کی ہمت نہ ہو ۔ لہٰذا تمام لشکر دکن کی سپہ سالاری پر یمین الدولہ آصف خاں کو نامزد کیا ۔ رخصت کرتے

وقت خلعت فاخرہ مع زردوز چار قب ، خنجر و شمشیر مرصع ، مرصع زین کے دو عربی اور عراقی گھوڑے اور نقرئی عماری کا فیل خاصہ عطا فرمائے ۔ خان والا شان کے بیٹے شائستہ خاں کو جیغہ مرصع ، گھوڑا اور خلعت عطا فرمائے ۔ اللہ ویردی خاں کو فوج کا بخشی بنا کر اور خلعت و اسپ عنایت کر کے رخصت کیا ۔

دکن میں عبداللہ خاں کو بھی مظفر خاں والی بیماری (ورم ناف) لاحق ہوگئی تھی ۔ حسب الحکم واپس آیا اور حکم جگ جیون کے علاج سے تندرست ہؤا ۔ نظام الملک کا ایک سردار بولاجی کولی لشکر شاہی میں آ ملا ۔ نصیری خاں کی التماس کے بموجب تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب پایا ۔ ۱۴ آبان ، ۳۰ ربیع الاول ۱۰۴۰ھ (۹ نومبر ۱۶۳۰ء) حضرت کی عمر کا اکتالیسواں سال شروع ہؤا ۔ قمری جشن تلادان منعقد ہؤا ۔ ایسی بہشت منظر انجمن آراستہ ہوئی کہ حشم روزگار نے اس کی نظیر نہ دیکھی ہوگی ۔ عیش و طرب اور داد و دہش کا دروازہ کھلا جس سے محتاجوں اور مسکینوں کی ناداری بالکل دور ہوگئی ۔

ان دنوں اعظم خاں کی فوج ظفر موج نے خان جہاں لودھی پر حملہ کر کے اس بدبخت کو شکست دی ۔ تفصیل یہ ہے کہ برسات گزرتے ہی شاہی لشکر بڑے کر و فر کے ساتھ کارزار پر مستعد ہوگیا ۔ اسی زمانے میں آصف خاں سپہ سالار نے اعظم خاں کو ہدایات بھیجیں ۔ [۲۹۳] لہٰذا دریائے لشکر ، جس کا تلاطم بحر قلزم کا نمونہ ہے ، جوش مار کر نظام الملک بے نظام اور خان جہان تیرہ انجام کی طرف بڑھا ۔ پچاس ہزار سواروں کی حرکت سے سرزمین دکن پر بلکہ روئے زمین پر قیامت کا سا ہنگامہ برپا ہوگیا ۔ بہلول ، مقرب خاں اور تمام ملازمان نظام الملک جنھوں نے برسات جالناپور میں گزاری

تھی ، لشکر شاہی کا دبدبہ سن کر حواس باختہ پاتھری[1] کی طرف فرار ہوئے ۔ اعظم خاں نے اسی جوش و خروش میں خان جہاں پر دھاوا کیا جو بیر[2] کے نواح میں برسات گزار کر سرداروں کے جمع ہونے کا انتظار کر رہا تھا ۔ صف شکن خاں کو لکھا کہ اپنے سپاہیوں کو لے کر قلعے سے نکلو اور لشکر شاہی کے پہنچنے تک خان جہاں کو ذرا الجھائے رکھو ۔

ایک روز خان جہاں موضع راجوری میں سوداگروں سے چھینا ہؤا مال پٹھانوں میں بانٹ رہا تھا ۔ اعظم خاں نے لشکر کی بہیر (اردو) کو راجوری سے جوبیس کوس دور موضع مجھلی گاؤں میں چھوڑا ۔ یاقوت خاں ، مالوجی ، اکرام خاں ، میر عبداللہ اور رعایت خاں کو اس کا مہتمم بنا کر ہدایت کی کہ ہمارے پیچھے آہستہ آہستہ چلے آنا ۔ خود تمام سرداروں یعنی سپہدار خاں ، راجا جھجھار سنگھ ، بہادر خاں ، راؤ سور ، سرفراز خاں ، خواص خاں ، جاں نثار خاں ، راجا بیٹھل داس ، راجا پہاڑ سنگھ ، انوپ سنگھ ، رانا کرن کے بھائی ارجن ، مرحمت خاں ، چندر من بندیلہ ، اہتمام خاں ، کھیلو جی ، اوداجی رام ، جگدیو راؤ اور تمام دکنی امرا نیز تازہ دم گھوڑے والے احدیوں اور منصب داروں کو ساتھ لے کر ایک پہر رات گزرے خان جہاں کی طرف روانہ ہؤا اور صبح دم اسے جا گھیرا ۔ صف شکن خاں پہلے ہی اعظم خاں کی ہدایت کے بموجب غنیم سے ایک کوس کے فاصلے پر اپنی فوج لے کر مستعد کھڑا تھا ۔ غنیم کی فوج موضع بیر سے جار کوس دور دامن کوہ میں پڑی تھی ۔ اس ذلیل (خان جہاں) کا بیٹا عزیز صف شکن خاں

۱۔ یہ مقام دریائے پورنا اور گوداوری کے دوآبے میں واقع ہے ۔
۲۔ یہ جگہ احمد نگر سے چالیس کوس شمال مشرق میں ہے ۔

کے مقابلے کو بڑھا ۔ اتنے میں اعظم خاں بھی دھاوا مارتا وہاں آ پہنچا ۔ لشکر شاہی کے آتے ہی عزیز بدحواس ہو کر بھاگا بھاگا باپ کے پاس پہنچا اور بتایا کہ پہلے جو فوج آئی تھی وہ صف شکن خاں کی تھی ۔ اب شاہی لشکر یلغار کر کے آ پہنچا ہے ۔

بدبخت خاں جہاں صاف سمجھ گیا کہ لشکر شاہی نے بڑا بیچ مارا ہے ۔ شکست بلکہ تباہی کی صورت صاف نظر آئی ۔ دل سے دھواں سا اٹھا ۔ مجبوراً تڑک کر گھوڑے پر سوار ہؤا ۔ [۲۹۴] اور ان ہزارہا شعلوں (شاہی دلاوروں) کے مقابلے پر آیا ۔ حملہ کر کے ہنگامۂ کارزار شروع کیا ۔ لشکر شاہی کی فوجیں یکے بعد دیگرے اس پر جھکیں ۔ پہلے تو ہراول کے سردار راجا جے سنگھ نے راجا بیٹھل داس ، انی رائے اور دوسرے راجپوتوں کے ساتھ اس پر حملہ کیا ۔ پھر میمنہ کا سردار سپہدار خاں ٹوٹ کر آ پڑا ۔ سپہدار خاں کے ساتھ دریا کا بیٹا بہادر خاں بھی تھا جو اپنے منافق باپ کے برعکس خلوص و وفا اور اخلاص و صفا کا پیکر تھا ۔ ان کے پیچھے خواص خاں ، سردار خاں ، احدیوں کا بخشی مرحمت خاں ، توپخانے کا داروغہ اہتمام خاں اور تمام برق انداز اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے بدنیت رفیقوں کو شکست فاش دے کر بھگا دیا ۔ وہ اپنا تمام مال و اسباب ، نیز سوداگروں کا سامان جسے آپس میں تقسیم کر رہے تھے ، چھوڑ کر پہاڑ کی طرف بھاگے ۔ اس وقت اکثر امرا کے سپاہی اور احدی مال لوٹنے میں ایسے مصروف ہوئے کہ لشکر کی ترتیب ٹوٹ گئی ۔ صرف وہی تھوڑے سے مسلمان اور راجپوت معرکے میں موجود رہے جو نام اور ناموس کے پرستار تھے ۔ صاف ظاہر تھا کہ لشکر کے دوبارہ صف آرا ہونے تک غنیم کی شکست خوردہ فوج موقع پا کر بھاگ نکلے گی ۔

مجبوراً امرائے نامدار اسی حالت میں تھوڑے سے آدمیوں سمیت

اقبال بادشاہی پر بھروسا کر کے پٹھانوں کے تعاقب میں پہاڑ کی طرف چلے ۔ جب خان جہان نے دیکھا کہ بادشاہی دلاور قضائے آسمانی کی طرح نشیب و فراز کو یکساں سمجھتے چڑھے چلے آ رہے ہیں اور باقی شاہی بہادر بھی کوہستانی سیلاب کی طرح اُن کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تو بدحواس ہوگیا ۔ [۲۹۵] لشکر شاہی کے سرفروش ایسے جانباز تھے کہ پہاڑ بھی ان کے سامنے سے ٹل جاتا تھا ۔ خان جہان کیا مقابلہ کرتا ۔ بدحواسی کے عالم میں اپنے باقی ماندہ اہل حرم کو ہاتھی کی عماری میں بٹھا کر شیو گاؤں کے راستے چلتا گیا ۔ بہادر نامی بھتیجے کو جو پہلے دربارِ شاہی میں چار ہزاری ذات ، ہزار سوار کے منصب پر سرفراز تھا اور جس کی بہادری پر اُسے پورا بھروسہ تھا ، بہادر خاں اور دوسرے شاہی دلاوروں کے مقابلے پر متعین کیا ۔ بہادر خاں کے ساتھ مٹھی بھر رفیق تھے ۔ وہی گھوڑوں سے اتر کر لڑائی میں مشغول ہوئے ۔ تعداد کی کمی کے باوجود ان دلاوروں نے بہت سے دشمنوں کو جہنم رسید کیا ۔ بہادری کے وہ کارنامے دکھائے کہ رستم و اسفند یار کی روحیں شاد ہوگئیں ۔ بادشاہ نامہ میں شاہنامے کی طرح ان سرفروشوں کے واقعات زندۂ جاوید رہیں گے ۔

اس معرکے میں بہادر خاں روہیلہ نے شجاعت ذاتی کی بدولت پہاڑ کی طرح جم کر بڑی تیغ زنی کی ۔ بہت سوں کو ہلاک کیا اور کتنوں کو زخمی کر کے گرایا ۔ خود بھی ایک تیر چہرے پر اور ایک پہلو میں کھا کر سرخرو ہؤا ۔ نرہرداس جھالا بھی چلتی تلوار بن کر ایسا لڑا کہ کئی دشمنوں کو ہلاک کر کے بہت سے راجپوتوں سمیت قربان ہوگیا ۔ سپہدار خاں ، خواص خاں اور مرحمت خاں نے میدانِ کارزار کو تنگ پا کر ایک سنگین دیوار کی آڑ لی جو پہاڑ کی بلندی پر واقع تھی ۔ اس کی آڑ سے تیر اندازی کرتے رہے ۔ میمنہ کی فوج کے پہاڑ

سنگھ بندیلہ نے بہادر خاں کے پاس پہنچ کر خوب معرکہ آرائی کی۔ راجا جے سنگھ ، راجا بیٹھل داس اور نواب انوپ سنگھ دوسری طرف سے پہاڑ پر آئے تھے ۔ یہ لوگ عین موقع پر رفیقوں کی مدد کے لیے پہنچے ۔ اعظم آندھی کی طرح دامن کوہ میں پہنچا ۔ ملتفت خاں ، راؤ سور بھورتیہ اور چندرمن بندیلہ وغیرہ بہادروں کو بڑی تاکید سے پہاڑ پر لے چڑھا ۔ دلجوئی و دلداری کر کے حوصلہ افزائی کی ۔ [۲۹۶] اب یہ تمام دلاور مردانگی و شجاعت کی داد دیتے ہوئے لڑائی میں مشغول ہوگئے ۔ غنیم بھی جان سے ہاتھ دھو کر ان سے چھری کٹاری ہوگیا اور کاری زخم کھانے لگا ۔

چونکہ ہر حال میں تائید ایزدی حضرت شاہجہاں کے ہواخواہوں کا ساتھ دیتی ہے اس لیے شاہی دلاوروں کے پے در پے پہنچنے سے بہادر خاں کا جی چھوٹ گیا ۔ گھبرا کر بھاگا ۔ خان جہاں کو اس بھتیجے کا سہارا سب سے زیادہ تھا ۔ جب وہی بھاگ نکلا تو بے سردار کی فوج کیا خاک ٹھہرتی ۔ سب منہ موڑ کر دامن کوہ کی طرف بھاگے ۔ شاہی لشکر قضائے آسمانی کی مانند ان کے پیچھے چلا ۔ تیرانداز تیروں سے ان کے طائر روح کا شکار کرتے گئے ۔ حسن اتفاق سے تیر ٹھیک نشانوں پر پڑتے رہے ۔ برق اندازوں نے بندوقوں کو فتیلے دکھا دکھا کر ایسے فیر کیے کہ مخالفوں کا خرمن حیات پھونک دیا ۔ اسی مارا مار میں ایک گولی بہادر خاں کے لگی ۔ وہ گرا ۔ ادھر سے پہاڑ سنگھ کا ایک راجپوت سپاہی پرس رام موت کا فرشتہ بن کر اس کے سر پر جا پہنچا ۔ وہ نیم بسمل تو تھا ہی ، مرتے مرتے جمدھر کا ایک ہاتھ پرس رام کی ران پر رسید کیا لیکن زخم کاری نہ لگا ۔ پرس رام نے پورا زور لگا کر اس کے گلے پر ایسا جمدھر مارا کہ کام تمام ہوگیا ۔ سر کاٹ کر اس بد نصیب کے ہتھیار ، گھوڑا اور مہر کی انگوٹھی قتل کے ثبوت کے بطور اعظم خاں کے پاس لے آیا ۔ خان مذکور نے باقی تمام چیزیں پرس رام

کو دے دیں - البتہ اس بدانجام کی انگوٹھی نشانی کے بطور درگاہ والا میں روانہ کر دی - شر سے بھرے ہوئے سر کو قلعہ بیر کے دروازے پر لٹکوا دیا - شاہی جانباز تین کوس تک ان بدبختوں کا پیچھا دابے چلے گئے - راستے میں بہت سوں کو جہنم کی راہ دکھائی -

اب اعظم خاں نے تعاقب ترک کیا - شاہی لشکر پہر بھر رات گزرے روانہ ہوا تھا - ساری رات کا دھاوا ، دن بھر کی معرکہ آرائی ، اس تمام وقت میں تیس کوس سے زیادہ سفر طے کیا اور لگاتار جھڑپوں میں مصروف رہے - [۲۹۷] غرض اعظم خاں نے مناسب سمجھا کہ میدان شجاعت کے ان شیروں کو ، نیز ان کے گھوڑوں کو (جن کے سموں میں ہلال کو نعل بنا کر اور ستاروں کو میخ بنا کر لگا دیا جائے تو بجا ہے) اتنا آرام دیا جائے کہ آسودہ ہوجائیں - ممکن ہے اتنے عرصے میں باقی لشکر بھی آ پہنچے - خان جہاں کے حق میں اتنا توقف نہایت غنیمت ہوا - مضمحل ہوچکا تھا لیکن اپنی سکت کے موافق تگ و دو کرکے تھکے ہوئے گھوڑوں کو دوڑاتا باد صرصر کی طرح اس مخمصے سے جان بچا لے گیا - اعظم خاں نے فی الفور درویش محمد دکنی کو جگدیو راؤ کے کچھ آدمیوں اور شاہی ملازموں کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے تعاقب میں بھیجا - گھوڑوں کے تھکے ہونے کے باوجود خود بھی شاہی سپاہیوں کو ساتھ لیے ان کے پیچھے چلا - اس تعاقب میں بھی تین سو شیطان خصلت پٹھان اور ان کے اکثر اہل و عیال گرفتار ہوئے - خان جہاں نابکار کے جتنے جاں نثار باقی تھے وہ سامان اور کوتل گھوڑے جابجا چھوڑتے بیک بینی و دو گوش نکل گئے - زخمی ساتھی پڑے رہ گئے - خان جہاں تھوڑے سے رفیقوں سمیت اپنی آدھی جان لے کر نکل گیا - عورتیں جو ہاتھی پر سوار تھیں انہیں مجبوراً عماری سے اتار کر گھوڑوں پر سوار کیا اور دکن کے پہاڑوں میں سر چھپایا - وہ تمام عزت اور شوکت و حشمت محض

ناشکری و حق ناشناسی کے ہاتھوں برباد کر کے خواری و رسوائی سے دوچار ہؤا ۔

درویش محمد نے وہ ہاتھی مع عماری اعظم خاں کے پاس بھیج دیا ۔ شام تک فوج لیے شامت اعمال کی طرح ان بدنصیبوں کا پیچھا کرتا رہا ۔ جب رات کی سیاہی چھا گئی تو ان تیرہ بختوں کو پناہ ملی ۔ اعظم خان نے بھی فوج کو وہیں ندی کے کنارے پڑاؤ کا حکم دیا ۔ صبح ہوئی تو اندازہ کیا کہ اب خان جہان کا تعاقب بے کار ہے ۔ علاوہ ازیں یاقوت خاں اور اردو (کیمپ) والوں کی طرف سے بھی فکرمند تھا جنھیں پچھلی گاؤں میں چھوڑ آیا تھا ۔ غرض مصلحت اور تدبیر یہی سمجھی کہ خان جہان کا تعاقب چھوڑ کر بیر کی طرف واپس جائے ۔ جس روز اعظم خان بیر میں آیا ، یاقوت خاں بھی اردو سمیت آ پہنچا ۔ [۲۹۸] ان تمام واقعات کی خبر من و عن بارگاہ خلافت میں پہنچی ۔ شاہ حق شناس نے اس خدمت کے صلے میں تمام سرداروں اور منصب داروں کو کارگزاری اور مرتبے کے مناسب خلعت ، ہاتھی ، گھوڑے اور اضافۂ منصب عطا کرکے سرفراز فرمایا ۔ خان جہان اور دریا خان شیوگاؤں سے بیضاپور[1] اور بھونسلا پہنچے جو نظام الملک کے علاقے کے پرگنے ہیں ۔ لشکر شاہی کے آنے سے یہاں آبادی کا نام نشان نہ رہا تھا لہذا انھوں نے یہاں سے دولت آباد کا رخ کیا ۔ اعظم خان کو خبر ملی تو بیر سے بیس ہزار سواروں کے ساتھ شیو گاؤں کی طرف چلا ۔

انھی دنوں ساہو جی بھونسلا نے ، جو اپنے خسر جادون رائے

---

۱ ۔ یہ مقام اورنگ آباد کے مغرب میں تقریباً پچیس کوس دور واقع ہے ۔

کے قتل کے بعد نظام الملک سے برگشتہ ہوگیا تھا اور اطمینان سے اپنی جاگیر پونا و جاکنا میں، جہاں نظام الملک کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا تھا، مقیم تھا، اعظم خاں کو لکھا کہ یہ ادنیٰ غلام سعادت کی رہبری اور خوش نصیبی کی رہنمائی سے درگاہ شاہی میں جانے کا قصد رکھتا ہے۔ اگر خیر خواہی کے بطور عرضداشت میں یہ لکھ دیا جائے کہ درگاہ والا سے میرے نام دل جوئی و امان پر مستمل فرمان جاری ہو جائے تو پوری دلجمعی سے دربار شاہی کو روانہ ہو جاؤں۔ اعظم خاں نے یہ کیفیت دربار معلیٰ کو لکھ بھیجی۔ اس کی التماس کے موجب فرمان عنایت نشان صادر ہوا۔ چنانچہ وہ اپنے عزیزوں اور موسلوں سمیت دو ہزار سوار ساتھ لیے اعظم خاں سے آ ملا۔ حضرت کے حسب الحکم اسے چھ ہزاری ذات اور سوار کا منصب، نیز خلعت، خنجر مرصع، تلوار، علم، نقارہ، ہاتھی اورگھوڑے کے علاوہ دو لاکھ روپے کے انعام سے سرفرازی ملی۔ اس کے بھتیجے میناجی کو تین ہزاری ذات، ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب نیز خلعت، خنجر مرصع اور گھوڑا عنایت ہوا۔ رتی راؤ ساتیہ[1] کو دو ہزاری ذات، دو ہزار سوار کا منصب، خلعت، خنجر اورگھوڑا عطا ہوئے۔ یہی منصب اور خلعت و خنجر و اسپ ساہوجی کے بیٹے ساماجی کو ملا۔ مالوجی، پیلوجی اور باباجی میں سے ہر ایک کو ڈیڑھ ہزاری ذات، ساڑھے سات سو سوار کے منصب اور اسی اسی ہزار روپے کے انعام سے سرفرازی ملی۔

اسی عرصے میں خبر پہنچی کہ دریا خاں اور خان جہاں [۲۹۹] زمانے بھر کے ادبار و نحوست کو سمیٹے ہوئے شیو گاؤں میں

۱۔ بادشاہ نامہ حصہ اول، جلد اول، ص ۳۲۸ پر یہ نام ربی راؤ ساتیہ درج ہے۔

اکٹھے ہو کر قران النحسین کا مصداق بنے ہیں - ارادہ یہ ہے کہ یہاں سے پیضا پور ہوتے ہوئے دولت آباد پہنچیں اور اسے نکبت آباد بنا دیں - اعظم خاں بیر سے سترہ ہزار سوار لے کر آدھر روانہ ہؤا - لشکرِ شاہی کی آمد کا غلغلہ سن کر نظام الملک اپنے آباد کردہ شہر نظام آباد سے اٹھ کر قلعہ دولت آباد میں پناہ گزیں ہؤا - چونکہ پٹھانوں کے قدم نحس کی نحوست سے اس علاقے میں بالکل بارش نہیں ہوئی تھی اس لیے خشکی کی شدت سے سارے علاقے میں گھاس اور نباتات کا نام و نشان نہ تھا - غلے کا کیا ذکر - اس وجہ سے غلے کی کم یابی اور گرانی کا یہ عالم ہؤا کہ لشکر شاہی کا وہاں ٹھہرنا تو کیا ، ادھر سے گزرنا بھی مشکل تھا - مجبوراً اعظم خاں نے خان جہاں اور دریا خاں کا استیصال ملتوی کر کے سرِ دست مفرب خاں اور بہلول کی تنبیہہ ضروری سمجھی جو دھارور میں مقیم تھے - جب لشکر شاہی ان پہاڑیوں تک پہنچ کر اترنے کو تھا ، غنیم کی ایک جماعت جو اس گھاٹی کی حفاظت پر تعینات تھی ، سدِ راہ ہوئی - توپخانے کا افسر اہتمام خاں میر آتش تھوڑے سے برق اندازوں سمیت، جو لشکر سے پہلے اس گھاٹی سے پیدل نکلنا چاہتے تھے ، اس جماعت سے دو چار ہؤا اور ذرا سی دیر میں انہیں بندوقوں کی گولیوں سے بھون کر لشکر شاہی کا راستہ صاف کر دیا - غرض تمام لشکر اسی روز تنگ گھاٹی سے گزر گیا - لڑائی میں غنیم کے چند سردار بھی گرفتار ہوئے - انہیں ہمراہ لیے موضع دار منگانو میں پڑاؤ کیا جو احمد نگر سے بیس کوس ہے -

اگلے روز اعظم خاں نظام الملک کے پرگنے قصبہ جامکھیر میں (جو اورنگ آباد سے تیس کوس ہے) خیمہ زن ہؤا اور یہ پرگنہ دلاور خاں کی تنخواہ میں دے دیا - دلاور خاں کے گماشتے استقلال کے ساتھ یہاں قابض ہوگئے - اگلے دن قلعہ تلنگی کے نواح میں ڈیرے ہوئے - قلعے کے نگہبانوں نے قلعے کی مضبوطی کے اعتماد پر

دلاوری کا مظاہرہ کیا [۳۰۰] اور فصیلوں برجوں سے بان ب
چلانے لگے۔ اعظم خان ان سرپھروں کی بےموقع بیہودگی سے مت
ہو کر آنے ہی ان کی تنبیہہ اور قلعے کی تسخیر پر متوجہ
قلعہ گیری کا سامان مہیا کرنے اور مورچے بنانے سے قطع
کر کے برق اندازوں اور کمان داروں کو یورش کا حکم دیا
سب بہادر بڑی بے دروائی سے آگے بڑھے اور قلعے کے نیچے آ پہ
قلعے والوں اور لشکر شاہی میں سخت جنگ ہوئی لیکن تائید ایز
کی برکت سے شاہی دلاور آندھی کی طرح ، جو آگ پانی کو
میں نہیں لاتی ، توپوں بندوقوں کا مقابلہ کرتے رہے اور فقط
گھنٹے کی لڑائی کے بعد یہ نہایت مضبوط قلعہ فتح کر لیا ۔ ے
آدمی قتل ہوئے ۔ باقی آدمی جو تقریباً پانچ سو تھے ، قید ہو گ

انھی مبارک ایام میں حضرت بادشاہ سلامت کی طبیعت وا
کراره میں سیر و شکار پر راغب ہوئی ۔ بتاریخ ۲۵ آذر (۱۵ د
۱۶۳۰ء) وہاں پہنچ کر نزول فرمایا ۔ تین روز تک یہاں قیام ک
شکار سے جی بھر کر محظوظ ہوئے۔ چوتھے روز واپس آئے۔ چو
جس طرح آنکھیں کسی اچھی چیز کے نظارے سے لذت پاتی ہ
کان بھی اس کا ذکر سن کر لذت یاب ہوتے ہیں لہٰذا یہاں
نظر فریب وادی کی تعریف بیان کرنا مناسب ہے تاکہ قوت س
بھی اس نعمت سے محروم نہ رہے ۔ یہ گل زمین جو دنیا کے پا
ترین مقامات میں سے ہے ، کراره کے نام سے برہان پور کے ن
میں تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے ۔ حضرت شاہجہاں نے یہ
آباد کی لیکن اس سے پہلے اگلے زمانے والوں نے اس نزہت گاہ
دریا کے کنارے سو گز لمبا ، دو گز اونچا بند باندھ کر آبشار
تھا ۔ جب حضرت نے شاہزادگی کے زمانے میں تسخیر دکن
قصد فرمایا اور سیر و شکار کرتے ادھر سے گزرے تو اس پا
خطے کی خوبی ملاحظہ فرمائی ۔ [۳۰۱] شاہ آباد کار کے حسب الح

ماہر فن معماروں نے تھوڑے سے عرصے میں پہلے بند سے اسّی گز اوپر ایک اور بند باندھا ۔ دونوں بندوں کے درمیان سو گز لمبی ، اسّی گز چوڑی جھیل سی بن گئی اور دونوں بندوں پر سے پانی کی چادریں گرنے سے دو خوبصورت آبشار نمودار ہو گئے ۔ حکمِ عالی کے مطابق اس کے اردگرد ایک باغ اور عالیشان ، خوش وضع ، خوشنما عمارتیں تعمیر ہو گئیں ۔ اس جھیل کی پاکیزگی اور خوش منظری کشمیر کی ڈل اور صفاپور کی جھیل سے زیادہ فرحت بخش ہے ۔ باغ کی نزہت نے باغِ زاغاں کی اور پانی کی صفائی نے نہر انجیر کی یاد دلوں سے بھلا دی اور باغِ بہشت اور جوئے شیر کا سماں دکھلا دیا ۔ جاڑوں میں جھیل کا پانی خصوصیت کے ساتھ نہایت صاف اور اعتدال پر ہوتا ہے ۔ نہ برسات کی سی طغیانی ہوتی ہے نہ گرمیوں کی سی خشکی ۔ اشعار (ترجمہ) :

دنیا میں ایسی فرحت بخش جگہ کہیں نہیں ۔
باغ خلد میں بھی یہ بات نہیں ۔ آبشار کا فیض
بخش پانی اپنے جوش و خروش سے ہوش اڑائے
دیتا ہے ۔

اڑیسہ کے واقعات میں سے لشکر تلنگانہ کی شکست اور قلعہ منصور گڑھ کی فتح ہے ۔ تفصیل یہ ہے کہ حضرت کے حسبِ فرمان باقر خاں منصور گڑھ کی فتح کے لیے (جو قطب الملک کے غلام منصور بانیٔ قلعہ کے نام سے منسوب ہے) روانہ ہؤا ۔ جب قریب پہنچا تو قطب الملک کے گماشتے شیر محمد خاں نے قلعہ داری کے سامان اور برجوں فصیلوں کی مضبوطی کا انتظام نہایت محنت سے کیا اور اطمینان سے اپنی فوج کو لے کر ، جو تین ہزار بہادر سواروں اور بارہ ہزار پیادوں پر مشتمل تھی ، لشکر اقبال سے معرکہ آرائی کے لیے تیار ہؤا ۔ قلعہ بند ہو کر بیٹھنے کے بجائے قلعے سے شمال مشرق

کی طرف والے میدان میں صفیں آراستہ کر کے بہادری کا مظاہرہ کرنے لگا۔

[۲۰۳] باقر خاں اپنے نوکروں ، شاہی ملازموں اور کچھ زمینداروں کو ساتھ لے کر بڑی ترتیب سے صفیں جما کر ان کے مقابل ہوُا۔ طرفین کے بہادر ابھی ایک دوسرے سے الجھنے نہ پائے تھے کہ دکن کے پیادوں نے حسب دستور بان چلانے شروع کیے۔ قلعے والوں نے بھی توپوں بندوقوں سے لشکر بادشاہی پر آگ برسانی شروع کی۔ باقر خاں نے اپنے ہراول کو ، جو اس کے داماد محمد شریف کی سرداری میں تھا ، غنیم کے ہراول سے لڑنے کے لیے بڑھایا۔ خود اس ادبار زدہ فوج کے قلب پر حملہ آور ہوُا۔ یہ دونوں گھوڑے اڑا کر غنیم کے قلب پر جا پڑے جو بہادر سواروں اور پیادوں کی چار مرتب صفوں پر مشتمل تھا۔ وہ تیرہ بخت شاہی دلاوروں کے حملے کی کیا تاب لاتے۔ پہلے ہی ریلے میں بکھر گئے۔ بہت سے قتل ہوئے اور بے شمار آدمی قید میں آئے۔ باقی نے بھاگ کر جنگلوں پہاڑوں میں پناہ لی۔ فتح مند دلاوروں نے بہت سا مالِ غنیمت سمیٹا۔

باقر خاں نے سرداری کے اصول کے مطابق انھیں شکست دینے کے بعد قلعے والوں کی طرف توجہ کی اور اسی وقت دھاوا مار کر قلعے کی فصیلوں کے نیچے جا پہنچا۔ فوج شاہی کے بہادروں نے پہلے سے سیڑھیاں فراہم کر رکھی تھیں۔ انھیں کاندھوں پر اٹھائے فصیل تک لائے اور فوراً فصیل اور برجوں پر چڑھ گئے۔ قلعے کے محافظ ، جنھیں دکنی زبان میں نایک واڑی کہتے ہیں ، ان کی صورت دیکھتے ہی بدحواس ہو گئے۔ امان مانگنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکے۔ دکن کی رسم کے مطابق گھاس کے پتے دانتوں میں دبا کر امان مانگی اور قلعے کی کنجیاں حوالے کر کے جان بچائی۔ باقر خاں نے قلعہ فتح کر کے اسے اپنے ملازم میر علی اکبر کے سپرد کیا۔ علاقے کی فوجداری بر صمی قلی منصب دار کو متعین کیا۔

خان جہاں اور دریا خاں کا مایوس ہو کر شورش انگیزی کرتے ہوئے مالوے جانا

قاعدہ ہے کہ خیانت کار اور غدار کا دل ہمیشہ خوف زد رہتا ہے - غداری اور خوف لازم و ملزوم ہیں - آن دو بد انجا بدبختوں کی وجہ سے ، جو نظام‌الملک کے ذمے لگ گئے تھے ، [۳۰۳ دکن میں وہ ابتری پھیلی کہ نظام‌الملک کی قدیمی سلطنت تباہی کے کنارے آ لگی - دونوں بدطینتوں کو نظام پر اعتماد نہ تھا دور اندیشی کی راہ سے سوچا کہ کہیں اپنی سلامتی کی خاطر ہمیں گرفتار نہ کروا دے - اپنی بہتری اسی میں سمجھی کہ مالوے ہوتے ہوئے پنجاب میں جا نکلیں اور وہاں سرحدی پٹھانوں سے مدد لیں - غرض صدو ، ایمل اور تمام افغانوں کو ساتھ لے کر خا جہاں نواح دولت آباد سے تنور پہنچا - وہاں سے دھرن گاؤں جویرہ[1] ، انبہ ، پاتر کے راستے مالوے کا رخ کیا -

کاتبانِ تقدیر نے ان بدبختوں کی تباہی عبداللہ خاں او مظفر خاں کے ہاتھ سے لکھ رکھی تھی - غالباً یہی وجہ تھی مظفر خاں بیمار ہو کر بالا گھاٹ سے درگاہِ شاہی میں آ گیا تھا خان جہاں کے حالات کی اطلاع ملتے ہی دربار سے مظفر خاں او پائیں گھاٹ سے عبداللہ خاں ان کے تعاقب پر مامور ہوئے - حک والا صادر ہوا کہ دونوں سردار اپنی اپنی جگہ سے چل کر ج مقام پر مل جائیں بد نہاد خان جہاں کی بربادی میں سرگرم ہوں ا اتفاق کی برکت سے (جو تائید آسمانی کی موجب ہے) اس بدطین

---

۱ - منتخب اللباب حصہ اول ، ص ۴۳۷ پر اس جگہ کا نام جو اور چونیرہ درج ہے -

کی بنیاد اکھیڑ کر پھینک دیں ۔ اس معاملے میں حضرت کو اتنا اہتمام تھا کہ لشکر جرار تیار کر کے اس کا ساز و سامان درست کیا ۔ نجومیوں سے مبارک گھڑی مقرر کروانے کی بجائے خود ایک ساعت مسعود مقرر فرمائی اور بتاریخ ۹ ماہ دی (۳ جنوری ۱۶۳۱ء) اس لشکر کو روانہ فرمایا ۔ یہ لشکر بڑے بڑے امرا اور تمام منصب داروں مثلاً سرفراز خاں ، دوارکا داس ، مادھو سنگھ ولد راؤ رتن ، یکہ تاز خاں ، شیرزاد ، اگر سین ، شیام سنگھ ، جگن ناتھ راٹھور ، امیربیگ پر مشتمل تھا ۔ نہایت بہادر شیرافگن سو گرز دار بھی اس فوج میں متعین کیے اور حکم دیا کہ بیجا گڑھ کے راستے مانڈو پہنچیں ۔ راستے بھر مخالفوں سے ہوشیار رہ کر خان جہان کے ادبار زدہ گروہ کا سراغ لگاتے جائیں ۔

مظفر خاں بڑی تیزی سے منزلیں طے کرتا قصبہ نال [م ۳۰] گاؤں میں عبداللہ خاں سے جا ملا ۔ یہاں سے دونوں سردار فوراً باد و باراں کی طرح ان بد بختوں کی طرف بڑھے ۔ بتاریخ ۲۷ دی (۲۱ جنوری ۱۶۳۱ء) سروج میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ سیاہ بخت شاہی لشکر کے آنے سے دو روز پہلے یہاں پہنچے تھے اور شہر کو لوٹنا چاہتے تھے ۔ اتفاقاً خواجہ عبدالہادی ، جو اپنے باپ صفدر خاں کی طرف سے اس علاقے کا حاکم تھا ، خواجہ بابا اور کچھ سپاہیوں سمیت ان کمینوں کے آنے سے چار گھڑی پہلے سروج میں آ پہنچا اور شہر کی حفاظت کر لی ۔ بدنصیب خان جہان اپنی تدبیر سے مایوس ہو کر وہاں سے پلٹا ۔ شاہی فیل خانے کے دو حلقے ، جن میں ۵۶ ہاتھی تھے[۱] ، اس کے ہاتھ لگ گئے جنھیں لے کر بھاگ گیا ۔

۱- بادشاہ نامہ حصہ اول ، جلد اول ص ۳۳۸ پر یہ تعداد ۵۰ لکھی ہے ۔

بتاریخ ۲۵ دی ، ۱۵ جمادی الثانی ۱۰۴۰ھ (۱۹ جنوری ۱۶۳۱ء) بدھ کے دن نہایت مبارک ساعت میں ، جس پر زہرہ و مشتری کی نظر عنایت تھی ، حضرت کا چالیسواں جشن تلادان بڑی زیب و زینت سے منعقد ہؤا - پروردگار حضرت کو عمر ابد عطا فرمائے - ترازو کے ایک پلڑے میں حضرت بیٹھے اور دوسرے پلڑے میں باری باری زر و گوہر اور نقد و جنس وزن ہونے گئے جنھیں تولنے کے بعد زمانے بھر کے محتاجوں مسکینوں میں تقسیم کر دیا گیا -

دولت خواہوں کے ہاتھ سے دریا خاں کا مارا جانا

آب و دانہ اور خاک گور دو ایسی چیزیں ہیں جو آدمی کو خواہ مخواہ اپنی طرف کھینچتی ہیں - دونوں کی محرک ایک ہی ذات ہے - جس کی جہاں روزی ہے یا جس کے نصیب میں جہاں کی خاک ہے ، مشیت الٰہی اسے کشاں کشاں وہاں کھینچ لاتی ہے - کسی اور جگہ دم نہیں لینے دیتی - چنانچہ کفران نعمت کے مرتکب خان جہاں اور دریا خاں کا یہی انجام ہؤا کہ بندیل کھنڈ کے علاقہ کالنجر کی خاک نے انھیں اپنی طرف کھینچ کر آتش دوزخ اور ماء حمیم تک پہنچا دیا - یہی وجہ تھی کہ وہ دونوں بےتحاشا دولت آباد سے چل کر منزل مقصود معین کیے بغیر مارے مارے پھرتے رہے - [۳۰۵] یہاں تک کہ بدمغز دریا خاں ، جس کا پیمانۂ زندگی خان جہاں سے کچھ پہلے چھلکا ، بندیلوں کی سرزمین میں داخل ہؤا - خان جہاں نے اس سے کچھ دور آگے جا کر کالنجر میں قید حیات سے خلاصی پائی -

بدبخت دریا خاں کے قتل کی سرگزشت سنیے - خان جہاں پہلے پہل جب علاقہ بندیلہ میں وارد ہؤا تھا تو جھجھار سنگھ کے بیٹے بکرماجیت نے اس کا راستہ روکنے کے بجائے حشم پوشی سے کام لیا - اس وجہ سے باپ بیٹے دونوں حضرت شاہجہاں کے معتوب ہو کر شرمندگی اور ادبار کے عالم میں زندگی گزارتے رہے - فکر یہ تھی کہ جس طرح ممکن ہو یہ داغ دامن سے دھوئیں اور عمدہ خدمت انجام دے کر اپنا راستہ ہموار کریں - انھی دنوں دریا خاں اور خان جہاں نے ان کے علاقے میں وارد ہو کر کالپی پہنچنا چاہا - بکرماجیت خدا سے چاہتا تھا کہ ایسا موقع ہاتھ آئے - غرض فوج آراستہ کر کے یکم بہمن (۲۱ جنوری ۱۶۳۱ء) بڑی تگ و دو کے ساتھ ان کا راستہ روکا - دریا خاں بطور ہراول آگے تھا - پہلے اسی سے جھڑپ ہوئی - وہ بدعمل مغرور موت کے پنجے میں گرفتار تو تھا ہی - بے محابا بکرماجیت کی فوج پر حملہ آور ہؤا - جانبازی کے ساتھ دشمنوں کو زیر کرنا چاہتا تھا کہ قضا را بندوق کی ایک گولی سر پر لگی - موت کا یہ طمانچہ ایسا پڑا کہ دریا خاں کی کشتیٔ عمر کے واسطے گردابِ فنا بن گیا - بندیلوں نے اسے خان جہاں سمجھ کر نرغے میں لے لیا - یہ تو یہاں کھیت رہا ، ادھر خان جہاں کو فرار کی مہلت مل گئی - اس لڑائی اور تعاقب میں دریا خاں ، اس کا ایک بیٹا اور چار سو پٹھان مارے گئے - دو سو بندیلے بھی نمک حلالی کا ثبوت دے کر اپنے ولی نعمت کی خدمت میں کام آئے - بکرماجیت نے اس واقعے کی اطلاع اور دریا خاں اور اس کے بیٹے کے سر درگاہِ شاہی میں بھیج دیے جو ۱۷ بہمن (۶ فروری ۱۶۳۱ء) کو پہنچے - مدتوں سڑک پر پڑے ٹھوکریں کھاتے اور سرکشی کی پاداش پاتے رہے - بکرماجیت کو جگ راج کا خطاب ، خلعت ، شمشیرِ مرصع اور نقارہ عطا ہوئے -

جب بندوق کے شعلے نے دریا خاں کی شمع حیات گل کر دی

[۳۰٦] تو خان جہاں بے قرار و بے تاب بلکہ مدہوش سا ہو گیا ۔ بے خودی کے عالم میں ہر روز کچھ فاصلہ طے کرتا ۔ لشکر شاہی اس ادبار زدہ کے پیچھے لگا چلا آتا تھا ۔ ۱۳ بہمن (۲ فروری ۱٦۳۱ء) کو پرگنہ بھانڈور کے موضع نیمی[1] میں پہنچا جو سہندہ[2] سے پندرہ کوس ہے ۔ سرکاری نوکروں کو خبر لگی کہ وہ کوتہ اندیش آن سے صرف دس کوس کے فاصلے پر موجود ہے ۔ اس قصے کو پاک کرنے کے لیے سب بڑی تیزی سے ادھر بڑھے ۔ وہ بدبخت انقلاب روزگار کا مارا دن رات کی بھاگ دوڑ سے نیم جاں ہو رہا تھا ۔ نہ گھوڑوں میں سکت باقی تھی نہ سواروں میں ۔ بہت سے زخمی رفیق بھی ساتھ تھے جن کی وجہ سے اس روز روانگی میں اور دیر ہوگئی ۔ شاہی فوج کو موقع مل گیا ۔ تیزی سے اس پر جا پڑے ۔ مظفر خاں ہراول تھا ۔ خان جہاں کو شاہی فوج کے آ پہنچنے کی اطلاع ملی تو سراسیمہ ہو کر رہ گیا ۔ ٹھہرنے کا موقع تو نہ تھا لیکن چار ناچار ثابت قدمی کے ساتھ کسی جگہ قائم ہوا ۔ زمانے کی دستبرد سے جو تھوڑا بہت خزانہ باقی تھا اسے اور زخمی ساتھیوں کو چند پٹھانوں کے ہمراہ ، جن کے گھوڑے مریل ہو چکے تھے ، آگے چلتا کیا اور پانچ سو جاں نثار پٹھانوں کو ہمرکاب لے کر مقابلے پر مستعد ہوگیا ۔

عبداللہ خاں فیروز جنگ نے شہامت ہاشمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے برق و باد کی طرح اس بدبخت کی فوج پر حملہ کیا ۔ ادھر سے خان جہاں اپنے ناموس پرست ، حمیت شعار پٹھانوں کے ساتھ اس قضائے مبرم کے سامنے سینہ سپر ہؤا ۔ جان سے ہاتھ دھو کر اس طرح

۱۔ جھانسی کے شمال مشرق میں واقع ہے ۔

۲۔ کالنجر کے شمال میں واقع ہے ۔

لڑا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے ۔ شجاعت شعار بہادرود خونخوار شیروں اور نہنگوں کی طرح ایک دوسرے پر وہ تلو برسائیں کہ میدان کی زمین سرخ ہو گئی ۔ ہر لمحے دس بیس گھوڑوں سے گرنے لگے ۔ موت کا بازار گرم ہؤا اور جان ہار دلا نے رستم اور سہراب کی داستان کو بھلا دیا ۔ اشعار (ترجمہ)

سپاہیوں نے جانبازی و دلاوری سے ہنگامہ جنگ
[۳۰۷] گرم کیا ۔ دونوں صفوں نے سیلاب
کی طرح بڑھ کر ایک دوسرے کو فنا کرنا شروع
کر دیا ۔ بہادروں نے جوہر تیغ کی طرح تلواریں
پکڑ پکڑ کر ایک دوسرے پر حملہ کیا ۔ تلواریں
خود بخود نیاموں سے یوں نکل پڑیں جیسے بجلی
ابر سے کوندتی ہے ۔ اتنا گھمسان کا معرکہ تھا کہ
دشمنوں کی تلواریں قینچی کی طرح باہم مل گئیں ۔

بالآخر اس فیروز مند سردار کی جانفسانی سے تلوار کے میں شاہد فتح کی صورت نظر آئی ۔ اقبالِ شاہجہانی کی برکت خان جہاں کے اکثر ساتھی مارے گئے ۔ لسکر شاہی کے دلا میں سے خان عالم کے داماد شیرزاد نے بڑھ بڑھ کر وہ حملے کہ آخرکار جان کو نثار کر دیا ۔ ستر سال کے بوڑھے راجا داس نے بھی بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ کتنے ہی پٹھانوں عدم کی راہ دکھا کر خود بھی آقا کی راہ میں کام آیا ۔ خان کے بھی بیشتر رفیق زخمی اور مقتول ہوئے ۔ پھر جب اس محمود اور ایک سردار صدر روہیلہ بھی ، جو اس کے قوت اور پشت پناہ تھے ، مارے گئے تو اس کا دل ٹوٹ گیا ۔ خان نام کا دوسرا بیٹا بھی ران پر گولی کھا کر سخت زخمی ہؤا ۔ خان جہاں نے پے در پے کئی زخم کھائے ۔ اب اسے میدا

ٹھہرنے کی تاب نہ رہی ۔ بے اختیار بھاگا اور چاہا کہ جتنی دور نکل سکوں نکل جاؤں ۔ کوہ پیکر ہاتھی ساتھ تھے ۔ انھیں بھی جابجا چھوڑتا گیا ۔ شاید یہ منصوبہ تھا کہ تعاقب کرنے والے لوٹ کے لالچ میں میرا پیچھا چھوڑ کر ہاتھیوں میں مشغول ہو جائیں اور مجھے نکل جانے کا موقع مل جائے ۔

اس تعاقب میں شاہی دلاوروں نے بیس ہاتھی پکڑے ۔ بھانڈور کے زمیندار راجا امر سنگھ نے باقی ہاتھی پکڑ کر لشکر شاہی میں بھیج دیے ۔ خان جہاں افتاں خیزاں کالنجر کے نواح میں پہنچا تھا کہ وہاں کے قلعہ دار سید احمد نے سرراہ اسے روک کر اس کے بہت سے رفیقوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ۔ بہت سوں کو تومان ، طوغ ، علم ، بائیس ہاتھیوں اور خان جہاں کے بیٹے حسن سمیت گرفتار کر کے درگاہ شاہی میں بھیجا ۔ اس دلاوری کے صلے میں جانباز خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ [۳۰۸] خان جہاں کمال اضطراب کے عالم میں بیس کوس تک گھوڑا مارے چلا گیا ۔ سہندہ کے تالاب کے قریب پہنچ کر (کہ یہیں کی مٹی اس کے نصیب میں تھی) ٹھہرا ۔ رفیقوں سے کہا کہ آج تمھیں سچے دل سے اجازت دیتا ہوں ، چاہے میرے ساتھ رہو ، چاہے جان بچا کر کہیں نکل جاؤ ۔ بلکہ اکثر کو تاکید کے ساتھ خود رخصت کر دیا ۔ جن وفاداروں کو افغانی حمیت اور نمک حلالی کا پاس تھا اور یہاں تک ساتھ آئے تھے ، انھوں نے یہاں بھی ساکھا کیا ، ساتھ نہ چھوڑا ۔ ہمراہ رہے اور وفا کا نام روشن کر گئے ۔

فوج شاہی اس بد نصیب ، برگشتہ بخت کے تعاقب میں سائے کی طرح لگی چلی آ رہی تھی ۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ جس طرح بنے یہ قصہ پاک ہو جائے ۔ ۱۴ بہمن ، یکم رجب ۱۰۴۰ھ (۳ فروری ۱۶۳۱ء) پیر کا دن تھا کہ لشکر شاہی نے گرداب کی

طرح اس آفت زدے کو نرغے میں لے لیا ۔ سب سے پہلے سید مظفر خان اور مادھو سنگھ دوسو گرز بردار سواروں اور چند دلاوروں کے ساتھ اس سیاہ بخت پر آ پڑے ۔ خان جہان اپنے سب سے پیارے بیٹے عزیز اور ایمل وغیرہ خاص وفادار ، جان نثار سرداروں کو رکاب میں لے کر مرنے مارنے کی نیت سے وہیں ڈٹ گیا ۔ راجپوتوں کے قاعدے کے مطابق تمام سوار گھوڑے چھوڑ کر پیدل ہوئے ۔ ایک ہاتھی کو سامنے رکھا اور شاہی فوج پر جھک گئے ۔ سب سے پہلے مادھو سنگھ چند گرزداروں کے ساتھ آگے بڑھ کر ان سے بھڑا ۔ انتہائی جرأت و شجاعت سے کام لے کر کمان کی طرح تیر حوادث کے سامنے سینہ سپر ہو گیا ۔ دونوں صفیں پلکوں کی طرح ایک دوسرے پر آ پڑیں ۔ اشعار (ترجمہ) :

دریائے شجاعت کے نہنگ میدان میں آ گئے اور
شیر اِدھر اُدھر بھرنے لگے ۔ لڑائی کا ہنگامہ ایسا
گرم ہوا کہ شورِ قیامت ہیچ معلوم ہونے لگا ۔
تلواروں نے ایسی کاٹ دکھائی کہ زخموں کے
لب آفریں کہنے لگے ۔ دلاوروں کے ہاتھ سے
سوائے تیر کے کوئی بچ کر نہ نکل سکا ۔ میدانِ
جنگ میں ہر جگہ بہادروں کے مغز بکھرے
پڑے تھے ۔

پٹھانوں کو یہ تو معلوم ہی تھا کہ بھاگنے کا موقع بالکل نہیں ہے ۔ تعداد کم ہونے کے باوجود تلواریں کھینچ کھینچ کر شاہی دلاوروں پر ٹوٹ پڑے ۔ [۳۰۹] دل میں غیظ و غضب کی آگ تھی اور تیوری پر مردانہ بل ۔ اجل رسیدہ خان جہان ، جس کے سر پر تباہی منڈلا رہی تھی اور زندگی کا پیمانہ چھلک رہا تھا ، جی توڑ کر ایسا لڑا کہ جان ہی لڑا دی ۔ جانتا تھا کہ سعی و

کوشش بے سود ہے اور فلاح و بہبود کی ذرا امید نہیں - پھر بھی قضائے الہٰی سے لڑتا گیا - تلواروں کو سینے پر اوٹتا رہا - نیزہ و شمشیر کے زخم کبھی اس پہلو پر لگتے ، کبھی اس پہلو پر - اس دلاور نے ذرا پروا نہ کی - آخرکار مادھو سنگھ کا برچھا ایسا کاری پڑا کہ بیتاب ہو گیا - تاہم جب تک طاقت رہی اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے ڈٹا کھڑا رہا - پھر شاہی بہادر ، جو خنجر سے زیادہ اس کے خون کے پیاسے تھے ، اس پر جھک گیے - اتنے مظفر خاں پہنچے ہی پہنچے اور اسے امان دے ، انھوں نے تلواروں کے پے در پے وار کرکے ٹکڑے اڑا دیے - اس ہنگامے میں اس کے تیس آدمی بھاگ کر جان بچا لے گئے لیکن تقریباً سو دلاور ایسے سورما تھے کہ مردانگی کے دامن پر فرار کا داغ نہ لگنے دیا - ان کے نزدیک جان کوئی مال ہی نہ تھی - ثابت قدمی کے ساتھ اپنی جگہ جم کر مرتے مارتے رہے - عزیز ، ایمل اور چند دوسرے دلاور زندگی سے ہاتھ اٹھا کر پروانوں کی طرح تلواروں کی آگ میں جل گئے - لشکرِ شاہی میں سے بھی مظفر خاں کا پوتا سید ماکھن ابن عبداللہ ستائیس سرفروشوں سمیت کام آیا - جان دے کر نیک نامیِ جاوید حاصل کی - بہت سوں نے گہرے زخم کھا کھا کر مردانگی کے محضر پر مہریں لگوائیں -

گرز برداروں نے ان بد نصیب مقتولوں کے سر نیزوں پر چڑھائے ہی تھے کہ پیچھے سے عبداللہ خاں فیروز جنگ تمام شاہی سرداروں سمیت آ پہنچا - اس فتح تازہ کا حال سن کر کارساز حقیقی کا شکر خلوصِ نیت سے بجا لایا - خان جہاں ، عزیز اور ایمل کے سر اپنے بھتیجے خواجہ کامگار کے بدست درگاہِ شاہی میں روانہ کیے - خان جہاں کا بیٹا فرید اور بہادر خاں کا چھوٹا بھائی جلال زندہ گرفتار ہوئے - جان جہاں نے زخمی ہو کر دریا خاں کی بیوی کے پاس پناہ لی تھی - انھیں قید کرکے یکہ تاز خاں کے سپرد کیا

کہ شاہجہاں کے حضور میں پہنچائے۔ اشعار (ترجمہ) :

وہ سر اس قابل تو نہ تھا کہ نیزے[1] پر چڑھے
لیکن دوسروں کی عبرت کے لیے چڑھایا گیا [۳۱۰]
جس سر میں صندل لگانے سے درد ہوتا
تھا انقلابِ دہر نے اس میں خس و خاشاک بھر
دیا[2]۔ گرفتار ہونے کے بجائے سر دے دیا۔
سر کشی کی معذرت کیا ہی خوب کی۔

۲۲ بہمن وسط رجب[3] ۱۰۴۰ھ (۱۶ فروری ۱۶۳۱ء) پیر کے دن ، جو ہواخواہوں کے لیے روزِ عید تھا ، خواجہ کامگار اس سیاہ بخت کا سر لیے ہوئے درگاہ والا میں حاضر ہوا ۔ معتمد خاں کو سب سے پہلے اطلاع ملی ۔ خوش خبری پہنچانے کے لیے فوراً بڑھا ۔ شاہ بحر و بر دریائے ناہی پر کشتی میں بیٹھے مرغابیوں کے شکار سے محظوظ ہو رہے تھے کہ اس نے نویدِ فتح و نصرت جا سنائی ۔ حضرت نے خدائے کارساز کا بے اندازہ شکر ادا کیا اور شکون کے

۱۔ نسخۂ لاہور میں سناں کے بجائے لفظ 'چناں' ہے ۔ مفہوم میں کوئی فرق نہیں ۔

۲۔ کتبخانہ آصفیہ ، حیدرآباد کے نسخۂ منتخب اللباب حصہ اول ، ص ۴۴۳ پر 'زمانش بہ نازی پر از گاہ و گرد' درج ہے ۔ کتابت کی غلطی آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے ۔

۳۔ یہاں تاریخ کی تھوڑی سی غلطی مصنف سے ہوئی ہے ۔ پچھلے صفحے پر بیان کر چکا ہے کہ یکم رجب کو پیر کا دن اور بہمن کی ۱۴ تاریخ تھی لہذا وسط رجب کے بجائے ۲۲ بہمن کو ۹ رجب ۱۰۴۰ھ (۱۱ فروری ۱۶۳۱ء) کی تاریخ پڑتی ہے ۔

بطور رسم مقررہ کے مطابق شادیانے کا نقارہ بجانے کا حکم دیا۔ ارکان دولت نے مبارک بادیں پیش کیں۔ یمین الدولہ آصف خاں، مہابت خاں خانخاناں، تمام صوبے داروں اور امرائے سرحد کے نام فتح نامے روانہ ہوئے کہ بدبخت خان جہاں کا خاتمہ ہؤا۔ عبداللہ بیگ کے ہاتھ عبداللہ خاں بہادر اور سید مظفر خاں کے واسطے قیمتی خلعت اور عنایتوں سے بھرے ہوئے فرمان روانہ ہوئے۔ معتمد خاں کو بھی خوش خبری کے صلے میں خلعت خاصہ عطا ہؤا۔ خواجہ کامگار کے منصب میں اضافہ ہؤا اور خلعت خاصہ اورگھوڑے کی عنایت نیز عزت خاں کے خطاب سے سرفرازی پائی۔ مصلحت حکومت اور سرکشوں کی عبرت کے واسطے ان گستاخوں کے سر پرشور قلعۂ برہان پور کے دروازے پر لٹکا دیے گئے۔ مدتوں وہیں لٹکے ہوئے ہوش مندوں کو عبرت کا اور شریروں کو عقل و ہوش کا سبق دیتے رہے۔ پیرخاں یعنی خان جہاں کا سر دریا خاں کے سر کے بعد آیا تھا۔ اس مناسبت سے ابوطالب کلیم شاعر سحر بیاں نے یہ رباعی کہہ کر حضرت کو سنائی اور بھاری انعام پایا۔ (ترجمہ):

فتح کے دو مژدے پیہم بر محل پہنچے۔ شرابِ
نشاط دو آتشہ ہوگئی۔ [۳۱۱] دریا خاں کے بعد
خان جہاں بھی قتل ہؤا، گویا اُس کا سر
حبابِ دریا تھا۔

لشکرِ شاہی کی مراد بر آنا یعنی تائید یافتہ الٰہی حضرت شاہجہاں کے اقبال سے قلعہ دھارور کی فتح

حضرتِ صاحبقرانِ ثانی کے تمام کام خدا ساز ہوتے ہیں اور ان میں کارگزارانِ سلطنت کی سعی و کوشش کو کوئی دخل نہیں ۔ اقبال مند خوش نصیب بادشاہوں کے مدعا حسب دل خواہ پورے ہوتے ہیں اور نقش مراد ہمیشہ درست بیٹھتا ہے اور تمام سامان خودبخود مہیا ہوتے چلے جاتے ہیں ۔ اس اصول کا مصداق قلعہ دھارور[1] کی فتح ہے ۔ یہ قلعہ ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے ۔ چاروں طرف گہری خندقیں ، ہولناک دراڑیں اور عمیق نالے ہیں ۔ اس کی فتح تقریباً ناممکن تھی ۔ کسی بادشاہ نے اس کام کا تصور تک نہیں کیا تھا ۔ اقبالِ شاہی کی برکت سے یہ مدعا لشکر شاہی کی ایک جھپٹ میں پورا ہو گیا ۔

تفصیل یہ ہے کہ اعظم خاں نے خوش تدبیری کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ پہلے دھارور اور پینٹھ[2] پر حملہ کرے ۔ پھر منصوبے کے مطابق بہلول اور مقرب خاں کے تعاقب میں مشغول ہو ۔ اس

۱- یہ قلعہ بیر سے اٹھائیس میل جنوب مشرق کی جانب واقع ہے ۔

۲- محمد صالح نے لکھا ہے کہ "دکن کی زبان میں پینٹھ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہفتے کے کسی مقررہ دن میں آس پاس کے آدمی جمع ہو کر بازار لگاتے اور خرید و فروخت کرتے ہیں۔" شمالی ہند میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں رائج ہے ۔

مقصد کی تکمیل کے لیے اعظم خاں نے بے تامل قصبہ دھارور سے گزر کر قلعے کے گردا گرد اپنی فوج کو جا دیا ۔ پھر خبر ملی کہ غنیم نے اہل قصبہ کا مال اسباب ، نیز چند ہاتھی خندق میں صف آرا کر کے قلعے کا سہارا لے کر فوج شاہی سے مقابلے کا ارادہ کر رکھا ہے ۔ سرداری اور کارگزاری کے تقاضے سے اعظم خاں اپنی فوج کو لے کر خندق کے کنارے آیا ۔ قصبے والے نہایت شوخی و جرأت کے ساتھ بان چلانے میں مصروف تھے ۔ اس بہادر نے بندوقیں چلا چلا کر انھیں پسپا کر دیا ۔ فوج کے دلاوروں نے اُن کے مال و اسباب کو اپنا مال سمجھ کر خندق میں اتر کر تمام سامان لوٹ لیا ۔ بعد ازاں اعظم خاں کے حسب الحکم جھجھار سنگھ کے بہادر پیادوں نے ، جو پھرتی میں سواروں کے برابر تھے اور دوڑنے میں باد بپا گھوڑوں سے آگے رہتے تھے ، جان کی بازی لگا دی اور خندق میں گھس کر حملہ کیا ۔ جو آدمی قلعے کے برجوں میں چھپے ہوئے تیر تفنگ چلا رہے تھے انھیں قتل کیا ۔ بعض دلاور سخت زخمی ہوئے ۔ پھر بھی چار ہاتھی ، ستائیس گھوڑے اور بے شمار بیل اور اونٹ نیز بہت سا [۲۱۲] مال و اسباب سمیٹ کر خندق سے نکلے ۔ ان کی دلاوری دیکھ کر لشکر کے دوسرے بہادر اور لٹیرے بھی خندق میں جا گھسے اور جو کچھ ملا اسے بٹور لائے ۔ اس مرتبہ بھی بندیلوں نے تین ہاتھی اور پچاس گھوڑے قبضے میں کیے ۔ اعظم خاں نے اس دلیری کے انعام میں لوٹ کا تمام سامان لوٹنے والوں کو بخشا ۔ صرف ہاتھی درگاہ والا کے واسطے رکھ لیے ۔

جب رات ہو گئی تو اعظم خاں رسم سرداری کے مطابق پیدل خندق میں اتر گیا ۔ چاروں طرف چل پھر کر قلعے میں گھسنے کے راستوں کا غور کے ساتھ معائنہ کیا ۔ ہر طرح کی تدبیریں سوچ رہا تھا کہ اتنے میں ایک دریچہ دیکھا جسے پتھروں میں چونا لگا کر تیغا (بند) کر دیا تھا ۔ پتھر توڑ دیے جاتے تو چھپ کر قلعے میں گھس جانا ممکن

تھا ۔ اعظم خاں نے بیلداروں راجوں مزدوروں کو بلا کر خوب انعام دیا اور ان کا دل بڑھا کر بڑی تاکید سے کہا کہ پتھر ہٹا کر یہ دریچہ کھول دو ۔ ادھر مورچے قائم کرکے جابجا پہرے دار مقرر کر دے ۔ جب قلعے کے سرداروں یعنی شیدی سالم حبشی ، اعتبار رائے کے باپ اور بھائیوں کو معلوم ہوا کہ مورچے تقسیم کر دیے گئے ہیں تو قلعے کی حفاظت کا پورا اہتمام کرکے بندوقیں ، بان اور توپیں داغنے لگے ۔ چونکہ اقبال مندوں کے کام خود بخود پورے ہوتے ہیں ، اسی اثنا میں ایک واقعہ غیب سے رونما ہوا جو درحقیقت لطیفۂ غیبی کی طرح فتح و نصرت کا سبب اور دشمنوں کی دلشکنی کا باعث بن گیا ۔ یعنی بڑی توپ جسے قلعے والے بے انتہا جاں‌فشانی سے قلعے کے دروازے پر کھینچ کھانچ کر لائے تھے اور جس کی گولہ باری کے سہارے محفوظ تھے ، جب اسے پہلی بار داغا گیا تو دھماکے سے اس کی گاڑی ٹوٹ گئی ۔ توپ لڑھک کر برج پر آ گری اور ناکارہ ہو گئی ۔

اس اثنا میں اعظم خاں نے محصورین کو اتنا دبایا کہ ہوش ہی نہ لینے دیا ۔ [۳۱۳] گاڑی بنا کر اور توپ کو اٹھا کر اس پر چڑھانے کا کام یوں بھی بہت مشکل تھا ۔ اس مارا مار میں کیسے انجام پاتا ۔ اعظم خاں نے اس ہنگامے میں قلعے کے سامنے اپنے سرداروں کو جا دیا ۔ مرحمت خاں اور میر غیاث کو بندوقچیوں کی ایک جماعت کے ساتھ بڑھایا کہ تم خندق کے کنارے قائم رہو اور کوتوالی چبوترے کی پناہ میں مورچے بنا کر محصورین کو پریشان کرتے رہو ۔ اگرچہ اکثر سرکاری نوکر بالخصوص دکن کے امرا قلعے کی مضبوطی اور اس کام کی دشواری کے لحاظ سے محاصرے کو بیکار سمجھتے تھے ، ہر ایک کی یہی رائے تھی کہ محاصرے اور حملے سے وقت ضائع کرنے اور مشکلات میں پھنسنے کے سوائے کچھ حاصل نہیں ، لیکن اعظم خاں کی قسمت یاوری

کر رہی تھی ۔ ایک نہ سنی ۔ کسی کی بات ماننے کے بجائے مہم میں مشغول رہا ، بلکہ ہر لحظہ جد و جہد زیادہ کرتا گیا ۔ چند روز میں وہ تمام بیہودہ آدمی ، جو اُس کی عزیمت و ہمت میں خلل ڈالنا چاہتے تھے ، ادھر اُدھر دفع ہوگئے ۔ اعظم خاں اپنے ہم خیال یک رنگ آدمیوں کی ہمت افزائی کر کے انہیں ولی نعمت کا کام انجام دینے پر مستعد کرتا رہا ۔ قلعے والوں کی کم کوشی سے اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کاہلی اور بے حوصلگی میں مبتلا ہیں ۔ فوراً حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ۔

غرض ۸ بہمن (۲۸ جنوری ۱۶۳۱ء) پیر کے دن خدا پر توکل کر کے قلعے کے پھاٹک کی طرف بڑھا ۔ لشکر کے تمام سپاہیوں نے دوسرے دروازے پر ، جدھر خندق اور نالا نہ تھا ، یلغار کی ۔ دونوں طرف سے بہادروں نے شانے شانہ ملا کر زین کاندھوں پر (بطور سپر) لیے ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ مار کر قدم اٹھایا ۔ فصیل کے نیچے پہنچتے ہی سیڑھیاں لگا لگا کر برجوں اور دیواروں پر چڑھ گئے ۔ بعض دلاور کمندیں ڈال ڈال کر کنگروں پر جا پہنچے ۔ غرض قلعہ کشائی کا ایسا کارنامہ دکھایا کہ اُس روز سے اب تک کسی اور کے ہاتھ سے ظاہر نہیں ہؤا ۔ دوسری طرف سے مرحمت خاں نے اندر گھس کر قلعے کا دریچہ کھول دیا ۔ اعظم خاں تمام امیروں کو ہم رکاب لیے اُس راستے اندر داخل ہوگیا ۔ غرض تقریباً دو ہزار آدمی قلعے میں اُتر کر لوٹ مار میں مشغول ہو گئے ۔ بے اندازہ سامان ، نفیس پارچات ، عمدہ تحفے ، نایاب جواہرات ، زیور ، مرصع آلات ، نقرئی طلائی ظروف ، مویشی ، اونٹ ، ہاتھی گھوڑے ان بہادروں کے ہاتھ آئے ۔ ایسی لوٹ مچی کہ حملہ آوروں نے مال کے نام پر چرخے کی مال تک نہ چھوڑی ۔ در و دیوار سب پر جھاڑو سی پھیر دی ۔ بہت سی دولت [۳۱۴] یوں غارت ہوئی کہ لوٹنے والے کا نام تک نہ معلوم ہؤا ۔ قلعے کے تمام محافظ ، کیا سردار ،

کیا سپاہی ، کیا خدمت گار ، سب اہل و عیال سمیت گرفتار ہوئے ۔ انھی میں شیدی سالم قلعہ دار ، اعتبار راؤ کا باپ ، بھائی، اہل و عیال وغیرہ تھے ۔ نظام الملک کی نانی اور ملک بدن کے چچا شمن کے اہل خانہ بھی قید میں آئے ۔ اعظم خاں نے ان میں سے چند اہم اشخاص کو حراست میں رکھا ۔ باقی کو دکنی امرا کی التماس پر حضرت صاحب قراں کے سر صدقے کر کے چھوڑ دیا ۔ پھر قلعہ داری کا سامان درست کر کے خوراک اور توپخانے کا سامان مہیا کیا ۔ سات سو بندوقچی ، بان دار اور نشانے کے پکے توپچی ، سو سوار اور چند سردار وہاں چھوڑ کر قلعہ میر عبداللہ رضوی کے سپرد کیا ۔ بعد ازاں اطمینان سے فتح نامہ لکھوا کر درگاہِ والا میں بھجوا دیا ۔

جب حضرت نے فتح دھارور کی خبر سنی تو یہ کارگزاری بہت پسند آئی ۔ بہادر سپاہیوں اور سرداروں کی بہت تعریف کی ۔ اعظم خاں کو ایک ہزاری ذات و سوار کی ترقی دے کر چھ ہزاری ذات ، چھ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ اصطبلِ شاہی کے دو خاص گھوڑے طلائی زین کے اور خلعت فاخرہ عنایت ہوئے ۔ راجا جھجھار سنگھ بندیلہ کو ترقی دے کر ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار کا منصب اور خلعت عطا کیا ۔ مرحمت خاں بھی ترقی پا کر ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار کے منصب اور خلعت سے سرفراز ہؤا ۔ نظام الملک کی فوج ، جو قلعہ دھارور سے بیس کوس دور پڑی ہوئی تھی ، شکست کی خبر سنتے ہی قندھار[1] کے قلعے کی طرف چلی جو پہلے ہی شاہی فوج کے محاصرے میں پڑا ہؤا بلکہ فتح ہونے کو

۱- یہ قندھار دکن کا معروف قصبہ اور قلعہ ہے اور دھارور سے ۲۵ میل جنوب مغرب میں ہے ۔

تھا ۔ تجویز یہ تھی کہ وہاں پہنچ کر قلعے کی فوج کے ساتھ مل کر لشکر شاہی پر حملہ کریں اور کچھ کارنامہ دکھا کر بادشاہی جاں نثاروں کو پریشان کریں ۔ اعظم خاں نے ان کی نیت تاڑ لی اور بے تامل ان کی تنبیہ کے لیے روانہ ہؤا ۔

اسی اثنا میں اطلاع ملی کہ عادل خاں کا سپہ سالار رن دولھا خاں ، جس نے ان دنوں اعظم خاں سے درخواست کرکے ملاقات کی اجازت لی تھی ، حاضر ہو گیا ہے ۔ خانِ مذکور نے وہیں قیام کیا ۔ رن دولھا خاں کی مزید دلجوئی اور تسلی کے لیے یاقوت خاں ، اوداجی رام ، کھیلوجی اور تمام دکنی و حبشی امرا کو اپنے بیٹے ملتفت خاں اور چند ارکان دولت کے ہمراہ اس [۳۱۵] کے استقبال کے لیے روانہ کیا ۔ اس طرح اس کا اعزاز و احترام بڑھایا ۔ رن دولھا خاں کے آنے کی وجہ بھی سنیے ۔ عادل خاں نے اسے اور اس کے باپ فرہاد خاں کو دس ہزار سوار دے کر اس لیے بھیجا تھا کہ نظام الملک کی سرحد سے ملے ہوئے ہمارے جو علاقے ہیں انھیں اس کے تصرف سے محفوظ رکھو اور نظام الملک کے وہ پرگنے جو حضرت شاہجہاں نے دلجوئی کے لیے ہمیں عطا کیے ہیں قلعوں سمیت اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کرو ۔ رن دولھا خاں نے اعظم خاں کو خط میں لکھا کہ عادل خاں ان دنوں حضرتِ شہنشاہ کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوئے ہیں اور اس تھوڑی سی فوج کو جو لشکر شاہی کی نسبت بالکل بے حیثیت و بے حقیقت ہے اس لیے بھیجا ہے کہ ہم لوگ کوئی خدمت انجام دے کر سرفرازی پائیں ۔ میری گزارش ہے کہ مجھے حاضری کی اجازت دی جائے تاکہ آپ کی رائے کے مطابق جو کچھ مناسبِ وقت ہو اس پر عمل کیا جائے ۔

اعظم خاں نے یہ مضمون پڑھا ۔ اگرچہ خوب جانتا تھا کہ

یہ شخص بظاہر وفاداری کے دعوے کر رہا ہے لیکن در پردہ نظام الملک سے ملا ہوا ہے اور اس کی بربادی پر رضامند نہیں ہے پھر بھی چشم پوشی و مدارا کے قاعدے سے جو سمجھدار اقبال مند سرداروں کا شعار ہے ، اس کی نیت فاسد سے قطع نظر کر کے مضمون ظاہری پر بنیاد رکھ کر مناسب مصلحت ایک حکیمانہ جواب بھیج دیا ۔ الفاظ یہ تھے کہ ہم آج کل غنیم کی تنبیہ کا مصمم قصد کر کے آگے جا رہے ہیں ۔ توقف کا موقع نہیں ۔ تمھارا ارادہ جو دانش مندی پر مبنی ہے جتنی جلد عملی جامہ پہن لے حالات حاضرہ کے پیش نظر بہت ہی مناسب ہوگا ۔ رن دولہا خاں شاہی سرداروں کے استقبال اور اس قابل فخر پذیرائی سے سرفراز ہو کر اعظم خاں کے لشکر میں آیا ۔ یہاں آ کر شاہانہ جاہ و جلال اور ملوکانہ کثر و فر جو دیکھا تو وحشی مزاجی اور کم حوصلگی کے سبب دل پر خوف و ہراس طاری ہو گیا ۔ مضطرب ہو کر پانچ سو مسلح رفیقوں کو ساتھ لے کر اعظم خاں کی مجلس میں آیا جس نے اس روز بڑی زیب و زینت کا جشن منعقد کیا تھا ۔ [۳۱۶] اعظم خاں نے سوچا کہ اگر اس کے مسلح رفیقوں کو ، جو آداب ملاقات کے خلاف محفل میں آ چکے ہیں ، نکلوا دوں تو سبھوں کو نفرت و وحشت ہو گی ۔ غرض چشم پوشی سے کام لیا بلکہ بطور مہربانی تقاضائے وقت کے مطابق اس کی اور اس کے باپ کی اتنی دل جوئی کی کہ ان وحشیوں کو مانوس کر لیا ۔ پھر از سر نو دل دہی کر کے ان کے رتبے کے مطابق بیس عدد خلعت انھیں عطا کیے ۔

جب اعظم خاں کی شگفتہ مزاجی اور کشادہ دلی سے ان کا حوصلہ بندھا تو نہایت انکسار اور نیاز مندی سے گڑگڑا کر کہنے لگے کہ حضرت جہاں پناہی نے ہمارے آقا عادل خاں پر دکن کے تمام سلاطین سے زیادہ نوازش کر کے الطاف و عنایات سے سرفراز فرمایا ہے ۔ ذاتی علاقوں کے علاوہ انھیں نظام الملک کے پانچ

قلعے بھی عطا فرمائے ہیں جن میں دھارور شامل ہے - اب شاہی دلاوروں نے وہ قلعہ فتح کر لیا ہے - حسب وعدہ اسے ہمارے آقا کو دے دیا جائے ورنہ وہ اپنے تئیں عنایت شاہی سے بے نصیب و محروم تصور کر کے ناامید ہوجائیں گے -

اعظم خاں نے جواب دیا کہ فرمانِ شاہی کا پورا مضمون یہ تھا کہ جب عادل خاں نظام الملک کے استیصال میں سرکاری نوکروں کے ساتھ پوری موافقت کرکے اس منافق کی بغاوت کی بنیاد ڈھا دیں گے تو اس خدمت کے صلے میں شاہی امراء ان کی امداد کریں گے اور عادل خانی فوج کو ساتھ لے کر قلعے فتح کرکے یہ قلعے ان کے حوالے کر دیں گے - اس تمام مدت میں شاہی لشکر نے غنیم کے تعاقب میں یہ سارا علاقہ کئی بار روند ڈالا - اس طرح پیچھا کیا کہ نظام الملک کی فوج کو کہیں دم لینے کی مہلت نہیں دی - لیکن اس عرصے میں عادل خاں نے شاہی لشکر کی ذرا امداد نہیں کی - علاوہ ازیں مزید احسان کے بطور ، جو شاہجہانی سرداروں کا پسندیدہ شیوہ ہے ، یاد دہانی بھی کی گئی کہ اس وقت غنیم کی حالت بالکل خراب ہے ، قلعوں کا محاصرہ کر لو - اس کا بھی کوئی اثر نہ ہؤا - آپ صاحبان نے کہیں کوئی خدمت انجام نہ دی - اب جو ہم نے ہزار تدبیروں سے قلعہ دھارور کو فتح کر لیا ہے تو تمھاری یہ التماس بے محل ہے - غنیم کے باقی ماندہ آدمیوں کی تنبیہ کے لیے ہم پائیں گھاٹ جا رہے ہیں - [۳۱۷] مناسب یہ ہے کہ تم یہاں ٹھہر کر اپنے آدمی جمع کر لو - جب وہ ادبار زدہ گروہ ہمارے مقابلے میں شکست کھا کر بالا گھاٹ کی طرف جائے تو تم ان بدنیتوں کا راستہ روکو - ادھر سے ہماری فوجیں ان کے پیچھے آئیں ادھر سے تم انھیں دباؤ - اس طرح انھیں تباہ کر دیا جائے - جب آپ لوگ یہ خدمت انجام دے کر ہوا خواہی کا ثبوت دیں گے تو ہم درگاہِ والا میں عرضداشت بھیج کر قلعۂ دھارور

آپ کے حوالے کرنے کی اجازت طلب کریں گے - حضرت جہان بان جہان بخش کی نگاہ میں ساری دنیا کی کوئی حقیقت نہیں - بالشت بھر زمین (قلعہ دھارور) کی کیا حثیت ہے - یقین ہے کہ اس وقت آپ کی یہ درخواست موقع محل کے مناسب ہو گی اور حضرت بادشاہ اسے منظور فرما لیں گے -

المختصر اعظم خاں نے عادل خانی فوج کو مالدوہ[1] کی فتح کے لیے رخصت کرکے خود دھارور سے کوچ کیا - نظام الملکی فوج کے پیچھے قندھار کی طرف روانہ ہؤا - نظام الملک نے بدحواس ہو کر یہی مصلحت مناسب سمجھی کہ عادل خانی فوج کے ساتھ مصالحت کرکے شولاپور کا قلعہ پھر ان کے حوالے کرے اور قسماقسمی یہ عہد و پیماں کر لے کہ آئندہ دونوں سلطان ایک دوسرے کے اتفاق سے مصلحتِ وقت کے مطابق عمل کریں گے -

قحط ، مہنگائی ، طاعون اور وبا کی شدت کا مختصر بیان

نظام الملک نے بد انجامی کی بدولت بادشاہی نوکروں کا مطلق لحاظ نہ کیا - گزشتہ بادشاہوں کی پسندیدہ روش کے خلاف چلتا تھا - عام معاملات میں حضرت پروردگار کی رضاجوئی یعنی عدل و انصاف کے طریقے سے منحرف رہتا - اسی پر اکتفانہ کی بلکہ افغانوں کو ، جو ساری دنیا میں فتنہ و فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ، اپنی مملکت میں

۱- یہ قلعہ ناندیڑ سے پچیس میل جنوب میں ہے - دھارور سے اس کا فاصلہ ۷۵ میل ہے -

پناہ دیتا رہا ۔ اس باغی فرقے کو ، جو جسم روزگار میں خلطِ فاسد کی حیثیت رکھتا اور خرابیِ روزگار کا سبب ہے ، ہر طرح تقویت پہنچاتا تھا ۔ ان وجوہ سے اپنے آپ کو آفتوں اور مصیبتوں کی آماجگاہ بنا لیا ۔ بالآخر منتقم حقیقی یعنی خدائے قہار نے اس پر اور اس کی رعایا پر طرح طرح کی بلائیں نازل فرمائیں ۔ سب سے پہلی آفت یہ آئی کہ جاڑے برسات کی بارشیں نہ ہونے سے فصلیں اور پودے سوکھ گئے ۔ ساری برسات خالی گئی ۔ وہی زمین جو بادلوں کی زکواۃ سے سیراب ہؤا کرتی تھی ایک ایک قطرے کو ترس گئی ۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بادلوں میں دھوئیں کی اور سحاب میں سراب کی خاصیت آ گئی ہے ۔ صحرا ، مرغزار ، دشت ، کہسار ہر جگہ خشکی کی شدت سے گھاس جل کر زرد ہوگئی ۔ سخن سنجِ بے نظیر ابوطالب کلیم [۳۱۸] نے اس سلسلے میں نہایت نازک مضمون نکالے ہیں ۔ اشعار (ترجمہ) :

ابر و باراں کا نشان ایسا مٹا کہ گویا آسمان پر برجِ آبی کا وجود ہی نہ تھا ۔ اگر کوئی بادل بھولا بھٹکا آ بھی جاتا تو پتنگ کے کاغذ کی طرح سوکھا گزر جاتا ۔ اگر کہیں کوئی بوند پانی کی تھی بھی تو وہ آبلے کے پانی کی طرح منہ چھپائے تھی ۔

غرض خشک سالی کی بدولت غلے کی نایابی اور مہنگائی اتنی بڑھی کہ کال پڑ گیا ۔ قحط کے مارے اتنے بے تعداد آدمی ہلاک ہوئے کہ یہ معاملہ شمار و حساب سے گزر گیا ۔ نوحہ و ماتم اور کفن دفن کے اہتمام کی گنجائش ہی نہ رہی ۔ بلکہ لوگ یہ سوچنے لگے کہ گھر کے آدمی جتنے مر جائیں اچھا ہے تاکہ روٹی کی فکر کم ہو ۔ ادھر تو قحط نے دکن کی آبادی خالی کر کے ملک

ہے" کہتے ہوئے ہندوستان میں پناہ گزیں ہوئے - برہان پور کے ساکن ، خاندیس کے پرگنوں والے نیز گجرات اور مضافات کے باشندے فقط حضرت شہنشاہ کی مہربانی سے جو لطف کردگار اور عنایت پروردگار کا نمونہ ہے ، اس بلائے بے درماں سے بچے - حضرتِ شاہجہاں کے حسب الحکم تمام شہروں بالخصوص برہان پور میں فقیروں ، مسکینوں کے لیے لنگرخانے کھول دیے گئے تھے جہاں سرکاری خرچ پر طرح طرح کے کھانے مہیا ہوتے اور ہر شخص کو کھانے کی عام اجازت ہوتی - علاوہ ازیں پیر کے روز جو حضرت کی تخت نشینی کی نسبت سے نوروز اور عید کے برابر ہے ، مقررہ صدقوں اور وظیفوں کے علاوہ پانچ ہزار روپے شہر کے باشندوں میں مزید تقسیم کیے جاتے - فرمانِ شاہی جاری ہؤا کہ رعایا کی سہولت کی خاطر مقررہ لگان میں سے پچاس لاکھ روپے کی معافی دی جائے - حضرت کے حسب الحکم سرداروں اور امیروں نے مالیے میں جو تخفیف کی اس کا کچھ شمار نہیں -

انھی دنوں ترک غلام آقا حیدر جو نظام الملک کا محرم راز اور خواص خاں کے خطاب سے سرفراز تھا خوش نصیبی کی رہنمائی سے بارگاہِ شاہی میں حاضر ہؤا - دو ہزاری ذات و سوار کے منصب نیز گھوڑے اور خلعت کی عنایت سے سرفرازی پائی -

اس اثنا میں مقرب خاں اور بہلول نے فوج شاہی کی صولت سے یکایک مرعوب ہو کر عادل شاہی دربار کے ساتھ مصالحت کر لی - [۲۲۱] اعظم خاں نے رن دولھا خاں کو لکھا کہ اس وقت غنیم بالا گھاٹ کی طرف جانے کی فکر میں ہے - اطاعت و کار گزاری کا تقاضا یہ ہے کہ حسب وعدہ گھاٹی کا دہانہ روکے رکھو اور ہمارے لشکر کے آنے تک انھیں فرار کی مہلت نہ دو - اس خدمت سے سرفرازی حاصل کرنی لازم ہے - اس منافق نے جواب میں لکھا

کہ ان دنوں میری فوج منتشر ہو چکی ہے۔ اپنے آقا عادل خاں کی اجازت لے کر آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔

مقرب خاں نے جب دیکھا کہ اعظم خاں نے نظام الملک کو تباہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے تو چارہ گری کے بطور رن دولھا خاں کے ساتھ صلح و صلاح کی راہ نکالی۔ نامہ و پیغام کے سلسلے میں بڑی چاپلوسی کے ساتھ اس کے ذہن نشین کیا کہ نظام الملکی خاندان کو تباہی سے بچانا منظور ہو تو مناسب یہ ہے کہ موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔ پچھلی غلطیوں کی تلافی کرکے اپنا مستقبل محفوظ کر لو۔ قبل اس کے کہ حوادث روزگار کی چکی میں تمھارے پسنے کی نوبت آئے اور گردش چرخ سے تمھارے علاقے میں جنگ و بیکار کی طویل المیعاد آگ بھڑکنے لگے، تمھیں لازم ہے کہ نفاق کو ترک کرکے اتحاد و اتفاق کا رابطہ مضبوط کرو۔ عہد و پیمان کے سلسلے کو شدید قسموں سے مضبوط کرکے خاندان نظام الملکی کے تحفظ کی پوری کوشش کر لو۔ بالخصوص اب کہ نظام الملک نے اپنے ہوا خواہوں کی درخواست پر یہ بھی منظور کر لیا ہے کہ صلح و آشتی کی خاطر شولا پور کا قلعہ عادل خاں کے حوالے کر دیا جائے۔ آغازِ ملازمت میں نظام الملک نے ہی مربی بن کر تمھارا رتبہ بلند کیا تھا۔ اس لحاظ سے اس کے حقوق کا پاس تمھیں لازم ہے۔ المختصر اس دلپذیر نصیحت کا رن دولھا خاں پر بہت اثر ہؤا۔ از سر نو مقرب خاں کے ساتھ اتحاد قائم کر لیا۔

اعظم خاں نے یہ تمام ماجرا عرضداشت میں لکھ کر حضورِ والا کو بھیج دیا۔ حضرت نے حکم دیا کہ ابوالحسن کی فوج کے تمام احدی اور دلیر خاں فوراً اعظم خاں، کی کمک کے لیے روانہ ہو جائیں۔ سردار خاں، خواص خاں رشید خاں اور چند دیگر سرداروں کو تین ہزار سوار دے کر اعظم خاں کی مدد پر متعین

فرمایا - خانِ مذکور کمک کی خوشخبری سنتے ہی پرینده[1] کے قصبے اور منڈی کو تاراج کرنے کی نیت سے آگے بڑھا - انھیں ایسا لوٹا کہ خاک اڑا کر رکھ دی - پھر قلعہ[1] برینده سے ملی ہوئی کچّی گڑھی [۳۲۲] پر حملہ کیا جس کے گردا گرد تین گز چوڑی خندق تھی - گڑھی کی دیوار تین گز جوڑی اور پانچ گز اونچی تھی جسے ہاتھیوں نے ٹکریں مار مار کر گرا دیا - اعظم خاں گڑھی میں داخل ہؤا - اسی اثنا میں محصورین نے دو توپوں کو ، جن میں ڈیڑھ ڈیڑھ من بادشاہی کے گولے پڑنے تھے ، فیلہ دکھا کر داغ دیا - قضائے الٰہی سے ان میں کا ایک گولا زمین پر گر کر پھٹا - سنگلاخ زمین کے پتھر گولے کے صدمے سے جو اڑے تو کئی آدمیوں کے کاری زخم آئے - چار پیادے اور تین سوار گھوڑوں سمیت وہیں ہلاک ہوئے - اعظم خاں کے حسب الحکم اسی ہنگامے میں بعض دلاور خندق میں اتر گئے - وہاں سے سات مست ہاتھی اور بے شمار مالِ غنیمت لے کر نکلے -

اعظم خاں نے کمک اور خزانے کا شدید انتظار کرنے کے باوجود محاصرے کا انتظام کیا - تین طرف سے مورچے قائم کرکے سرنگیں بڑھائیں - چوتھی سمت میں ، جو راجا جے سنگھ اور اہتمام خاں کی سرداری میں تھی ، مورچے بڑھا کر مرکز قائم کیا - اس پر دمدمہ بنا کر اہلِ قلعہ پر تیر اور گولیاں برسانے لگے - توپ کے گولوں نے سامنے والی فصیلوں کو صاف اڑا دیا - خصوصاً شیر حاجی والی فصیل میں آدمی گولے گولیوں کی بوچھاڑ سے سر اٹھانے کے بھی قابل نہ رہے - اہلِ قلعہ کی ہمت جواب دے گئی لیکن ان تمام باتوں کے باوجود فوجِ شاہی کے حوصلے ان سے بھی

۱- ضلع عثمان آباد ریاست حیدرآباد میں واقع ہے -

زیادہ پست ہو چلے تھے - وجہ یہ کہ دانے چارے اور ایندھن کا اتنا قحط تھا کہ گھاس کا تنکا اور جو کا دانہ کہیں ہاتھ نہ آتا تھا - گھاس کی جڑیں تک کھود کھود کر نکال لیں - ایک پتّا باقی نہ رہا - دانے چارے کی نایابی سے مویشیوں کا یہ حال ہوا کہ چاند تاروں اور کہکشاں کو گھاس کا ڈھیر سمجھ کر رات بھر تکتے رہتے - یاقوت خاں اور ملتفت خاں ایک فوجِ جرار لے کر گھاس اور ایندھن کی تلاش میں دور دراز علاقے میں گئے ہوئے تھے - ہزار جستجو سے چاروں طرف بھر کر دو تین روز کا چارہ فراہم کیا - اتنی کوشش کے باوجود کوئی خاص فائدہ نہ ہوا - گھاس کے چند گٹھے اس بے شمار لشکر کے جانوروں کو کیا کفایت کرتے اور سو پچاس من جو شاہی فوج کے بے تعداد گھوڑوں کا پیٹ کتنے دن بھرتے - [۳۲۳] مجبوراً اعظم خاں نے مصلحت یہی سمجھی کہ سرِدست محاصرے سے ہاتھ اٹھا لے - غرض محاصرہ ترک کرکے دھارور کی طرف روانہ ہوا اور موضع پاترہ[۱] میں پڑاؤ ڈالا -

ان دنوں دربارِ شاہی میں ایک واقعہ رونما ہوا - یعنی شاہِ ایران نے اپنا ایلچی محمد علی بیگ بارگاہِ والا میں بھیجا تھا - وہ حسب الحکم آگرہ سے برہان پور کو روانہ ہوا - حضرت شاہجہاں نے چاہا کہ اسے عنایتِ شاہانہ یعنی خلعتِ فاخرہ سے سرفراز فرمائیں - مکرمت خاں کو اس خدمت پر مامور کرکے حکم دیا کہ بہت تیزی کے ساتھ سفر کرکے اسے خلعت پہنچاؤ اور مالوے تک اس کے ساتھ رہ کر وہاں سے بہ عجلت واپس آؤ - مالوے کا صوبے دار معتقد خاں درگاہِ گیتی پناہ میں تمھارے ہمراہ حاضر ہو -

۲۳ اسفندار (۱۶ مارچ ۱۶۳۱ء) کو یمین الدولہ آصف خاں

۱- یہ موضع دھارور سے چودہ میل جنوب میں واقع ہے -

تمام سرداروں سمیت بالا گھاٹ سے واپس آیا - برہان پور کے نزدیک پہنچا تو خدیو روزگار نے اس کی مزید عزت افزائی کے لیے شاہزادوں کو حکم دیا کہ نواحِ شہر تک جا کر استقبال کریں - آداب داں ادب پرورده شاہزادوں نے حکم کی تعمیل کی - خانِ حق‌شناس نے اس عزت افزائی سے سرفراز ہو کر شکر کے سجدے کیے اور رسم مقررہ کے مطابق حاضری کے وقت ہزار روپے، ہزار اشرفی کی نذر پیش کی - حضرت نے اسے دیگر عنایتوں سے کامیاب کرکے خلعتِ خاصہ عطا فرمایا - پھر منصب اور درجے کے مطابق دوسرے امرا حاضر ہوئے - عبداللہ خاں اورسید مظفر خاں، جنھوں نے پوری کوشش سے خان جہاں کا استیصال کیا تھا، خدمت عالی میں باریاب ہوئے - پانچ پانچ سو اشرفیوں کی نذر پیش کی - پہلے عبداللہ خاں نے خلعت، جمدھر، شمشیرِ مرصع، جیغۂ مرصع [۳۲۴] اور اسپ و فیلِ خاصہ کی عنایت سے سرفرازی پائی - منصب میں ایک ہزاری ذات اور سوار کا اضافہ ہؤا اور فیروز جنگ خطاب ملا - اس کے بعد سید مظفر خاں کو چار ہزاری ذات و سوار کے منصب پر ہزاری ذات و سوار کی ترقی عطا ہوئی - خلعت وغیرہ کے علاوہ خان جہاں خطاب پا کر ہمچشموں میں ممتاز ہؤا - پھر تمام منصب دار، جنھوں نے نمایاں خدمات انجام دی تھیں، اپنے اپنے مرتبے کے مطابق مختلف عنایات سے بہرہ یاب ہوئے - انھی دنوں مکرمت خاں اپنی خدمت انجام دے کر واپس آیا اور حاضرِ خدمتِ عالی ہؤا -

۱۴ شعبان ۱۰۴۰ھ کو شاہِ دیں پناہ نے حسبِ دستور شبِ برات کے چراغاں کا حکم دیا - چراغوں کی روشنی نے رات کو دن بنا دیا - چودھویں رات کی چاندنی چراغوں کی روشنی کے سامنے بے فروغ سی نظر آتی تھی - اس رات ماہِ کامل نے شمعوں کے نور سے استفادہ کرکے اتنا ذخیرہ جمع کر لیا کہ ابد تک کام آ سکے،

بلکہ اسی نور میں سے آفتاب کا سابقہ قرض بھی ادا کر دیا[1] -

حضرتِ شاہجہاں کا چوتھا سال جلوس

۱۷ شعبان ۱۰۴۰ھ (مارچ ۱۶۳۱) جمعے کی رات ۲۳ گھڑی ۴۷ دل گزرنے ہر جوتھے آسمان کا تاجدار یعنی آفتابِ تاباں اپنے بیت الشرف برجِ حمل میں آیا جس سے کارخانۂ عالم کو نئی رونق حاصل ہوئی - خدیوِ روزگار کی حکومت کا جوتھا سال شروع ہؤا جس نے اہلِ زمانہ کو نوروز کا مردہ سنا کر نا آمید غریبوں محتاجوں کی ڈھارس بندھائی - شاہِ دوراں کے عہد حکومت کی برکت سے ، جو حضرت کے عدل و احسان کا نتیجہ بلکہ نیک نیتی کا ثمرہ ہے ، دنیا والوں کو آسماں نے ازسرِنو نگاہِ مہر سے دیکھا - جو اشخاص جیتے بچے وہ آفاتِ ارضی و سماوی مثلاً طاعون اور وبا کے ترکانہ حملوں سے بچ گئے اور حوادثِ لیل و نہار کے شبخون یعنی قحط اور مہنگائی سے محفوظ رہے - خدائے رزاق کے دستر خوانِ احسان کے خوان بردار یعنی سورج نے پروردگار کے حکم سے آسمانی برکتوں کے دروازے (بارش) اہلِ دنیا پر کھول دیے جس سے صحرا و چمن کے پودوں اور فصلوں نے ،جو دکن کے قحط زدوں کی طرح کمھلائے ہوئے تھے سرسبزی و شادابی پائی - چونکہ پروردگارِ عالم کے لطفِ عام کو تفصیل سے بیان کرنا انسان کے مقدور سے باہر ہے لہٰذا اس کا ذکر ترک کرکے ان مبارک ایام کے کچھ واقعات یہاں درج کیے جاتے ہیں -

---

۱- چاند آفتاب سے روشنی حاصل کرتا ہے جسے قرض سے تعبیر کیا گیا ہے -

۲ فروردیں (۲۲ مارچ ۱۶۳۱ء) کو [۳۲۵] شاہ صفی تاجدار ایران کا ایلچی محمد علی بیگ افضل خاں اور صادق خاں کے ہمراہ (جو حسب الحکم اس کے استقبال کے لیے گئے تھے) درگاہِ گیتی پناہ کی آستاں بوسی سے مشرف ہؤا۔ کمال ادب کے ساتھ شاہ صفی کا مراسلہ پیش کیا جس کا خاص مضمون حضرت کی تخت نشینی کی مبارکباد تھی۔ حضرت شہنشاہ نے مراسلہ اس سے لے کر وزیراعظم افضل خاں کے سپرد کردیا۔ بعدازاں ایلچی نے شاہِ ایران کی دعائیں اور پر خلوص زبانی پیغام، جو اظہار الفت پر مبنی تھے، بیان کیے۔ پھر ارکانِ حکومت کی وساطت سے درخواست کی کہ شاہِ ایران کے بھیجے ہوئے تحفوں کو پیش کرنے کے لیے وقت مقرر فرمایا جائے۔ حسب الحکم ۶ فروردیں کی تاریخ اس مقصد کے لیے معین ہوئی۔ حضرت نے اس آداب داں، ادب شعار ایلچی کو خلعت، تاج قزلباشی[۱]، جیغۂ مرصع اور بیش قیمت خنجرِ مرصع کی عنایت سے سرفراز کیا۔ دو طلائی خوان، ایک مرصع پان دان اور سرپوش دار طلائی پیالہ مزید عطا فرما کر عنایتِ خصوصی سے سر بلند فرمایا۔ اس طلائی پیالے کی قیمت بیس ہزار روپے تھی اور ارگجۂ خاصہ (معطر اُبٹن) سے بھرا ہؤا تھا۔ دستور ہے کہ جشن یا عید کے موقعے پر یہ پیالے عطا ہوتے ہیں۔ افضل خاں کا بھائی عبدالحق مخاطب بہ امانت خاں، جو حکم عالی کے مطابق محمد علی بیگ کی ہمراہی اور مہمان داری کی خدمت پر مامور ہو کر دارالسلطنت سے پانی پت تک اور وہاں سے برہان پور تک بڑی لیاقت سے یہ خدمات انجام دیتا ہؤا اور پر تکلف ضیافتیں کرتا ہؤا آیا تھا، آستانِ آسمان نشان کی زمیں بوسی سے مشرف ہو کر سعادتِ جاودانی سے کامیاب ہؤا۔

۱- تاج قزلباشی کی کیفیت معلوم نہ ہو سکی۔ غالباً قزلباشوں کی بارہ کونوں والی مرصع ٹوپی ہوگی۔

۶ فروردیں کو ایلچی نے حسب الحکم شاہ ایران کے تحفے نظر انور سے گزارے - ان میں تین نہایت تیز رفتار عراقی گھوڑے ، ایران کی نفیس سوغاتیں اور وہاں کی نادر و نایاب چیزیں تھیں - سب تحفوں کی قیمت تین لاکھ روپے کے قریب تھی - ایلچی نے اپنی جانب سے بھی پانچ عراقی گھوڑے ، پندرہ تیز رفتار اونٹ اور سانڈنیاں ، پانچ خچر اور دیگر سامان پیش کیا - محمد تقی تحویلدار سوغات کی طرف سے بھی پانچ گھوڑے بطور پیشکش گزارے -

۱۴ فروردیں کو قطب الملک کی بہتر قیمت پیشکش نظر عالی سے گزری جو نادر چیزوں ، جواہرات ، مرصع آلات ، نقد رقم ، کوہ پیکر ہاتھیوں اور تمام نفیس اشیا پر مشتمل تھی - قطب الملک نے ان چیزوں کو درگاہ شاہی کے فرستادے محی الدین اور اپنے ایک سردار وفا خاں کے ہاتھ بھیجا تھا - شیخ محی الدین نے قطب الملک کے عنایت کردہ چار لاکھ روپے میں سے ایک لاکھ روپے ، جواہرات اور مختلف اشیا اپنی طرف سے خدمت عالی میں پیش کیں -

بعض فتوحات آسمانی کا بیان جو قلیج خاں کی کار گزاری سے الہ آباد میں حاصل ہوئیں نیز دیگر سوانح کی تفصیل

شاہ ہفت کشور نے کچھ [۳۲۶] عرصہ پہلے سنا تھا کہ عبدل[۱] نامی کوتاہ اندیش مفسد نے نہایت مضبوط قلعوں کے سہارے ، جو گھنے جنگل کے وسط میں واقع ہیں ، خودسری اور

۱- منتخب اللباب حصہ اول ، ص ۵۴۴ پر نام ابدال درج ہے -

سرکشی کا ہنگامہ گرم کر رکھا ہے - اس علاقے سے گزرنے والے مسافر اس ظالم کے ہاتھ سے عاجز ہوکر جان سے تنگ آ گئے ہیں - چونکہ جہاں بانی کے آئین میں فتنہ و فساد کے بانیوں کی بنیاد ڈھانا فرض عین ہے لہٰذا حکم والا صادر ہؤا کہ قلیج خاں بے تامّل اس بدبخت کی سرکوبی کرے - خانِ مذکور لشکرِ جرّار کو ساز و سامان سے خوب آراستہ کرکے ادھر بڑھا - قصبۂ ہرگاؤں پہنچ کر ، جس میں تین مضبوط قلعے تھے ، پہلے قلعے کا محاصرہ کیا کہ عبدل کے جان نثار ساتھی اور اہل و عیال اسی میں بہ حفاظت مقیم تھے- دو دروازے تھے- قلیج خاں نے دونوں دروازوں پر یلغار کی - اہلِ قلعہ نے اپنی جان اور ناموس کی حفاظت کی خاطر توپیں اور بندوقیں چلا چلا کر ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا - توپوں بندوقوں کے علاوہ دوسری آتشگیر چیزیں بھی برساتے رہے تاکہ حملہ آوروں کو بڑھنے کا موقع نہ ملے - اس کے باوجود لشکر شاہی کے دلاور شجاعت اور دینداری کے جوش میں اور زیادہ سرگرمی سے حملہ کرتے رہے - بعض جری سورما سیڑھیاں لگا لگا کر اور کچھ بہادر فصیلوں ، برجوں پر کمندیں ڈال ڈال کر اوپر چڑھ گئے - اہلِ قلعہ میں سے ایک گروہ نے ثابت قدمی کے ساتھ کچھ دیر مقابلہ کیا - جب دیکھا کہ لڑنا بے سود ہے تو دوسرے قلعے میں جا کر پناہ لی -

قلیج خاں نے دوسرے قلعے کا محاصرہ کرکے تائیدِ ایزدی اور اقبالِ شاہجہانی کی برکت سے بزورِ تیغ اسے بھی فتح کر لیا - غنیم کے آدمی مار کھا کر تیسرے قلعے میں ، جو سب سے زیادہ مضبوط تھا ، چلے گئے - بادشاہی نوکروں نے جو کثرتِ تعداد کی بدولت نہیں بلکہ تائید ایزدی کی برکت سے ہمیشہ فتح پاتے ہیں ، تھوڑے ہی عرصے میں تیسرے قلعے کی فتح کا بھی انتظام کر لیا - بالآخر بہادران تیغ زن نے پوری جانفشانی سے یورش کرکے یہ قلعہ

بھی فتح کر ڈالا - [۳۲۷] اس موقعے پر غنیم نے ناموس کی حفاظت کی خاطر جان سے ہاتھ دھو کر ، غیرت و حمیّت کے تقاضے سے کمال ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جاہلیت کی وجہ سے اپنی بداصلی اور بے موقع غیرت کے مظاہرے یعنی جوہر کرنے پر اتر آئے۔ ہندوؤں کی قوم میں جوہر کی رسم یہ ہے کہ جب فتح کی امید نہ رہے اور ننگ و ناموس در آ بنے تو عورتوں بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرکے دشمن پر جا پڑتے ہیں - اس رسم کے بموجب تقریباً ایک ہزار آدمی اپنے اہل و عیال کو تلوار کے گھاٹ اتار کر میدان کارزار میں کود پڑے - ایک ہزار جنگجو سپاہی اور تھے - سب نے مردانگی کا ثبوت دے دے کر عدم کی راہ لی -

قلیج خاں کے آدمیوں سے بھی بہت سوں نے جہاد کے فریضے میں جان لڑا کر شہادت کی سرخروئی حاصل کی - اس سرزمین کے دوسرے باغی اور سرکش لشکر شاہی کا دبدبہ دیکھ کر ایسے مرعوب ہوئے کہ اپنے مضبوط قلعوں سے نکل نکل کر (جو قلعہ داری کے سامان سے بھرے پڑے تھے) دور دراز علاقوں میں چلے گئے - کوئی کہیں گیا ، کوئی کہیں - بد بخت عبدل بھی اپنے وطن سے بھاگ کر دشوار گزار جنگلوں میں جا چھپا - قلیج خاں نے اس بد عقل ، روسیاہ کے وطن کو ویران کر دیا - لوٹ مار کی آگ ایسی بھڑکائی کہ خشک و تر ہر چیز جل کر خاک ہو گئی - عالی شان بت خانوں کو مسمار کرکے بتوں کو آگ میں جھونک دیا - جس علاقے میں صنم پرستی ہوتی اور کفر و شرک کی سیاہی چھائی رہتی تھی وہاں شعائر اسلام کو رواج دے کر نور ایمان پھیلایا - بت خانوں کی جگہ مسجدیں ، خانقاہیں تعمیر کرکے اذان کی آواز اور ایمان کا غلغلہ اس زور شور سے بلند کیا کہ اللہ اکبر کے نعرے عرش کے فرشتوں نے بھی سن لیے- یہ کام کرکے قلیج خاں فتح و نصرت کو ہمرکاب لیے الہ آباد واپس آیا -

از غیبی فتوحات میں سے ایک واقعہ ، جس کا اشارہ عنوان میں ہو چکا ہے ، تلتم کے مضبوط قلعے کی فتح ہے۔ تفصیل یوں سمجھیے کہ سپہدار خان نے مدتوں اس قلعے کا محاصرہ جاری رکھ کر سعی و جانفشانی کے تمام مدارج طے کر دیے لیکن ذرا کامیابی حاصل نہ ہوئی ۔ نہ شمشیریں کام آئیں نہ تدبیریں ۔ چونکہ قلعے کی فتح فقط تقدیر کی امداد اور اقبال شاہی کی برکت پر منحصر تھی لہٰذا توفیق الٰہی کی بدولت ایک نئی صورت نکل آئی ۔ یعنی قلعے کے کچھ آدمیوں نیز چند گنواروں نے جو بعض پھاٹکوں کے درباں تھے اور پھاٹکوں کا کھولنا ، بند کرنا ان کے ذمے تھا ، یہ سوچا کہ اگر ہم شاہی سرداروں سے مل جائیں تو مالا مال ہو جائیں گے اور مرتبہ و منصب پائیں گے ۔ ان سبھوں نے متفق ہو کر سپہدار خان کے ساتھ قول و قرار کر لیا ۔ [۳۲۸] اس خدمت گزار سردار نے ، جو ہر وقت کارگزاری پر مستعد رہتا تھا ، بے تامّل تھوڑے سے جانباز بہادروں کو خاموشی کے ساتھ اندر بھیج دیا کہ دربانوں کے پیچھے پیچھے قلعے میں گھس کر قرنا بجائیں ۔ جب ان دلاوروں نے قلعے میں پہنچ کر قرنائیں پھونکیں تو قلعے کے نگاہبان یہ بے ہنگام آواز سن کر مقابلے کے لیے اٹھے ۔ لیکن اس وقت تک قلعے پر فوج شاہی کے بہادروں کا قبضہ ہو چکا تھا ۔ تدبیر اور جاں فشانی کا موقع باقی نہ رہا تھا ۔ سبھوں نے جان کے خوف سے قید میں آنا قبول کیا ۔

اسی زمانے میں گجرات کے صوبے دار شیر خان کے انتقال کی خبر پہنچی ۔ اسلام خاں، جو آگرے کی نگہبانی پر مامور تھا ، چار ہزاری ذات، تین ہزار سوار کے منصب پر ہزاری ذات اور سوار کی ترقی نیز خلعت سے سرفراز ہو کر احمد آباد گجرات کی صوبے داری پر تعینات ہؤا ۔ آگرے کی صوبے داری صفدر خاں کے اور قلعے کی نگہبانی مکرمت خاں کے سپرد ہوئی ۔ ۲۵ اردی بہشت (۱۶ مئی

۱۶۳۱ء) کو قلعدار خاں کے تبادلے سے رنتھمبور کے قلعے کی سرداری راجا بیٹھل داس کو عنایت ہوئی - وہ آدھر روانہ ہؤا - اس امتیاز و عنایت کی وجہ یہ تھی کہ خان جہاں کے معرکے میں اس نے بہت جانبازی دکھا کر راجا کا خطاب حاصل کیا تھا - راجپوتوں کا قاعدہ ہے کہ جب تک کسی سردار کو کوئی عمدہ قلعہ نہ مل جائے اس کا رتبہ تسلیم نہیں کیا جاتا خواہ اس کا منصب کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو - اس لحاظ سے حق شناس بادشاہ نے اس کی جاں نثاری کا حق ادا کرنے کے واسطے اسے رنتھمبور کی قلعہ داری عنایت کی جو ہندوستان کا بہت مشہور قلعہ ہے -

دوسری فتوحات میں سے، جن کا ذکر عنوان میں آیا ہے، قلعۂ ستونده[1] کی فتح ہے - تفصیل اس کی یہ ہے کہ سپہدار خاں نے قلعۂ تلتم فتح کرنے کے بعد حسب الحکم عالی ستونده کی فتح کا انتظام کیا - چاروں طرف فوج پھیلا کر ہر جانب سے مورچے بڑھانے شروع کیے اور محصورین کو بے حد تنگ کیا - جب قلعہ دار کے حالات سے اس کی عاجزی و انکسار کا اندازہ ہو گیا تو سپہدار خاں نے اسے لکھا کہ بادشاہ سلامت کے اقبال سے ہم اس قلعے کو عنقریب فتح کر لیں گے - بہتر یہی ہے کہ قلعہ فتح ہونے سے پہلے اطاعت اختیار کر کے اپنی آبرو اور جان بچا لو - اطاعت شاہی کی بدولت تمھیں بلکہ تمھارے رشتہ داروں اور متوسلوں کی اولاد تک کو مرتبے اور منصب ملیں گے - اس عزت سے کیوں محروم ہوتے ہو - قلعے کے سردار جے مل نے جان و مال کی سلامتی ، شاہی منصب کے حصول اور فلاح و بہبود کی خاطر قلعہ حوالے کر دینے پر آمادگی ظاہر کی - سپہدار خاں نے اقرار نامہ ، جس میں عہد و پیمان

۱- اورنگ آباد سے تقریباً پچاس کوس شمال مشرق میں ہے -

کو شدید قسموں سے مضبوط [۳۲۹] کیا تھا، لکھ کر اُسے بھیج دیا۔ وہ یہ عہدنامہ پاتے ہی تمام اہل و عیال ، متعلقین ، ملازموں اور مال و اسباب سمیت باہر نکل آیا اور قلعہ تسلیم کر دیا ۔ سپہدار خان نے اُس کا اعزاز و احترام کیا اور سرکار شاہی سے خلعت ، ہاتھی اور گھوڑا عنایت کر کے سرفرازی بخشی ، بلکہ غائبانہ تین ہزاری منصب بھی عطا کر دیا ۔ جے مل کے بیٹے سیدی میراں کو بھی خلعت اور گھوڑا عطا کر کے پان صدی منصب کی تجویز سے سربلند کیا ۔ اگلے روز قلعے میں داخل ہو کر اُس کے دروازوں اور راستوں کا غور کے ساتھ معائنہ کیا اور ہر طرف سے مطمئن ہو کر قلعہ داری کے سامان اور غلے جارے وغیرہ کے بندوبست پر توجہ کی ۔ تین سو جنگ آزمودہ سپاہیوں کو اپنے داماد مرزا محمد کی ماتحتی میں قلعے کے اندر چھوڑا اور خود مظفر و منصور واپس آیا ۔

۱۴- اردی بہشت (مئی ۱۶۳۱ء) کو عیدالفطر کی تقریب واقع ہوئی ۔ ماہ شوال کے ہلال نے اوج فلک پر چڑھ کر بادشاہی ملازموں کو ان تازہ فتوحات کا مژدہ سنایا جو اُن دنوں واقع ہوئی تھیں ۔ اہل زمانہ ان دو عیدوں کے اکٹھا ہو جانے سے بے انتہا مسرور ہوئے ۔ حضرت صاحب قران ثانی کے لشکر سراسر ظفر کی فتوحات سن کر لوگوں نے خوشی کے مارے ایسے قہقہے لگائے اور شادیانۂ مبارکباد اس زور سے کھڑکا کہ آسمان گونج اٹھا ۔ اُس مسرت افروز تاریخ پر حضرت ظل سبحانی، جن کا دیدار عید کے چاند اور نوروز کی صبح سے زیادہ نشاط بخش تھا ، آفتاب عالم تاب کی طرح درشن کے جھروکے میں جلوہ افروز ہوئے ۔ حضرت کے چہرۂ پرنور کی چمک سے، جو طور کی تجلی کا نمونہ ہے ، سارا جہان وادیٔ ایمن کی طرح منور ہو گیا ۔ عیدالفطر کی مقررہ رسمیں ادا کرنے کے بعد حضرت نماز عید ادا کرنے کے لیے ہاتھی پر سوار ہو کر دولت و سعادت کو ہمرکاب لیے عیدگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔

روئے انور کی تابانی سے مصلا جگمگا اٹھا اور ساری عیدگاہ جلال و جمال اور دولت و اقبال کے زیور سے آراستہ ہوگئی ۔ عید کا دوگانہ پڑھ کر واپس ہوئے ۔ دونوں طرف روپوں ، اشرفیوں کی اتنی بکھیر ہوئی کہ کوچہ و بازار کی خلقت کا دامن سونے چاندی سے بھر گیا ۔ احمد بیگ خان کے تبادلے سے ملتان کی فوج داری پر شاہ رخ مرزا کے بیٹے نجابت خان کو تعینات فرما کر رخصت کیا ۔ یہ علاقہ ان دنوں یمین الدولہ کی جاگیر میں تھا ۔

اڑیسہ کے حالات میں سے ، جو حضور والا میں عرض ہوئے ، ایک یہ ہے [۳۳۰] کہ باقر خان نے تلنگانے کے لشکر کو شکست دے کر بے ادبی کی پاداش میں اس سے جرمانہ وصول کیا ۔ تفصیل یہ ہے کہ باقر خان نے کھیرا پاڑا کی ولایت میں داخل ہو کر منصور گڑھ کا مستحکم قلعہ قطب الملک کے آدمیوں سے چھین لیا ۔ جیسا کہ بیان ہوا ، آس پاس کے زمینداروں نے تقریباً بیس ہزار سپاہی فراہم کر کے کھیرا پاڑا سے بارہ کوس دور موضع مہدی پور میں گستاخی بلکہ دست درازی شروع کر دی تھی ۔ باقر دوبارہ کھیرا پاڑا سے نکل کر ان کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوا ۔ اتفاقاً چند کوس طے کرنے کے بعد اسے گھنے جنگل میں سے گزرا جو دشوار گزاری اور بے پایانی میں ضرب المثل تھا ۔ نسیم و صبا تیز رفتار ہیں ، لیکن اس صحرا سے گزرنے کا امکان نہ تھا ۔ باد صرصر لاکھ تند خرام سہی تاہم اسے بھی اس دشت سے نکلنے کی مجال نہ تھی ۔ شعلہ بھی وہاں قدم رکھتا ہوا گھبراتا تھا ۔ درخت اس کثرت سے اگے تھے کہ سیلاب کو بھی گزرنے کا راستہ نہ ملتا ، واپس مڑ جاتا ۔ درختوں اور پودوں کا گھن اتنا زیادہ تھا کہ نگاہ ، جو پل بھر میں آسمان کی سیر کر آتی ہے ، اس صحرا سے نکلنے سے معذور تھی ۔ ہزاروں کوس تک پھیلے ہوئے درختوں کی شاخیں باہم اس طرح گتھی ہوئی تھیں کہ بڑے بڑے

مہندس ، جو لمحے میں پرکار خیال کے ذریعے زمین سے آسمان تک قوس لگا سکتے ہیں ، ان کا تصور باندھنے سے عاجز تھے -

یہ کیفیت تھی لیکن لشکرِ شاہی کے دلاور، جو ہمتِ عالی کی تحریک سے اپنے مصمم ارادوں کو پورا کرکے چھوڑتے تھے، اس جنگل میں گھستے چلے گئے - درختوں کو کہیں کاٹ کر ، کہیں جلا کر راستہ نکالتے رہے - بد بخت غنیم کی فوج اسی گمان میں تھی اور اسی سہارے گستاخیاں کر رہی تھی کہ اس جنگل سے گزرنا قطعی نا ممکن ہے - جب شاہی دلاوروں کی یہ بہادری اور استقلال ملاحظہ کیا تو گھبرا کر زندگی سے ناامید ہو گئے - لشکرِ اقبال کی پیشقدمی سے ڈر کر پیچھے ہٹتے چلے گئے - یہاں تک کہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی تک پہنچے- اسے چوبی تختوں سے خوب بند کرکے نہایت گہری اور چوڑی خندق کھود کر رک گئے اور لڑائی کا ڈول ڈالا - ہنگامۂ جنگ گرم کرکے توپ اور بان کے فائر کرنے لگے - ادھر سے بھی بادشاہی بہادروں نے ، جو دلاوری اور شجاعت میں شعلۂ سرکش کے برابر تھے ، بلکہ صرصر کی طرح آگ پانی سے گزر جاتے تھے، گولے گولیوں کی بوچھاڑ اور خندق کی گہرائی کو خاطر میں نہ لائے - [۳۳۱] بڑھے چلے گئے اور بے تامل چوبی دیوار تک جا پہنچے - جس طرح شعلہ خس و خاشاک پر چھا جاتا ہے یہ دلاور دم بھر میں اس دیوار پر چڑھ گئے اور ان شیطان سیرت انسانوں کو تلواروں پر دھر لیا - ذرا سی دیر میں کشتوں کے پشتے لگا دیے- ان کم ہمتوں میں سے بے شمار آدمی مارے گئے، باقی بھاگ نکلے -

برگزیدۂ الہٰی حضرت شاہجہاں کی تائید و امداد سے قلعۂ قندھار (دکن) کی فتح

اس سے پہلے نصیری خاں نے حسب الحکمِ والا ایک فوج لے کر قلعۂ قندھار کا محاصرہ کرکے اسے فتح کرنے کے لیے بہت جد و جہد کی تھی (لیکن کامیاب نہ ہو سکا) - اب محض اقبالِ بادشاہی اور توفیقِ ایزدی کی بدولت اس مہم میں کامیاب ہو کر فائزالمرام ہؤا - اس کی تفصیل یہ ہے کہ پچھلے سال نصیری خاں نے قلعے کے کوس بھر قریب پہنچ کر فوج ظفر موج کے ذریعے اسے فتح کرنا چاہا - پہلے تو تمام سردار یعنی شہباز خان ، سردار خان ، راجا بہارت وغیرہ نیز تمام ملازم قصبے کو (جو قلعے سے ملا ہؤا تھا) تاراج کرنے کے لیے بڑھے - اس علاقے میں کمکی فوج کا سردار سرفراز خاں تھا - اس نے قلعے اور قصبے کے درمیانی میدان میں توپیں وغیرہ نصب کرکے حملے کا انتظام کیا - لشکرِ شاہی کے آنے ہی اس نے حملہ کر دیا - آدھر سے یاقوت خاں کا داماد صادق جو قلعہ دار تھا ، اور جس نے تمام برجوں بالخصوص میدان کے سامنے والے برجوں کو توپوں ، بندوقوں اور سامانِ جنگ سے خوب آراستہ کر رکھا تھا ، مدافعت اور لڑائی پر آمادہ ہؤا - دشمن کی صف سے آنے والے گولے گولیوں اور قلعے کے برجوں کی توپوں وغیرہ سے آگ کی بوچھار ہو رہی تھی لیکن ناموس پرست بہادروں نے ان بلاؤں کی ذرا پروا نہ کی - کمال بے باکی سے دشمن کی صفوں میں گھس گئے - [۳۳۲] قلب شکن حملوں نیز صف شکن گھوڑوں کی جھپٹ سے ان بد بختوں کو درہم برہم کر دیا -

اس معرکے میں سمندر خاں حاکم قصبہ ، شیدی سرور داروغۂ اصطبل جو کمک والے بندوقچیوں کے گھوڑوں کا مہتمم تھا ، دو

سو سپاہیوں سمیت قتل ہؤا ۔ قصبہ فتح ہو گیا ۔ تقریباً چھ ہزار مرد عورت گرفتار ہوئے ۔ لوٹ میں پانچ سو گھوڑے ، سو اونٹ اور بے اندازہ مال ہاتھ آیا ۔ لوٹنے والے سپاہیوں نے جو کچھ چھپا کر اپنے پاس رکھ لیا اس کا حساب نہیں ۔ سرافراز خاں تھوڑے سے پریشان حال سپاہیوں کے ساتھ جان بچا کر نکل گیا ۔ رات بھر مارا مار چلتا رہا اور خستہ و دل شکستہ حالت میں نظام‌الملک کی لشکرگاہ تک جا پہنچا ۔ نصیری خاں نے فتح و ظفر حاصل ہونے کے شکرانے میں تمام قیدیوں کو حضرت شاہجہاں کے صدقے میں آزاد کر دیا ۔ پھر مقصد کی تکمیل کے واسطے قلعہ فتح کرنے کا تمام سامان درست کیا ۔ جنگ آزمودہ بہادروں میں مورچے تقسیم کرکے سرنگیں بڑھانی شروع کیں ۔ جب محفوظ مورچے اور دمامے درست ہو گئے تو دمدمے بنا کر ہزاروں ترکیبوں سے توپیں ان پر چڑھا دیں ۔ جب کچھ عرصے بعد نصیری خاں کے مورچے کی سرنگ بڑھ کر خندق تک پہنچ گئی تو غنیم کی جماعت، جو خندق کے کنارے بند کے پیچھے جگہ سنبھالے بیٹھی تھی ، خوف کے مارے وہاں سے فرار ہو گئی ۔ نصیری خاں کے مورچے والے اس جگہ پر قابض ہو گئے ۔

اس خندق میں ، جو ۴۸ گز چوڑی تھی ، قاضی قوام کا مقبرہ تھا ۔ غنیم کے کچھ سپاہی بالعموم اس کی آڑ میں اطمینان سے بیٹھ کر بندوقیں اور بان چلاتے تھے ۔ ان کم ہمتوں کی اس حرکت سے شاہی دلاوروں کو کچھ پریشانی ہوئی ۔ لہٰذا نصیری خاں والی سرنگ کو بڑھا کر مقبرے کی تہ تک پہنچایا اور وہاں بارود بھر کر فتیلہ دکھا دیا ۔ زور کا دھماکہ ہؤا جس سے مقبرے کی بنیاد اور غنیم کے سو آدمی صاف اڑ گئے ۔ وہاں بھی شاہی فوجیوں کی ایک جماعت نے جگہ پکڑ کر مورچہ قائم کر لیا ۔ اس وقت عادل خاں اور نظام‌الملک کے تمام منافق نوکر متفق ہو کر رن دولھا خاں اور بہلول سمیت قلعے والوں کی مدد کے لیے آ پہنچے اور نصیری خاں

کے مورچے پر ٹوٹ پڑے - قلعے والوں نے بھی باہر نکل کر توپوں بندوقوں سے آگ کا طوفان برپا کر دیا - نصیری خاں نے تمام سرداروں اور دلاوروں کے ساتھ ثابت قدمی کے ساتھ [۳۲۳] مقابلہ کیا - بڑا خونریز معرکہ تھا لیکن ہمتِ مردانہ سے کام لے کر غنیم کے ٹکڑے اڑا دیے - اقبالِ شاہی اور سلطنتِ بے زوال کے دبدبے پر ایسا اعتماد تھا کہ بازوؤں میں نئی طاقت آ گئی - سینکڑوں کو زخمی اور قتل کرکے باقی کو سامنے سے بھگا دیا - اس خدا ساز فتح سے لشکرِ شاہی کا حوصلہ اور بڑھ گیا - پہلے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ محاصرے میں مشغول ہو گئے -

اس عرصے میں سپاہیوں نے اکیس نقبیں (سرنگیں) لگائی تھیں جن میں سے چھ بالکل مکمل ہو گئی تھیں - نصیری خاں نے مناسب سمجھا کہ ان چھ میں سے تین سرنگوں کو بارود سے بھر دیا جائے، باقی کو موقوف رکھیں - یہ منصوبہ مکمل ہونے سے پہلے اتفاقاً یہ خبر آئی کہ اعظم خاں، جو بادشاہ سلامت کے حکم سے اس دلاور کی کمک کے لیے بھیجا گیا تھا، قریب آ پہنچا - نصیری خاں نے اعظم خاں کا استقبال کرکے اسے سرنگوں پر لا کھڑا کیا - تینوں نقبوں میں اس کے سامنے آگ دی گئی ان میں سے صرف دو سرنگیں اڑیں جن کے صدمے سے شیر حاجی والی دیوار اور بڑے برج کا نصف حصہ صاف اڑ گئے - بدبخت غنیم کے آدمیوں میں سے کچھ تو سرنگوں کے دھماکے سے عالمِ بالا میں پہنچے اور کچھ دیوار کے نیچے دب کر ملکِ عدم کو سدھارے - نصیری خاں نے اپنے سپاہیوں کو ساتھ لے کر گری ہوئی فصیل کے راستے قلعے میں داخل ہونے کے لیے یلغار کی - قلعے والوں نے سخت مقابلہ کیا - بندوقیں اور بان چلا چلا کر نیز بارودی تھیلیوں کو آگ لگا کر خوب جنگ کی - دوپہر سے لے کر سورج ڈوبنے تک طرفین نے گیر و دار اور مار کاٹ کا ہنگامہ گرم رکھا -

چونکہ سرنگوں کی آگ کارگر نہ ہونے سے قلعے کی دیوار منصوبے کے مطابق نہیں گری تھی اس لیے قلعے والوں نے بھی خوب داد شجاعت دی ۔ بالآخر رات کی سیاہی چھا جانے کے سبب طرفین کے بہادر اپنے اپنے لشکر میں واپس چلے گئے ۔ شاہی دلاوروں نے اسی وقت دوسری سرنگوں میں بارود بچھانے کا انتظام کیا ۔ قلعے والوں نے اندازہ لگا لیا کہ یہی حالت رہی تو لشکر شاہی بہت جلد قلعے کو فتح کر لے گا اور سب آدمی قید ہو جائیں گے ۔ ناچار مضطرب ہو کر صلح صفائی کی راہ نکالی اگرچہ اس معرکے میں ایسی خوں ریزی ہوئی تھی کہ صلح و آشتی کا راستہ قریب قریب بند ہو چکا تھا ، تاہم اہل قلعہ نے راجا بھارت کے وسیلے سے درخواست کی کہ ہمیں جاں بخشی و امان کا عہدنامہ لکھ کر دے دیا جائے ۔ نصیری خاں نے ان کی التجا کے مطابق امان نامہ لکھ کر راجا کے آدمیوں کے ہاتھ قلعہ دار کے پاس بھیج دیا ۔ وہ قلعے کے سات سرداروں سمیت آ کر راجا سے ملا اور قلعے کی کنجیاں حوالے کر کے شاہی لشکر پر فتح و نصرت کا دریچہ کھول دیا ۔ بلکہ یہ کہیے کہ اپنے واسطے امن و امان کا راستہ تلاش کر لیا ۔

اگلے روز قلعہ دار نے راجا بھارت کے ہم رکاب [۴۳۳] نصیری خاں سے ملاقات کی ۔ دس ہاتھی بادشاہ کی پیش کش کے واسطے دیے ۔ نصیری خاں نے اسے جہاں پناہ کی بے پایاں عنایتوں کی خوش خبری سنا کر مطمئن کیا ، اور اسی دن (۲۷ اردی بہشت) چار ماہ انیس روز کے محاصرے کے بعد قلعے میں داخل ہوا ۔ تمام خصوصیات کا بہ غور معاینہ کر کے قلعہ داری کا سارا سامان ، جس میں چھوٹی بڑی ایک سو سولہ توپیں تھیں ، اپنے قبضے میں لیا ۔ اسی میں عنبری

کلاں ، عنبری خورد[1] ، ملک ضبط اور بجلی نام کی توپیں تھیں ۔

ان دنوں کارسازیِ تقدیر اور اقبالِ بادشاہی کی بدولت جو واقعات پردۂ غیب سے نمودار ہوئے اور نظام الملک کی سلطنت کی بنیاد ڈھانے کا سبب بنے ان کی تفصیل شنیدنی ہے ۔ چونکہ مشیتِ ایزدی نے اسے تباہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا لہذا اپنی بربادی و تباہی کا سامان اپنے ہاتھ سے تیار کر کے اپنی حکومت کی بنیاد خود کھودنے لگا ۔ ملک عنبر کا بڑا بیٹا فتح خاں اس کا وکیل اور سپہ سالار تھا ۔ کچھ عرصہ پہلے بدگمانی کی بنا پر اسے قید کر دیا تھا ۔ اس کی جگہ ایک اور سربرآوردہ اور معتبر غلام مقرب خاں کو سپہ سالاری پر اور اخلاص خاں حبشی کو وکالت پر سرفراز کیا ۔ جب مقرب خاں وغیرہ سے کام نہ چلا ان دنوں فتح خاں کو قید خانے سے نکال کر سابقہ منصب پر بحال کر دیا ۔ مقرب خاں اس وجہ سے نظام الملک سے نا امید ہو کر شاہی ملازمت میں آنے کی فکر کرنے لگا ۔ خط بھیج کر اعظم خاں سے امان نامہ طلب کیا ۔ خانِ والا شان نے تمام ماجرا بارگاہ شاہی میں لکھ بھیجا ۔ اس کی استدعا کے مطابق مقرب خاں کی دل جوئی کے لیے شاہی فرمان صادر ہوا ۔ اعظم خاں نے یہ نوازشی فرمان تانا جی ڈوریہ[2] کو بلا کر دکھایا ، جو نظام الملک کا معتبر سردار اور مقرب خاں کا پیش کار تھا اور بارہ اشخاص سمیت معاملات کی درستی کے لیے بھیجا گیا تھا ۔ اس کی تقریر سن کر مقرب خاں کو حضرت شاہجہاں

---

۱ - منتخب اللباب حصہ اول ، ص ۴۵۷ پر ان توپوں کا نام غیری خورد ، غیری کلاں درج ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے ۔

۲ - بادشاہ نامہ عبدالحمید حصہ اول ، ص ۳۷۸ پر تاماجی اور تاباجی کے نام درج ہیں ۔

کی عنایات کا آسرا بندھا ۔ شاہی ملازمت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا ۔ [۳۳۵] ہر طرف سے اطمینان کر کے اگلے روز اپنے رفیقوں سمیت شاہی لشکر میں آ ملا ۔ اعظم خاں نے مزید حوصلہ افزائی اور دل دہی کے لیے اُس کا پورا اعزاز و احترام کیا ۔ ملتفت خاں اور چند دوسرے سرداروں کو اس کے استقبال کے لیے روانہ کیا ۔ مزید دل‌جوئی کے لیے خود بھی لشکرگاہ کے آخر سرے تک آ کر پذیرائی کی ۔ بڑے احترام کے ساتھ اپنے گھر لا کر اُس کی عزت افزائی کی ۔ پہلے آتے بادشاہ سلامت کی طرف سے خلعت ، خنجر مرصع ، چار گھوڑے ، دو ہاتھی اور ایک لاکھ روپے عطا کر کے سرفرازی بخشی ، پھر چھ ہزاری ذات ، چھ ہزار سوار کا منصب دے کر اُس کے ہمراہیوں کو سو خلعتیں ، سو شالیں اور سو گھوڑے عنایت کیے ۔ اُن میں سے دو سو چالیس اشخاص کو اُن کے رتبے اور درجے کے مطابق منصب ، انعام اور مدد خرچ عطا کیا ۔

اسی اثنا میں عادل خاں کے سپہ سالار رن دولہا خاں نے مصلحتِ وقت کے تقاضے سے اعظم خاں کو پیغام بھیجا کہ دنیا اور اہلِ دنیا کی بہتری صلح و صلاح پر منحصر ہے ۔ اگر آپ فوج اور رعیت کی بہتری کے واسطے درگاہ شاہی میں مراسلہ بھیج کر عادل خاں کی قصوروں اور لغزشوں کی معافی کی درخواست کریں تو میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ عادل خاں حسبِ دستور بارگاہِ سلطانی کے مطیع و منقاد اور خدمت گزار رہیں گے اور فرماں برداری میں سرِ مو کوتاہی نہ کریں گے ۔ اطاعت و خدمت کی علامت سر دست یہ ہے کہ شیخ معین الدین ایلچی ، جو کچھ عرصہ پہلے پیش‌کش لے کر دربار والا میں جا رہا تھا اور بیدر میں روک دیا گیا تھا ، ایسے میں روانۂ دربار کرتا ہوں ۔ یہ پیغام ملنے پر ارکان سلطنت کے مشورے کے مطابق اعظم خاں پرگنۂ

بھالکی و چیت کوبہ[1] (علاقہ بیدر) کی طرف روانہ ہؤا تاکہ برسات آنے تک وہاں قیام کر کے مناسبِ مصلحت عمل کرے ، یعنی اگر عادل خاں کے سردار عہد و پیمان پر قائم رہیں تو درگاہِ شاہی میں التماس کرے کہ عادل خاں سے بےاختیاری میں جو لغزشیں سرزد ہوگئی ہیں انہیں معاف فرمایا جائے ۔ اور اگر یہ صورت نہ ہو اور رن دولہا کا پیغام مکر و فریب پر مبنی ہو تو ان بدعہدوں کو ان کے افعال کی پاداش کو پہنچائے ۔

اس صائب ارادے کے مطابق اعظم خاں نے اپنی لشکرگاہ سے کوچ کر کے [۳۳۶] تین کوس آگے دریائے ونجرہ کے کنارے پڑاؤ کیا ۔ مقررہ قاعدے کے مطابق جب تک تمام اردو کے آدمی فرود نہ ہوگئے چاروں فوجیں گھوڑوں پر سوار کھڑی رہیں ۔ اس کے بعد ہر فوج کے چند سردار ایک ایک کوس کے فاصلے سے اترنے گئے تاکہ اردو والے گھاس اور ایندھن فراغت سے لاتے رہیں ۔ اس منزل میں یہ دستور قائم رہا ۔ اس روز مقررہ کاموں کا سرانجام بہادر خاں روہیلہ ، شہباز خاں ، رشید خاں انصاری اور یوسف خاں تاشکندی کے ذمے تھا ۔ ان دنوں غنیم کی سرگرمیاں بھی کم ہوگئی تھیں لہٰذا لشکر والے ادھر سے مطمئن تھے ۔ احتیاط کا تقاضا ملحوظ نہ رکھا اور پوری جمعیت ساتھ نہ لائے ۔ نیرنگیِ روزگار سمجھیے یا حکم قضا و قدر ، اتفاقاً ایک ایسا حادثہ پیش آیا کہ قضائے آسمانی ثابت ہؤا ۔ اہلِ لشکر نے نگہبانی سے غفلت برتی اور اقبال بادشاہی کو ایسی نظرِ بد لگی کہ دبدبے میں کمی آ گئی ۔

۱۔ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد کے نسخے میں اس جگہ کا نام جیت کوتہ لکھا ہے ۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شاہی لشکر کے اترنے سے پہلے
اجپوتوں کی فوج دانہ چارہ حاصل کرنے اور لوٹ مار کی نیت
ے ایک گاؤں (قصبے) پر جا چڑھی جو لشکرگاہ سے تین کوس
ور واقع تھا - گاؤں کے باشندے اپنی کثرت کے بھروسے فصیل
ی پناہ میں مقابلے پر آمادہ ہوئے اور خوب لڑائی ہوئی - اسی اثنا
ں بہادر خاں کو اطلاع ملی کہ راجپوت اس قصبے کی چار دیواری
کو گرانے سے قاصر رہے اور اب ننگ و ناموس کے تقاضے سے
نے کو راجپوتی آن کے خلاف سمجھتے ہیں - ناچار بہادر خان
ن کی کمک کے لیے بڑھا اور ہاتھوں ہاتھ گاؤں والوں کو مغلوب
کر لیا - سبھوں نے مل کر اس قصبے کو خوب لوٹا - اکثر سپاہی
ال غنیمت کی گٹھریاں باندھ باندھ کر لشکرگاہ کو چل دیے -
رداروں کے ساتھ صرف چار سو سوار کے قریب رہ گئے - اس اثنا
یں غنیم کی فوج نے، جو لشکرگاہ شاہی سے دس کوس دور پڑی
ھی، کار گزار سواروں کی ایک جماعت ترکتازی کے لیے آگے بڑھائی
ھی - یہ لوگ گاؤں کے پاس پہنچے تو سارا حال معلوم ہوا - خود
س موضع کے نزدیک آ گئے اور ایک تیز رفتار قاصد کو خبر
ینے کے لیے اپنے لشکر میں بھیج دیا - بہادر خاں اور اس کے
فیقوں نے دیکھا کہ غنیم کے سوار ہم پر چڑھ آئے اور ہماری تعداد
ت کم ہے - تاہم اس نے اقبال بادشاہی کی کارسازی پر بھروسا
کرکے نیز قرآن مجید کی اس آیت پر اعتماد کرکے کہ 'بارہا چھوٹی
جماعتوں نے بڑے لشکروں کو شکست دی ہے' کوئی پروا نہ کی
ور شہر بھر کی طرح آندھی کی مانند ان پر جا پڑا - پہلے ہی حملے میں
ن بد نیتوں کو تتر بتر کر ڈالا - بعدازاں [۳۳ے] بہادر خاں اپنے
واروں کو ساتھ لیے لشکر کی طرف واپس آیا -

اس عرصے میں غنیم کی فوج کے تمام سرداروں یعنی رن دولھا
ان، سرافراز خاں، بہلول نیز عادل خان اور نظام الملک کے

دوسرے امرا کو قاصد کی زبانی تمام حال معلوم ہو چکا تھا۔ انھوں نے اس موقعے کو نہایت غنیمت سمجھا۔ فوراً پانچ چھ ہزار بہادر سپاہیوں کو لے کر بڑی پھرتی سے آئے اور ابھی بہادر خاں راستے ہی میں تھا کہ اسے آلیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہم غنیم کے نرغے میں آ گئے ہیں تو مجبوراً گھوڑوں سے اتر کر کشادہ پیشانی سے مقابلے کے لیے تیار ہوئے۔ تنگ گھاٹی تھی اور موقع کچھ ایسا آپڑا تھا کہ تیراندازی یا نیزہ چلانے تک کی گنجائش نہ تھی۔ غرض ان دلاوروں نے کمانوں اور برچھوں کو چھوڑ کر تلواریں سونت لیں۔ خنجر اور جمدھر سنبھال کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ ان شیر مردوں میں سے ہر دلاور یکہ تازی اور صف شکنی میں بے نظیر تھا۔ پیدل تھے لیکن اس حوصلے سے لڑے کہ رستم و اسفندیار کا معرکہ دلوں سے محو ہو گیا۔ اس لڑائی میں شہباز خاں اور اس کے بیٹے نے حضرت شاہجہاں کے نام پر نقد جاں کو نثار کر دیا۔ رشید خاں کے بھائی اور رشتے دار بھی مردانگی کی داد دے کر کام آئے۔ رشید خاں زخمی اور بد حال ہو کر میدانِ کارزار سے نکلا اور کسی طرح لشکرگاہ تک آ پہنچا۔ بہادر خاں اور یوسف خاں نے کاری زخم کھانے کے باوجود پے در پے اتنے حملے کیے کہ بیہوش ہو کر میدانِ جنگ میں گر گئے۔ بہادر خاں کے تقریباً ساٹھ بھائی بند اور عزیز جاں بازیاں دکھا کر سعادتِ جاوید یعنی شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔ باقی آدمیوں نے بھی کاری زخم کھائے۔

جب اعظم خاں کو اس ناگہانی واقعے کی اطلاع ملی تو بے درنگ میدان کارزار کی طرف بڑھا۔ غنیم کی فوج غلبہ پانے کے بعد بہادر خاں اور یوسف خاں کو، جو بے حد زخمی تھے، اٹھا کر لے چلی اور اعظم خاں کے خوف سے نہایت تیزی کے ساتھ بھاگ نکلی۔ خانِ والا شان غروبِ آفتاب کے وقت میدان میں پہنچا تو وہاں نہ دوست کا نشان تھا نہ دشمن کا۔ بہت جستجو کی لیکن غنیم کا سراغ

ک نہ ملا - ناچار واپس آیا - اگلے روز وہاں سے کوچ کر کے
رگنۂ بھالگی اور چیب کوبہ کو تاراج کرنے کے لیے بڑھا کہ
ایڈ راستے میں غنیم سے مڈبھیڑ ہو اور کل کی گستاخی کا مزا اسے
کھایا جائے - یہ علاقہ سراسر ویران پڑا تھا - [۳۳۸] فوج کے
ے خوراک اور چوپاؤں کے واسطے دانہ چارہ دور دور تک میسر
ہ آیا - غرض پرگنۂ کاویرہ کا رخ کیا جو خوب آباد تھا - اس
صبے کی آبادی و افراط کا یہ عالم تھا کہ اگرچہ دشمن کی فوج لشکر
اہی کے پہنچنے سے پہلے وہاں سے ہو کر گزری تھی اور اپنی
رورت کے مطابق غلہ سمیٹ کر بھاگ گئی تھی پھر بھی اتنا غلہ
غیرہ موجود تھا کہ لشکر کو مدتوں تک کافی ہوتا - یہاں سے
اہی فوج نے اتنا ذخیرہ لے لیا جتنا قلعۂ قندھار تک پہنچنے کے لیے
فی ہو سکتا تھا - جو کچھ بچا اسے نالائق سپاہیوں نے پھونک دیا -
ہاں سے بڑھ کر موضع سدھیر میں قیام کیا - یہ علاقہ ریتیلا ہے -
رسات میں جتنے غلے اور گھاس چارے کی ضرورت پڑ سکتی ہے
تنا یہاں موجود تھا - برسات برسات یہاں قیام کرنے کے لیے
ٹھہر گئے -

حضرت جہاں پناہی ظل الٰہی کی بے اندازہ مہربانی جو دور
ور نزدیک والوں کو برابر فیض یاب کرتی ہے ان دنوں یوں
ظاہر ہوئی کہ سکندر دوتانی کے تمام قصور معاف کر دیے - یہ
کوتاہ اندیش بےوقوفی و نادانی کے سبب خان جہاں لودھی سے
ربھی تعلق پیدا کر کے اور سعادت جاودانی سے دور ہو کر اس
دبخت سے جا ملا تھا - ان دنوں درگاہِ والا میں حاضر ہوا اور
شاہوں کی کٹھری کو، جو عفو و کرم کی شریعت اور اربابِ حوصلہ
کے مذہب میں سب سے زیادہ باوقار شفیع ہے ، اپنی سفارش کے لیے
یش کیا - چونکہ بادشاہ کی ذات خدا کا سایہ کہلاتی ہے ، اور سائے
یں اصل چیز کے تمام اوصاف ہوتے ہیں لہذا حضرت ظل سبحانی نے

اس کے بے حساب گناہوں پر ، جنھیں خدا کی مغفرت کے سوا اور کوئی چیز نہیں مٹا سکتی ، عفو و کرم کا قلم پھیر دیا ۔ اُس کی تقصیروں سے درگزر فرمائی اور ازسرنو ملازمتِ شاہی میں داخل فرمایا ۔

اس دارالمحن سے نواب قدسی القاب ، مریمِ دوراں حضرت ممتاز محل کا فردوسِ بریں کی گلگشت کے لیے روانہ ہونا

کس باغ پہ آسیبِ خزاں آ نہیں جاتا
گل کون سا کھلتا ہے کہ مرجھا نہیں جاتا
اِک طور پہ دیکھا نہ جواں کو نہ مُسن کو
شب کو تو چھپر کھٹ میں تھے ، تابوت میں دن کو

انیس

جب مشیت الٰہی نے کارخانۂ عالم کا انتظام اور انسانوں کی مصلحتوں کا [۹۳۹] سرانجام کیا تو پروردگار کی حکمتِ کاملہ نے یہ طے فرمایا کہ ہر زمانے میں انسانوں کا ایک گروہِ کثیر عدم کے نہاں خانے سے نکل کر قصر وجود میں داخل ہوا کرے گا اور جب تک اُن کی زندگی ہوگی وہ اچھے برے اعمال کرکے سعادت و شقاوت سے بہرہ یاب ہو کر پھر ملکِ عدم کو واپس چلے جائیں گے ۔ اُن کے بعد پھر دوسرا گروہ پیدا ہوگا ۔ وہ بھی پرکار کی طرح اس حیرت خانے میں چکر کاٹنے کے بعد اپنی میعاد پوری

کر کے وقت مقررہ در جہانِ فانی سے کوچ کرے گا ۔ نیک نصیب اور دانش مند وہی لوگ ہیں جو اس دہرِ ناپائدار سے دل نہ لگائیں اور فرشتہ سیرت وہی بندے ہیں جو اس فتنہ و فساد کے گھر کو عارضی سرائے سمجھیں ۔ دارالامان اور مقامِ عافیت یہ دنیا نہیں بلکہ عقبیٰ ہے جہاں ہمیشہ روح کو راحت میسر ہوگی ۔ دہرِ ناپائدار کی کسی نعمت کو ثبات و قرار نہیں ۔ اس کے عیش و راحت کا اعتبار نہیں ۔ ذرے سے لے کر آفتاب تک کائنات کی ہر چیز کو فنا کی منزل درپیش ہے اور ہر متنفس کو ایک روز موت کی تلخی چکھنی ہے ۔ اشعار (ترجمہ) :

> کوئی ایسا نہیں جو نہ کہہ سکے کہ مجھے ایک
> آدھ گھڑی سے زیادہ خوشی نصیب ہوئی ۔ دنیا میں
> راحت کم ہے رنج زیادہ ہیں ۔ مسرت کی میعاد
> ایک لمحے سے زیادہ نہیں ۔ باغِ عالم میں بلبل
> کی طرح نالہ کرنا چاہیے کیونکہ یہاں ہنسنے کا
> موقع بہت کم ہے ۔

اس دل فریب جگہ کی کسی خوبی پر اعتماد کرنا مناسب نہیں ۔ یہاں کی راحتیں اور نعمتیں ناپائدار ہیں ۔ یہاں کی لذتیں تکلیفوں میں گھری ہوئی ہیں اور عیش و سرور میں ہزار طرح کا غم و اندوہ ملا ہوا ہے ۔ جس چیز سے انسان کو زیادہ محبت ہوتی ہے اسی پر جلد زوال آتا ہے ۔ جس شے کے ساتھ زیادہ دل‌بستگی ہو وہی حادثات کا نشانہ بن جاتی ہے ۔ ان باتوں کا ثبوت درکار ہو تو حضرت قدسی القاب ، ملکۂ حمیدہ صفات ، مریم زماں ، رابعۂ دوراں نواب ممتاز محل بیگم کے سانحۂ انتقال پر غور کر لیجیے کہ عین اس وقت ، جب کہ حضرت شاہجہاں کا آفتاب دولت و اقبال نصف‌النہار پر تھا اور تمام باتیں مراد کے موافق تھیں ، ہواخواہوں اور دوستوں

ے دل شاد تھے ، سلطنت کے ہی خواہوں کو زمانے کی نظر بد
یں لگتی تھی اور حادثے صرف دشمنوں کے لیے [۰۴۳] مخصوص
ہے ، قضائے آسمانی سے یہ سانحہ ایسا واقع ہوا کہ حضرت شاہجہاں
ا عیش و آرام برباد ہو گیا اور قبلۂ عالم پر غم و الم کا پہاڑ
وٹ پڑا - جس شہر بانو سے حضرت کو کمال انس تھا اور جس
اتون سے انتہائی الفت تھی اس کی دائمی جدائی کا غبار دل کے
ئینے پر اس طرح پڑا کہ طبع مقدس بے حد محزون و مکدر ہو گئی -
یہ سانحہ بتاریخ ۲۶ خورداد ، ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۴۰ھ (۱۷ جون
۱۶۳۰ء) بدھ کی رات میں پچھلے پہر واقع ہوا - اس کی تفصیل یہ ہے
کہ منگل کے دن اس ذی جاہ بانو کو وضع حمل کی تکلیف شروع
وئی - آدھی رات تک دردِ زہ بڑھتا رہا یہاں تک کہ ایک شاہزادی
ولد ہوئی - اس کے پیدا ہوتے ہی حضرت ممتاز محل کی حالت غیر
وگئی اور ضعف کے مارے نڈھال ہو گئیں - موت کے آثار نظر
نے لگے - بیگم صاحب (جہاں آرا) نے یہ حال دیکھ کر فوراً
اہزادۂ عالمیاں (دارا شکوہ) کے ذریعے حضرت شاہجہاں کو
طلاع دی کہ حالت غیر ہو چکی ہے ، جلد تشریف لائیے - آپ یہ
بر سنتے ہی بے خود و بد حواس ہو کر کمال اضطراب کے عالم
یں اس ہمدمِ دیرینہ کے سرہانے تشریف لائے - آخری دیدار تھا
ور آخری ملاقات تھی - ملکۂ والا گہر نے درد بھرے دل سے
کمال حسرت و یاس کے عالم میں زار زار رو کر وصیت کی کہ میری
ولاد اور میرے والدین کے ساتھ ہر حال میں مہربانی کا برتاؤ
کرنا - غرض تین گھڑی رات باقی تھی کہ آخری وقت ، جو ہر
ی حیات کے لیے مقرر ہے ، آ لگا - اس حور پیکر نے داعیِ اجل
کو لبیک کہہ کر خلد بریں کی راہ لی اور باغِ فردوس میں
وران بہشت کو اپنا ہمدم بنایا - حرم سرا کی تمام خواتین
عزیت کے لیے جمع ہوئیں - نوحہ و ماتم کا شور ایسا بلند ہوا

کہ سارے جہاں میں کہرام برپا ہو گیا - دنیا، جو اب تک عشرت کدہ تھی، مصیبت سرا بن گئی - حضرت کے سکون قلب میں ایسا خلل آیا کہ چند روز تک امور سلطنت کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی - دل پر غم و الم کا غبار اس طرح بیٹھا کہ خوشی طبیعت سے رخصت ہوگئی - اس حادثے کے سالہا سال بعد تک حضور نے رنگین لباس اور عطریات کو ہاتھ نہ لگایا - عیدیں آتی تھیں اور بے کیفی سے گزر جاتی تھیں - تلادان کا جشن بالکل موقوف ہوگیا - دن رات آنکھ سے آنسو بہتے تھے یہاں تک کہ اس ہمدم دیرینہ کے فراق میں آنکھوں پر غبار آ گیا - عیش و عشرت کے دروازے بند ہوگئے -

المختصر اس عصمت و عفت کی جان کو باغ زین آباد میں دریا[1] کے پار بطور امانت [۳۸۱] سپرد خاک کیا - جمعرات کی شام کو حضرت اس زینت آرائے بہشت کے مرقد منور پر تشریف لے گئے - خاک کا ڈھیر تھا جس پر آب آنسوؤں کے گوہر آبدار نچھاور کرتے رہے - فاتحہ پڑھی اور صدقہ خیرات تقسیم کر کے ہاتھ جھاڑ کر واپس چلے آئے - دستور ہوگیا کہ ہر جمعرات کی شام کو اسی قاعدے کے مطابق اس یار غمگسار کی تربت کی زیارت کرنے تشریف لے جاتے - حقیقت یہ ہے کہ اس سانحۂ جانکاہ کے ہاتھوں حضرت کی طبیعت سے قرار و شکیب رخصت ہوگیا - آرام جان اور سرمایۂ راحت کے فراق میں آپ پر حسرت و یاس کا عالم طاری ہوگیا - آپ کی بے تابی و بے قراری سے سارا عالم زیر و زبر ہونے لگا بلکہ فرشتوں تک کے دل غمگین ہوگئے - غم و اندوہ

۱- یہاں دریا سے دریائے تاپتی مراد ہے - بادشاہ نامہ حصہ اول، جلد اول، ص ۳۸۶ -

، آندھی ایسی چلی کہ صبر و قرار کے خرمن کو صاف آڑا لے گئی -
معار (ترجمہ) :

بادشاہوں کے غم سے سارا ملک غمگین ہو جاتا
ہے اور روز روشن پر سیاہی چھا جاتی ہے ، دنیا
جسم کی مانند ہے اور بادشاہ سر ہے - جب پاؤں
کی تکلیف سے سارا بدن بے قرار ہوجاتا ہے تو غور
کرو کہ سر کی ایذا سے اُس کا کیا حال ہوگا -

بے مبالغہ اور بے تکلف یہ سمجھیے کہ کسی عاشق صادق نے
ی محبوبہ ارجمند اور رفیقۂ حیات کے فراق میں اتنا نوحہ و ماتم
، کیا ہو گا جتنا حضرت نے کیا - اس ہمدم والا گہر کے انتقال
. اس طرح سوگ نشین ہوئے کہ دل غمزدہ سوز فراق کی آگ میں
گھل گیا - بانوئے ذیجاہ کے مرنے سے آپ کی زندگی ایسی بے کیف
وئی کہ تمام لذتوں سے ہاتھ اٹھا لیا - دن رات مغموم و محزون
تے - جب کبھی دولت خانے کی آرائش ہوتی بالخصوص عید ،
شن یا کسی شادی کے موقعے پر جب قصر شاہی سجایا جاتا
ر اس ملکۂ حور شمائل کی جگہ خالی نظر آتی تو اس غمناک تاریخ کو
د کرکے بے اختیار اشکبار ہو جاتے اور مزاج مبارک پر بیقراری
ں طرح چھا جاتی کہ حاضرین مجلس آپ کی حالت دیکھ کر بیخودی
ے عالم میں نوحہ و ماتم کرنے لگتے - [۳۸۲] اکثر فرمایا کرتے
ہ جب تک وہ آرام جاں زندہ تھی مجھے بادشاہت عزیز تھی -
ب اُس کے بغیر سلطنت کا یہ جاہ و حشم کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے
ر کسی شخص کی صورت اچھی نہیں لگتی - غم فراق دل میں اس
رح جاگزیں ہو چکا ہے کہ باغ عالم کو دیکھنے اور سامان دولت
عشرت کے ملاحظے سے طبیعت کو وحشت ہوتی ہے - سالہا سال
ک یہی معمول رہا کہ ذی قعدہ کے مہینے میں سفید لباس پہن کر

سوگ نشین ہو جاتے۔ حاضرینِ مجلس میں سے بھی کسی کو مجال نہ تھی کہ سفید پوشاک کے سوا کوئی اور رنگین لباس زیب تن کرتا ۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ شہر بانو طبعاً ایسی فرشتہ سیرت اور نیک صفات تھی کہ اس کا سوگ جتنا رکھا جاتا کم تھا ۔ کہتے ہیں کہ روحوں میں روز ازل محبت کا رشتہ قائم کر دیا گیا تھا جس کے زیر اثر دنیا میں انسانوں کو ایک دوسرے سے انس ہوتا ہے ۔ حضرت کو اس بانوئے ذیجاہ سے ایسا عشق تھا کہ ایک جان دو قالب تھے ۔ یوں تو مظفر حسین میرزا صفوی کی دختر نیک اختر اور شاہنواز خاں ولد عبدالرحیم خانخاناں کی بیٹی بھی آپ کے حرم میں تھیں لیکن اُن سے اتنی الفت نہ تھی ۔ وہ غم و الم دل سے محو نہ ہو سکا ۔ اس ملکۂ حور شمائل کو بھی حضرت سے ایسا انس تھا کہ ہر وقت آپ کی دلجوئی و خوشنودی کا خیال رکھتیں اور ہر حال میں آپ کی خدمت گزاری کا اہتمام کرتیں ۔ شادی و غم ہر عالم میں ایسی مونس غمخوار اور ہمدم دمساز تھیں کہ حضرت کو خوشنود رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہوتا ۔ چودہ اولادیں ہوئیں جن میں سے چار شاہزادے اور تین شاہزادیاں آپ کے سامنے فوت ہو کر زینتِ خلد بریں ہوگئیں ۔ چار شاہزادے اور تین شاہزادیاں اپنے پیچھے چھوڑے جنھیں آسمان اقبال کے سات سیارے اور عروس سلطنت کے سات سنگار کہیے تو بجا ہے ۔ پروردگار انھیں روزِ قیامت تک صحیح سلامت رکھے ۔ ان ساتوں کے نام یہ ہیں :

سب سے بڑی : جہاں آرا بیگم کہ نہال اقبال کا ثمر پیش رس اور درج عصمت و عفت کا گوہر آبدار ہیں ۔ دوسرے: اختر سپہر جاہ و جلال ، گوہر دریائے سلطنت ، والا فطرت ، شاہزادۂ سعادتمند محمد دارا شکوہ ۔ تیسرے : تاج جہانبانی کے درخشندہ نگیں ، انجمن عزوجاہ کے صدرنشین شاہزادہ شاہ شجاع ۔ [۳۴۳] چوتھی : ثمرۂ

درخت جہانداری ، شمع بزم عصمت ، روشن آرا بیگم - پانچویں :
رکن رکین خلافت ، اختر اوج سلطنت ، صاحب بخت بلند ،
مالک طالع ارجمند بادشاہزادہ عالی صفات ، والا نصیب سلطان
محمد اورنگ زیب - چھٹے: تازہ گل باغ جہان داری، مراد شہر یاری،
سلطان مراد بخش - ساتویں: آخری ثمر نہال سلطنت مہد علیا شاہزادی
گوہر آرا بیگم - امید ہے کہ جب تک زمین و آسماں قائم ہیں
مرحومہ کی یہ ساتوں اولادیں اوج سلطنت پر سات ستاروں کی طرح
درخشاں و تاباں رہیں گی -

جب یہ حادثۂ جاں سوز اور سانحۂ روح فرسا واقع ہؤا
حضرت ممتاز محل کی عمر مبارک ۳۸ سال دو ماہ شمسی اور ۳۹ سال
۴ ماہ ۴ روز قمری تھی - آپ کی ولادت کی تاریخ ۱۴ رجب ۱۰۰۱ھ
۲۸ فروردیں (اپریل ۱۵۹۳ء) ہے - بیس سال کے سن میں زینت
بخت و تاج حضرت شاہجہاں کے عقد میں آئیں - آنیس سال آٹھ ماہ
نو روز (قمری) یعنی آنیس سال ایک ماہ چھ روز شمسی تک شبستان
سلطنت اور حریم خلافت ان کے نور جمال سے روشن رہا - بے بدل
خاں نے اس بے نظیر ملکہ کی تاریخ رحلت اس مصرع سے نکالی : ع

جائے ممتاز محل جنت باد[1]

۱- سیماب اکبر آبادی نے 'پیمانہ' تاج محل نمبر، ص ۳۸ میں اس
واقعے کی تفصیل درج کر کے پورا قطعۂ تاریخ یوں نقل
کیا ہے :

از جہاں رفت چو ممتاز محل
در جنت بہ رخش حور کشاد
بہر تاریخ ملائک گفتند
جائے ممتاز محل جنت باد
۱۰۴۰ھ

اس حادثۂ جانکاہ کے چھ ماہ بعد شاہزادہ شجاع کو حکم ہؤا کہ اس ملکۂ حور صفات کی نعش مبارک (تابوت) کو آگرہ پہنچائیں ۔ درگاہ والا کا پرانا معتمد ملازم وزیر خاں اور خلاصۂ نسواں ستی خانم ، جو اس ملکۂ حمیدہ صفات کی وکیل اور پیش خدمت تھیں ، مرحومہ کے تابوت کے ساتھ ہوئے ۔ سارا راستہ یوں طے ہؤا کہ محتاجوں فقیروں کو کھانا اور خیرات تقسیم کرتے گئے ۔ آگرہ پہنچنے کے بعد شہر سے جنوب کی طرف دریائے جمنا کے کنارے ایک نہایت خوش منظر قطعے میں اُس گنجِ حسن و خوبی کو دفن کیا ۔ یہ زمین راجا مان سنگھ کی تھی ۔ اب اس کے پوتے راجا جے سنگھ کے قبضے میں تھی ۔ اُس سے بہتر جگہ راجا کو عطا کرکے یہ قطعہ اُس سے حاصل کیا ۔ سردست ملکہ کی تربت پر ایک مختصر سا گنبد تعمیر ہؤا تاکہ اُس پردہ نشینِ سرا پردۂ عصمت کی آرام گاہ پر نامحرموں کی نظر نہ پڑے ۔ بعد ازاں مذکورہ سرزمین پر ایک نہایت عالی شان روضہ خالص سنگ مرمر کا تعمیر کیا گیا جس کی شان و شوکت اور عظمت و رفعت سے دنیا کو زیب و زینت حاصل ہوئی ۔ اُس کے گرداگرد ایک بہشت منظر باغ لگایا گیا ۔ ایک طرف شاندار مسجد اور دوسری جانب ایک وسیع [۴۴۳] مہمان خانہ تیار ہؤا ۔ چاروں طرف حجرے اور دل فریب ایوان تعمیر ہوئے ۔ صدر دروازے کے سامنے نئے انداز کا چوک اور کئی فرحت بخش نشیمن بنائے گئے جو وسعت اور خوش نمائی میں ساری دنیا میں جواب نہیں رکھتے ۔ غرض بیس سال کے عرصے میں ایسا عالی شان روضہ تیار ہؤا کہ زمین کی زینت اور آسمان کی رونق ہے ۔ پچاس لاکھ روپے کے صرف سے یہ دل فریب فلک بوس عمارت مکمل ہوئی ۔

حضرت ظلِ سبحانی نے اُس مرحومہ کا تمام ترکہ یعنی اشرفیاں ، زیورات ، جواہرات وغیرہ ، جن کی مالیت ایک کروڑ

روپے سے زیادہ تھی ، نصف بیگم صاحب (جہاں آرا) کو اور باقی نصف دوسرے شاہزادوں شاہزادیوں کو عطا فرمایا ۔ ملکہ ممتاز محل کا چھ لاکھ روپے سالانہ وظیفہ تھا ۔ اُس پر حضرت نے چار لاکھ روپےسالانہ کا مزید اضافہ کرکے(دو لاکھ نقد اور دو لاکھ بہ صورتِ جاگیر) سلطنت کے تمام معاملات جو ملکہؑ مرحومہ سے متعلق تھے وہ سب بیگم صاحب کے سپرد کیے ۔ حضرت مہدِ علیا کی سرکار کا متصدی اسحاق بیگ یزدی تھا ۔ اُسے دیوانی اور میر سامانی کی خدمت عطا ہوئی ۔ حرم سرا کے کاموں اور پیش خدمتی کا عہدہ جو ستی خانم کے پاس تھا بدستور اُس کے سپرد رہا ۔

مقرب خاں دکنی بہت خدمت گزار ، بہادر اور تنومند سردار تھا نظام الملک کی سرکار میں اُس سے بہتر امیر کوئی نہ تھا ۔ وہ سعادت مندی کے تقاضے سے درگاہ شاہی کی ملازمت اختیار کر کے آستاں بوسی کے لیے آگرے آیا ۔ ۲۱ خورداد (اگست ۱۶۳۱ء) کو دربارِ فلک شکوہ میں حاضر ہو کر کامیاب و کامراں ہؤا ۔ پانچ سو اشرفیاں نذرگزاریں ۔ خلعت ، جمدھر ، شمشیر مع مرصع پیٹی ، قبچاق گھوڑا اور چالیس ہزار روپے انعام پا کر سرفراز ہؤا ۔ انھی دنوں اعظم خاں فرمان شاہی کے مطابق بالاگھاٹ سے تنہا حاضر ہؤا تھا ۔ حاضر دربار ہوکر ہزار روپے اور ہزار اشرفیاں بطور نذر پیش کیں ۔ حضرت نے اس کی پسندیدہ خدمات بالخصوص قلعہؑ دھارور کی فتح اور خاں جہاں لودھی کو شکست دے کر اُس نافہم نادان کو پریشان حال کر دینے پر بہت تحسین کی ۔ بعد ازاں حضرت ظلِ سبحانی نے ، جو بندگانِ شاہی کے خدائے مجازی ہیں ہدایت و رہنمائی کے دستور کے مطابق اُسے ان لغزشوں پر متنبہ کیا جو بے تدبیری اور بے صلاحی کی بدولت اس سے سرزد ہوئی تھیں ۔ مثلاً پرینده جیسے مضبوط و مستحکم قلعے کا محاصره جب کہ فوج کی خوراک اور جانوروں کے دانے چارے کا کوئی انتظام

نہ تھا - [۳۴۵] اسی طرح برسات سر پر آ جانے کے باوجود عادل خاں کی سرحدوں پر حملے کرنا جو مصلحت کے بالکل خلاف تھا۔ صحیح تدبیر یہ تھی کہ برسات ختم ہونے تک کسی ایسی جگہ قیام کیا جاتا جہاں فوج اور چارپایوں کے واسطے غلہ اور گھاس چارہ بہ افراط میسر آ سکے ۔ اعظم خاں نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا اور بے حد نیاز مندی کے ساتھ اُن لغزشوں کی معذرت کی ۔

انھی دنوں اقبالِ بے زوال کی برکت اور امدادِ ایزدی کی عنایت سے ایک ایسا واقعہ ظہور پذیر ہؤا جو دشمنوں کی ذلت و خفت کا سبب بن گیا ۔ یعنی سپہدار خاں کی عرضداشت سے اطلاع ملی کہ عنبر حبشی کے بیٹے فتح خاں نے اپنے آقا نظام الملک کو گرفتار کر لیا ۔ صورت یہ ہوئی کہ ، جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے ، نظام الملک نے فتح خاں کو قید کر دیا تھا ۔ پھر بے تدبیری و نادانی کے ہاتھوں ایک مدت بعد اُسے رہا کر کے بحال کر دیا ۔ وہ بدسرشت جانتا تھا کہ آقا نے مجھے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے آزاد کیا ہے ۔ جب کام نکل جائے گا دوبارہ قید کر دے گا ۔ لہٰذا اُس بداصل نے حفظِ ماتقدم کے بطور پیش دستی کر کے نظام الملک کو گرفتار کر لیا اور اعمالِ ناشائستہ کی پاداش میں زندان میں ڈال دیا ۔ درحقیقت اس لطیفۂ غیبی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت ظلِ الٰہی نے اُس کی ناہنجاری اور بے تمیزی کی سزا خود دینے کے بجائے یہ کام خدا کے حوالے کر دیا تھا جو ہر حال میں اس سلطنت جاودانی کا حامی اور منتقمِ حقیقی ہے ۔ غرض نیرنگیِ روزگار کے ہاتھوں نظام الملک نے پرانے دشمن کو خود اپنے سر پر مسلط کر لیا ۔ گویا اپنے پاؤں پر آپ کلھاڑی ماری اور خود سینے کے بل خنجر پر گرا ۔

بتاریخ ۵ شہریور (۲۵ اگست ۱۶۳۱ء) حضرت جہاں پناہی

یمین الدولہ آصف خاں کے گھر تشریف لے گئے جو کسی بیماری کے سبب صاحبِ فراش تھا۔ آفتابِ اوجِ خلافت کے پرتو سے وہ گھر منور ہوگیا۔ خانِ والا شان نے اس بے پایاں عنایت کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ مسیحا دم، عیسیٰ نفس بادشاہ کے فیضِ قدم سے آصف خاں کو شفائے کامل نصیب ہوئی۔

اسی زمانے میں یہ اطلاع ملی کہ خواجہ ابوالحسن کے کیمپ پر بڑی تباہی نازل ہوئی۔ تفصیل یہ ہے کہ خواجہ ابوالحسن نے قلعہ قندھار فتح کرنے کے بعد برسات گزارنے کے لیے پاترشیخ مالو میں قیام کیا تھا۔ دامن کوہ میں ایک چھوٹی سی ندی تھی، اس کے کنارے پڑاؤ کیا۔ قضارا ۹ شہریور (۲۹ اگست ۱۶۳۱ء) کو زبردست بارش ہوئی۔ سات گھنٹے تک ایسا پانی پڑا کہ جل تھل ایک ہوگئے۔ ندی میں سیلاب آ گیا۔ ادھر پہاڑ پر سے نہایت تیز و تند سیل شور مچاتی، جھاگ اڑاتی [۳۴۶] آئی۔ سارا کیمپ دونوں طرف سے پانی میں ڈوب گیا۔ طوفانِ نوح کا نقشہ نظروں میں پھر گیا۔ اندھیری رات، موسلا دھار بارش، دو طرف سے سیلاب کے تھپیڑے۔ لشکر والوں کو نہ ٹھہرنے کی جگہ تھی نہ بھاگنے کا راستہ۔ وہ تلاطم برپا ہؤا کہ نفسی نفسی کا عالم ہوگیا۔ خواجہ ابوالحسن اور اکثر سپاہی بے زین گھوڑوں پر سوار ہوئے جو اس ہولناک طوفان میں سے اپنے سواروں کو لیے تیرتے ہوئے پار نکل گئے۔ تقریباً ایک ہزار سپاہی اور بنجارے اس مہلک سیلاب میں بہہ کر عدم کے گھاٹ جا اترے۔ بے شمار گھوڑے اور اونٹ نیز بےاندازہ سامان و اسباب تلف ہؤا۔ خواجہ کی سرکار میں سے سات ہزار اشرفیاں، دس ہزار روپے، تمام کارخانے یعنی توشک خانہ، اسلحہ خانہ، فرش فروش وغیرہ یوں بہہ گئے کہ نشان تک نہ ملا۔ دوسرے سرداروں اور عام لوگوں پر جو گزری سو گزری۔

سیلاب فرو ہونے پر لوگوں نے بہت تلاش کی کہ شاید دریا برد چیزوں میں سے کچھ ہاتھ آ جائے ۔ کسی کو پھوٹی کوڑی تک نہ ملی ۔ بعض اشخاص پر شبہہ یا بہتان بھی لگا کہ انھوں نے وہ اشرفیاں سمیٹی ہیں ۔ بارش اور طوفان بھیجنے والے خدائے عالم‌الغیب کے سوا صحیح بات کسی کو معلوم نہیں کہ ان خزانوں کو سیلاب بہا لے گیا یا بدنیتوں نے سمیٹا یا مٹی نے اپنے دامن میں چھپایا جو ساری دنیا کی امانتوں کو سینے میں لیے رہتی ہے اور فقط قیامت کے روز انھیں اگلے گی ۔

اسی زمانے میں احدیوں کے بخشی مرحمت خاں (ابراہیم) اور اسد خاں معموری نے لاہور میں طبعی موت سے جہانِ فانی سے انتقال کیا ۔ راؤ سور بھورتیہ بھی عالمِ ناپائدار سے کوچ کر کے اپنے مستقر پر پہنچا ۔ انھی دنوں صوبۂ اڑیسہ کے پرچہ نویس نے خبر دی کہ سید پرورش خاں بارہہ جل کر فوت ہو گیا ۔ مرحوم کے گھر کے پاس بارود کا انبار تھا ۔ نہ جانے کہاں سے اس میں چنگاری آپڑی ۔ ہمسائگی کا اثر تو مسلم ہے ہی ، وہ بارود کا ڈھیر اس زور سے اڑا کہ سید مرحوم کے گھر کو بھی پھونک دیا اور پرورش خاں اپنے بارہ رفیقوں سمیت جل مرا ۔ ۷ [شہریور] (۲۷ اگست ۱۶۳۱ء) کو حضرت نے ایران کے ایلچی محمد علی بیگ کو نقرئی عماری دار ہاتھی ، خلعتِ فاخرہ اور ساٹھ ہزار روپے انعام دے کر نوازش فرمائی اور بہ اعزاز و احترام آگرے واپس جانے کی اجازت دی ۔ ایران کی سوغاتوں کے تحویل دار محمد تقی کو خلعت اور پانچ ہزار روپے عطا فرمائے ۔ نور محمد عرب کو حکم ہوا کہ لوگوں کے ساتھ اکبرآباد تک جائے ۔

۳۰ ربیع‌الاول ۱۰۴۱ھ (۲۶ اکتوبر ۱۶۳۱ء) پیر کے دن حضرت کی عمر مبارک کا بیالیسواں قمری سال شروع ہوا اور تلادان

کی محفل بڑی زیب و زینت کے ساتھ منعقد ہوئی - [۳۸۲ے] مقررہ دستور کے مطابق تلادان کی تمام رسوم یعنی حضرت کا مختلف دھاتوں اور اجناس میں تلنا اور خیرات و انعامات کے تمام قاعدے جو اس روز افزوں دولت کی طرح ہر سال بڑھتے ہی رہتے ہیں ، بہ خیر و خوبی پورے ہوئے - انھی تاریخوں میں حضرت کے دریائے کرم نے ، جو بحر فیض الٰہی کی طرح جوش مارتا رہتا ہے اور زمین سے آسمان تک ہر جاندار اس سے بہرہ مند ہوتی ہے ، نصیری خاں کی کشت امید کو سیراب کر دیا ، یعنی حضرت نے اسے ماہی مراتب عطا فرمایا - یہ وہ اعزاز ہے جو دکن کے سلاطین اپنے نہایت ممتاز امیر کو ، جسے عنایات شاہانہ کا مستحق سمجھتے ہیں ، عطا کرتے ہیں - اسی روز لشکر خاں کے بجائے سعید خاں کو کابل کی صوبے داری پر سرفراز فرما کر چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار کے منصب پر ترقی دی - شمشیر خاں کو خلعت ، نقارہ اور تین ہزاری ذات و سوار کا منصب دے کر سعید خاں کی جگہ بنگش بالا اور بنگش پائیں کا تھانے دار مقرر فرمایا - لشکر خاں برخاست ہوا - ضعف پیری نے اسے ناتوان کر دیا تھا - علاوہ ازیں اس پر خرابی عقیدہ یعنی شیعیت کی بھی تہمت تھی ، غرض معزول کیا گیا -

اسی عرصے میں راؤ رتن کے انتقال کی خبر حضرت کو ملی - بہت ہی کارگزار اور شائستہ نوکر تھا - حضرت نے اس کے پوتے ستر سال کو اس کا جانشین کرکے راؤ کا خطاب اور تین ہزار ذات ، دو ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا - بوندی وغیرہ ، جو اس کے وطن کے پرگنے ہیں ، جاگیر میں دیے - راؤ رتن کے بیٹے مادھو سنگھ کو ترقی دے کر دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر ممتاز کیا - یہاں برسبیل تذکرہ چند باتیں تحریر کرنا مناسب ہیں - ستر سال کا باپ گوپی ناتھ پست قد ، کوتاہ قامت تھا لیکن طاقت

خداداد کی یہ کیفیت تھی کہ درخت کے دو موٹے ٹہنوں کے درمیان کھڑا ہوکر ، جو شامیانے کے تھم کے برابر موٹے ہوتے ، انک کے ساتھ پشت لگا لیتا اور دوسرے پر ٹانگیں اڑا کر ذرا سے زور سے ٹہنوں کو چیر دیتا - بارہ سنگھے کے سینگ بہت موٹے اور مضبوط ہوتے ہیں - بڑے قوی ہیکل زبردست آدمی انہیں رانوں میں داب کر خوب زور کرتے ہیں ، تب ٹوٹتے ہیں - گوبی ناتھ کھڑے کھڑے ہاتھ سے انہیں توڑ ڈالتا تھا - پھرنی اور حستی کا یہ حال تھا [۳۴۸] کہ دونوں ایڑیاں ملا کر جست کرتا اور تین گز اونچی دیوار پر جا بیٹھتا -

انھی ایام میں فتح خاں پسرِ عنبر کی عرضداشت بارگاہِ شاہی میں پہنچی - اس سے پہلے بھی اُس حبشی نے نظام الملک کو قید کر کے یہ عرض کیا تھا کہ ''اس جاں نثار غلام نے حضرت خلافت پناہی کی ہواخواہی میں نظامِ بد انجام کو جو ہمیشہ حضرت کی نافرمانی کر کے بغاوت پر آمادہ رہتا تھا ، اس کے اعمالِ بد کی پاداش میں نظربند کر دیا ہے - اگر حضور کی عنایتِ شاہانہ کا پرتو میرے حال پر پڑ جائے تو یہ کم ترین عمر بھر آپ کی اطاعت پر کمربستہ رہے گا اور تہِ دل سے خدمت بجا لائے گا - جہاں تک ممکن ہوگا حضرت کے دشمنوں اور بدخواہوں کو زیر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے گا -'' بارگاہِ خلافت سے اس کے جواب میں دل جوئی و دل دہی سے لبریز فرمانِ والا شان صادر ہؤا - اُس نے اشارہ پا کر نظام الملک موذی کو ، جس کا قتل وہ شرعاً اور عقلاً واجب سمجھتا تھا ، بے توقف گلا گھٹوا کر مروا دیا - مشہور یہ کیا کہ وہ ناقص العقل ، خبط الحواس شخص طبعی موت سے مر گیا ہے - بعد ازاں اُس کے دس سالہ بیٹے حسین کو اپنے ہاتھ سے باپ کی جگہ تخت نشین کیا - نظام الملک کے جتنے کارگزار کارآمد سردار تھے ، مثلاً خواص خاں

جسے نظام نے فتح خاں کی جگہ سپہ سالار بنایا تھا ، شیخ عبداللہ معلم جس کا ملکی و مالی معاملات میں پورا دخل تھا ، دولت آباد کا سابق قلعہ دار سید خلیفہ ، سادات خاں ، شیدی بلال جس کا خطاب شمشیر خاں تھا ، اعتماد راؤ ، دیانت راؤ جن پر نظام‌الملک کو پورا اعتماد تھا ، ان سبھوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اطمینان کا سانس لیا - انھیں صاف کرکے باقی مقربانِ سلطنت کو قیدخانے میں ڈال دیا - ہر طرف سے دل جمعی حاصل کرکے یہ عرضداشت بھیجی اور دربارِ فلک مدار میں ان تمام واقعات کی حقیقت تحریر کی جو اس ناشکرے سے نمک حرامی کی راہ سے سرزد ہوئے تھے - حضرت خلافت پناہی کی ہرگز یہ مرضی نہ تھی کہ وہ ایسے کام کر گزرے اور اگرچہ آپ کو اس ناہنجار کی تباہی پر پوری قدرت حاصل تھی تاہم اس کے قصور [۳۳۹] معاف فرمائے اور نظام‌الملک کا علاقہ ، جو آج کل میں فتح ہونے کو تھا ، اسے بخش دیا - اگرچہ وہ عتاب کا مستحق تھا لیکن مصلحتِ وقت پر نظر کرکے اسے معاف کیا اور یہ سوچ کر مطمئن ہو گئے کہ ہماری سلطنتِ بے زوال کا ایک دشمن ہماری کوشش کے بغیر راستے سے صاف کر دیا گیا ، یہی کافی ہے - فتح خاں کے نام حضرت نے فرمانِ قضا نشان ارسال کیا جس میں اظہارِ عنایت کے بعد حکم دیا کہ نظام‌الملک کے نوادرات ، جواہرات اور وہ نامور ہاتھی جو تمھارے قبضے میں ہیں روانۂ دربار کردو - اس کے قاصد کی زبانی یہ پیغام بھی بھیج دیا کہ جب یہ چیزیں اپنے بیٹے کے ہاتھ دربارِ شاہی میں ارسال کر دو گے تو تمھاری تمام تمنائیں حسبِ دل خواہ پوری کر دی جائیں گی - قاصد مذکور اور شکراللہ عرب کے ہاتھ اس فرمان کے علاوہ فتح خاں کی سرفرازی کے لیے کھپوۂ مرصع ، زردوز زین سے آراستہ تیز رفتار عراق گھوڑا اور ایک صبا رفتار اسپ بھی ارسال کیا -

یمین الدولہ آصف خاں کو دوبارہ سپہ سالار بنا کر بالاگھاٹ روانہ کرنا

جن دنوں نظام الملک مرحوم کی تنبیہ و تادیب کے لیے شاہی فوجیں بھیجی گئی تھیں عادل خاں والیِ بیجاپور نے اُس کے ساتھ صلح صفائی کرکے مصالحت کر لی تھی - شرط یہ تھی کہ قلعہ شولاپور مجھے حوالے کر دیا جائے - قلعہ لینے اور عہد و پیمان کرنے کے بعد عادل خاں نے سرکشی کا طریقہ اختیار کر لیا ، یعنی ہر وقت نظام الملک کی امداد کرتا رہا - ان وجوہ سے اُس سرکش کی گوشمالی واجب ٹھہری - چنانچہ وزیرِ جمجاہ یمین الدولہ آصف خاں کی سپہ سالاری میں چند نامور سردار فوجِ ظفر موج دے کر ولایتِ بیجاپور کی تاخت و تاراج اور باشندوں کی تنبیہ کے لیے مقرر کیے گئے - ہندوستان کا دستور ہے کہ مختلف سمتوں میں سفر کرنے کے لیے مختلف سواریاں استعمال کرتے ہیں - مشرق کی طرف جانا ہو تو ہاتھی پر سوار ہوتے ہیں - مغرب کو روانگی ہو تو گھوڑے کی سواری کرتے ہیں - شمال کی طرف جاتے وقت تختِ رواں پر بیٹھتے اور جنوب کا سفر رتھ میں بیٹھ کر کرتے ہیں - حضرت جہاں پناہی نے وزیر اعظم کو رخصت کرتے وقت خلعت خاصہ ، چار قب طلا دوز ، شمشیر مرصع ، دو قوی ہیکل پری پیکر گھوڑے ، نقرئی عماری اور زربفت مخمل کی جھول سے آراستہ ہاتھی اور ایک ہتھنی [۳۵۰] عطا کرکے ازسرنو سرفرازی بخشی - چونکہ دکن کا سفر تھا اس لیے حسبِ دستور ایک رتھ بھی عطا فرمائی - مندرجہ ذیل نامی سردار اس لشکرِ بے پایاں میں تعینات ہوئے :

اعظم خاں ، راجا گج سنگھ ، سید خان جہاں بارہہ ، شائستہ خاں خلف آصف خاں ، خان زماں ولد مہابت خاں ، راجہ جے سنگھ ،

معتمد خاں ، سردار خاں ، اللہ ویردی خاں ، بہار سنگھ ، میر عبدالہادی ، اصالت خاں اور دیگر ذیجاہ منصبدار ایک فوج میں تھے ۔ دکنیوں میں سے یاقوت خاں ، خداوند خاں ، اوداجی رام ، کھیلوجی بھونسلا ، بہادر جی وغیرہ تھے ۔ حضرت ظل سبحانی کی عنایت بے پایاں سے ہر سردار اور منصبدار کو مرتبے کے مطابق خلعت ، خنجر ، شمشیر ، ہاتھی ، گھوڑے اور نقد انعامات اتنے عطا ہوئے کہ یہاں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں ۔ ہزار سوار تیر انداز احدی ، ہزار سوار بندوقچی ، چار ہزار پیادے بندوقچی ، گاڑیوں پر چڑھی ہوئی توپیں ، ہاتھیوں پر لدی ہوئی ضرب زنیں جنہیں دیسی زبان میں ہتھنال کہتے ہیں اس فوج کے ساتھ شامل ہوئیں ۔ فرمان جاری ہوا کہ جب سپہ سالار آصف خاں بالا گھاٹ میں پہنچے تو خواجہ ابوالحسن اور راجا جھجھار سنگھ بندیلہ اپنے تمام ہمراہیوں سمیت ، اسی طرح عبداللہ خاں فیروز جنگ اپنے تمام سپاہیوں کے ساتھ ، نصیری خاں اور راجا بھارت تلنگانے کے تمام کومکی آدمیوں کے ساتھ اس لشکرِ عظیم میں شامل ہوجائیں ۔ آصف خاں سپہ سالار نے بھی حضرت خلافت پناہی کے سامنے اس مظفر و منصور لشکر کی مختلف فوجوں کی ترتیب بڑے تورک و اہتمام کے ساتھ ، شاہانِ ذی شان کے قاعدوں کے مطابق یوں پیش کی کہ یاقوت خاں تمام دکنیوں ، نصیری خاں اور راجا بھارت نیز ایک سو ستر نامی منصبداروں کو جلو میں لے کر ہراولِ لشکر کے بطور آگے آگے رہے گا ۔ اگرچہ ظاہری طور پر اس ہراول کی سرداری ، جسے نصرتِ الٰہی کا دیباچہ کہنا چاہیے ، یاقوت خاں کے سپرد تھی لیکن چونکہ دکن کے مکاروں اور دغا پیشہ امیروں پر کسی حال میں اعتماد مناسب نہیں اس لیے ہوش مندی و احتیاط کے تقاضے سے یہ سرداری دربردہ نصیری خاں کے ہاتھ میں رکھی گئی جو اس فوج کی نقل و حرکت کا پورے طور پر ذمے دار تھا ۔ قلب میں

خود یمین الدولہ آصف خاں قائم ہؤا - [۳۵۱] معتمد خاں جو سارے لشکر کا بخشی تھا ، منصب داروں کی ایک جماعت کے ساتھ قلب کی مدد کے لیے مقرر ہؤا - راجا بہار سنگھ (بندیلہ) راجپوتوں کی فوج کے ساتھ اور اصالت خاں پانچ سو بندوقچیوں کے ساتھ ہراول میں متعینات ہوئے - میسرہ کی سرداری اعظم خاں کے سپرد ہوئی جس کے ساتھ راجا انوپ سنگھ ، راؤ دودا ، کشن سنگھ بھدوریہ اور دیگر ذی جاہ منصب دار مقرر ہوئے - میمنہ میں خواجہ ابوالحسن کے ہمراہ خان زماں اور ظفر خاں وغیرہ منصبدار کی تعیناتی ہوئی -سید خان جہاں کی ماتحتی میں سادات بارہہ اور سادات امروہہ کی جانباز ، کارگزار ، عالیشان فوج ہراول کے محفوظے (ریزرو) کے بطور مقرر ہوئی - عبداللہ خاں فیروز جنگ ، رشید خاں انصاری ، راجا روزافزوں ، دیگر منصب دار اور بندوقچی سواروں کی ایک جماعت میمنہ کا محفوظہ قرار پائی - شائستہ خاں ، راجا جے سنگھ اور بہت سے منصب دار میسرہ کے محفوظہ مقرر ہوئے - راجا جھجھار سنگھ بندیلہ[1] اور پانچ سو احدی سوار لشکر کے عقب میں تعینات ہوئے - یہ تمام فوجیں ایک دوسرے کے آگے پیچھے ، دائیں بائیں ، تائید الٰہی اور حمایت ایزدی کے سائے میں اسی روز اقبال بادشاہی کو ساتھ لیے بالا گھاٹ کی جانب رواں ہوئیں - یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوہستان کا سیلاب ہے جو موجیں مارتا ، جھاگ اڑاتا چلا آ رہا ہے -

---

۱- یہاں جھجھار سنگھ کا نام مصنف نے سہواً لکھ دیا ہے ، کیونکہ پچھلے صفحے پر ذکر ہو چکا ہے کہ جھجھار سنگھ اور خواجہ ابوالحسن دکن میں تھے اور انھیں اس لشکر کے وہاں پہنچنے پر شامل ہونے کا فرمان جاری ہو چکا تھا - چنانچہ دکن ہی میں ان لوگوں نے آصف خاں کا استقبال کیا - ر - ک - عمل صالح حصہ اول ، ص ۳۵۳ ، مطبوعہ مجلس ترقی ادب ، لاہور -

مہرِ اوزک ، جس کے بغیر فرمان شاہی کا وقار و اعتبار مکمل نہیں ہوتا ، ہمیشہ حضرت ممتاز محل کی تحویل میں رہتی تھی - حضرت کی تخت نشینی کے بعد جب آصف خاں لاہور سے آگرہ پہنچے تو اس شہر بانو کی التماس کے بموجب یہ مہر آصف خاں کے سپرد کر دی گئی - جب خان والا شان پہلی بار بالا گھاٹ کی مہم پر روانہ ہوئے تو مہر کو پھر مسند نشین حرم شاہی کے حوالے کر دیا گیا - جب بالا گھاٹ سے واپسی ہوئی تو دوبارہ یہ مہر آصف خاں کی تحویل میں آئی - اب جو دوسری مرتبہ بالا گھاٹ کو روانگی ہونے لگی تو رخصت سے پہلے خان ذی شان نے وہ خاتمِ سلیمانی حضرت شہنشاہِ جمجاہ کو پیش کی - حضور نے اس مرتبہ یہ نگینِ بے بہا نوابِ مقدس مآب حضرت بیگم صاحب کے سپرد کر دیا - اس روز سے آج تک یہ مہر ، جو قدر و قیمت اور آب و تاب میں آفتاب سے زیادہ ہے ، اسی خاتونِ روزگار کی تحویل میں ہے اور تمام شاہی فرمان انھی کے ذریعے مہر سے مزین ہوتے ہیں -

انھی دنوں خواجہ جہاں اور حکیم مسیح الزماں نے زیارتِ حرمین شریفین کی اجازت چاہی - درخواست منظور ہوئی - چونکہ فیاضِ حقیقی اور رزاقِ عالم کے فیض کی طرح حضرت ظلِ سبحانی کی سخاوت بھی ہر شخص اور ہر مقام کے باشندوں کو فیض یاب کرتی ہے لہٰذا جلوس مقدس کے بعد حضرت نے نذرِ شرعی کے بطور یہ منت مانی تھی کہ اس متبرک مقام کے حاجت مندوں اور مسکینوں کو پانچ لاکھ روپے بھیجوں گا - اب جو خواجہ جہاں جیسا پرانا معتمد ، دیانت دار نمک خوار بارگاہ شاہی سے بیت اللہ کے طواف کو روانہ ہوا تو حضرت نے صوبۂ گجرات کے خزانچی کو فرمان بھیجا کہ پانچ لاکھ میں سے دو لاکھ روپے کا سودا جو عرب میں اچھے داموں بکتا ہو ، احمد آباد اور بندرگاہوں سے خرید کر خواجہ جہاں کے حوالے کریں تاکہ وہ اس سامان کو

بیچ کر اصل اور نفع کی رقم حکیم مسیح الزماں کے ذریعے اس مقدس جگہ کے محتاجوں اور مستحقوں میں تقسیم کر دے - دربار میں عرض مکرر کی خدمت حکیم مذکور کے سپرد تھی - اب یہ عہدہ جس کے لیے حسن تحریر اور خوش گفتاری ضروری ہیں، حکیم صادق[1] کے حوالے ہوا - پنجاب کی دیوانی پر عبدالکریم تعینات تھا - اسے ہٹا کر حکیم جمالا مخاطب بہ دیانت خاں کو یہ عہدہ سپرد ہوا -

دولت شاہی کے واقعات میں سے حضرت صاحبقران ثانی کی اکتالیسویں شمسی سالگرہ کا جشن تلادان ہے - ۲۵ ذی الحجہ ۱۰۴۱ھ (۱۳ جولائی ۱۶۳۲ء) کو یہ جشن مقررہ شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہؤا - دولت خانے کے بام و در اس طرح آراستہ ہوئے کہ چرخ مینائی اور سپہر نیلی فام جو ستاروں کے موتیوں، چاند کے الماس اور سورج کے یاقوت سے مزین ہیں، قصر شاہی کی زینت دیکھ کر رشک کرنے لگے - بارگاہ شاہی میں ادھر سے ادھر تک دیبا زرنیاں کا فرش تھا جس پر طرح طرح کی تصویریں اور نقش تھے - دربار شاہی کی طرح اس محل میں بھی نامی گرامی سرداروں کی کثرت تھی جن کی آرائش و نمایش دیکھ کر نگار خانۂ مانی اور ارژنگ چین یاد آتے تھے - غرض آسمان کی سی شان و شوکت اور بہشت بریں کی سی لطافت و نزہت تھی - مقررہ دستور یعنی حضرت کا مختلف جنسوں اور سونے چاندی وغیرہ میں تلنا، نچھاور، خیرات صدقہ وغیرہ ادا کیے گئے جس سے خواص و عوام سب فیض یاب ہوئے - علاقے

۱- نسخۂ لاہور میں حکیم حاذق کا نام درج ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ حکیم صادق کے نام کا کوئی شخص دربار میں نہ تھا -

میں جتنے محتاج مسکین حاجت مند تھے سب کی آرزوئیں توقع اور اندازے سے زیادہ پوری ہوئیں ۔

اس تقریب پر علامی افضل خاں کو ترقی دے کر پنج ہزاری ذات ، تین ہزار سوار کے منصب پر اور موسوی خاں صدرالصدور کو چار ہزاری ذات ، ساڑھے سات سو سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی گئی ۔ جعفر خاں ترقی پا کر [دو ہزاری ذات چھ سو سوار] کے منصب پر سربلند ہؤا[1] ۔ یہی منصب ملتفت خاں کو ملا ۔ مقرب خاں دکنی کو ماہی مراتب عطا ہؤا ، جو اہل دکن میں عظمت و شان کا نشان سمجھا جاتا ہے ۔ سہرند (سرہند) کی دیوانی اور امینی کنشی داس کو تفویض ہوئی ۔

پشت صدی چار صد سوار کے منصب پر سرفراز ہو کر ادھر رخصت ہؤا ۔ اسی مبارک تاریخ میں صوبہ دار بنگالہ قاسم خاں کی پیش کش پہنچی جو ۳۳ تنومند ہاتھیوں ، ۲۷ گونٹ گھوڑوں ، سو ڈھالوں ، چالیس من عود اور بنگالے کے نادر تحفوں پر مشتمل تھی ۔ کل قیمت دو لاکھ روپے آنکی گئی ۔ انھی دنوں خان اعظم کے بیٹے جہانگیر قلی فوجدار جونا گڑھ کے انتقال کی خبر پہنچی ۔ حضرت نے خانہ زاد نوازی کے بطور اس کے فرزند بہرام کو دو

1۔ بادشاہ نامہ جلد اول ، حصہ اول ، ص ۹۰ ، ۲ پر دو ہزار پانچ صدی ذات اور بارہ سو سوار کے منصب پر ترقی پانا لکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک مدت بعد ہم جعفر خاں کو بہادر خاں روہیلہ اور فلیج خاں کے ساتھ سہ ہزاری ذات ، پنج ہزار سوار کے منصب داروں کی فہرست میں دیکھتے ہیں ۔ ر ۔ ک ۔ عمل صالح جلد سوم ، ص ۴۳۹ ، مطبوعہ مجلس ترقی ادب ، لاہور ۔

ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کر کے باپ کی جانسینی مزید عطا فرمائی -

لشکرِ بالا گھاٹ کے واقعات

جب یمین الدولہ آصف خاں بارگاہِ شاہی سے رخصت ہو کر بالا گھاٹ کو روانہ ہؤا اور کوچ کرتا ہؤا بالا پور کے قریب پہنچا تو خواجہ ابوالحسن اور راجا جھجھار سنگھ بندیلہ اپنے کمکی ساتھیوں سمیت استقبال کے لیے آئے اور لشکر میں شامل ہوگئے - باسم میں عبداللہ خاں بھی اپنی فوج لیے شامل لشکر ہوگیا - آصف خاں نے دو روز باسم میں قیام کیا اور تمام لشکر والوں کو حکم دیا کہ ضرورت سے زیادہ سامان یہیں چھوڑ دیں - اس ہدایت کی تعمیل کے بعد یہاں سے کوچ کر کے قندھار (دکن) کی طرف بڑھے - وہاں پہنچتے ہی احتیاط و مصلحت کے مطابق قلعے میں قیام کیا - آصف خاں نے قلعے کی تمام جزئیات کو بہ غور دیکھا - آنے جانے کے راستوں کو محفوظ کرکے قلعداری کا سامان درست کیا - رسد جمع کی اور تمام انتظامات سے فارغ ہو کر حکمِ شاہی کے بموجب رومی خاں کو قندھار کا مستقل قلعدار مقرر کرکے آگے بڑھا - [۳۵۴] جب کوچ کرتا ہؤا قلعۂ بھالکی[۱] کے نواح میں پہنچا تو قور دساول کو ہدایت کی کہ قلعے کے پاس پہنچ کر وہاں کے باشندوں کے حالات ، مزاجی کیفیت اور اوضاع و اطوار کا جائزہ لے کہ وہ لوگ اطاعت پر مائل ہیں یا نہیں - ابھی لشکر وہاں تک پہنچا نہ تھا کہ دساول نے خبر دی کہ یہ گستاخ لوگ شوخی اور کم عقلی کے باعث

۱- بیدر سے تقریباً ۲۵ میل شمال مغرب میں واقع ہے -

پھاٹک بند کر کے لڑائی پر مستعد بیٹھے ہیں - آصف خاں نے یہ خبر سنتے ہی ہراول کی فوج کو حکم دیا کہ قلعے کا محاصرہ کر لو - بخشی الممالک معتمد خاں کو ایک جماعت کے ساتھ ہراول کی کمک کے لیے بھیجا - شاہی دلاوروں نے اس مضبوط قلعے کو فتح کرنے کے لیے مورچے اور سرنگیں بڑھانی شروع کیں - دن تو ان تدبیروں اور لڑائی میں گزرا ، رات کو یہ طے ہوا کہ بہادر اور باہمت سپاہی کمندوں سیڑھیوں کی مدد سے برجوں اور فصیل پر چڑھ کر قلعہ فتح کرنے کی کوشش کریں - اتفاقاً قلعے والوں کے کان میں اس کی بھنک پڑ گئی اور انھوں نے اپنا بندوبست کر لیا - چنانچہ جس جانب مورچے دور تھے وہاں کا پھاٹک کھول کر تمام سپاہی جنگلے سے بھاگ گئے - اپنی جان بچا لی لیکن بے گناہ رعایا کو شاہی فوج کے پنجے میں پھنسا گئے - بہادر سپاہی جب کمندوں وغیرہ کی مدد سے برجوں فصیلوں پر پہنچے تو کوئی بھی مزاحمت کرنے والا نہ تھا - بے تکلف قلعے پر قابض ہو گئے - یہاں مال اسباب اور چوپاؤں کی کثرت تھی - مالِ غنیمت کے بھوکے سپاہی اور دوسرے لٹیرے جو لوٹ مار کے لیے لشکر میں آ ملتے ہیں ، ٹوٹ پڑے - نقد و جنس ، مال ، مویشی ، قیدی جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ کر لے گئے -

اس مہم میں ایک عجیب و غریب اتفاق یہ ہوا کہ خاندانِ سیادت کا خلاصہ سید اصالت خاں موت کے منہ میں جا کر صاف نکل آیا - تفصیل یہ ہے کہ شجاعت مرتضوی اور شہامتِ ہاشمی کے تقاضے سے یہ سید سب سے پہلے فصیل پر پہنچ کر لکڑی کے ایک تخت پر جا کھڑا ہوا - قضارا اس کے نیچے کچھ بارود اور بارودی ڈبے رکھے ہوئے تھے - ان میں کہیں سے چنگاری آ پڑی - بارود اڑی اور وہ تخت سید اصالت خاں سمیت ہوا میں اڑ گیا - لیکن الطافِ الٰہی اور اقبالِ بادشاہی کی بدولت اسے آگ سے کچھ ضرر

نہ پہنچا - ہاتھ اور منہ پر بارود کی لپٹ کسی قدر لگی - اس سے عجیب اتفاق یہ ہؤا [۳۵۵] کہ جب ہوا پر جا کر نیچے آیا تو قلعے کے اندر گھاس کا جو ڈھیر تھا اُس پر گرا - گرنے سے بھی کچھ چوٹ نہ لگی - اسی وقت ایک مسجد میں ، جہاں اُن بے ایمانوں نے بارود کا ذخیرہ کر رکھا تھا ، آگ لگ گئی - چونکہ عذابِ الٰہی اچھے برے کا لحاظ نہیں کرتا لہٰذا مسجد اور بہت سے آدمی جو وہاں تھے سب پھنک گئے -

چونکہ یہ قلعہ معمولی کوشش سے فتح ہو گیا تھا اس لیے حضرت شاہجہاں کے حسب الحکم آسے فتح خاں پسر عنبر کے آدمیوں کے سپرد کر دیا گیا جو قلعہ اودگیر میں قریب ہی تھے - وجہ یہ تھی کہ ، جیسے کہ بیان ہو چکا ہے ، فتح خاں نے اطاعت و بندگی کا اظہار کیا تھا - اُس وحشی مزاج حبشی کی دلجوئی و دلدہی کے واسطے حضرت نے یہ حکم فرمایا تھا کہ لشکر شاہی عادل خاں کے علاقے میں جس جگہ پر قبضہ کرے وہ فتح خاں کے ملازموں کے حوالے کر دی جائے - اس کام سے فارغ ہو کر بادشاہی لشکر فتح و ظفر کے ساتھ آگے بڑھا - عادل خاں کے علاقے کا ایک قصبہ کملا نور[1] نہایت بارونق اور آباد تھا - یہاں پہنچے تو عادل خاں کا ایک نوکر رزق اللہ اُس کا اور اُس کے امرا مثلاً خواص خاں وغیرہ کا مکتوب لے کر حاضر ہؤا جس میں زمانۂ ماضی کی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کر کے معافی طلب کی تھی - اگرچہ اُس نے عہد و پیمان اور صلح صفائی کے لیے لکھا تھا بلکہ پیشکش بھیجنے کا وعدہ بھی درج تھا لیکن خط لانے والا بہت غیر معروف

۱- بادشاہ نامہ ، جلد اول ، حصہ اول ، ص ۱۳۳ پر کلانور درج ہے جو غلط ہے - اس نام کا قصبہ دکن میں نہیں پنجاب میں ہے -

شخص تھا ۔ یمین الدولہ نے مناسب نہ سمجھا کہ ایسے گمنام آدمی کے لائے ہوئے مکتوب کی بنا پر صلح کرلی جائے ۔ آسے بے نیلِ مرام واپس جانے کی اجازت دی ۔

جب کملا پور سے کوچ کرکے قصبۂ سلطان پور کے نواح میں پہنچے ، جو گلبرگہ سے ملا ہؤا ہے ، تو پتا چلا کہ گلبرگہ کے عاملوں نے تمام مالدار اور ذی عزت باشندوں کو قلعے کے اندر اور باقی کو مال مویشی سمیت قلعے کی خندق اور گرد و نواح میں پناہ دی ہے ۔ برجوں اور فصیلوں پر لڑائی کا سامان جمع کر رکھا ہے ۔ شہر میں تھوڑے سے کم حیثیت آدمی رہ گئے ہیں ۔ اکثر شہر پناہ کی حفاظت پر مامور ہیں ۔ اگلے دن آصف خاں کے مشورے کے مطابق اعظم خاں ، عبداللہ خاں ، خان زماں ، اللہ ویروی خاں ، ظفر خاں ، معتمد خاں اور راجا جے سنگھ [۳۵٦] شہر اور قلعے کی طرف گئے ۔ شہر پناہ کے نگہبانوں نے نادانی و کم عقلی سے نہ سوچا کہ کوشش اور جانفشانی سے لشکر شاہی کا ، جو عنایتِ پروردگار سے قضائے آسمانی سے کچھ کم نہیں ، مقابلہ کر لیں گے ۔ غرض قلعے کی فصیلوں اور شہر پناہ پر سے ایک بارگی بندوقوں اور توپوں وغیرہ کے فیر کیے ۔ گولے گولیوں کی بارش کر دی ۔ تاہم مخالفوں کی ان تمام کوششوں کے باوجود بادشاہی دلاور آن کی گولہ باری کو خاطر میں نہ لائے ۔ بے دغدغہ شہر پناہ کی طرف بڑھے اور ایک ہی حملے میں آسے فتح کر لیا ۔ لٹیروں نے دل کھول کر لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا ۔ آصف خاں نے سرِدست قلعے کا محاصرہ مناسب نہ سمجھا ۔ سرداروں امیروں کو بلا کر لشکر کے کوچ کا حکم دیا ۔ راتوں رات چل کر دریائے بھیمرا کے کنارے پڑاؤ کیا ۔ اگلے روز لشکر کی موجودات لی ۔ تیس ہزار سوار شمار میں آئے ۔ یہاں سے کوچ کرکے بیجا پور کی طرف روانہ ہوئے جو عادل خانی سلاطین کا دارالحکومت ہے ۔

بارگاہِ شاہی کے واقعات میں سے یہ ہے کہ بتاریخ ۶ بہمن (۲۶ جنوری ۱۶۳۲ء) شاہزادۂ والا گہر سلطان شجاع آگرے سے واپس آیا ۔ آذر کی ۲۶ تاریخ کو یہ شاہزادہ حضرت ممتاز محل کی نعش مطہر کو آگرے پہنچانے گیا تھا ۔ اس اہم خدمت کو انجام دے کر عمدہ الملک وزیر خاں اور خاتونِ محترم ستی خانم کو ہمرکاب لیے واپس آیا اور دربار شاہی میں حاضر ہؤا ۔ ۲۶ بہمن (۱۵ فروری ۱۶۳۲ء) کو وزیر خاں کو حکم ملا کہ فتح خاں پسرِ عنبر حبشی کی تنبیہ کے لیے روانہ ہو ، جس نے تلون مزاجی سے مقررہ پیش کش بھیجنے میں کوتاہی کی تھی اور سرکشی کا اظہار کیا تھا ۔ اسی روز اسے خلعت ، اسپِ خاصہ اور ایک نامی ہاتھی عنایت ہؤا اور دس ہزار بہادر سواروں کے ساتھ اس مہم پر روانہ کر دیا گیا ۔ جاں نثار خاں ، راجہ بیٹھل داس ، راجہ مادھو سنگھ ، راؤ کرن ، پرتھی راج راٹھور اور مبارز خاں بھی انھی عنایتوں سے سرفراز ہوئے ۔ چونکہ مقرب خاں اس علاقے کے جیے چپے اور مزاج سے واقف تھا نیز اسے فتح خاں سے پرانا بیر بھی تھا لہذا اسے بھی اس فوج میں شامل کر کے خلعت ، جیغۂ مرصع ، گھوڑا اور چالیس ہزار روپے کا انعام عطا کر کے سربلند فرمایا ۔

لشکرِ بادشاہی جب بیجا پور کے نواح میں پہنچا تو [۳۵۷] نورس پور اور شاہ پور کے درمیان جو جھیل ہے اس کے کنارے سرداروں نے اپنے خیمے برپا کیے ۔ سپاہیوں نے جھیل کے گرداگرد پڑاؤ کیا ۔ آصف خاں نے اپنے منصب داروں اور سرداروں کے مشورے کے مطابق بیجاپور کے محاصرے کا انتظام کیا ۔ سرنگیں بڑھانے ، نقب لگانے ، دمدمے اور دبابے تیار کرنے کی ہدایت کی ۔ اس عرصے میں غنیم کی فوج ، جو خندق کے پار قلعے کی دیوار کے سائے میں مورچہ بند تھی ، کبھی کبھی خندق پار کر کے

قلعے کے سامنے والے میدان میں آ کر دادِ شجاعت دیتی اور بان اندازی کرتی جو دکن والوں کا شیوہ ہے ۔ جب لشکر بادشاہی کے بحر بے پایاں سے تھوڑی سی فوج اُن کی تنبیہ کے واسطے آگے بڑھتی تو وہ متفنی آدمی سیلاب کے خس و خاشاک کی طرح سمٹ کر اُس گولہ باری کی پناہ میں ، جو فصیل سے مسلسل ہوتی رہتی تھی ، پھر اپنی جگہ پر واپس چلے جاتے ۔ ادھر سے بھی جانباز سپاہی گولے گولیوں کی پروا کیے بغیر بے خوف معرکے میں جا گھستے اور پروردگار کی عنایت سے ، جو ہر حال میں بادشاہی لشکر کے ساتھ رہتی ہے ، صحیح سلامت واپس آ جاتے ۔ کوئی زخمی نہ ہوتا ۔ المختصر تقریباً ہر روز جھڑپیں ہوتی رہتیں ۔ شاہی دلاور حملے کرتے اور غنیم کے سپاہی بھی سرفروشی کی داد دیتے ۔ اس عرصے میں چار مرتبہ باقاعدہ لڑائی بھی ہوئی جس میں بہادر جنگجو سرداروں نے بڑھ بڑھ کر حملے کیے ۔ لشکر شاہی میں سے کسی امیر کو نقصان نہ پہنچا ۔ غنیم کے سرداروں میں سے رن دولھا خاں کے چچا زاد بھائی سکندر علی وغیرہ ، جو بیجاپور کے نامی سردار بلکہ اُس فوج کی چلتی تلوار سمجھے جاتے تھے ، دوسرے نامی گرامی اُمرا سمیت تلوار کے گھاٹ اُتار دیے گئے ۔ نظام الملک کا ایک امیر سرافراز خاں ، جس نے پہلے التماس کی تھی کہ مجھے امان نامہ عطا کیا جائے اور ایک عنایت آمیز فرمان اُس کے نام صادر ہؤا تھا ، ان دنوں اطمینان کے ساتھ شاہی لشکر میں آ ملا ۔ چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی ۔

ان دنوں شاہی لشکر کو اکثر امور بالخصوص ایندھن اور گھاس کی کمی کے باعث سخت تنگی اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ۔ اگرچہ ہر روز ایندھن اور گھاس چارہ حاصل کرنے کے لیے ایک جماعت دور دراز فاصلوں تک جاتی اور اس کی حفاظت کے لیے باری باری ایک سردار بھی مقرر کیا [۳۵۸] جاتا لیکن جو کچھ حاصل

ہوتا وہ اتنے بڑے لسکر اور بےشمار گھوڑوں کے لیے کافی نہ ہوتا۔ کبھی کبھی غنیم بھی موقع پا کر ہاتھ مار جاتا۔ محاصرے کے انہی ایام میں ملا محمد لاری کے داماد محمد امین نے، جو عادل خاں کا نامی سردار تھا اور جس کا مصطفیٰ خاں خطاب تھا، یمین الدولہ آصف خاں کے نام کئی مراسلے اس مضمون کے بھیجے کہ میں عنقریب قلعے پر آپ کا قبضہ کرا دوں گا۔ بار بار یہ وعدہ بھی کیا کہ فلاں تاریخ کو برج اور رخنے کے راستے شاہی بہادروں کو قلعے میں داخل کرا دوں گا۔ اس تحریر و تقریر کی تائید میں اپنے منہ بولے بیٹے علی رضا کی زبانی پیغام بھی بھیجا۔ مراسلوں میں بھی بڑی پختہ قسمیں لکھیں۔ علی رضا نے بھی اُس کی تحریر کے مطابق پکی قسمیں کھائیں کہ میرا آقا اپنا وعدہ پورا کر کے دکھا دے گا۔ یہ سب کچھ ہؤا لیکن کوئی بات پوری ہوتی نظر نہ آئی۔ ہر مرتبہ کوئی نہ کوئی بہانہ لکھ بھیجنا کہ فلاں وجہ سے یہ کام نہیں ہو رہا۔ آخرکار اُس کی دغا بازی اور مکّاری صاف ثابت ہوگئی کہ ان تمام حیلے حوالوں سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ جو وقت گزر جائے غنیمت ہے۔ اس حقیقت کا اندازہ شیخ دبیر کی بدولت ہؤا جو خواص خاں کا خاص محرمِ راز تھا اور محاصرے کے شروع ہی سے قلعے میں اس کی آمد و رفت جاری تھی۔

جب شیخ دبیر، جو بار بار مصطفیٰ خاں غدار کی طرف سے صلح کے مراسلات لاتا تھا، کوئی کام انجام نہ دے سکا اور مصطفیٰ خاں کے وعدوں کی حقیقت معلوم ہی تھی، تو آصف خاں نے محاصرے میں سختی کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ اس فیصلے سے خائف ہو کر اہلِ قلعہ نے مصطفیٰ خاں اور خیریت خاں حبشی کو آصف خاں کے پاس بھیجا تاکہ معاہدہ کر لیا جائے کہ احکام شاہی کی تعمیل کی جائےگی، بالخصوص ہر سال پیش کش بھیجی جاتی رہےگی۔ جب ان دو سرداروں کے آنے سے یہ ثابت ہؤا کہ قلعے والے واقعی

معاہدے پر آمادہ ہیں تو آصف خاں نے اُن کی دل جوئی اور اعزاز و احترام کے واسطے نصیری خاں کو استقبال کے لیے بھیجا کہ پذیرائی کے لیے چھاؤنی تک جائے - نصیری خاں نے بڑے احترام کے ساتھ اُن کا استقبال کر کے انھیں بہت دلدہی سے سپہ سالار کے دربار میں پہنچایا - مجلس مشورہ میں خواجہ ابوالحسن ، اعظم خاں ، شائستہ خاں اور لشکر شاہی کے چند نامور امرا شامل تھے - لمبی چوڑی گفتگوئیں ہوئیں - بالآخر بیجاپور کے سرداروں کی درخواست پر معاہدہ انجام پایا - معاہدے کی شرطیں یہ تھیں کہ اس کے بعد سلطان بیجاپور ہمیشہ فرماں برداری کا ثبوت دے گا ، پیشکش بھیجتا رہے گا - نیز اہل قلعہ چالیس لاکھ روپیہ نقد و جنس کی صورت میں درگاہ والا میں ارسال کریں گے - غرض عہدنامہ مرتب ہؤا اور یہ مجلس برخاست [۳۵۹] ہوئی -

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایک معرکے میں بہادر خاں اور یوسف خاں زخمی اور بیہوش ہو کر گرے تھے اور بیجاپور کی فوج انھیں اٹھا لے گئی تھی - اب یہ سردار اُن دونوں کو بڑے احترام سے لا کر حوالے کر گئے - جاتے وقت آصف خاں کے معتمد شیخ عبدالرحیم خیر آبادی کو ہمراہ لے گئے کہ عہدنامے پر عادل خاں کی مہر لگوا کر اُس کے ہاتھ بھیج دیں گے - دو روز تک اُسے قلعے میں رکھا ، تیسرے دن یہ پیغام دے کر رخصت کیا کہ تم چلو ، عہدنامہ تمھارے پیچھے پیچھے بھیجتے ہیں - اگلے دن قلعے سے آدمی آئے اور جو جو توقعات انھیں تھیں ، زبانی بیان کیں - چونکہ اُن کی التماس مناسب و معقول تھی اس لیے آصف خاں نے منظور کر لی - چلتے وقت ان لوگوں میں سے ایک شخص نے ، جو مصطفیٰ خاں کا راز دار تھا ، دوسروں کی چوری سے آصف خاں کی مسند کے نیچے ایک پرچہ مصطفیٰ خاں کے ہاتھ کا لکھا ہؤا رکھ دیا - مضمون یہ تھا کہ چونکہ خواص خاں کو خوب اندازہ

ہے کہ بادشاہی لشکر غلے اور گھاس چارے کی نایابی سے سخت تنگ ہے اور اب عنقریب کوچ کر جائے گا اس لیے خواص خاں مکر و فریب کی چالوں سے وقت گزارنا چاہتا ہے۔ ان وجوہ سے اگر عہدنامے کے مہر لگنے اور پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے تو آپ مجھ خیراندیش سے ناراض نہ ہوں۔

المختصر محاصرے نے بہت طول کھینچا۔ اس عرصے میں علاقے کی رعایا کسی طرف سے غلہ بیچنے کے لیے نہیں آئی۔ لشکر اقبال کا کوچ جس طرف ہوتا غنیم شہر کے آس پاس کا علاقہ ویران کر دیتا، غلے کو دور دراز مقامات در پہنچا کر باقی کو پھونک ڈالتا۔ لشکر کے پاس جو رسد تھی وہ ختم ہو گئی۔ اس طرح غلہ کمیاب ہو جانے کے سبب لوگوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ نوبت یہ آئی کہ غلہ روپے سیر بکنے لگا۔ وہ بھی مٹی کوڑے سے بھرا ہوا ہوتا۔ سپاہیوں پر جو گزری سو گزری، لیکن ان کے گھوڑوں کا حال ابتر ہو گیا۔ اکثر رہوار سوکھ سوکھ کر مر گئے۔ وہی جانور مرنے سے بچا جو کمزوری و ناتوانی کے ہاتھوں عدم تک جانے سے بھی قاصر تھا حالانکہ ہستی و عدم کا فاصلہ محض ایک سانس کے بقدر ہے۔ جب یہ کیفیت ہو گئی تو دستور اعظم آصف خاں کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ سردست لشکر اقبال، جو دشمن کو مغلوب کرنے سے قاصر ہے، محاصرہ چھوڑ کر دور دراز کے کسی آباد علاقے میں پڑاؤ کرے۔ غنیم کے اس علاقے میں کچھ وقت گزار کر [۳۶۰] جب سپاہی بھی کچھ آسودہ ہوں اور گھوڑے بھی فربہ ہو جائیں تو آس پاس کے علاقوں کو خوب پامال کریں۔ جب غنیم کا ملک برباد ہو جائے اور اپنی حالت درست ہو تو لشکر کے بہادر پھر محاصرے میں مشغول ہو جائیں۔

اس منصوبے کے مطابق تمام سرداروں نے بیجاپور سے کوچ

کرکے دریائے کشن گنگا[1] کے ساحل کی طرف رخ کیا ۔ ساحل ساحل چلتے رہے ۔ بالخصوص رائے باغ اور مرج[2] کے پرگنے ، جو بہت آباد تھے ، انھیں خوب تاراج کیا ۔ جہاں کہیں آبادی کا نشان نظر آتا وہاں کے خالی کھیتوں اور فصلوں کو گھوڑوں کی روندن میں برباد کرکے لوگوں کو لوٹ لیے ۔ مکانوں اور آبادی کا نام و نشان باقی نہ چھوڑتے ۔ پھر دوسرے پرگنے کا رخ کرتے اور وہاں کی کھیتیاں اجاڑ کر گھروں کا رخ کرتے ۔ مکانوں کو ڈھا کر مکینوں کو ملک عدم کا راستہ بتلاتے ۔ غرض اس مدت میں ولایت بیجاپور کا تمام علاقہ لوٹ مار ، تاخت و تاراج ، قتل و قید کی آفت میں پھنس کر تباہ ہو گیا ۔ جب برسات کا موسم آ پہنچا اور غلے چارے کی تکلیف بالکل رفع ہو گئی ، غنیم کا ملک بھی خوب برباد ہو چکا تو وہاں ٹھہرنا ناممکن سمجھ کر قلعۂ شولا پور سے گزرتے ہوئے بادشاہی علاقے میں داخل ہو گئے ۔

دربار کی خبریں یہ ہیں کہ فتح خاں پسر عنبر کا قاصد سید ابوالفتح ، جسے عنبر نے بھی معاملات ہموار کرنے کے لیے کئی بار درگاہ شاہی میں بھیجا تھا ، حاضر بارگاہ ہوا اور اس بد عقل کی عرضداشت پیش کی جو عجز و انکسار کے اظہار پر مشتمل تھی ۔ زبانی یہ بھی عرض کیا کہ میرے پیچھے پیچھے فتح خاں کا بیٹا نظام الملک کی سرکار کے نامی ہاتھیوں ، جواہرات اور مرصع آلات لیے ہوئے حاضر دربار ہونے والا ہے ۔ ان وجوہ سے حضرت نے اس ناہنجار کے ناشائستہ افعال سے درگزر فرمائی ۔ وزیر خاں کو

۱۔ آج کل اسے دریائے کرشنا یا کسنا کہتے ہیں ۔

۲۔ دریائے کرشنا کے مغربی کنارے پر شولاپور سے تیس کوس دور واقع ہے ۔

(جو اُس کی تنبیہ پر مامور ہو کر گیا تھا) حکم پہنچا کہ واپس چلے آؤ ۔

بتاریخ ۱۹ [بہمن] اطلاع ملی کہ فتح خاں کا بڑا بیٹا عبدالرسول درگاہ والا کے قریب آ پہنچا ہے ۔ فتح خاں کی مزید دلجوئی کے لیے حضرت نے جعفر خاں کو عبدالرسول کی پذیرائی کے لیے [۳۶۱] روانہ کیا ۔ جب وہ دربار میں حاضری سے مشرف ہؤا تومقررہ آداب کےمطابق اول تسلیم و کورنش بجا لایا ۔ بعد ازاں پیشکش ، جو تیس کوہ پیکر ہاتھیوں ، نو صبا رفتار گھوڑوں ، طرح طرح کے نوادر، جواہرات اور بہت سے مرصع آلات پر مشتمل تھی اور آٹھ لاکھ روپے قیمت کی تھی ، نظر انور سے گزاری ۔ حضرت نے اُسے قبول فرمایا ۔ آپ کی عنایت شاہانہ سے عبدالرحیم مختلف نوازشوں یعنی خلعت ، گھوڑے ، کھپوۂ مرصع اور پھول کٹارہ نیز ایک ہاتھی کی عطا سے سرفراز ہؤا ۔ جو معنوی عنایتیں اُس پر مبذول ہوئیں وہ علاوہ ہیں ۔ انھی دنوں راؤ رتن کے پوتے ستر سال نے دوبارہ حاضر ہو کر اپنے دادا کے فیل خانے کے چالیس ہاتھی بطور پیشکش نظر عالی سے گزارے ۔ اُن میں سے اٹھارہ ہاتھی ، جو بہت ممتاز اور نادر تھے اور جن کی قیمت ڈھائی لاکھ روپے آنکی گئی، ملاحظہ کیے۔ اُن میں سے آٹھ قبول فرمائے ، باقی اُسے عطا کردیے ۔ اُس تربیت کے مستحق سردار کو خلعت، گھوڑا ، علم اور نقارہ عطا کرکے سرفرازی بخشی ۔

کابل کے واقعہ نویس کے ذریعے حضرت کو اطلاع ملی کہ بنگس کا تھانے دار شمشیر خاں فوت ہوگیا ہے۔ انھی دنوں نورالدین قلی کے قتل کا واقعہ گوش گزار ہؤا ۔ اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ کچھ عرصہ پہلے اُس کے آدمیوں نے جسونت راٹھور کو قتل کردیا تھا ۔ جسونت کے بیٹے کشن سنگھ کی راجپوتی حمیت جوش میں آئی اور اُس نے فیصلہ کیا کہ جس طرح بنے اُن سے باپ کا انتقام لوں ۔

اس ارادے کی تکمیل کے لیے موقعے کی تلاش میں رہتا تھا ۔ قضارا ایک دن جب کہ کاتبان قضا و قدر نورالدین قلی کا نام صفحۂ وجود سے مٹانے پر تیار ہوئے ، کشن سنگھ کو موقع مل گیا ۔ نورالدین تھوڑے سے آدمی ساتھ لیے غسلخانے سے نکل کر اپنے گھر جا رہا تھا ۔ کشن سنگھ گھات میں سے نکل کر اس پر آ پڑا اور چند کاری زخم لگا کر اس کا کام تمام کر ڈالا ۔ پھر تاریکیِ شب کے پردے میں چھپ کر کسی گوشے میں پنہاں ہوا اور بھاگ کر جان بچا لے گیا ۔

صاحبقرانِ ثانی کا پانچواں سالِ جلوس

۲۸ شعبان ۱۰۴۰ھ (۲۰ مارچ ۱۶۳۲ء) بروز ہفتہ [۳۶۲] آٹھ گھڑی دن چڑھے آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی جو اس کا بیت الشرف ہے ۔ نو روز کی فیض بخش کرنیں آسمان سے زمین تک ہر چیز پر پھیل گئیں اور سارے عالم کو مسرت و راحت سے بھر دیا ۔ اس مبارک وقت میں شہباز اوج سلطنت حضرت صاحبقرانِ ثانی نے تخت پر جلوس فرما کر لوگوں کی دلنوازی کی طرف توجہ کی اور سخاوت و فیض رسانی کے ذریعے اہل دل کے قلوب پر قبضہ کیا ۔ اس مسرت بخش تاریخ پر بارگاہ چہل ستون میں ، جو ہزار طرح زیب و زینت سے مزین ہو کر بے حد دلفریب نظر آ رہی تھی اور جہاں عیش و طرب کے ترانے بلند تھے ، حضرت ظل سبحانی نے ، جو لوگوں کی مرادیں پوری کرنے کو سعادت جاوید تصور کرتے ہیں ، خاص و عام کی آرزوئیں بر لانے پر کمر باندھی ۔ آپ کے چشم و ابرو کے اشارے سے ہزاروں امیدواروں کی امیدیں پوری ہوگئیں ۔

اس روز مختلف اشخاص مندرجہ ذیل عنایتوں سے سرفراز ہوئے :

فدائی خاں جونپور کی جاگیرداری پر ممتاز ہو کر خلعت اور اسپ خاصہ حاصل کرکے روانہ ہؤا - مرزا عیسیٰ ترخان کو خلعت ، گھوڑا اور ایلچ پور کی جاگیرداری عطا ہوئی - عبدالرسول ولد فتح خاں عنایات شاہانہ سے سربلند ہؤا - آسے طرۂ مرصع عنایت فرمایا - حکیم جمالی کاشی[1] ، جس نے پنجاب کی دیوانی کا فرض نہایت دیانت داری سے انجام دیا تھا ، دیانت خاں کے خطاب سے سربلند ہؤا - بگلانہ کا زمیندار بھرجی اپنے بیٹے اور بھائیوں سمیت آستان بوسی کے لیے بارگاہ عالی میں پہنچا اور اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ مند ہؤا - بارگاہ فلک اشتباہ کے غبار سے اس کی پیشانی پر اعتبار کا صندل لگا - بیس قیمت مرصع آلات ، نو عدد صبا رفتار گھوڑوں اور تین تنومند ہاتھیوں کی پیش کش نظر انور سے گزاری جو حضرت نے قبول فرمائی -

انھی ایام میں فوسنج[2] قندھار کا زمیندار شیر خاں ترین ، جس کے آباء و اجداد مدتوں سے شاہان مغلیہ کے ہواخواہ ہیں ، درگاہ

۱- نسخۂ لاہور میں سہرند (سرہند) درج ہے جو غلط ہے - صفحات ماسبق میں بیان ہو چکا ہے کہ سرہند کی دیوانی اور امینی کسی داس کو دی گئی تھی اور حکیم جمالا کو دیوانی پنجاب عطا ہوئی تھی -

۲- بادشاہ نامہ جلد اول ، حصہ اول ، ص ۱۹۴ پر اس جگہ کا نام فوشنج درج ہے جو صحیح نہیں - مکتوبات سعداللہ خاں ، ص ۸۴ پر یہ لفظ قاف سے ہے نہ کہ ف سے - غلام رسول مہر صاحب کا خیال ہے کہ یہ قصبہ بلوچستان میں لورالائی کے نزدیک واقع تھا - موجودہ گزیٹیر اس کا حال نہیں بتاتا - ہرات کے پاس جو فوشنج ہے اور جسے اہل ایران خوشنگ کہتے ہیں وہ بالکل مختلف مقام ہے -

گیتی پناہ میں باریاب ہونے اور ملازمت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہؤا ۔ اس سعادتِ عظمیٰ کے حاصل ہونے کا سبب یہ تھا کہ انقلابِ روزگار کے ہاتھوں جہانگیر بادشاہ کے عہد کے آخر میں شاہ عباس صفوی نے قلعۂ قندھار فتح کرکے آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا ۔ مدتوں پہلے جب اکبر بادشاہ کے زمانے میں شاہ بیگ خاں قندھار کا حاکم تھا شیر خاں کا باپ حسن خاں شاہ بیگ خاں سے آزاد ہوکر عراق چلا گیا ۔ شیر خاں کم عمر تھا ۔ عراق ہی میں پرورش پاتا رہا ۔ جوان ہوکر واپس آیا تو شاہ عباس صفوی نے اس علاقے اور تمام شیطان سیرت افغان قبیلوں کی سرداری اُسے عنایت کی ۔ شیر خاں نے تھوڑے ہی عرصے میں سارے علاقے پر پورا تسلط جما لیا اور مختلف تدبیروں اور حیلوں سے افغانوں کو بالکل مطیع کر لیا ۔ جب زمانے نے شاہ عباس کا ورق اُلٹ دیا اور اُس کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا شاہ صفی تخت نشین ہؤا تو شیر خاں نے ہدیے اور تحفے نیز مراسلات بھیج کر یہیں بیٹھے بیٹھے دولتِ صفویہ میں خاصا رسوخ پیدا کر لیا ۔ جب عنایاتِ شاہانہ سے سرفراز ہؤا تو خودسری اور سرکشی کی ہوا دل میں سمائی جو سرحدی علاقوں میں پرورش پانے والوں کا شیوہ ہے ۔ غرض اپنی حیثیت کو بھول کر بالکل خودسر ہو گیا ۔

اُن دنوں علی مردان خاں ولد گنج علی خاں اوزبک ، جو دربارِ صفویہ کا رکنِ سلطنت تھا ، باپ کے بعد قندھار کی صوبےداری پر سرفراز تھا ۔ شیر خاں نے اُس کے ساتھ اطاعت و خدمت گزاری کا طریقہ قائم نہ رکھا بلکہ رفتہ رفتہ سرکشی کرکے رعایا پر دست درازی کرنے لگا ۔ جب اُس کا ظلم و ستم حد سے زیادہ بڑھ گیا تو علی مردان نے اس تقریب سے کئی مرتبہ اُس کی شکایت دربارِ شاہی میں کی ۔ کچھ عرصے بعد اُسے شیر خاں کے استیصال کی ایک گونہ اجازت مل گئی ۔ وقت اور موقعے کا منتظر رہنے لگا ۔

اتفاقاً اسی اثنا میں شیر خاں نے شورش پسند پٹھانوں کی ایک جماعت فراہم کرکے سبی اور کبخاب میں تخریبی سرگرمیاں [۳۶۴] شروع کر دیں ۔

علی مردان خاں ایسے موقعے کی تلاش میں تھا ۔ اس خدا ساز اتفاق کو غنیمت سمجھا ۔ اس علاقے میں جتنے تعیناتی اور زمیندار تھے انھیں اور اپنے چار ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر دھاوا مارتا ہوا قندھار سے روانہ ہوا ۔ صبح سویرے قوشنج پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا ۔ چونکہ وہاں تھوڑے سے گنے چنے آدمی تھے لہٰذا کھڑے کھڑے قلعہ فتح کر لیا ۔ جب مال و اسباب اور مدتوں کے جمع شدہ سامان پر قبضہ کر چکا تو شیر خاں ترین کے اہل و عیال کو گرفتار کرکے قندھار بھیج دیا ، خود وہیں ٹھہرا ۔ جب شیر خاں کو اپنے ہواخواہوں کی تحریر سے ان واقعات کی اطلاع ملی تو سانپ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگا ۔ اپنے ٹھکانے پر واپس پہنچا اور وہاں لالچ دے کر پٹھان سواروں اور پیادوں کی فوج جمع کرکے موقعے کی تلاش میں رہا ۔ قوشنج کے آس پاس پھر رہا تھا ۔ کسی ایک جگہ قیام کرنے کے بجائے آج یہاں کل وہاں رہتا تھا ۔ دن کہیں رات کہیں ۔

علی مردان خاں کے جاسوس سائے کی طرح اس بدنصیب کے پیچھے لگے ہوئے تھے ۔ انھوں نے خوب پتا لگا کر علی مردان خاں کو اس کا ٹھکانا بتا دیا ، وہ راتوں رات یلغار کرکے صبح سویرے اس سیاہ بخت کے سر پر آ پہنچا ۔ شیر خاں نے بھی اپنی فوج آراستہ کرکے صف بندی کی اور لڑائی کے لیے مستعد ہوگیا ۔ پہلے ہی حملے میں اپنے پٹھانوں سے علی مردان خاں کے ہراول کو زیر و زبر کر دیا ۔ قریب تھا کہ یہ فوج شکست کھا کر بھاگ نکلے کہ اتنے میں علی مردان خاں گھوڑے کو مہمیز کرکے میدان جنگ میں

آ گیا ۔ اتفاقاً بندوق کی گولی اُس کی ایڑی میں لگی ، کاری زخم آیا لیکن اُس دلاور نے مطلق پروا نہ کی ، حملہ کرتا ہوُا آگے بڑھ گیا ۔ ایسی شجاعت دکھائی کہ ذرا سی دیر میں جہالت کیش پٹھانوں کو دھکیلتے دھکیلتے شکست فاش دی ۔ شیر خاں تربن نوک دم بھاگ کر سیدھا موضع دوکی میں پہنچا ۔ وہاں کچھ دیر ٹھہر کر بہت کچھ تدبیریں کیں لیکن کوئی بس نہ گئی ۔ بالآخر سوچا کہ بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ دربار شاہجہانی میں ، جو ساری دنیا کی پناہ‌گاہ ہے ، پناہ کی التجا کروں ۔ غرض قلعۂ مقدر کی طرف بڑھا جس پر ان دنوں یلنگتوش اُزبک کے نوکروں کا قبضہ تھا ۔ اُس کے نواح میں ٹھہرا اور یہیں سے نہایت درد بھری عرضداشت ، جس میں بڑی عاجزی سے اطاعت و بندگی کا اظہار کیا تھا ، دربار شاہی میں روانہ کی ۔ ایک اور خط ، جس میں بارگاہ شاہی میں حاضر ہونے کے لیے [۳٦۵] التجا تحریر کی تھی ، ملتان کے صوبے‌دار احمد بیگ خاں کو بھیجا اور اُس سے درخواست کی کہ میرا یہ خط درگاہ شاہجہانی میں ارسال کرکے میرے لیے عنایت و دلجوئی کا فرمان منگوا دیجیے ۔

اُس کی یہ عرضداشت درگاہ والا میں پہنچی جو تمام دنیا والوں کے لیے جائے پناہ اور مقام التجا ہے ۔ اس آستان فلک نشان کا ، جہاں فرشتے پاسبانی کا فرض ادا کرتے ہیں ، دستور ہی یہی ہے کہ التجا کرنے والوں کی آرزوئیں پوری کی جاتی ہیں ۔ غرض اُس کی التماس قبول ہوئی ، فرمانِ عنایت عنوان اُس کے نام جاری ہو گیا ۔ وہ اُس دستاویز کرم سے حوصلہ پا کر اس قبلۂ اُمید کی طرف آیا ۔ جب بارگاہ فلک شکوہ کی آستان بوسی سے مشرف ہو کر آسمان کا ہمرتبہ ہو گیا اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوُا تو الطاف شاہی کی بدولت نہایت معزز و محترم ٹھہرا ۔ بطور پیشکش نوعدد قبچاق گھوڑے نذر دیے جو قبول ہوئے - اسی مجلس میں حضرت نے آپسے خلعت

فاخرہ ، تیس ہزار روپے کا انعام ، دو ہزاری ذات ، ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا ، صوبۂ پنجاب میں جاگیر عنایت ہوئی ۔

بتاریخ ۱۹ [فروردیں] آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی ۔ حضرت ظل سبحانی ، جو روئے زمین پر آفتاب کی مانند ہیں ، دولت خانے میں تشریف لے گئے اور آسے برج حمل سے زیادہ متبرک بنا دیا ۔ مقررہ دستور کے مطابق فیاضی و سخاوت اور داد و دہش کے تمام قاعدے پورے کیے گئے ۔ داد گر ، فیض رساں بادشاہ نے سارے زمانے کی پرداخت و پرورش کی طرف توجہ فرمائی ۔ امیر ، فقیر ، چھوٹے بڑے ہر شخص نے اتنا فیض پایا کہ ساری عمر کے واسطے غنی ہو گیا ۔ سب اپنی اپنی مرادیں پا کر کمال فارغ البالی کے ساتھ کنج عافیت میں جا بیٹھے ، خانۂ دل تمناؤں اور آرزوؤں سے خالی ہو گیا ۔ اس تاریخ میں [۳۶۶] گجرات کے صوبے دار اسلام خاں کی پیشکش پہنچی جو طرح طرح کے قیمتی جواہرات ، نفیس مرصع آلات ، گجرات کے نادر تحفوں اور اسی گھوڑوں پر مشتمل تھی ۔ محمد علی ، ایلچی ایران کا گماشتہ ، امیر بیگ بھی درگاہ فلک پناہ میں حاضر ہوا ۔ نفیس پارچات ، ایران کے نادر تحفوں اور بجاس صبا رفتار برق خرام عربی عراقی گھوڑوں کی پیشکش نظر عالی سے گزاری جو ایلچی کے وکیلوں نے ایران سے بھیجی تھی ۔ چونکہ محمد علی ایلچی کے حال پر حضرت نے بڑی عنایتیں فرمائی تھیں اس لیے آس کی پیشکش کو خوشی کے ساتھ قبول کیا ۔ کمال مہربانی سے آس کے واسطے خلعت فاخرہ اور سات نہایت مرصع سنہری میناکار ڈھالیں ، جو اسلام خاں کی پیشکش میں آئی تھیں ، امیر بیگ کے ہاتھ ایلچی مذکور کے واسطے روانہ کیں ۔ آس کے دونوں ہمراہیوں کو چار ہزار روپے بطور انعام عطا فرمائے ۔

ایک عجیب اتفاق ، جو ظاہر بیں لوگوں کو تعجب خیز معلوم

ہوتا ہے اور اگرچہ عوام الناس اپنی کم عقلی سے اُسے کرامات سمجھیں لیکن حضرت ظل سبحانی سے اس کا صادر ہونا چنداں بعید نہیں ، یہ ہے کہ جس وقت اسلام خاں کی پیشکش سے گھوڑے نظر عالی سے گزر رہے تھے تو حضرت نے اُن پر سرسری نظر ڈال کر فرمایا کہ ان تمام گھوڑوں کی قیمت ۶۵ ہزار روپے کے قریب ہوگی ۔ حضرت کو ہر معاملے میں بڑی بصیرت حاصل ہے بالخصوص اس اصیل جانور کی نسلوں اور اُس کی خوبیوں نیز قیمت کا تعین کرنے میں حضرت کو بڑا ملکہ حاصل ہے جو فراست و دانش اور حقیقت اشیاء کو پہچاننے کی دلیل ہے ۔ غرض جب قیمت آنکنے والوں نے ایک ایک جانور کی قیمت لگائی تو مجموعی رقم وہی ۶۵ ہزار نکلی ۔ ایک روپیہ کم یا زیادہ نہ نکلا ۔ اس قسم کے معاملات پر حیرت کرنا مناسب نہیں کیونکہ بادشاہ خدائے تعالیٰ کی عنایت کے پروردہ اور تائید الہٰی کے تربیت یافتہ ہوتے ہیں ۔ اُن کا قیاس ترازو کا کام کرتا اور تخمینہ پیمانے کا درجہ رکھتا ہے ، بالخصوص حضرت شاہجہاں جنہیں خدا نے اپنے فیض و کرم سے سرمۂ بصیرت عطا کیا ہے انسان کا جوہر پرکھنے اور اُس کی صفات کو پہچاننے میں نہایت ماہر ہیں ۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ برگزیدۂ باری تعالیٰ الہام ربانی اور تعلیم آسمانی کی بدولت تمام پوشیدہ رازوں سے واقف ہیں اور آدمی کے چہرے سے روز ازل کے نوشتے کو پڑھ کر ہر شخص کے خیالات اور ارادوں کو جان جاتے ہیں ۔ المختصر تمام شاہزادوں اور ذیجاہ امرا کی پیشکشیں جو نو روز سے آج تک نظر انور سے گزریں اور قبول ہوئیں پانچ لاکھ روپے مالیت کی تھیں ۔

حضرت شاہجہاں کی دکن سے دارالخلافہ آگرہ کو واپسی

چونکہ جہاں بانی و سلطنت کا انتظام محنت و مشقت کا طالب ہے [۳۶۷] اور حکومت و کشور کشائی کا سر انجام کاہل آدمیوں سے ممکن نہیں لہذا ذی اقتدار سلاطین کا شیوہ یہ ہے کہ جب کسی ملک کی تسخیر یا کسی دشمن کی تنبیہ کے لیے کہیں جاتے ہیں اور تائید ایزدی سے اس مہم کا بخیر و خوبی سر انجام ہو جاتا ہے تو پھر وہاں ایک لمحہ ٹھہرنا جائز نہیں سمجھتے - بے تامل کسی اور علاقے میں جا کر جدوجہد کرنے لگتے ہیں - بادشاہِ مشرق یعنی آفتاب عالمتاب ایک منزل میں دو روز نہیں ٹھہرتا بلکہ ہر صبح طلوع ہو کر دوسری منزل میں آتا اور کسی مختلف علاقے پر اپنا پرتو ڈالتا ہے - شام تک اس سرزمین کو مسخر کر کے اپنے مستقر پر واپس جا پہنچتا ہے - اگلی صبح پھر کسی اور جانب توجہ کرتا ہے - اسی قاعدے کے مطابق حضرت ظلِ سبحانی کی سواری دکن سے دارالسلطنت کی طرف واپس چلی -

حکمِ ربانی کے علاوہ مراجعت کا ایک ظاہری سبب یہ ہوا کہ جو جو معاملات درپیش تھے وہ سب ہواخواہوں کی خواہش کے مطابق انجام پا گئے - اس سفر کی اصلی غرض یہ تھی کہ خان جہان لودھی کا استیصال کیا جائے اور نظام الملک کی تنبیہ کی جائے جو اسے اپنے علاقے میں پناہ دے کر اس کی حمایت کرتا ہے - عالمِ بالا کے کارپردازوں کی تائید سے یہ دونوں کام بخوبی انجام تک پہنچے - خان جہان کی خاک اڑ گئی اور نظام الملک اپنی کوتاہ اندیشی ، بے عقلی اور ذلالتِ مزاج کے ہاتھوں ناکامیِ جاوید سے دو چار ہوا - اپنی قدیمی سلطنت کی بنیاد خود ہی کھود ڈالی

اور بالآخر تباہی سے ہمکنار ہؤا ۔ عادل خاں نظام الملک سے ساز باز رکھتا تھا ۔ شامتِ اعمال کے باعث اُس کا تمام آباد ملک ویران ہو گیا ۔ بالخصوص اُس کے دارالحکومت بیجاپور کی ، جو اس خاندان کے زیرِ حکومت مدتوں سے امن و امان کا مرکز بنا ہؤا تھا اور تمام حادثوں سے محفوظ تھا ، ایسی تباہی ہوئی کہ مغل شہسواروں کے گھوڑوں نے اُسے روند ڈالا ۔ علاوہ ازیں چونکہ پچھلے سال برہان پور میں نواب ممتاز محل کا انتقال ہو چکا تھا لہٰذا حضرت نے وہاں اس سے زیادہ قیام کرنا پسند نہ فرمایا ۔

الغرض ۲۱ فروردین ۲۴ رمضان ۱۰۴۱ھ (۱۴ اپریل ۱۶۳۲ء) جمعرات کے روز دس گھڑی (چار گھنٹے) دن چڑھے لشکرِ شاہی کا علم برہان پور سے بلند ہو کر دائرۂ خلافت و سلطنت کے مرکز آگرے کی طرف بڑھا ۔ تائید یافتۂ ربانی [۳۶۸] حضرت شاہجہاں صاحب قرانِ ثانی تیموری شان و شوکت کو جلوس میں لیے ہوئے کوہ پیکر ہاتھی پر سوار ہوئے ۔ شاہزادۂ اقبالمند دارا شکوہ عماری کے پچھلے خواصی میں ہمرکاب تھے ۔ عماری میں اشرفیوں اور روپوں کے ڈھیر اتنے اونچے تھے کہ اگر ہاتھی کو سونے چاندی کی کان کہیے تو روا ہے ۔ سواری بڑھی اور مقررہ قاعدے کے مطابق دائیں بائیں روپے اشرفیاں حضرت پر سے نچھاور ہوتی رہیں ۔ غرض اس طمطراق سے برہان پور کے دولت خانے سے لے کر دو کوس تک ، جہاں اُس روز منزل مقرر تھی ، سونے چاندی کی ایسی بارش ہوئی کہ دولت کی قدر نہ رہی ، ہزاروں روپے اور اشرفیاں غریبوں محتاجوں نے اُٹھائیں ۔ جب ان کی نیت بھر گئی تو سڑک پر پڑے ہوئے باقی سکے پامال ہو ہو کر اس طرح چمکے کہ ساری زمین پر سونے چاندی کے ورق لگے ہوئے معلوم ہوتے تھے ۔ اس روز حضرت نے فتح خاں کے بیٹے عبدالرسول کو خلعت ، سر پیچ مرصع اور ہاتھی ، گھوڑا عنایت فرما کر سرافراز کیا اور دولت

آباد واپس جانے کی اجازت دی - فتح خاں پر غائبانہ لطف و عطا ہؤا - یعنی اس لطفِ عام کے علاوہ عبدالرسول کے ہاتھ اُس کے واسطے خلعت ، شمشیرِ مرصع ، فیلِ خاصہ اور ہتھنی بھیجی - دکن کی صوبے داری اعظم خاں کے نام بحال رکھی - بخشی گری کی خدمت اور واقعہ نویسی کا عہدہ حکیم خوشحال کو عنایت ہؤا - چونکہ اعظم خاں بالا گھاٹ گیا ہؤا تھا اس لیے اُس کے بیٹے ملتفت خاں کو خلعت و اسپ سے سرفراز کرکے برہان پور میں چھوڑا -

۲ اردی بہشت (۲۲ اپریل ۱۶۳۲ء) کو کہاں ابرو معشوقوں کی طرح عید کا چاند آسمان پر نمودار ہؤا - پرہیزگار روزہ داروں کو علانیہ کھانے پینے کا مژدہ سنادیا - البتہ خدیوِ روزگار کے خوف سے شراب خواروں کو جوری سے ابرو کا اشارہ کیا کہ دوستوں کے ساتھ چھپ کر بادہ نوشی کا لطف اُٹھاؤ - عید کے روز شاہِ دیندار ، اسلام پرور کے حسب الحکم امرائے نامدار نے علمائے کرام کے پیچھے عید کا دوگانہ ادا کرکے دولت و اقبال کے بڑھنے کی دعائیں مانگیں - ۷ اردی بہشت (۲۷ اپریل ۱۶۳۲ء) کو قصبہ کالی بھیت کے نواح میں ڈیرے ہوئے جو بارگاہ شاہی کی برکت سے منور ہو گیا - ۲۲ اردی بہشت (۱۲ مئی ۱۶۳۲ء) کو بہادر خاں اور یوسف خاں نے بالا گھاٹ والے لشکرِ ظفر پیکر سے آ کر آستاں بوسی کی سعادت حاصل کی - ان دونوں نے دکنیوں کی لڑائی میں بڑی جاں فشانی بلکہ رستم و اسفند یار کی سی دلبری دکھائی تھی اور بڑی مارا مار کے بعد زخمی ہو کر معرکے میں گر کر گرفتار ہو گئے تھے - اس کا مفصل بیان پہلے ہو چکا ہے - [۳۶۹] چونکہ شاہ حقیقت آگاہ کی پرانی عادت ہے کہ ارادت مند جاں نثاروں پر بے حد عنایتیں کیا کرتے ہیں لہٰذا بہادر خاں کو چار ہزاری ذات ، ساڑھے تین ہزار سوار کے منصب پر نیز خلعت ، تلوار ،

ڈھال ، ہاتھی اورگھوڑا عطا فرما کر سرفراز کیا - پچیس ہزار روپے انعام بھی عطا کیا - یوسف خاں کو ترقی دے کر تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب ، ڈھال ، تلوار، نقارہ ، ہاتھی ،گھوڑا اور بیس ہزار روپے عنایت فرمائے - چونکہ اعظم خاں نے دکن کی صوبے داری اور نظام الملک عادل خاں وغیرہ کی مہم کا سرانجام مرضیِ اشرف کے مطابق نہیں کیا تھا لہذا اس کوتاہی کے باعث آپ نے صوبے داری سے ہٹا کر یہ خدمتیں یمین الدولہ آصف خان کے سپرد کر دیں - آصف خاں دکن کی مہم پر مامور ہونے کے باعث شرفِ حضوری سے محروم ہوگیا تھا - التماس کیا کہ فدوی کو ہمرکابی کے شرف سے محروم نہ رکھا جائے کیونکہ فدوی مدت العمر تک خدائے پاک سے اسی خوش نصیبی کے حاصل ہونے کی دعا مانگتا رہا ہے - حضرت نے اُن کی درخواست کے بموجب دکن کی صوبے داری اور سپہ سالاری اُن سے ہٹا کر مہابت خاں خان خاناں کے نام کر دی جو اُن دنوں دہلی میں تھا - فرمانِ عالی شان میں آپ نے ہدایت کی گئی کہ منشورِ بادشاہی ملتے ہی دہلی سے بارگاہِ شاہی میں حاضر ہو اور یہاں سے برہان پور روانہ ہو جائے - آصف خاں کے نام درگاہِ والا سے فرمانِ قضا توامان صادر ہوا کہ خان زماں کو تمام بادشاہی ملازموں سمیت ، جو بطور کمک بالا گھاٹ میں تعینات ہیں ، برہان پور میں چھوڑے اور خود اعظم خاں اور تمام دوسرے ملازمانِ کمک کے ساتھ روانۂ درگاہ ہو -

مالوے کی صوبے داری معتقد خاں سے ہٹا کر نصیری خاں کے نام کی گئی - معتقد خاں کو آگرے کے نواحی پرگنوں کی فوج داری عطا ہوئی ، وزیر خاں پنجاب کی صوبے داری پر فائز ہوا - اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پنجاب جیسے اہم صوبے کا انتظام آصف خاں کے گماشتے عنایت اللہ یزدی کے سپرد تھا - اُس سے یہ خدمت بخوبی انجام نہ پاسکی ، بالخصوص خالصۂ شاہی کے علاقوں کا انتظام

حضرت کی مرضی کے مطابق نہ ہؤا ۔ لہٰذا پنجاب کی صوبے داری خانِ والا شان کے اہتمام سے نکال کر وزیر خان کے سپرد کر دی ۔ ۷ خرداد (۲۷ مئی ۱۶۳۲ء) کو خانِ موصوف خلعتِ خاصہ ، فیل اور پنج ہزاری ذات ، پنج ہزار سوار (ایک ہزار دو اسپہ ، سہ اسپہ) کے منصب سے سرفراز ہو کر اس طرف رخصت ہؤا ۔ مقرب خان دکنی کو اسپ و خلعت عنایت کرکے سنبھل روانہ فرمایا [۳۷۰] ۔

۱۱ خرداد (۳۱ مئی ۱۶۳۲ء) کو قلعۂ گوالیار کے نواح میں خیمے ہوئے ۔ خدیو اعظم شہنشاہ عالم نے سیر و تفریح کے واسطے قلعے میں داخل ہو کر اس فلک بوس قلعے کے برجوں پر آفتاب کی طرح جلوہ گری فرمائی ۔ قلعے کے پورے محیط کو دقیق نظر سے ملاحظہ کرکے اس میں آمد و رفت کے جتنے راستے تھے انھیں نگاہ غور سے دیکھا ، اکبر بادشاہ اور جہانگیر نے یہاں جو عمارتیں بنوائی تھیں انھیں پسندیدگی کی نظر سے دیکھ کر خیال فرمایا کہ ہم بھی یہاں ایک دلفریب دل آویز نشیمن تیار کروائیں ۔ حکم والا صادر ہؤا کہ ایک خوش وضع نشیمن نہایت نادر نقشے کا تعمیر کیا جائے ۔ بندگانِ شاہی میں سے ایک سردار کو حکم ملا کہ تعمیر کا اہتمام کرے ، نیز قلعے کی پوری چار دیواری کو جہاں جہاں سے قابلِ مرمت پائے درست کروائے ۔ حکمِ عام ہؤا کہ جب کبھی ہماری سواری ایسے (سیاسی) زندانوں کے پاس سے گزرے تو قید خانے میں محبوس مجرموں کے جرائم کی کیفیت قلمبند کرکے پیش کی جائے ۔ غرض گوالیار کے قیدیوں کی کیفیت حضور میں عرض کی گئی ۔ ان میں سے گیارہ اشخاص کو حضرت ظلِ سبحانی کے سرِ مبارک کے تصدق میں اس زندانِ ابد سے رہائی ملی ۔

قیام گوالیار کے زمانے میں سید خان جہان اور عبداللہ خان فیروز جنگ دکن سے درگاہ گیتی پناہ میں ، جو خاص و عام کا قبلۂ مقصد

ہے ، حاضر ہوئے ۔ آستاں بوسی کی سعادت حاصل کی ۔ عبداللہ خاں کو بہار کی صوبے داری عنایت ہوئی ۔ عالم پیری میں ، جو حیات مستعار کی خزاں کا موسم ہے ، آپ اس مرحمت سے نئی جوانی کا سا سرور حاصل ہؤا ۔ بہار کا صوبے دار سیف خاں الہ آباد کی صوبے داری پر متعین ہؤا ۔ الہ آباد کا صوبے دار قلیج خاں یہاں سے ہٹا کر صوبۂ ملتان کے انتظام پر نامزد کیا گیا جہاں اب تک محابت خاں تعینات تھا ۔

۱۸ خرداد (۷ جون ۱۶۳۲ء) کو لشکر شاہجہانی کا علم آفتاب تاباں کی طرح دارالخلافہ آگرہ کے نواح میں پرتو افگن ہؤا ، جس سے وہ سرزمین رفعت میں رشک آسمان ہو گئی ۔ ایران کا ایلچی محمد علی بیگ ، جو حکم والا کے مطابق برہان پور سے روانہ ہو کر آگرے پہنچا تھا اور کچھ عرصے سے یہاں مقیم تھا ، موکب شاہی کا استقبال کر کے سعادت دارین سے بہرہ یاب ہؤا ۔ اسی تاریخ میں مہابت خاں خانخاناں ، جو دہلی سے آیا تھا ، حضرت کی حضوری سے مشرف ہؤا ۔ ہزار اشرفیوں کی نظر اور نو ہاتھی بطور پیش کش [۱۷۳] نظر انور سے گزارے ۔ جہاں پناہ نے دو ہاتھی قبول کر کے باقی آپ سے مرحمت فرمائے ۔ صفدر خاں ، حاکم آگرہ ، نواحی پرگنوں کا فوج دار معتمد خاں[۱] ، مظفر خاں معموری ، افضل خاں کا بھائی مکرمت خاں ، سلاح خاں ، بے بدل خاں ، خان عالم اور مقرب خاں درگاہ جہاں پناہ کی آستاں بوسی سے مشرف ہو کر عنایات شاہانہ سے بہرہ مند ہوئے ۔

۲۲ خرداد (۱۱ جون ۱۶۳۲ء) کو حضرت کی سواری نے

---

۱ - دو صفحے پہلے یہ بیان ہوچکا ہے کہ ان پرگنوں کی فوجداری معتمد خاں کے سپرد کی گئی تھی ۔

دہرہ باغ میں پہنچ کر آسے زیب و زینتِ روزگار بنا دیا ۔ برہان پور سے دہرہ باغ تک کا فاصلہ پچاس کوچ اور آٹھ مقام میں طے ہؤا تھا ۔ یہاں آپ نے نجومیوں کی مقرر کردہ ساعت کے انتظار میں آٹھ روز قیام فرمایا ۔ اس اثنا میں آصف خاں خواجہ ابوالحسن ، شائستہ خاں اور دیگر امرا سمیت بالا گھاٹ سے آ کر حاضر ہؤا ۔ ہزار اشرفیوں اور ہزار روپوں کی نظر پیش کی جو قبول ہوئی ۔ سلیمانِ دہر کے پابوس سے آصف خاں کا مرتبہ آصفِ برخیا سے بھی بڑھ گیا ۔ اس کے بعد دوسرے امیروں نے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق نذریں پیش کیں ۔ اسی روز الہ آباد سے قلیج خاں حاضری کا شرف حاصل کرنے کے لیے آیا ۔ خلعتِ خاصہ ، جیغۂ مرصع اور ملتان کی صوبے داری سے سرفراز ہؤا ۔ پچاس ہزار روپے انعام عطا ہؤا ۔ اسی دن مہابت خاں خانخاناں کو خلعتِ خاصہ مع زردوزی چار قب ، جمدھر مرصع و پھول کٹارہ اور دو گھوڑے عنایت ہوئے ۔ آس کے بیٹوں یعنی دلیر ہمت ، گرشاسپ اور افراسیاب کو نیز آس کے بوتے شکراللہ ولد خان زماں کو خلعت و اسپ سے نواز کر سبھوں کو آس کے ہمرکاب دکن روانہ کر دیا ۔

۳۱ خرداد یکم ذی الحجہ ۱۰۴۱ھ (۱۹ جون ۱۶۳۲ء) اتوار کے دن[۱] دارالخلافہ آگرہ کا مشرقی حصہ شاہجہانی علم کی چمک دمک سے مطلعِ خورشید بن گیا ۔ ہفت اقلیم کی سرزمین آب و تاب کی وجہ سے چرخِ چہارم سے زیادہ نورانی ہو گئی ۔ شہسوارِ میدانِ سلطنت بہ دولت و اقبال ہاتھی کی پشت پر تخت

۱۔ یہاں مصنف سے کسی قدر سہو ہؤا ہے ۔ ازروئے تقویم یکم ذی الحجہ ۱۰۴۱ھ کو ۱۹ جون ۱۶۳۲ء کی تاریخ اور ہفتے کا دن پڑتا ہے ۔ نسخۂ لاہور (پبلک لائبریری) میں بھی ہفتے کا دن درج ہے ۔

کو زینت دیتے ہوئے بڑے وقار سے برآمد ہوئے - سواری کمال شان و شکوہ اور ترتیب کے ساتھ قلعے کی جانب بڑھی - جاہ و جلال کا وہ عالم تھا کہ آغازِ آفرینش سے آج تک کسی بادشاہ کو یہ شوکت [۳۷۲] نصیب نہیں ہوئی ہوگی - آفتاب سے لے کر ذرے تک ہر چیز اور ہر متنفس خاک پر سر رکھے ہوئے نیازمندی کا اظہار کر رہے تھے - ہر شخص ہواخواہوں کے قاعدے سے رکابِ والا میں پیدل چل رہا تھا - ساتویں آسمان سے کیوان اتر کر دور باش کہتا ہؤا رکاب میں رواں تھا اور چرخِ پنجم سے بہرام حاضر ہو کر ابلقِ روزگار کی لگام تھامے آگے آگے چل رہا تھا - اس شان سے سواری داخلِ شہر ہوئی - شاہزادہ دارا شکوہ عماری کے پیچھے نہایت متانت سے بیٹھے ہوئے مقررہ دستور کے مطابق دونوں ہاتھوں سے روپے اور اشرفیاں نچھاور کر رہے تھے - دولت کی اتنی بکھیر ہوئی کہ دولت خانے تک سواری پہنچتے پہنچتے محتاج اسے سمیٹ کر غنی ہو گئے - ہزاروں مسکین حاجت مند، جو کوڑی کوڑی کو محتاج تھے، روپے اور اشرفیاں جھولیاں بھر بھر لے گئے -

اس مبارک موقعے پر یکہ تاز خاں ڈھائی ہزاری ذات، تین سو سوار[1] کے منصب پر، مکرمت خاں ڈیڑھ ہزاری ذات، تین سو سوار اور عبدالحق نو سو ذات، دو سو سوار کے منصب پر ترقی پا کر سربلند ہوئے - عبدالحق کو امانت خاں خطاب ملا - شیر خاں ترین کو بیس ہزار روپے کا انعام اور محمد علی ایلچیِ ایران کو خلعتِ فاخرہ، خنجرِ مرصع اور ساٹھ ہزار روپے بطورِ انعام عطا ہوئے - محمد علی ایلچی کے دو ہمراہیوں محمد تقی اور محمد علی کو گیارہ ہزار روپے انعام ہوئے - اسی روز میر صابر دولت آباد سے واپس آیا

۱- نسخۂ لاہور میں دو ہزاری ذات، چھ سو سوار درج ہے -

جو وہاں حضرت کے نام کا سکہ اور خطبہ رائج کرنے کے لیے گیا تھا ۔ تھوڑے سے روپے اور اشرفیاں ، جو فتح خاں نے بطور نمونہ ارسال کی تھیں ، نظر اشرف سے گزاریں ۔

انھی دنوں حضرت نے نواب قدسی صفات ممتاز محل مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے اور حوران بہشت کی اس سردار کو دلشاد کرنے کے واسطے ایک مجلس منعقد کی جس میں ہر خاص و عام کو کھانا کھانے کی اجازت تھی ۔ خیرات بھی بے اندازہ کی گئی ۔ ہندوستان میں دستور ہے کہ مقدس ہستیوں کی تاریخ وفات در ہر سال ان کا عرس کرتے ہیں ۔ ایک رات ایک دن یہ مجلس قائم رہتی ہے اور اس میں ایصال ثواب ، قرآن خوانی ، فاتحہ خوانی ، رات بھر ذکر الٰہی نیز خیرات اور لنگر تقسیم کرکے مرحوم [۳۷۳] کی روح کو ثواب پہنچاتے ہیں ۔ جب حضرت کی سواری برہان پور سے آگرہ پہنچی اور اس کے فیض سے دارالحکومت کی زمین رشک آسمان بنی تو حضرت ممتاز محل کو انتقال کیے ایک سال گزر چکا تھا ۔ حضرت نے فطری فیاضی کے تقاضے سے ، جو زر پاشی اور سخاوت کے لیے اور فاقہ کشوں کو فیض پہنچانے کے واسطے بہانہ ڈھونڈتی ہے ، اس تاریخ پر شاہی ملازموں کو یہی دستور پورا کرنے کا حکم دیا ۔

سلطنت کے کارخانوں کو چلانے والے کارپردازوں نے حضرت کے حسب الحکم ممتاز محل کے روزے کے صحن میں بادل جیسے سرا پردے کھڑے کر دیے ۔ ان کے چاروں طرف مخمل کے زردوزی نفیس شامیانے ، جو وسعت میں سفیدۂ صبح سے اور رنگینی میں شفق شام سے بڑھ کر تھے ، برپا کیے ۔ ان کے آگے طرح طرح کے رنگا رنگ فرش بچھائے ۔ زمین پر دور تک بوقلموں پارچات میں اور فضا میں شامیانوں کی رنگ آمیزی سے نظر فریب کیفیت پیدا

ہو گئی - ان سب کے گرداگرد سراچے اور قناتیں کھینچ دیں - تمام ارکانِ سلطنت ، امرا ، منصب دار ، آگرے کے سارے باشندے ، گرد و نواح کے اشراف ، شریف و وضیع ، جو فتحِ دکن کی مبارک باد کے لیے نیز حضرت کی واپسی پر تہنیت کے واسطے آئے تھے ، سب کو اس مجلس میں آنے کی اجازت تھی - عالم ، فاضل ، متقی ، پرہیزگار سب مدعو ہو کر یا بن بلائے یہاں آئے اور شرفِ حضوری حاصل کیا - خود حضرت شاہجہاں خلوت خانے میں گوشہ نشیں ہو کر ساری رات جاگے اور نمازیں پڑھ پڑھ کر اس مغفرت مآب ملکہ کی بخشش کی دعائیں مانگتے رہے -

اس مجلس کے صدر میں یمین‌الدولہ آصف خاں ، محمد علی بیگ ایلچی اور ارکانِ سلطنت رونق افزا تھے - باقی امرا ، ذی حیثیت اشخاص اور دوسرے حاضرین اپنے اپنے مرتبے کے موافق بیٹھے - پھر بادشاہی کارپردازوں اور باورچی خانے کے بکاولوں نے دسترخوان بچھا کر طرح طرح کے کھانے ، میوے ، مٹھائیاں ، نقل ، مشروبات ، پھول ، عطر ، پان ترتیب دیے اور سبھوں کو ان نعمتوں سے محظوظ ہونے کی صلائے عام دی - امیر فقیر سب نے اس خوانِ احسان سے فیض پایا [۴۷۳] - پچاس ہزار روپے غریبوں محتاجوں میں تقسیم کیے گئے -

اس انجمنِ فیض کے اختتام پر حرم سرائے شاہی کی بیگمات اس حور صفت ملکہ کے مزار کا طواف کرنے کے لیے روضۂ مقدسہ میں تشریف لے گئیں - وہاں بھی اسی کیفیت اور اسی شان کے ساتھ زنانہ مجلس منعقد کی گئی - تمام عورتوں کو بالخصوص محتاج و مسکین خواتین کو وہاں آنے کی عام اجازت تھی - یہاں بھی غریب بے نوا بوڑھی عورتوں اور پاک دامن بیبیوں کو پچاس ہزار روپے خیرات میں تقسیم کیے گئے - حضرت نے مستقل فرمان صادر کیا

کہ سلطنت کے متصدی ہر سال عرس کے موقعے پر اتنی رقم خیرات کیا کریں - جب مابدولت دارالخلافے میں تشریف فرما ہوں تو یہ رقم پوری خیرات کی جائے اور اگر سفر میں ہوں تو نصف رقم محتاجوں کو دی جائے۔

۸ تیر (۲۸ جون ۱۶۴۲ء) کو عیداضحیٰ کی تقریب سعید تھی جس نے ہوا خواہان دولت کو مزید فتح و ظفر کی خوشخبری سنائی - بادشاہ خلافت پناہ نے ، جو خلفائے راشدین کے صحیح جانشین ہیں ، حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ کی سنت کے مطابق عیدگاہ کو اپنے نور جمال سے روشن فرمایا - دوگانہ ادا کرکے سعادت و اقبال کو رکاب میں لیے واپس آئے - دستور کے مطابق واپسی کے وقت روپے اشرفیاں نچھاور کرتے اور ہزاروں حاجت مندوں کی جھولیاں بھرتے دولت خانے میں داخل ہوئے۔

۱۴ تیر (۴ جولائی ۱۶۴۲ء) کو حضرت ظل سبحانی ، سایۂ پروردگار ، برگزیدۂ کردگار صاحبقران ثانی کے حسب الحکم نہایت مبارک ساعت میں شاہزادہ مراد بخش کو شریعت اسلامی کے قاعدے اور آداب دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مکتب میں بٹھایا گیا کہ یہ کام شرعاً اور عقلاً نہایت ضروری تھا - خدیو روزگار نے دیندار عالم ملا میرک ہروی کو خلعت فاخرہ اور ہزار روپے انعام عطا فرما کر شاہزادۂ والا گہر کا معلم مقرر فرمایا - باقر خاں کو بجائے در معتمد خاں کو اڑیسہ کی صوبے داری عطا ہوئی - خنجر مرصع ، خلعت ، گھوڑا ، چار ہزاری ذات تین ہزار سوار کا منصب دے کر [۳۷۵] ادھر روانہ فرمایا -

۱۹ تیر (۹ جولائی ۱۶۴۲ء) کو میر برکہ نے ایران کی سفارت سے واپس آ کر سعادت باریابی حاصل کی - نو عدد عراقی گھوڑے اور ایران کی نادر چیزیں بطور پیشکش نظر انور سے گزاریں - ۲۸ تیر

(۱۸ جولائی ۱۶۴۲ء) کو نذر محمد خاں والیِ بلخ کا نوکر حاجی وقاص ، جسے اُس نے بطورِ سفیر بارگاہ عظمت و جلال میں روانہ کیا تھا ، حاضر ہؤا ۔ حسب الحکم شاہی معتمد خاں اُس کے استقبال کے واسطے گیا تھا ۔ حاجی وقاص نے بارگاہِ سلطنت میں پہنچ کر ، جو انس و جن کا قبلۂ مراد اور ادنیٰ اعلیٰ کا کعبۂ اُمید ہے ، تسلیم و کورنش کے مقررہ آداب بجا لا کر نذر محمد خاں کا مراسلہ پیش کیا ۔ پھر خانِ والا مکان کے بھیجے ہوئے تحفے ، جو اونٹ ، گھوڑے اور ملک بلخ کی چیزوں پر مشتمل تھے اور تقریباً پندرہ ہزار روپے قیمت کے تھے ، نظرِ انور سے گزارے ۔ حضرت نے اُسے خلعتِ فاخرہ اور خنجرِ مرصع عطا فرمایا جس کی قیمت چار ہزار روپے تھی ۔ اس کے بعد حاجی وقاص نے ۳۵ گھوڑے ، تین زرہیں ، دس تیز رفتار اونٹ اور سانڈنیاں اپنی طرف سے اور اٹھارہ گھوڑے ، پانچ اونٹ اپنے بیٹے محمد مومن کی طرف سے بطورِ پیشکش نظرِ عالی سے گزارے ۔ حضرت نے اُسے تیس ہزار روپے اور اُس کے بیٹے کو ایک خلعت اور دس ہزار روپے عطا فرمائے۔

صادق خاں میر بخشی ، جو علالت کی وجہ سے ہمرکابی کی سعادت سے محروم ہو کر مجبوراً برہان پور میں ٹھہر گیا تھا ، شافیِ مطلق کی عنایت سے تندرست ہو کر حاضرِ دربار ہؤا ۔ حضرت نے اُسے عنایت کی نگاہ سے دیکھا اور وہ نظرِ کیمیا اثر کی تاثیر سے بالکل شفایاب ہو گیا ۔ انھی دنوں راجا جے سنگھ اخلاص اور کار گزاری کی بدولت شاہ والا جاہ کی بے پایاں عنایات سے کامیاب ہؤا ۔ حضرت نے اُسے نہایت آبدار بیش قیمت موتیوں کے دو عدد بالے ، جنھیں ہندو سردار کانوں میں پہنتے ہیں ، عطا فرمائے ۔ گویا از سرِ نو اُسے حلقہ بگوشوں میں شامل کر کے سربلند کیا ۔ کشمیر کی صوبے داری اعتقاد خاں کو ہٹا کر خواجہ ابوالحسن کے سپرد کی ۔ اُس کا بیٹا ظفر خاں بطورِ نائب اس خدمت پر رخصت ہؤا ۔ ملا حیدر

خصالی جو کارگزاری کے علاوہ شعر گوئی میں بھی پوری دسترس رکھتا تھا ، کشمیر کی دیوانی [۳۷۶] پر سرفراز ہوا ۔

قاسم خان کے مدارالمہام بہادر کنبوہ کی کوشش سے ھگلی بندرگاہ کی فتح

خدائے پاک کا برگزیدہ بندہ ، جس کے سر پر ازل کے دن بادشاہت کا تاج رکھ دیا جاتا ہے اور روزِ الست خلقت کے معاملات کی باگ ڈور اسے سونپی جاتی ہے ، وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ عدل و انصاف کی بنیادیں قائم کرکے رعایا کی دنیا اور عقبیٰ کے کام سنوارنے کو اپنا نصب العین بنائے - پہلے تو دینداری کے اصول سیکھ کر ایمان کی بنیادیں مستحکم کرنے پھر اپنی تمام ہمت تبلیغ دین کے لیے وقف کر دے کہ سب سے اچھی کوشش یہی ہے - جہاد پر کمر بستہ رہے اور جابر بادشاہوں اور بے دین فرماں رواؤں کے استیصال میں مصروف رہے ، ان کے شہر فتح کرنے اور ان کے عبادت خانوں کو ڈھانے میں پوری سرگرمی دکھائے - یہاں تک کہ بت خانے ویران ہو جائیں ، صنم پھونک دیے جائیں اور گبروں آتش پرستوں کے آتش کدوں کی آگ تیغِ تیز کے پانی سے بجھ جائے -

خدا کا شکر ہے کہ حضرت خلافت پناہی کی فطرت میں یہ پسندیدہ شیوہ شامل ہے - جس طرح ان کا فیاض ہاتھ سخاوت پر کھلا رہتا ہے اسی طرح ان کا بازوئے تیغ زن فتنہ و فساد اور کفر و الحاد کی بنیاد ڈھانے میں مشتاق ہے - اس بات کا ثبوت بندرگاہ ہگلی کی فتح ہے جسے حضرت کے ملازموں نے عیسائی فرنگیوں (پرتگالی) کے قبضے سے نکال کر تائید الٰہی کی برکت سے ممالکِ محروسہ میں شامل کیا - اس فتح مبین کی بدولت بت تباہ

ہو گئے ، اسلام کے شعائر رائج ہوئے ، مشرکوں کا قبضہ اور کفر
کی صولت ختم ہوئی - ایمان کا جھنڈا بلند ہوا - ان تمام باتوں کا
بیان اور ان کے اسباب و نتائج اختصار کے ساتھ درج ذیل کیے
جاتے ہیں :

وقائع نگار قلم پہلے اس بندرگاہ کی بنیاد پڑنے اور یہاں [۳۷۷
کے مکانوں کی کیفیت لکھنے پر مائل ہے جن میں سے ہر مکان بجا۔
خود ایک قلعہ ہے - یہ جگہ بنگال میں راج محل سے بیس کوس او
بندرگاہ سات گانو سے کوس بھر دور سمندر کی ایک خلیج پر ، ج
راج محل تک چلی گئی ہے ، واقع ہے - دریائے گنگا ، جس ۔
کنارے راج محل آباد ہے ، اسی خلیج میں گرتا ہے - یہ بندر
سات گانو سے کوس بھر اور دریائے گنگ کے دہانے سے پاؤ کو
کے فاصلے پر گنگ کی ایک شاخ کے کنارے آباد ہوا تھا - ا
کفرستان کی بنیاد ، جو دنیا کے عظیم حادثوں میں سے ہے ، یو
پڑی کہ بنگالیوں کے عہد حکومت میں کچھ فرنگی (پرتگا
سوداگر جو پہلے بندرگاہ سوندیپ میں مقیم تھے ، تجارت کے ل
سات گانو میں آتے جاتے تھے - ان کے سر میں ہمیشہ یہ سو
سمایا رہتا تھا کہ اس علاقے میں کسی جگہ پر قبضہ جما کر کو
مختصر سا ٹھکانا اپنے قیام اور پناہ کے لیے بنالیں - انھی تاجروں
زمرے میں چند قوی ہیکل زور آور سپاہی بھی سوداگروں کے بھیس
آیا کرتے - اگر اس ترکیب سے بنگالے کے ساحل پر قبضہ ہو ج
تو کیا کہنا - ورنہ تجارت اور سوداگری سے نفع کمانے میں تو ک
شک ہی نہیں - اس نیت سے انھیں یہ خلیج اپنی مراد کے مط
نظر آئی - طرح طرح کے حیلوں سے حکام سے وہاں رہنے کی اج
حاصل کر لی - پہلے وہاں تھوڑے سے گھر ، جو ان کے خیا
اور منصوبوں کی طرح پراگندہ تھے ، تعمیر کیے - پھر اس
کو اپنے واسطے دوامی پناہ گاہ سمجھ کر مضبوط مکانات بنائے

رہنے لگے -

رفتہ رفتہ فرنگیوں نے اپنے مکانوں کے گرداگرد نہایت مستحکم دیوار تیار کر لی - ہر مکان قلعہ اور ہر دیوار ایک فصیل ثابت ہوئی - ان کے برجوں پر توپیں اور بندوقیں چڑھا لیں - بندرگاہ کے تین جانب ایسی گہری اور چوڑی خندقیں کھود لیں کہ آسمان کے آبی برجوں کا نمونہ تھیں - جو تھی طرف سمندر کی مذکورہ بالا خلیج تھی کہ وہ بھی مضبوطی و حفاظت کے لحاظ سے باقی [۳۷۸] تین پہلوؤں سے کم نہ تھی - رفتہ رفتہ یہاں فرنگیوں کے جہازوں کی آمد و رفت بڑھی - بعض مسلمان تاجروں کے جہاز بھی آنے جانے لگے یہاں تک کہ بندرگاہ سات گانو کی رونق ختم ہو گئی - ہگلی تجارت کا مرکز بن گیا - پھر بعض فرنگی سرداروں نے جو وہاں مقیم ہو گئے تھے ، آس پاس کے دیہات اور پرگنوں کو اس صوبے کے حکام سے ٹھیکے پر لے لیا اور حسب دلخواہ حکومت کرنے لگے - ان بد اندیشوں کا جہاں تک بس چلا آس پاس کے علاقوں کی رعایا کو داب کر جبریہ عیسائی بناتے رہے - جن پر داؤ چلا انھیں جہازوں میں بھر بھر کر اپنے وطن پرتگال میں پہنچا دیا - ستم ظریفی یہ تھی کہ ان اعمال بد کے باوجود خدا سے ثواب کی امید رکھتے تھے - رعایا گھٹ جانے سے زراعت کو سخت نقصان پہنچا لیکن اس کی تلافی ان لوگوں نے تجارت کے نفع سے کر لی جو دوگنا چوگنا تھا -

المختصر حضرت کی شاہزادگی کے زمانے میں جب آپ کی سواری بنگالے سے گزری تو آپ کو ان گمراہوں کی دراز دستی اور مظالم کا علم ہوا جو انتہا کو پہنچ گئے تھے - معلوم ہوا کہ یہ سخت جان کافر قوم مسلمانوں کو ایذا پہنچانے میں نہایت سرگرم ہے - غرض اسی زمانے سے حضرت کی نیت یہ تھی کہ جس طرح ممکن ہو ان گمراہوں کا استیصال کیا جائے - قضا و قدر کے حکم کے بموجب

آپ کو اُن کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ مل سکی - پھر جب
تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور قاسم خاں کو بنگال کا صوبے دار
بنا کر رخصت کیا تو آپ نے اُن کے استیصال کی مہم سپرد کی -
روانگی کے وقت اُس مخلص سردار کو وہ قاعدے بھی بتائے جو اُس
کفرستان کی فتح کے لیے ضروری تھے - چنانچہ قاسم خاں نے فرنگیوں
کو مغلوب کرنے میں جو صائب تدبیریں اختیار کیں بالخصوص
سمندر کی طرف سے فوج کو حملے پر مامور کرنا ، یہ سب حضرت
کی انھی ہدایتوں کے مطابق تھا -

المختصر قاسم خاں نے اس معاملے میں نہایت راز داری سے کام لیا
اور یہ بھید کسی کو نہ بتایا - چونکہ اُس بندرگاہ کی تسخیر کا وقت
معین تھا لہذا یہ مہم کچھ عرصہ ملتوی رہی - جب تک بندرگاہ
کی مفصل کیفیت ، سپاہیوں کی تعداد اور رعایا کا حال اچھی طرح
معلوم نہ ہوا ، قاسم خاں خاموش رہا - جب اُس علاقے کے باشندوں
اور پرتگالی فرنگیوں کے تمام ملکی اور مالی امور بخوبی معلوم ہو
گئے تو اس مہم کا مصمم ارادہ کر کے حکم اشرف کے [۳۷۹]
بموجب مارچ ۱۶۳۲ء میں فوج آراستہ کی اور نواڑے فراہم کیے -
نواڑے وہ جنگی جہاز (بڑی کشتیاں) ہیں جن پر سپاہی اور توپیں
بندوقیں وغیرہ ہوتی ہیں - دانشمند با اصول سرداروں کی طرح قاسم خاں
نے اس معاملے میں رازداری سے کام لیا - کہتے ہیں کہ سکندر جب
مشرق کی طرف کسی مہم پر روانہ ہوتا تو یہ ظاہر کرتا تھا کہ
مجھے مغرب کی طرف جانا ہے - اُس سردار نے بھی یہی مشہور کیا
کہ ہمیں ہجلی وال قبیلے سے لڑنا ہے - اپنے سپاہیوں اور بادشاہی
ملازموں کی ایک فوج اپنے بیٹے عنایت اللہ اور امیروں منصب داروں
کی ماتحتی میں اُس علاقے کی تسخیر کے لیے مقرر کی - اُنھیں تاکید
کر دی کہ ہجلی کی طرف روانہ ہو جائیں اور بردوان میں اتنا قیام
کریں کہ خواجہ شیر ، بنگالے کا زمیندار معصوم اور محمد صالح کنبوہ

اپنے ملازموں سمیت نواڑے لے کر اور سیرام پورے روانہ ہو کر خلیج ہگلی کے دہانے میں (جسے موہانہ کہتے ہیں) پہنچ جائیں ۔ اس تدبیر سے مقصود یہ تھا کہ بد بخت پرتگیز معلوں کی فوج قاہرہ کو دیکھ کر کستیوں میں بیٹھ کر فرار نہ ہو جائیں ۔

اس کے بعد قاسم خاں نے ابو محمد کنبوہ کے بھائی بہادر کنبوہ کو، جو اس کا مدارالمہام تھا، شاہی خالصات کا نظم و نسق درست کرنے کے بہانے محصوص آباد روانہ کیا ۔ اسے یہ ہدایت کر دی کہ جب خواجہ شیر، معصوم اور محمد صالح کی فوج موہانے (خلیج) میں پہنچ جائے اور اس کی خبر سن کر عنایت اللہ کی فوج بھی موہانے کی طرف بڑھے تو تم اپنے آدمیوں کو لے کر برق رفتاری کے ساتھ ان سے جا ملنا ۔ غرض جب عنایت اللہ نے یہ خبر سن کر بردوان سے کوچ کیا تو دھاوا کرتا ہوا ایک رات ایک دن میں قصبہ بلدی پور آ پہنچا جو سات گانو اور ہگلی کے درمیان واقع ہے ۔ اس عرصے میں بہادر کمبوہ بھی پانچ سو سوار لے کر محصوص آباد سے آ کر ان سے آ ملا ۔ اس نے باقی فوج کے پہنچنے کا انتظار نہ کیا بلکہ موہانے کی طرف بڑھ گیا تاکہ خواجہ شیر وغیرہ کے ساتھ موہانے کا ناکہ روکے ۔ مطلب یہ تھا کہ کہیں ذلیل فرنگی محاصرے سے تنگ آ کر اس راستے سے سمندر میں نہ نکل جائیں ۔ غرض ذرا سی دیر میں موہانے تک پہنچ کر شاہی دلاوروں کی مدد سے اپنے نواڑے پھیلا کر ناکہ [۳۸۰] روک لیا ۔

۲ ذی الحجہ ۱۰۴۱ھ (۲۰ جون ۱۶۳۲ء) کو جس وقت عنایت اللہ اور باقی تمام دلاور ترکتاز کرتے ہوئے خندق کی بیرونی آبادی تک جا پہنچے تو بہادر کنبوہ بھی بھرتی سے خلیج کی طرف سے آ کر حملہ آور ہؤا ۔ پہلے ہی حملے میں اس آبادی کو جسے بالی کہتے تھے تسخیر کر لیا ۔ پہلے تو وہاں کے باشندوں کو

قتل کیا - پھر آن کا مال و اسباب لوٹ کر آگ لگا دی - بعد ازاں آن کافروں کے گھر اس طرح ڈھائے کہ آبادی کا نام و نشان مٹا دیا - بہت سے کافر قید ہوئے - ان کاموں سے فارغ ہو کر بندرگاہ کا محاصرہ کر لیا - مورچے بنا کر نہایت محنت و جاں فشانی کے ساتھ انہیں آگے بڑھانے لگے - صاحب تدبیر اشخاص نے اس وقت یہ صلاح دی کہ خلیج کے گرداگرد جو علاقہ ہے آس میں کار آزمودہ سپاہیوں کی فوج پھیلا دی جائے تاکہ اگر یہ بد افعال پرتگیزی اس علاقے میں ، جو انہوں نے ٹھیکے پر لے رکھا ہے ، اتفاقاً کہیں ملیں تو فوراً قتل کر دیے جائیں - فرنگیوں کے نواڑوں پر جو بنگالی ملاح نوکر ہیں اور غرابی کہلاتے ہیں آن کے اہل و عیال کو قید کر لیا جائے تاکہ یہ لوگ قلبی محبت کے باعث بدبخت فرنگیوں کی نوکری چھوڑ کر شاہی لشکر میں آجائیں اور اس طرح فرنگیوں کا زور ٹوٹ جائے - اس لاجواب تدبیر سے تقریباً چار ہزار ملاح آن کافروں کا ساتھ چھوڑ کر لشکر اسلام کی پناہ میں آ گئے اور بنگلی والوں کا کام بالکل بگڑ گیا -

المختصر منحوس فرنگیوں نے ساڑھے تین مہینے محاصرے میں بسر کیے - بادشاہی فوج نے انہیں ایسا عاجز کیا کہ مقابلے کی ہمت اور وہاں ٹھہرنے کی گنجائش مطلق باقی نہ رہی - اس عرصے میں کبھی کبھی ان سرتگلیوں کی کمک آجاتی اور وہ تقویت پا کر خوب مقابلہ کرتے - جب بالکل ناامید ہو جاتے تو صلح کی گفتگو کرنے لگتے اور امان مانگتے - ان محصورین کی تعداد چھ سات ہزار کے قریب تھی - نشانہ آن کا ایسا سچا تھا کہ ناوک قضا کی برابری کرتا تھا - تاہم حضرت ظل سبحانی کے بہادر ملازموں کے ہاتھ سے اتنے عاجز آئے کہ بغاوت و سرکشی چھوڑ کر اطاعت انکسار کا طریقہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے - اپنی غلطیوں کی معافی مانگ کر امان طلب کرنے لگے - اس عرصے میں پرتگیزو

نے حق‌الامان کے بطور ایک لاکھ روپے بھی بھیجے۔ اُن کا گمان یہ تھا کہ [۳۸۱] اس ''ستارِ عیوب و قاضی‌الحاجات'' کی بدولت ، جو بہترین سفارش ہے ، امان مل جائے گی اور ہم جان بچا لیں گے۔

جب لشکرِ شاہی کو اطلاع ملی کہ محصور پرتگیز، جو بظاہر اطاعت کا اظہار کر رہے ہیں ، دردِ پردہ کمک کے انتظار میں ہیں تو قلعۂ ہگلی کو فتح کرنے میں مزید تاخیر مناسب نہ سمجھی۔ محاصرہ سخت کر دیا ۔ پہلی تدبیر یہ کی کہ گرجا کی طرف جو خندق تھی اور جس کی چوڑائی اور گہرائی نسبتاً کم تھی ، اُس کا پانی ایک اور خندق میں ڈال دیا جو اس مطلب کے لیے پہلے سے کھود رکھی تھی ۔ اس خندق کی طرف کے مورچے بہادر کمبوہ ، اللہ یار خاں اور سید حسن کمبوہ کی نگرانی میں تھے ۔ یہاں نقبیں کھود کر آہستہ آہستہ قلعے کی طرف بڑھانا شروع کیں ۔ مکار پرتگیز ان تمام سرگرمیوں پر نظر رکھتے تھے ۔ دو نقبوں کا سراغ لگا کر اُنھیں مٹی سے پاٹ دیا ۔ تیسری نقب جو بہادر کنبوہ کے مورچے سے آئی تھی اُس کا مطلق سراغ نہ لگا سکے ۔ یہ نقب اُن بے دینوں کے ایک مکان تک پہنچ گئی جو بجائے خود نہایت مستحکم قلعہ تھا ۔ نقب میں بارود بھر دی ۔ چونکہ یہ پرتگیزوں کی سب سے مضبوط عمارت تھی ، اُن نابکاروں کے اکثر سردار یہیں جمع ہوکر محفل آرائی کرکے صلاح مشورے کرتے تھے ۔

اس موقعے پر باتدبیر سرداروں نے یہ صلاح کی کہ لشکرِ شاہی کے تمام بہادر سپاہی ایک گروہ بن کر پیدل اُس مکان پر حملہ آور ہوں تاکہ جب نابکار پرتگیزوں کے کارگزار جنگ جو اپنے سرداروں کی مدد کے واسطے وہاں مقابلہ کرنے کے لیے جمع ہو جائیں تو نقب کو فتیلہ دکھائیں اور اُن کافروں کو بارود سے اُڑا کر جہنم رسید کریں ۔ چونکہ ہواخواہانِ سلطنت کی تدبیریں

قضا و قدر کی موافقت سے ہمیشہ درست ثابت ہوتی ہیں ،
ترکیب بھی نہایت کارگر ہوئی - چنانچہ جب میدان جنگ مجاہدو
کی صفوں سے آراستہ ہؤا اور آدھر سے فرنگی اپنے مذہب اور کلیہ
کی حمیت و حمایت کی خاطر مقابلے پر آئے تو ہنگامۂ جنگ گر
ہونے پر نقب کو فتیلہ دکھایا گیا - اس عالی شان عمارت کی بنیاد تہ
سرنگ [۳۸۲] پہنچا کر بارود بھر دی گئی تھی - فتیلہ لگتے ہی بارو
بھڑکی اور وہ عمارت ریزہ ریزہ ہوکر ایسی اڑی کہ اس کے پتھ
دور دور تک میدان جنگ میں بکھر گئے - سارے آتش نہاد فرنگی
جو اپنی تدبیر کے زور سے جنات کو شیشے میں بند کر لیتے ہیں
عمارت کے ساتھ صاف اڑ گئے - پہلے کرۂ نار میں پہنچے اور وہاں ۔
نار جہنم میں جا پڑے - باقی سپاہی ، جو آگ کی لپیٹ یعنی بارو
کی لپیٹ میں نہ آسکے ، جہازوں پر چڑھ گئے - بہت سے دریا میں
گرے - جو کام آگ نے نہ کیا تھا وہی پانی نے کیا - کوشش
ان کی یہ تھی کہ کسی طرح بادشاہی دلاوروں کی تلوار سے ، جو
کا پانی گلے گلے آ چکا تھا ، جان بچا کر بھاگ نکلیں -

ان جہالت پیشہ بدکیش فرنگیوں کی ایک جماعت اپنے ایک
عمدہ جہاز پر ، جو قیمتی مال و اسباب سے لدا ہؤا تھا اور ان کے
اہل و عیال اس پر سوار تھے ، نگہبانی پر مامور تھی - بادشاہی
نوکر ابھی اسے پکڑنے نہ پائے تھے کہ پرتگیزوں نے گوہرا کو
اس کے بارود کے ذخیرے میں آگ دے دی - اس شرارت آمیز
تدبیر کے سبب سارا جہاز بھڑک اٹھا اور ڈیڑھ ہزار بے گناہ ، جو
زیادہ تر عورتوں اور بچوں پر مشتمل تھے ، مال و اسباب سمیت
جل کر کوئلہ ہو گئے - دوسرے جہازوں کے عملے نے بھی یہی
ناہنجار حرکت کی اور اسی طرح ہلاک ہوئے - فرنگی وضع کے
سفینوں میں سے چونسٹھ بڑے جہاز ، چھپن کشتیاں اور ۱۹۸ ڈونگے
شہنشاہ بحر و بر کے سپاہیوں نے بطور غنیمت قبضے میں کیے

بندرگاہ گوا کے پرتگیزوں نے اپنا ایک نواڑہ اور دو کشتیاں موہانے کے ناکے تک پہنچائیں - جہازوں میں آگ لگنے سے ، جس کا ذکر ہو چکا ، بندرگاہ کی چند کشتیاں بھی جل گئی تھیں - اس طرح ناکے کا راستہ کھل گیا - گوا والوں نے موقع غنیمت سمجھا - آندھی کی طرح بڑی پھرتی سے نکل گئے - اس لڑائی میں پرتگیزوں کے دس ہزار آدمی جن میں مرد عورت چھوٹے بڑے سب شامل تھے ، ہلاک ہوئے - بعض جنگ میں کام آئے - کچھ پانی میں ڈوبے اور کچھ آگ میں جل کر مر گئے - چار ہزار چار سو آدمی گرفتار ہوئے جن میں پرتگیز ، ان کے غلام ، کنیزیں اور دوسرے اشخاص جو مجبوراً [۳۸۳] عیسائی بن گئے تھے ، شامل تھے - پرگنوں اور گرد و نواح کے دس ہزار باشندے جو بے گناہ ان فرنگیوں کے پنجے میں پھنسے ہوئے تھے ، قید سے آزاد ہوئے - اس معرکے میں اول سے آخر تک لشکر شاہی کے ایک ہزار سعادت مند درجۂ شہادت پر فائز ہو کر فردوس برین کو سدھارے -

انھی دنوں سید شجاعت خاں بارہہ کو ترقی ملی - اب تک اس کا ستارہ زوال و وبال میں تھا اور اقبال مندی منہ موڑے ہوئی تھی - گمنامی کے عالم میں کنج عزلت اختیار کیے پڑا تھا - اب اقبال اور حوش نصیبی کی تحریک سے درگاہ آسمان جاہ میں حاضر ہوا - حضرت نے ازسرنو اس پر نظر مہر فرمائی اور ترقی دے کر چار ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب عطا کیا - کوکب تقدیر زوال کے تاریک برج سے نکل کر برج شرف میں جا پہنچا - انھی دنوں گجرات کے واقعہ نویسوں کی تحریر سے ایک عجیب واقعے کا علم ہوا جسے عالم کون و فساد کا نادر اعجوبہ کہنا چاہیے - یعنی گجرات کے ایک قصبہ بڑودہ میں ایک بچھڑا پیدا ہوا جس کے تین سر تھے - ایک گھوڑے کا سا اور دو گائے کے سے - یہ کریہہ المنظر جانور اسی ساعت میں مر گیا - صوبۂ احمد نگر کے

واقعات سے معلوم ہؤا کہ وہاں بھی بکری کا ایک بچہ ایسا پیدا ہؤا جس کے دو سر ، دو پاؤں ، چار ہاتھ ، چار ٹانگیں اور چار کان تھے - یہ حیرت انگیز مخلوق پیدا ہوتے ہی عدم کو رخصت ہوئی - ماں کو ساتھ لے گئی -

انھی تاریخوں میں حضرت نے بیمار پرسی کے بطور یمین الدولہ آصف خاں کی حویلی میں قدم رنجہ فرما کر عزت افزائی کی - آس آصف زمانہ نے حضرت سلیمان جاہ کی تشریف آوری کے شکریے میں ، جو صفائے قلب اور تندرستی کی ضامن ہے ، با انداز ، نچھاور اور پیش کش کی رسمیں ادا کیں - لشکر خاں بھی کابل کی صوبے داری سعید خاں کے سپرد کرکے حاضر دربار ہؤا - بعض مصلحتوں کے پیش نظر یہ عہدہ اس سے لے لیا گیا تھا - ملازمت (حاضری) کے وقت چار ہزار[1] اشرفیاں بہ صیغۂ نذر اور ایک لاکھ روپے نیز تیس صبا رفتار گھوڑے بطور پیش کش نظر عالی سے گزارے - دہلی کی صوبے داری پر سرفراز ہؤا جو خانخانان کے دکن کی صوبے داری پر متعین ہونے سے خالی ہوئی تھی - اس کے بیٹے سزاوار خاں اور لطف اللہ خاں بھی اس کے ساتھ رخصت ہوئے -

۲۳ شہریور سنہ ۵ جلوس مبارک ۳۰ ربیع الاول[2] ۱۰۴۳ھ (۴ اکتوبر ۱۶۳۳ء) بروز جمعہ حضرت کی ۴۳ ویں قمری سالگرہ

۱- پبلک لائبریری لاہور کے نسخے میں چار سو اشرفیاں درج ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے ، کیونکہ دارا شکوہ جیسے شاہزادے اور آصف خاں جیسے عالی رتبہ سردار بھی ایک ہزار اشرفیوں سے زیادہ کی نذر پیش نہیں کرتے تھے

۲- بادشاہ نامہ جلد اول ، حصہ اول ، ص ۴۴۰ پر ۸ ربیع الثانی

(بقیہ نوٹ اگلے صفحے پر)

پر مقررہ دستور کے مطابق تلادان کا جشن منعقد ہؤا۔ عیش‌وطرب، فیاضی و سخاوت وغیرہ کی تمام رسمیں ادا ہوئیں جن سے مسکینوں محتاجوں کی مرادیں پوری ہو گئیں۔ یہ مبارک دن بڑی عیش‌وعشرت میں بسر ہؤا۔ حضرت نہایت مسرور رہے کہ آن کی مسرت لوگوں کی مرادیں بر لانے اور سخاوت و فیض رسانی ہی پر منحصر ہے۔ اسی مبارک تاریخ میں ایران کے ایلچی محمد علی کو زردوز خلعت، مرصع پیٹی، نقرئی عماری والا فیل خاصہ اور ہتھنی عنایت کر کے کامیاب و کامران فرمایا اور ایران واپس جانے کی اجازت دی۔ ایک ہزار تولے کی چار بڑی اشرفیاں، جن میں سے ایک کا وزن چار سو تولے تھا اور باقی تین کا سو سو تولے کم تھا، اسی طرح ایک ہزار تولے کے چار روپے، جن پر حضرت کا سکہ تھا، بطورِ برکت آسے عطا ہوئے۔ اس ایلچی کو حاضری کی تاریخ سے رخصت کے وقت تک حضرت نے چار لاکھ بیس ہزار روپے بطورِ انعام عنایت کیے۔ جو سامان اور چیزیں عطا ہوئیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ اسی روز حکیم رکنا کاشی مسیح تخلص پانچ ہزار روپے کے انعام سے سر بلند ہؤا۔ حسب التماس آسے مشہدِ مقدس کی زیارت کی رخصت عطا ہوئی۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)

درج ہے جو ۱۲ اکتوبر ۱۶۳۳ء سے مطابق ہے۔ از روئے تقویم بدھ کا دن پڑتا ہے۔ تیس ربیع‌الاول کو بھی جمعہ نہیں پڑتا، منگل کا دن ہے۔ تقویم کے صفحات اُلٹنے سے اندازہ ہؤا کہ ۱۰۴۳ھ مصنف نے غلطی سے لکھ دیا ہے۔ صحیح تاریخ ۳۰ ربیع‌الاول ۱۰۴۲ھ ہے جو ۱۵ اکتوبر ۱۶۳۲ء سے مطابق ہے اور جمعہ کا دن پڑتا ہے۔

اقبالِ شاہی کی برکت سے قلعۂ کالنہ کی فتح اور دیگر واقعات

پروردگارِ عالم جس خوش نصیب کو اپنے بندوں کا روزی رساں بنا کر دنیا کے معاملات کی عقدہ کشائی اُس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور اُسے اپنے فیض و کرم کا وسیلہ بنا دیتا ہے، [۳۸۵] اگر ہلال کی طرح ہر مہینے انگلی کے اشارے سے ایک قلعہ فتح کر لے تو تعجب نہیں - ایسے اقبال مند کا سونا بکھیرنے والا ہاتھ اگر آفتابِ عالم تاب کی طرح مشرق و مغرب کے ممالک مسخر کر لے تو حیرت کا مقام نہیں - اس حقیقت کا ثبوت قلعۂ کالنہ کی فتح ہے جس کی خوش خبری آبان (نومبر) میں خان زماں کی عرض داشت سے بارگاہِ والا کے خوش نصیب مقربوں کو ملی - تفصیل اس کی یہ ہے کہ فتح خاں پسرِ عنبر حبشی کے جوڑتوڑ سے نظام الملک کے خانوادے کی حالت اس نوبت کو پہنچی کہ فتح خاں بدبخت نے اسے قید کرکے ایک نوعمر شاہزادے کو تختِ سلطنت پر بٹھا دیا اور خود مختارِ مطلق بن بیٹھا - اُس کی بد عہدی و پیماں شکنی کی وجہ سے دکن کے تمام امرا اُس سے رنجیدہ و بدظن رہنے لگے - ہاں کالنہ کا قلعہ ایک سردار محمود خاں کے قبضے میں تھا - اُس نے یہ قلعہ فتح خاں کے حوالے نہ کیا - یہ بھی جانتا تھا کہ جس وقت فتح خاں کو مناسب موقع ملے گا یہ قلعہ چھیننے اور بدلا لینے میں کسر نہیں رکھے گا - اپنے حالات پر نظر کرکے یہ فیصلہ کیا کہ ساہوجی بھونسلا کے ساتھ ساز باز کرکے یہ قلعہ اُس کے حوالے کر دے اور اُس کی حمایت کے سہارے فتح خاں کی باز پرس سے محفوظ ہوجائے -

ان دنوں بدبخت فتح خاں نے بے عقلی و بد نصیبی کے ہاتھوں اطاعتِ شاہی سے انحراف کرکے ناسک، ترنبک، سنگمنیر اور

جنیر کے علاقے نیز کوکن کی تمام سرزمین پر قبضہ کر لیا ۔ نوعمر شاہزادے کو تخت نشین کر دینا فقط ایک آڑ تھی جس کے پردے میں فتح خاں بڑے اطمینان سے ظلم و ستم اور جبر و تعدی کا سلسلہ بڑھا رہا تھا ۔ خان زماں کو، جو اپنے باپ مہابت خاں کی نیابت میں خاندیس ، برار اور تمام دکن کا صوبے دار تھا ، یہ تمام حالات معلوم ہوئے ۔ فوراً النگ[1] کے قلعےدار میر قاسم کو لکھا کہ جس طرح بنے محمود خاں کو حضرت شاہجہاں کی اطاعت و بندگی کے راستے پر لائے کہ خوش نصیبی و سعادت کی شاہراہ ہے ۔ دنیا کے واقعات کی مثالیں دے کر اسے یہ بھی سمجھا دے کہ کالنہ ساہو جی کے سپرد [۳۸۶] نہ کرے ۔ میر قاسم نے محمود خاں کا عندیہ لیا تو معلوم ہوا کہ محمود خاں خود بھی تہ دل سے اسی بات کا آرزو مند ہے لیکن یہ چاہتا ہے کہ نامہ و پیغام پر بھروسہ کرنے کے بجائے قلعے میں میر قاسم سے ملاقات کرے ۔ میر قاسم نے مصلحت وقت پر نظر کرکے محمود خاں سے ملاقات کی اور بہت سی گفتگو کے بعد امید و بیم کے تمام مقامات اسے سمجھا کر اس غلط ارادے سے باز رکھا ۔ اسے ہر طرح مطمئن کرکے سب سرگزشت خان زماں کو لکھ بھیجی ۔

خانِ موصوف نے محمود خاں کو دل جوئی و مدارات سے لبریز خط لکھا جو سراسر بشارت و امید کے وعدوں پر مشتمل تھا ۔ عجم منصب‌دار یہ خط لےکر پہنچا ۔ اسے پڑھ‌کر محمود خاں کا دل مطمئن ہوگیا ۔ ساہو جی بھونسلا کے آدمیوں کو ناکام واپس بھیج دیا ۔ پہلے اپنے دو بیٹوں منظور اور مظفر کو اپنے وکیل قاضی ابوالفضل کے

---

۱ - یہ قلعہ کالنہ کے پاس واقع ہے ۔ بادشاہ نامہ جلد اول ، ص ۳۴۴ پر اس کا نام للنگ درج ہے ۔

ساتھ معصوم ولد میر قاسم اور عجم منصب‌دار کے ہمراہ خان زماں کی خدمت میں روانہ کیا - پھر قلعے کو خالی کرکے التماس کی کہ فرمانِ عالی شان صادر ہو تا کہ تعمیل کروں - چونکہ حضرت کا مزاج ہمیشہ ذرہ نوازی اور بندہ پروری پر مائل رہتا ہے ، آپ نے فرمان پر اپنے پنجے کا نشان ثبت کرکے ، جو یدِ بیضا کا نمونہ اور پنجۂ آفتاب کا ہم سر ہے ، خلعت ، شمشیر مرصع اور گھوڑے سمیت جعفر بیگ بلوچ کے ہاتھ اسے روانہ فرما دیا -

محمود خاں اطاعت و فرماں برداری کے بطور دو کوس فرمان کے استقبال کے لیے آیا اور ادب کے ساتھ زمیں بوس و تسلیمات تمام آداب بجا لا کر فرمانِ عالی شان کو بڑے احترام کے ساتھ سر پر رکھ لیا - حضرت نے اُس کی سرفرازی کے لیے جو چیزیں ارسال کی تھیں اُنھیں وصول کرکے نہایت فخر محسوس کیا - بتاریخ ۲۵ مہر (۱۵ اکتوبر ۱۶۳۳ء) اتوار کے دن قلعۂ کالنہ کو آس پاس کے آٹھ پرگنوں سمیت ، جن کا مالیہ چھ لاکھ روپے یعنی دو کروڑ چالیس لاکھ دام سالانہ تھا ، ملازمانِ شاہی کے سپرد کر دیا - میر قاسم ، عجم اور معصوم کے ساتھ خود بھی برہان‌پور پہنچا - یہاں خلعتِ فاخرہ ، پچاس ہزار انعام اور چار ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی - اُس کا بڑا بیٹا منصور خلعت ، ہاتھی اور گھوڑے نیز دو ہزاری ذات ، پانچ سو سوار منصب سے اور چھوٹا لڑکا مظفر ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ، خلعت و اسپ کی عنایت سے سرفراز ہؤا - دونوں کو دس دس ہزار روپے انعام ملا - قاضی ابوالفضل کو پانچ سو ذات ، دو سو سوار کا منصب ملا - سبھوں نے تسلیم کے آداب ادا کیے -

[۱۷] صوبۂ بنگالہ کے واقعہ نویس نے اطلاع دی کہ صوبے دار قاسم خاں نے بندرگاہ ہگلی کی فتح سے تین روز بعد مشیتِ ایز

کے بموجب جہانِ فانی سے باغِ بہشت کا سفر کیا - حضر
اس کی سعادت مندی ، اخلاص اور قابلیت کو یاد کرکے بہت
کیا - اخلاص و وفا وہ جوہر ہے جس کی یہ مردم شناس
بہت قدر کرتا ہے - اُس بندے کا کیا کہنا جو مالکِ حقیق
بادشاہِ کون و مکاں کی بھی ایسی ہی اطاعت کرتا ہو
صفت کی بدولت انسان دونوں جہان میں خداوندِ
خوشنودی حاصل کر سکتا ہے - غرض اس موقعے پر حضر
یہ بیت برمحل پڑھی (ترجمہ) :

چونکہ تیری خوشنودی خدائے تعالیٰ کی
خوشنودی کے برابر ہے لہذا وہ شخص
کہاں خوش نصیب ہے جس سے تو راضی ہو -

بنگالے کی صوبے داری پر، جو بہت عظیم‌الشان عہدہ ہے ، ·
نے اعظم خاں کو مامور فرمایا - خلعت فاخرہ اور دو گھ
عطا کرکے اُدھر رخصت کیا - انھی ایام میں حاجی محمد جان
ساکنِ مشہدِ مقدس اپنے وطن سے اس درگاہِ والا کا قصد کرکے
ضرورت مندوں کا کعبۂ مقصد اور قبلۂ اُمید ہے ، حاضرِ بارگاہ
بہت نیک نفس ، پاک صفات ، زاہد و پرہیزگار آدمی تھ
فنِ شاعری میں بھی یکتائے عصر تھا حالانکہ یہ دونوں خ
بہت کم ایک شخص میں جمع ہوتی ہیں - ایک بلیغ قصیدہ
بندگانِ عالی کی مدح میں انشا کیا تھا ، بطورِ تحفہ پیش
خلعتِ فاخرہ اور دو ہزار روپے بطورِ صلہ پا کر سرفراز
خوش نصیبی و اقبال مندی نے ، جو اُس کو درگاہِ والا
دکھائی تھی ، اب یہ تحریک کی کہ حضرت کے مداحوں میں
ہو جائے - غرض ملازمانِ سرکار میں شامل ہو گیا - مندرجہ
ابیات اُسی قصیدے [۳۸۸] میں سے ہیں (ترجمہ) :

شاہجہاں نامہ

اے قلم خوشی سے پھول جا اور قبلۂ دین صاحب قرانی کی مدح کر ۔ وہ ممدوح شہاب‌الدین شاہجہاں ہے جو عقل کل کا ہمسر ہے اور جس کی خدمت کے لیے آسمان مستعد رہتا ہے ۔ وہ برج عزت کا ستارہ ، خدا کی عنایت کا مظہر ، شجاعت کی تلوار کا جوہر اور امن و امان کا ضامن ہے ۔ فتح و ظفر کے شہباز نے روز ازل سے اس کی کمان کی شاخ پر عقاب تیر کی طرح آشیانہ بنا رکھا ہے ۔ وہ آفتاب کی طرح ہر اچھے برے کے ساتھ لطف و کرم کرتا ہے ۔ اسی لیے دوست دشمن سب اس کی محبت کا دم بھرتے ہیں ۔ جب اس کا انصاف سازگاری و مدارا پیدا کرتا ہے تو پلنگ (چیتے) کے داغ ہرن کی آنکھ کا سرمہ بن جاتے ہیں ۔ نوشیرواں کے انصاف کی داستانیں مشہور ہیں مگر اب شاہجہاں کے عدل کی شہرت انھیں مٹا دے گی ۔ ہفت اقلیم میں اس کے پاؤں کے نقش سے برکت ہے ۔ اہل عالم سے کہہ دو کہ ہمیشہ عیش و عشرت میں محو رہیں ۔ امیر تیمور صاحب قراں کے زمانے سے لے کر آج تک کسی صدی میں ایسا فیض رساں روشن دماغ بادشاہ پیدا نہیں ہوا ۔ اگر یہ بادشاہ ازل کے دن سے صاحب کمال ہے تو کیا تعجب ۔ سورج کو دیکھ لو کہ مشرق سے نکلتے وقت بھی کامل ہوتا ہے ۔ اے بادشاہ تیرے ضمیر منیر پر غیب کی باتیں آشکار ہیں ۔ تقدیر اپنے تمام راز تیری عقل و رائے سے بیان کرتی ہے ۔ دولت و اقبال کا کیا کہنا

جو تیرے ہم رکاب چلتے ہیں - فتح و نصرت
قابل تعریف ہیں کہ تیری ہم عنان رہتی ہیں -

خورشید لقا - فرشتہ خصال شاہزادہ دارا شکوہ کی منگنی سلطان پرویز کی حور شمائل بیٹی سے اور ساچق بھیجنے کی رسم

پروردگار عالم کی نعمتوں اور بے پایاں عنایتوں میں سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے انسان میں نکاح بیاہ کا میلان رکھا ہے جو بقائے نسل انسان کا سبب اور اہل عالم کے کاموں کی درستی کا باعث ہے - عوام الناس کے واسطے پروردگار کی عمومی عنایت یہ ہے کہ ان کی نسل بڑھے اور وہ بیٹے پوتوں والے ہیں - لیکن یہ عنایت عادل بادشاہوں ، فرماں رواؤں کے واسطے اور بھی اہم ہے کیونکہ انھی کی اولاد سے گلشن عالم شاداب رہتا ہے - اہل زمانہ کی بہتری بادشاہوں کی کثرت اولاد سے وابستہ ہے - لہذا شاہان ذی جاہ کو ، جن کا فیض آفتاب و مہتاب اور آسمانوں کی طرح دنیا کو آباد رکھتا ہے ، یہ لازم ہے بلکہ واجب عین ہے کہ اس نعمت کو حاصل کرنے میں اور اس عطیے کو بارگاہ خداوندی سے جلد از جلد طلب کرنے کی کوشش فرمائیں یعنی اپنی والا گہر اولاد کی شادیاں کرنے میں ، جو اصلاح عالم کا ذریعہ ہے ، ہرگز تاخیر نہ کریں - جو لڑکا سن بلوغت کو پہنچ کر فضائل ذاتی حاصل کر لے اسے کسی شریف خاندان کی نیک سیرت ، خوش صفات دختر سے بیاہ دیں -

اسی دانشمندانہ اصول کے تحت بادشاہزادۂ جواں بخت ، سعادت

مند سلطان دارا شکوہ کی نسبت سلطان پرویز کی دختر فرخندہ اختر سے کی گئی - بزم شادی اور متعلقہ رسوم کا سرانجام ہونے لگا - اس تقریب کا ظاہری سبب یہ ہوا کہ جس وقت حضرت کی سواری خاندیس میں پہنچی اور آپ کے فیض قدم سے وہ خطہ رشک آسمان بنا تو اس وقت مریم وقت ، رابعۂ دوراں حضرت ممتاز محل زندہ تھیں - چونکہ فرط شفقت اور رقیق القلبی کے سبب ماؤں کو اپنی اولاد سے بہت محبت ہوتی ہے لہذا اس قدسی صفات ملکہ نے حضرت کی خدمت میں یہ عرض کی کہ شاہزادہ دارا شکوہ اور شاہزادہ شجاع بالغ و عاقل ہو چکے ہیں ، شادی کے لائق ہیں ، اگر مناسب سمجھیں تو شاہزادۂ گرامی قدر دارا شکوہ کا عقد [۳۹.] سلطان پرویز کی دختر نیک اختر سے کر دیا جائے - سلطان پرویز مرحوم حضرت جہانگیر کے بڑے بیٹے تھے اور ان کی بیوی اکبر بادشاہ کی پوتی تھیں - شاہزادی حسن و جمال اور نیک سیرتی کے علاوہ عالی نسبی کے زیور سے بھی آراستہ ہے - اس لحاظ سے یہ پیوند نہایت موزوں ہوگا - حضرت نے اس صائب رائے سے اتفاق فرما کر اس شاہزادی کو بڑے شاہزادے سے منسوب کر دیا - سیادت و امامت کے شجر کی کونپل اور بوستان ولایت و شرافت کی نونہال یعنی رستم میرزا صفوی کی دختر کو ، جو دودمان صفویہ کا خلاصہ ہے ، باغ شاہی کے نونہال شاہزادہ شاہ شجاع کے لیے پسند فرمایا بلکہ اس تجویز کا اعلان بھی کر دیا -

مذکورہ بالا تجاویز کے مطابق حضرت نے اس کار خیر کی تیاری شروع کی - ملازمان سلطنت کو حکم دیا کہ تمام کاموں کا سرانجام کریں - دیوان بیوتات کی نگرانی میں دارالخلافۂ آگرہ اور دارالسلطنت لاہور میں سرکار خاصہ کے جتنے کارخانے تھے سب ان کاموں کو انجام دینے میں سرگرم ہوگئے - زیورات ، مرصع

آلات ، سونے چاندی کے برتن، زربفت اور نقرئی تاروں کے پارچات
نیز ہر قسم کی ضروری چیزیں تیار ہونے لگیں ۔ گجرات ، بنارس ،
مالدہ ، سات گانؤ ، سنار گانؤ اور تمام بندرگاہوں بالخصوص سورت
کے چابک دست کاریگروں نے حسب الحکم شاہی زیورات اور
پارچات بڑے اہتمام سے تیار کر دیے ۔ انھی سرگرمیوں میں حکم
قضا و قدر سے نواب غفران مآب حضرت ممتاز محل کے انتقال
پرملال کا حادثہ پیش آیا ۔ اس وجہ سے یہ کار خیر کچھ عرصے
کے لیے ملتوی ہو گیا ۔ جس وقت حضرت کی سواری برہان پور سے
آگرے میں واپس آئی تو اس فرشتہ سیرت شاہ بانو کے انتقال کو
پورا ایک سال ہو چکا تھا ۔ چنانچہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ان کے
عرس کی تقریب منعقد ہوئی اور تمام رسمیں ادا ہوئیں ۔ ان دنوں
بھی اس سانحۂ پرملال کی وجہ سے حضرت کو عیش و عشرت اور
راحت و سرور کے معاملات [۳۹۱] سے دل چسپی نہ تھی ۔

رفتہ رفتہ اس فردوس مکان خاتون کے انتقال کو ایک سال
آٹھ ماہ گزر گئے ۔ اس صدر نشین باغ بہشت کے دل میں ہمیشہ
یہی آرزو تھی کہ شاہزادوں کی شادیاں بالخصوص بڑے شاہزادے
کا بیاہ اس دھوم دھام سے ہو کہ رہتی دنیا تک لوگ اس جشن
عظیم کو یاد رکھیں ۔ لہٰذا اب حضرت خلافت پناہی کو خیال آیا
کہ اس حور خصلت ملکہ کی تمنا پوری ہونی چاہیے ۔ چنانچہ ۱۲ آبان ،
۸ جمادی الاول ۱۰۴۲ھ (۲۱ نومبر ۱۶۳۲ء) اتوار کے روز گیارہ
گھڑی دن چڑھے نہایت بیش قیمت ساچق، جو ایک لاکھ روپے نقد
اور اتنی ہی قیمت کے جواہرات ، پارچات اور نایاب تحفوں پر
مشتمل تھی ، سلطان پرویز مرحوم کے گھر بھیجی گئی ۔ علامی
افضل خاں ، میر بخشی صادق خاں ، میر جملہ خانساماں ،
صدر الصدور موسوی خاں اور خاندان شاہی کی بیگمات یعنی حضرت
ممتاز محل کی والدۂ ماجدہ ، بڑی بہن ، پھوپھیاں اور ستی النسا خانم

بڑی شان و شوکت سے یہ ساچق لے کر گئیں ۔ حرم محترم کی صدر یعنی جہان بانو بیگم نے ، کہ آداب دانی اور قاعدہ شناسی کی ماہر نہیں ، اس مسرت بخش دن کی تمام تقریبیں بڑی خوبی سے انجام دیں ۔ نادر و نایاب پارچات کے بہت سے تھان ، جنھیں چشم سوزن نے ابھی نہ دیکھا تھا اور قینچی کی زبان درازی سے بالکل نا آشنا تھے ، بیگم صاحب نے مذکورہ بالا آمرا کے نام الگ الگ باہر بھیجے ۔ پھر ان سب اشخاص کو بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ رخصت فرمایا ۔

دوسرے واقعات یہ ہیں : اعتماد خان ترکمان ، جو عادل خان سے ناخوش ہو کر درگاہ گیتی پناہ میں حاضر ہوا تھا ، بیس ہزار روپے کے انعام اور قزلباش خان کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ ذوالقرنین فرنگی ، جو بچپن ہی سے حضرت کی خدمت سے مشرف ہے اور اسی عالم میں پل کر جوان ہوا ، بہرایچ سے ، جہاں کی فوج داری اس کے سپرد ہے ، حاضر خدمت ہوا ۔ ہندوستان کی کلاسیکی موسیقی کا ماہر ہونے کے باعث حضرت کو بہت عزیز ہے ۔ پانچ ہاتھی بطور پیش کش حاضر کیے ۔ انتہائی دین داری کے سبب حضرت کو ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ دیوانی کے تمام عہدوں پر دیانت دار کفایت شعار مسلمان فائز ہوں ۔ جہاں تک ہو سکے ملکی و مالی امور بالخصوص عظیم مہمیں ہندوؤں کے سپرد نہ کی جائیں [۳۹۲] تاکہ عام مسلمان ، بالخصوص سادات و مشائخ اور پرہیزگار متقی جا جا کر انھیں سلام کرنے کی ذلت سے محفوظ رہیں ۔ لہٰذا دفتر تن کا انتظام رائے مسائی داس سے لے کر ملا عبداللطیف لشکر خانی کے سپرد کر دیا جو دین دار ، معاملہ داں اور منتظم ہونے کے علاوہ حساب کتاب میں بھی بقدر ضرورت ماہر تھا ۔

م آذر (۲۴ نومبر ۱۶۳۲ء) کو محفل خاص میں ہر ملک ۔

دانش ور موجود تھے - ہر شخص اپنے علم و فضل کے مطابق مختلف موضوعات پر گفتگو کر رہا تھا - دانش پسند ، حکمت سرشت بادشاہ بھی ، جو ہمیشہ علم و حکمت کے نکتے تلاش کرتے رہتے ہیں ، سب معاملات میں دخل دے کر ہر فن کی گفتگو کر رہے تھے - شدہ شدہ آن بادشاہوں کا ذکر چل نکلا جو حکمت و دانش میں کامل تھے - دوران گفتگو میں یمن الدولہ نے ، جو سلیمانِ دہر کا آصف اور اپنے وقت کا ارسطو ہے ، سکندر کی تعریف میں بہت مبالغہ کیا - یہاں تک کہا کہ سکندر کو وفات پائے سیکڑوں سال گزر چکے ہیں ، آج تک کسی عاقل و دانش مند کو اس کے کسی قول و فعل پر اعتراض کرنے کی مجال نہیں ملی - حضرت خلافت پناہی نے فرمایا کہ سکندر ابن فیلقوس یونانی ، جسے بعض اشخاص پیغمبر سمجھتے ہیں ، اس کی نبوت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا - معتبر تاریخ دانوں کے نزدیک سکندر ذوالقرنین مختلف شخص ہے - مابدولت کو احترام کے ساتھ سکندرِ فیلقوس کی گفتار و کردار پر دو اعتراض ہیں - ایک تو یہ کہ جب دارا کا قاصد اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اپنے والدِ مرحوم فیلقوس کی طرح آپ بھی سالانہ خراج طلائی بیضوں کی شکل میں ادا کیجیے تو سکندر نے جواب دیا کہ سونے کے انڈے دینے والی مرغی تو رخصت ہوئی - یہ واقعہ معتبر تاریخوں اور سیرتوں میں درج ہے اور زبان زدِ خاص و عام ہے - ہمارے نزدیک سکندر نے یہ بات کہہ کر اپنے باپ کی سخت بے ادبی کی کیونکہ مرغی بہت ادنیٰ مخلوق ہے اور بیضہ دینا مادین کا کام ہے ، نر کا نہیں - دوسرا اعتراض یہ ہے کہ سکندر کا سفیر کے بھیس میں نوشابہ کے دربار میں پہنچ جانا حزم و احتیاط کے طریقے کے خلاف تھا - داناؤں کو ایسے فعل کا ارتکاب [۳۹۳] ہرگز زیبا نہیں جس سے پشیمانی حاصل ہو اور تدارک نہ ہو سکے - تمام حاضرینِ محفل نے حضرت کا یہ ارشاد سن کر بالاتفاق خدا کا شکر

ادا کیا جس نے انھیں اُس دانشمند ، حکمت سرشت بادشاہ کے مبارک زمانے میں پیدا کیا ہے - بعد ازاں سبھوں نے حضرت کی دانش آموز باتوں کی تعریف کرکے اقبال و ایمان میں اضافے کی دعا مانگی -

سعید خاں صوبہ دار کابل کے منصب میں ہزار سوار دو اسپہ کا اضافہ ہؤا جس سے اُس کا منصب چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار نصف دو اسپہ ، سہ اسپہ ہو گیا - کشمیر کا صوبے دار اعتقاد خاں اپنے عہدے سے ہٹ کر حاضر دربار ہؤا - ایک ہزار اشرفی ، ایک ہزار روپے کی نذر اور مختلف جواہرات ، مرصع آلات اور کشمیر کے نادر و نایاب تحفوں پر مشتمل پیشکش حاضر کی - اس میں قاز کے پروں کے بہت سے قلم تھے جن کا پیچ و خم حسینوں کی کاکلوں اور ماہرویوں کی زلفوں سے بڑھ کر تھا - مختلف پشمینے یعنی شالیں ، جامہ وار اور نہایت نفیس کمر بند جن کے نقش و نگار مصوروں کے موقلم کی نقاشی کو شرماتے تھے - کرگ کے بالوں کی شالیں ، کرتہ وار اور گوش پیچ بھی تھے - کرگ کو کوہستانی بکرا سمجھیے - یہ وحشی جانور ، جس کا گوشت حلال ہے ، تبت کے پہاڑوں میں پایا جاتا ہے - اس کا پوست اتنا نرم و نازک ہوتا ہے کہ قاقم و سنجاب اُس کے ساتھ برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتے - حضرت کی ہنر پروری اور ہنر نوازی کی وجہ سے کرگ کے بالوں کی نہایت خوش قماش جانمازیں اور قالین تیار ہو رہے ہیں - آپ کے ایجاد و تصرف سے ان چیزوں کی نزاکت و نفاست اس درجے کو پہنچ چکی ہے کہ اُس سے زیادہ تصور میں نہیں آ سکتی - سرکار خاصہ کے کارخانوں میں گز بھر قالین نوے روپے کی لاگت سے تیار ہوتا ہے - آپ کے حسب الحکم کرگ کی پشم کے قالین دارالسلطنت لاہور میں بھی ایسے تیار ہونے لگے ہیں کہ کشمیر کے قالینوں سے کم نہیں ہوتے -

باری کی شکارگاہ میں ۱۲ دن گزار کر حضرت دارالخلافے کو

واپس ہوئے۔ اس عرصے میں ۲۵ نیل گائے، چودہ ہرن، ۱۳۶ تیتر اور گیارہ کاروانک وغیرہ بندوق سے شکار ہوئے ۔ اس وقت قدر دان، بندہ نواز بادشاہ نے خواجہ ابوالحسن کے گھر، جو عمر رسیدہ معتبر ملازم ہے، قدم رنجہ فرما کر اسے صاف باطنوں کے ضمیر کی طرح منور فرمایا۔ خواجہ ابوالحسن کسی خوفناک عارضے میں مبتلا تھا ۔ حضرت جو اس کی عیادت [۳۹۳] کے لیے تشریف لے گئے تو اسے عمر جاوداں کی امید ہوئی ۔

اس زمانے کے خاص واقعات میں، جو ہواخواہانِ سلطنت کی نیک بختی سے ظہور پذیر ہوئے، قلعۂ کھاتا کھیڑی[1] کی فتح ہے۔ یہ صوبۂ مالوہ کا قصبہ ہے۔ فتح کی تفصیل یہ ہے کہ بھیل قبیلے کا ایک سرکش سردار بھا گیرت، جو ان بغاوت پسند لوگوں کا سرغنہ اور اس غدار علاقے کا زمیندار تھا، قلعۂ مذکور کے سہارے بہت مغرور ہو گیا تھا۔ عاقبت اندیشی کو ترک کرکے عاجزی و تواضع کا شیوہ ترک کر چکا تھا۔ خودسری کے باعث شاہی حکام کا مطلق لحاظ نہ کرتا۔ جب حضرت شاہجہاں نے تختِ سلطنت پر جلوس فرمایا تو تائیدِ غیبی اور امدادِ الٰہی کی برکت سے ہر علاقے میں جتنے سرکش تھے سب نے دست درازیاں اور سرکشی ترک کر کے خاموشی و عاجزی کا شیوہ اختیار کر لیا۔ لیکن چونکہ اس کم فہم کو مدت سے کسی حاکم کی تنبیہ اور چشم نمائی سے واسطہ نہیں پڑا تھا لہٰذا بدستور سرکشی پر قائم رہا۔ اب جو حضرت نے از راہِ عنایت نصیری خاں کو مالوے کی صوبے داری پر مامور فرمایا

۱- سر جان مالکم کے صوبۂ متوسط کے نقشے میں اس جگہ کا نام کنتھار کھیڑا درج ہے - کالی سند ندی کے کنارے اجین سے دیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔

تو اُس گستاخ نے پھر اطاعت کے بجائے نافرمانی و مخالفت کا مظاہرہ کیا ۔ اس بنا پر نصیری خاں نے اُس کوتاہ اندیش کی گوشمالی کا مصمم ارادہ کر کے کھاتا کھیڑی کا رخ کیا ۔

ہمت عالی بھی عجیب چیز ہے جو دیو کو شیشے میں اتارتی اور شیر کو جنگل سے کھینچ لاتی ہے ۔ عزم و ہمت کے منتر سے دیو کو بند کر لینا اور زنگ آلود قفلوں کو توڑنا ، جن کے کھولنے سے چابی کے دندانے عاجز ہوں ، نہایت آسان ہے ۔ چنانچہ اُس بہادر ، ذی جاہ سردار کے وہاں پہنچتے ہی قلعہ فتح ہوگیا ۔ قلعدار نے امان طلب کی ۔ صورت یہ ہوئی کہ جب اُس علاقے کے زمینداروں نے سنا کہ خانِ والا شان کا لشکر نہایت شان اور جلال کے ساتھ صف بستہ ہوکر آپہنچا ہے اور اُس کی تعداد نیز شوکت و سطوت بے پناہ ہے تو سب خائف ہو گئے ۔ نصیری خاں کی رزم آرائی اور جنگجوئی سے سب ایسے واقف تھے کہ باغیوں اور سرکشوں کے ہوش اُڑ گئے ۔ [۳۹۵] یہ حالت دیکھ کر وہ بدبخت منہ زور قلعدار بھی گھبرا گیا ۔ ہمت و حوصلے نے جواب دیا ۔ غرض بڑی عاجزی اور انکسار سے صلح صفائی کی سلسلہ جنبانی کرنے لگا ۔ شنگرام زمیندار کنور کی وساطت سے پیغام بھیج کر پیشکش ادا کرنے کا اقرار کیا ۔ یہ بھی قبول کیا کہ اپنی ساری فوج کسی عزیز کے ساتھ صوبے دار کی خدمت میں بھیج دے گا جو ہمیشہ ہمرکاب رہے گی ۔ اتنی شرط رکھی کہ مجھے ملازمت پر مجبور نہ کیا جائے اور نہ قلعہ ، جو میرا پرانا مسکن اور پناہ گاہ ہے ، مجھ سے نہ چھینا جائے ۔

نصیری خاں کو اُس وعدہ خلاف کے عہد و پیماں پر اعتماد نہ تھا ۔ یہ بھی جانتا تھا کہ حضرت ظلِ سبحانی باغیوں اور سرکشوں کے استیصال سے خوشنود ہوتے ہیں لہذا اُس کی شرطیں منظور نہ کیں ۔ سرداروں کی طرح اپنی فوج لے کر آندھی طوفان کی مانند

روانہ ہؤا اور جنگل میدان طے کرتا ہؤا قلعے سے چار کوس اِدھر آ کر ٹھہرا ۔ اب اُس بد مغز باغی کو ہوش آیا ۔ معرکہ آرائی کا خیال دل سے نکال دیا ۔ امان طلب کی اور خیریت اسی بات میں دیکھی کہ بادشاہِ اسلام کی بندگی اختیار کرکے قلعے کی کنجیاں سپرد کردے ۔ اس مرتبہ مروت شعار سردار نے اُس کی درخواست قبول کرکے اُس کی جان اور ننگ و ناموس سے درگزر کی ۔ ۲۱ آذر (۴ دسمبر ۱۶۳۲ء) کو نصیری خان قلعے میں داخل ہؤا اور اُس کفرستان میں کلمۂ طیبہ کی صدا اور اذان کی آواز بلند کرکے اسلام کے دستور قائم کیے ۔ یہاں اب تک کوئی شخص دینِ اسلام کے طریقوں سے آشنا نہ تھا ۔ نصیری خان نے تمام لشکر کے ساتھ اہلِ سنت والجماعت کے طریقے پر نماز ادا کی ۔

اسی زمانے میں بہادر خان روہیلہ نے ملکوسہ کے باغیوں کا قلع قمع کیا ۔ یہ لوگ اسی کثرت کے سبب سارے ملک کے باغیوں سے پیش پیش ہیں ۔ رعیت سے لے کر سپاہی تک ہر شخص ہر وقت ہتھیاربند رہتا ہے ۔ انتہا ہے کہ کسان بھی [۳۹۶] ہل چلاتے وقت بھری ہوئی بندوق اور سلگتا ہؤا فتیلہ سنبھالے رہتے ہیں ۔ اس طرح مسلح رہنے کی وجہ سے اطاعت کا خیال نہیں کرتے ۔ ان دنوں کالپی ، قنوج اور نواحی پرگنوں کی جاگیرداری بہادر خان روہیلہ کے سپرد ہوئی تو اُس نابکار ، بدمغز قوم کے دس ہزار افراد ، جن میں سے اکثر نشانے باز بندوقچی تھے ، ایک محفوظ مقام سرگانوا میں جمع ہوگئے ۔ بیہودگی کے سبب شورش اور فتنہ انگیزی پر کمربستہ ہو کر عافیت و سلامتی سے دست برداری اختیار کی ۔ اطاعت ترک کرکے مالیہ ادا کرنے سے بالکل منکر ہوگئے لہٰذا سلطنت کا دبدبہ قائم رکھنے اور باغیوں کی تنبیہ کرنے کے لیے بہادر خان نے اپنی فوج آراستہ کی ۔ اقبالِ بادشاہی اور تائیدِ ایزدی کی حمایت میں اُن کافروں کی شورش کو دبانے کے لیے روانہ ہؤا ۔ بغاوت کی آگ

بجھانے کے لیے ترکتازی کرتا ہؤا بڑھا - یاجوج ماجوج کی اس نسل کو تب خبر ہوئی جب فوجِ بادشاہی کے مسلح زرہ پوش سلحشور سورما انھیں نرغے میں لے چکے تھے - نرغہ بھی ایسا شدید کہ سدِّ سکندر اور ہفت خوانِ رستم کو بھی مات کرے -

جب انھوں نے دیکھا کہ ہم چاروں طرف سے نرغے میں آ چکے ہیں اور فرار کی راہ بند ہو چکی ہے تو پریشانی کے عالم میں بندوق ، تیر اور دوسرے ہتھیار سنبھال لیے - مجاہدینِ اسلام نے جدال و قتال کی خوب داد دی - انھوں نے بھی دشمنی اور جنگ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا - قلعے کی مضبوطی اور اپنے بندوقچی رفیقوں کی نشانے بازی کے بھروسے دوبارہ ہمت کرکے بہت بہادری سے لڑتے رہے - لشکرِ اسلام کے دلاوروں نے حفظ و حمایتِ پروردگار کو اپنی سپر بنا کر قلعے پر بیدل حملہ کیا - بہادر خاں روہیلے کے متواتر حملوں اور بہادرانِ شاہی کے لگاتار ریلوں کے باوجود باغیوں نے بھی شجاعت کا اچھا مظاہرہ کیا - دوپہر تک برابر مقابلہ کرتے رہے اور شاہی دلاوروں کے سامنے ثابت قدمی سے پہاڑ کی طرح جمے رہے - عسکرِ منصور کے بہادروں نے اپنے خنجروں ، کٹاریوں اور دوسرے اسلحے سے قلعے کی دیوار کو چھلنی کر دیا تھا - فصیل میں شگاف پڑ گئے تھے - جس طرح سورج کی کرن دیوار کے روزن سے اندر داخل ہو جاتی ہے یہ جاں باز بھی شوقِ شہادت میں شگافوں میں سے گزر کر قلعے میں گھس گئے [۳۹۷] لیکن قلعے والے بھی غضب تھے - شہد کی مکھیوں کی طرح چمٹے ہوئے تھے اور نہایت بہادری سے اپنی جگہ ڈٹ گئے تھے - آخر دونوں طرف کے سپاہی ایک دوسرے سے گتھ گئے اور ہر شخص نے دشمن کو آبِ خنجر و شمشیر سے سیراب کر دیا -

اس معرکے میں بہت سے دین دار مجاہدوں نے شربتِ شہادت

نوش کیا ۔ نمک حلالی کی نیک نامی حاصل کرکے سعادتِ کونین کا سرمایہ لے کر بہشت کا سفر کیا ۔ آن گمراہوں کے بھی بے شمار آدمی دلاورانِ شاہی کے ہاتھ سے قتل ہوئے ۔ جو بچے آنھوں نے دیکھا کہ لڑائی میں کوئی فائدہ نہیں ، سوائے اس کے کہ تمام جاں باز ، جنگ جو سپاہی ایک جگہ کھیت رہیں اور کوئی صورت باقی نہیں رہی ۔ انتہائی بے وقوف تھے لیکن اتنی دانائی کی کہ رات کی تاریکی کے پردے میں فرار کر گئے ۔ اگلے روز بہادر خاں آس مضبوط قلعے کو خوب برباد کرکے مظفر و منصور اپنے کیمپ میں واپس آ گیا ۔ یہ آسانی فتح محض حضرت بادشاہ سلامت کی اقبال مندی اور خدائے پاک کی مہربانی سے حاصل ہوئی ۔ الطافِ الٰہی بھی آنھی نمک حلال مخلصوں کا ساتھ دیتا ہے جو اپنے ولی نعمت کے جاں نثار ہوں ۔ غرض ایسی فتح میسر ہوئی کہ آس علاقے میں اب تک کسی سردار کو نصیب نہ ہوئی تھی ۔ بہادر خاں نے آس ولایت پر اپنا تسلط قائم کیا ۔ تمام معاملات حسبِ دل خواہ انجام پا گئے ۔ عبداللہ خاں فیروز جنگ کے سوائے کسی اور سردار نے آس سرزمین میں اتنی کامیابی حاصل نہیں کی تھی ، نہ کسی کا ایسا تسلط ہؤا تھا ۔

۲۵ دے ، ۳ رجب ۱۰۴۲ھ (۱۲ جنوری ۱۶۳۳ء) [بدھ] کو حضرت کی بیالیسویں شمسی سالگرہ کا جشنِ تلادان نہایت زیب و زینت سے منعقد ہؤا ۔ اس مبارک دن کی تمام رسمیں یعنی صدقہ ، خیرات ، منصب داروں کی ترقیاں ، وظیفے ، مددِ معاش وغیرہ اس طرح ادا ہوئیں کہ خاص و عام کی دلی مرادیں حاصل ہو گئیں ۔ سید خان جہاں بارہہ ترقی پا کر پنج ہزاری ذات ، پنج ہزار سوار ، تین ہزار دو اسپہ ، سہ اسپہ کے منصب پر ممتاز ہؤا ۔ جعفر خاں تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ، خلیل اللہ خاں ڈیڑھ ہزار ذات ، پانچ

سو سوار[1] ، معصوم خان کابلی علم کی عنایت ، [۳۹۸] اسد خان خطاب اور ڈیڑھ ہزاری ذات، ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوئے۔ عوض خاں قاقشال ترقی پا کر ایک ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار کے منصب پر ممتاز ہؤا - بلخ کے ایلچی وقاص حاجی کو خلعت اور بیس ہزار روپے کا انعام عطا ہؤا - پانچ ہزار روپے اور خلعت اُس کے بیٹے مومن کو عنایت ہوئے - منصبوں کی ترقی کے علاوہ اس تاریخ پر اسّی ہزار روپے بطورِ انعام تقسیم ہوئے - اسی دن اُڑیسہ کے معزول صوبےدار باقر خان نے حاضرِ دربار ہو کر جواہر ، مرصع آلات اور نقرئی ، طلائی برتنوں کی پیشکش نظرِ انور سے گزاری جس کی مجموعی قیمت دو لاکھ روپے تھی -

اسی زمانے میں صوبۂ الہ آباد کے واقعہ نویس کی تحریر سے معلوم ہؤا کہ حضرت کے حسب الحکم بنارس کے ۷۶ بڑے بڑے بت‌خانوں کو برباد کر کے کفارِ بد سرشت کی ان عبادت گاہوں کی خاک اُڑا دی گئی - آپ کا یہ حکم اس بنا پر صادر ہؤا تھا کہ علمائے دین کے فتووں کے بموجب ممالکِ محروسہ کے تمام حکام اور ملکی و شرعی معاملات کے کارپردازوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ خوب تحقیق و تفتیش کریں اور جہاں کہیں کوئی بت‌خانہ نیا تعمیر ہؤا ہو اُسے برباد کر دیں - اُن کے ملبے سے ، جس کا پڑا رہنا باعثِ فتنہ و فساد ہے ، دینِ اسلام کی رونق کے لیے مسجدیں وغیرہ تعمیر کی جائیں - البتہ مابدولت کے عہدِ سلطنت سے پہلے کے جو بت خانے ہیں اُنھیں نہ چھیڑا جائے -

---

۱- نسخۂ پبلک لائبریری لاہور میں ڈیڑھ ہزار ذات ، پانچ سو سوار کا منصب نہیں بلکہ 'اضافہ' درج ہے اور یہی درست ہے کیونکہ یہ سردار عمل صالح جلد سوم ، ص ۴۳۹ کی تفصیل کے مطابق پنج ہزاری امراء میں شامل ہے -

بحرِ شرافت و کرامت کے گوہرِ شاہوار ، صدفِ دریائے عصمت یعنی سلطان پرویز کی دختر کا زیبِ سلطنت شاہزادۂ ولی عہد دارا شکوہ کے عقد میں آنا

پہلے یہ نکتہ بیان ہو چکا ہے کہ انصاف پسند عادل بادشاہوں کو اپنی نسل بڑھانے اور اپنی اولاد کی شادیاں کرنے میں ، جو نسلِ آدم کا خلاصہ ہیں اور جن سے قیامت تک مخلوقِ خدا کے [۳۹۹] معاملات کا انتظام بلکہ نظامِ عالم کا قیام وابستہ ہے ، پوری توجہ صرف کرنا لازم ہے ۔ چنانچہ حضرت صاحبقران کے حسب الحکم سلطنت کے کارخانہ جات (شعبوں) کے مہتمموں نے شاہزادہ دارا شکوہ اور سلطان شجاع کی منگنی کے دن سے ہی ضروری سامان کی تیاری شروع کر دی تھی ۔ اُدھر عالمِ بالا کے کارکن تھی ، جو پروردگارِ عالم کے کارخانوں کا سر انجام کرتے ہیں ، اس مبارک تقریب اور فرخندہ ازدواج کا سامان اور ضروریات فراہم کرنے میں مدت سے مصروف تھے ۔ اب از سر نو اس کام میں مشغول ہو گئے ۔ جب تمام اشخاص اس کام سے فارغ ہوئے اور حضرت کو معلوم ہؤا کہ سب امور حسبِ دلخواہ انجام پا چکے ہیں تو اس طرف متوجہ ہوئے۔ جب اس مبارک تقریب کا وقت آ گیا اور ستاروں کی نظر سیدھی ہوگئی تو سبھ گھڑی ، نیک ساعت میں ، جو ہر طرح کے زوال و وبال سے محفوظ تھی اور برکت والے سیارے سازگاری ظاہر کر رہے تھے ، آسمانِ موافقت کے ان دو مبارک ستاروں کا قران واقع ہؤا ۔

اس سعادت افروز واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ جب سلطان پرویز کی اس دختر نیک اختر کی منگنی شاہزادۂ والا قدر سلطان دارا شکوہ سے ہوئی تھی تو ، جیسا کہ بیان ہؤا ، ساچق وغیرہ کی رسموں میں دو لاکھ روپے صرف ہوئے تھے - اب جو شادی کی گھڑی قریب آئی تو شاہزادۂ زمین و زماں کی کتخدائی پر سولہ لاکھ روپے مزید صرف کیے گئے - اس مبارک تقریب کے اسباب اور سامان کی تیاری ، جو عقل و فہم کے تصور میں بھی نہیں آ سکتی ، کچھ تو مرحوم آداب داں شاہ بانو نواب ممتاز محل بیگم کے اہتمام سے ہو چکی تھی - پھر جب وہ حور شمائل ملکہ باغ بہشت کی زینت [۴۰۰] ہوگئیں تو سارے جہان کی شاہزادی یعنی بیگم صاحب کی فرمائشوں سے باقی سامان تیار ہؤا کیونکہ ان دنوں وہی حرم سرائے شاہی کے تمام امور کی منتظم تھیں - اس ساز و سامان کی مختصر سی تفصیل یہ ہے :

زیورات اور بیش قیمت جواہر اور نفیس مرصع آلات ساڑھے سات لاکھ روپے کے - حضرت خلافت پناہی کی پیشکش کا سامان ڈیڑھ لاکھ روپے کا جس میں ۷۷ ہزار روپے کی ہاتھی کی طلائی عماری اور موتیوں کی لڑیوں والا چتر شامل ہے - بکھیر کے واسطے دس ہزار روپے مخصوص تھے - ان کے علاوہ ایک لاکھ روپے نقد ، چھ لاکھ چالیس ہزار روپے کی لاگت کا سامان جو میناکار اور سادہ طلائی برتنوں ، نقرئی ظروف ، چھپر کھٹوں ، طلائی پلنگوں ، زردوزی ، بوٹے دار پیش گیریوں ، حجلۂ عروسی کے نہایت نفیس و خوشنما اسباب ، رنگین فرش فروش ، زربفت ، زردوز مخمل کے شامیانوں ، خواتین کے سامان زینت ، شاہانہ

محمل کے اسباب بالخصوص نفیس پارچات ، ملکوں
ملکوں کے نایاب تحفوں پر مشتمل تھا - نقرئی ساز
اور زربفت کی مخملی جھول والا فیل خاصہ ،
ہتھنی - عرب ، عراق ، ترکستان اور کچھ کے برق
رفتار گھوڑے جن پر سونے چاندی کے زین تھے -
بہلیاں ، رتھیں وغیرہ ان کے علاوہ تھیں -
شاہزادگان والا نژاد ، حرم سرا کی بیگمات اور
عصمت مآب خواتین نیز وزیر اعظم آصف خان
کے لیے بارجات کے سات سات ، آٹھ آٹھ اور نو نو
تھانوں در مشتمل سو عدد تورے تھے - بیشتر
توروں میں مرصع آلات بھی تھے -

المختصر ۱۶ مہر ، ۲۴ رجب ۱۰۴۲ھ (۴ فروری ۱۶۳۳ء)
بروز جمعہ یہ تمام بیش قیمت سامان ، جو بڑے تکلف اور نہایت نزاکت و نفاست کے ساتھ تیار ہؤا تھا ، ملکۂ آفاق حضرت بیگم صاحب کے اہتمام سے صبح سے لے کر سہ پہر تک پوری ترتیب کے ساتھ ایوانِ چہل ستون میں سجایا جاتا رہا جو حضرت شاہجہاں کے حسب الحکم زنانہ محفل کے لیے بڑی زیبائی کے ساتھ آراستہ کیا گیا تھا - [۱۰۴] بے تکلف یہ معلوم ہوتا تھا کہ نہایت رنگین منقش فرش بچھے ہوئے ہیں - ایسی دل فریب رنگارنگ محفل آراستہ ہوئی کہ مانی و بہزاد کے مرقعے اور چین و فرنگ کے نگارخانے اس انجمن کی دل فریب بوقلمونی کے سامنے شرمندہ رہ گئے - خدائے پاک کی صنعت کا نمونہ نظر آرہا تھا - پھر جب حضرت بیگم صاحب کے حسب التماس خدیو زماں ، صاحب قران ثانی وہاں تشریف فرما ہوئے تو ان کے قدموں کی برکت سے محفل کی زیب و زینت دوبالا ہو گئی - جب حضرت نے یہاں کی سیر فرما کر حاضرین محفل کو رخصت فرما دیا تو تمام شاہزادوں ، ذی مرتبت امیروں اور باقی

روشناس سرداروں کو اس بزم خاص میں آنے کی اجازت دی - یہ حضرات اس محفل نشاط کی سیر کرکے بہت محظوظ ہوئے - معلوم ہوا کہ بہشت بریں ، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے فرمایا ہے ، ایسی ہی ہوگی - سیر و تفریح کے پردے میں علم الیقین سے گزر کر عین الیقین کا درجہ حاصل ہو گیا کہ واقعی بہشت ضرور اسی طرح آراستہ و پیراستہ ہوگی - نذر محمد خاں والیِ بلخ کا ایلچی وقاص حاجی بھی اس انجمن میں باریاب تھا - جو شان و شوکت اس کے تصور سے ہزار مرتبہ زیادہ تھی بہ چشم خود دیکھ لی -

جن لوگوں نے اس انجمن عیش و نشاط کا نظارہ نہیں کیا انھیں اس کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ اس محفل طرب کی آرائش پر جو خرچ آیا وہ اندازہ و قیاس سے باہر ہے - اول سے آخر تک اس فردوس منظر محفل کی زیب و زینت پر بتیس لاکھ روپے خرچ ہوئے جو ایک لاکھ ایرانی تومان کے اور ایک کروڑ بیس لاکھ تورانی روپے کے برابر ہیں - ان میں سے چار لاکھ روپے حضرت شاہنشاہِ دوراں نے عطا فرمائے (دو لاکھ کا سامان اس کے علاوہ حضرت نے عطا کیا تھا) - سلطان پرویز کی حرم محترم اور شاہزادہ دارا شکوہ کی طرف سے دس لاکھ روپے آئے - باقی سولہ لاکھ روپے جناب بیگم صاحب کی سرکار سے عنایت ہوئے تھے - ملکۂ حور خصلت ، فرشتہ سیرت بیگم صاحب نے پدر بزرگ وار کے ارشاد کے مطابق ان آداب و قواعد کے ساتھ ، جو آپ نے اپنی والدۂ ماجدہ سے سیکھے اور ان حکمت مآب ، فخر نسوان زمانہ خاتون سے اکتساب کیے تھے ، مقررہ رسوم نہایت شائستہ طریقے سے ادا کیں - پہلے تو یمین الدولہ آصف خاں کو نو عدد خلعت فاخرہ مع چار قب زردو اور خنجر مرصع کے عنایت فرمائے - تمام امرائے سلطنت اور ارکان حکومت کو [۳۰۲] بھی خلعتیں ، زردوز چار قب اور خنجر مرصع عطا کیے گئے - بڑے بڑے سرداروں کو خلعتیں دی گئیں

درگاہ والا کے تمام ممتاز ملازموں ، باکمالوں اور ارباب نشاط کو
اُن کے حسب حال مرتبے کے موافق خلعتیں عنایت کی گئیں ۔

اگلے روز مذکورہ بالا ساز و سامان اور یہ تمام نفیس بیش قیمت اشیاء ، جو نہایت زیب و زینت کے ساتھ بارگاہ چہل ستون میں ترتیب دی گئی تھیں ، حرم سرائے شاہی کی چند محترم خواتین و بیگمات کے ہمراہ شاہزادہ دارا شکوہ کے محل میں بھیج دی گئیں ۔ پردۂ نشین حجاب عصمت و عفت ، جہاں بانو بیگم بیوۂ سلطان پرویز نے حضرت صاحب قران سے درخواست کی کہ میں نے اپنی دختر فرخندہ صفات کے لیے جو جہیز تیار کیا ہے اُسے بھی اُسی طرح بارگاہ خاص و عام کے صحن میں ترتیب دینے کی اجازت دیں اور اُسے ملاحظہ فرما کر برکت اندوز کریں ۔ حضور نے اُن کے پاس خاطر کے واسطے اجازت عطا کی ۔ اُس والا گہر خاتون نے سلطان پرویز کے محل میں اپنی دختر نیک اختر کے لیے جو جہیز مدتوں میں تیار کیا تھا اور دیگر بیش قیمت اشیاء کو ، جو سلطان پرویز کے انتقال کے بعد فراہم کی تھیں ، اُس محفل میں خاص ترتیب و آرائش کے ساتھ سجایا ۔ اسی میں اُس والا نژاد خاتون کا اپنا جہیز بھی شامل تھا جو حضرت نے انہیں مرحمت فرما دیا تھا ۔ حرم سرا کی خواتین نے جمع ہو کر تمام چیزوں کا معائنہ کیا ۔ جب زنانہ محفل ختم ہوئی تو حضرت شاہجہاں شام کے وقت اُن امراء کو ساتھ لے کر ، جو کل حاضر نہ ہو سکے تھے ، تشریف فرما ہوئے ۔ اُس نظر افروز بساط کا ملاحظہ کرکے ہر شخص نہایت محظوظ ہؤا ۔

یکم شعبان ۱۰۴۲ھ (۱۰ فروری ۱۶۳۳ء) کی رات کو مقررہ رسم کے مطابق دلہن کے گھر سے مہندی کے خوان آئے ۔ اُس رات حضرت شاہجہاں دولت خانے میں تشریف فرما ہونے کے بجائے اعتکاف میں خلوت نشیں تھے ۔ آپ کے حسب الحکم حرم سرائے عالی

میں یہ انجمن منعقد ہوئی ۔ بخشیوں نے مقربان بارگاہ اور درگاہ والا کے روشناس سرداروں کو اُن کے منصب اور مرتبے کے مطابق وہاں بٹھایا ۔ جب یہ تمام ذی جاہ اشخاص اپنے اپنے رتبے کے مطابق محفل نشین ہوگئے تو گل بدن ، گل پیرہن ارباب نشاط حاضر ہوئیں ۔ نواب مہد علیا [۳۰۴] حضرت ممتاز محل کے انتقال کے بعد سے اب تک راگ رنگ کی محفلیں ملتوی رہی تھیں ۔ آج پہلی بار نغمہ و سرود کی آوازیں بلند ہوئیں جو بلبل کے ترانوں سے ہزار مرتبہ دل کش تھیں ۔ مغنیوں کے زمزمے ، جو حضرت خلافت پناہی کی ممانعت کے ڈر سے ساز کے بردوں میں منہ لپیٹے پڑے تھے ، کمال دل نوازی کے ساتھ بلند ہوئے ۔ غرض حنا بندی کی محفل پورے ٹھاٹھ سے آراستہ ہوئی ۔ حضرت کے حسب الحکم گانے والیوں نے زمزمہ سرائی اور نغمہ سنجی کی داد دے کر وہ سماں باندھا کہ چرخ دوم سے زہرہ اُنھیں دیکھنے لگی ۔ عود نے انگیٹھی میں پڑ کر جو لطف پیدا کیا اُس سے ہزار درجے زیادہ لطف مغنی و مطرب کے ہاتھ میں آ کر دیا ۔ ہندی اور ترکی غلاموں کی طرح بہرام اور کیوان نے آسمان سے اُتر کر مجمرہ گردانی کی خدمت انجام دی اور محفل مقدس کو معطر کر دیا ۔ حرم کی آداب داں خوانین نے ہندوستان کی رسم کے مطابق تمام حاضرین کو مہندی پیش کی ۔ سیمتن نوجوانوں کی انگلیاں مہندی کے رنگ سے عنابی ہو گئیں ۔ سبھوں کے ہاتھوں پر زرتار رومال لپیٹ دیے گئے جس سے اُن کے پنجے پنجۂ آفتاب سے زیادہ منور ہو گئے ۔ مہندی کی رسم ادا ہونے کے بعد نیک شگون اور کامیابی و کامرانی کی فال کے بطور زردوز کمربند تقسیم کیے گئے کہ مبارک رسم سمجھی جاتی ہے ۔ پھر رامش و رنگ اور حسن و جمال کی اس محفل میں پھول پان کے خوان آئے جو حسینوں کی زینت آرائش کا خاص سامان ہیں ۔ یہ خوان ہٹے تو عطر اور مٹھائی کے خوان آئے ۔ عیش و لذت جاوید کی فال کے بطور سبھوں نے

میں سے حصہ لے کر کام و دہن کو لذت یاب اور دماغوں کو معطر کیا - خواص کے علاوہ عوام بھی ان نعمتوں سے محظوظ ہوئے - باقی تمام رات اور اگلا دن اسی طرح عیش و عشرت میں بسر ہؤا -

اگلی رات ، جو جمعۃ المبارک کی شب تھی ، خدیو عالم حضرت صاحب قران کے حسب الحکم سلطان شجاع ، سلطان اورنگ زیب اور سلطان مراد بخش تمام ارکان سلطنت کو ہم رکاب لیے نوعروس اقبال کے نوشاہ (دارا شکوہ) کی دولت سرا میں تشریف لے گئے- بڑے بڑے [۴۰۴] امرا نے اس تقریب سعید کی مبارکباد میں بیش قیمت پیش کشیں گزاریں اور تہنیت کہی - اس کے بعد عیش و نشاط کی محفل آراستہ ہوئی - تمام دن عیش و طرب میں بسر ہؤا - شام کے وقت شاہزادۂ گرامی قدر دارا شکوہ اپنے محل سے سوار ہو کر دولت خانۂ شاہی کی طرف روانہ ہوئے - آگرے کے والا مرتبت امراء آں شہسوار دولت و اقبال کی جلو میں پیادہ چل رہے تھے - یہ سب اشخاص ایسے آئین اور ضابطے کے ساتھ رواں تھے کہ چشم زمانہ نے اتنے تجمل و احتشام کی سواری کم دیکھی ہوگی - جب شاہزادۂ جواں بخت بارگاہ خاص و عام میں پہنچ کر حضرت بادشاہ سلامت کے حضور میں آئے تو شاہ ہفت کشور نے اظہار عنایت کے بطور بیش قیمت موتیوں کا خوش قطع ہار ، جسے مالا کہتے ہیں اور جس میں جابجا لعل بدخشاں کے قطعے پروئے ہوئے تھے ، چالیس ہزار روپے قیمت کا ، آں بلند اقبال ولی عہد کے گلے میں پہنا دیا - پھر اپنے دست مبارک سے آں زینت تخت و تاج کے سر پر موتیوں کے سہرا باندھا - شمشیر مرصع ، بیش قیمت پیٹی ، زربفت کی مخملی جھول والا نقرئی عماری کا فیل خاصہ ، ہتھنی ، دو صبا رفتار گھوڑے ، جن میں سے ایک کا زین اور لگام مرصع اور دوسرے کا طلائی تھا ، انھیں مرحمت فرمائے -

جب شاہزادۂ والا قدر آداب مقررہ بجا لا کر فارغ ہوئے تو

حضرت نے یمین الدولہ آصف خاں کو خلعت خاص مع زردوزی چار قب عنایت فرمایا - اس کے بعد تمام ارکان سلطنت ، امرائے عظام اور دیگر روشناس ملازموں کو بیش قیمت خلعت عطا ہوئے - پھر اہل نشاط نے قیمتی جوڑے پا کر سرفرازی حاصل کی - غرض اس مبارک رات میں عیش و طرب کی یہ کثرت تھی کہ زمین و آسمان کے لب خندۂ نشاط کے سبب کھلے ہی رہے - شادمانی و خرمی کی افراط سے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ گویا عیش و طرب کی یہ رات اب صبح قیامت ہی کو ختم ہوگی - سامان عیش و نشاط اتنا جمع تھا کہ محاسب قیاس بھی اس کا شمار نہ کر سکے - سنہری روپہلی شمعوں ، چراغوں ، فانوسوں ، مشعلوں کی روشنی سے دولت خانۂ شاہی کے بام و در بلکہ زمین و آسمان یوں منور تھے کہ چاند سورج کی روشنی ماند نظر آتی تھی - نوروز کے چراغاں کی سی بہار تھی - ایک طرف
[۴۰۵] نشاط و شادکامی کے زمزمے گونج رہے تھے ، دوسری طرف نفیری ، نقاروں اورگورکوں کی آواز بلند تھی - چھوٹے بڑے انبساط و سرور کے عالم میں ادھر سے ادھر سیر کرتے پھر رہے تھے - بزم طرب میں فرحت و اہتزاز کا یہ حال تھا کہ تماشائیوں ہی پر نہیں بلک زمین و آسمان پر بھی سرخوشی طاری ہوگئی تھی - فرحت و انبسا کے اس ہنگامے میں آتش بازیوں نے اور رونق پیدا کر دی - تی ہوائی ، ماہتابی اور گل افشاں (پھلجھڑی) اس کثرت سے چھوڑ جا رہی تھیں کہ زمین سے آسمان تک بڑے جگمگاتے تھے - آن رنگین پھولوں اور شعلوں سے ساری فضا میں قوس قزح اور دم د ستارے چھائے ہوئے معلوم ہوتے تھے - دھنوئیں اور چنگاریوں آسمان کے نیچے ایک اور آسمان نظر آتا تھا جو ستاروں سے مزین ہو

المختصر اس محفل نشاط میں ، جو بڑے آئین اور دل فری انداز سے آراستہ کی گئی تھی ، تمام روئے زمین پرنور معلوم ہ

تھا ۔ محفل عیش کے در و دیوار اور چھتیں مختلف آرائشوں سے ات
دل کش تھے کہ یہ محسوس ہوتا تھا گویا دلھنیں سات سنگار کر
اپنا جلوہ دکھا رہی ہیں ۔ زمین پر دور تک چاندنیوں کا فرش تھا
آن در گل دوز شامیانے اور موتیوں کی لڑیوں کے عکس سے
کیفیت نظر آتی تھی کہ جیسے صدف میں موتی بھرے ہوئے ہیں
سیر کرنے والوں کی نگاہیں آب گوہر میں غوطے کھاتی تھیں ۔ ا
فرسوں پر گل بدن ، سمن اندام ، سنبل مو معشوق ، جنھیں حس
و خوبی کا گلستان اور نگارستان قدرت کا شاہکار کہنا چاہیے
سرو رواں کی طرح محو خرام تھے ۔ ہر حسین اپنی جگہ گلزار پر بہ
تھا ۔ جب یہ ماہوش ، ماہرو گل گشت کرتی ہوئی زلفیں بکھیرے
چوٹیاں ایڑی تک لٹکائے ادھر ادھر آتی جاتی تھیں تو عاشقوں کے
دل اُن کے قدموں [۳۰۶] تلے دس دس جاتے تھے :

کوئی کیتکی اور کوئی گلاب
کوئی مہر تن اور کوئی ماہتاب

ادھر اور آدھر آتیاں جاتیاں
پھریں اپنے جوبن کو دکھلاتیاں

کوئی ڈیڑھ گت ہی میں پاؤں تلے
کھڑی عاشقوں کے دلوں کو ملے

الٹنا وہ ٹھوکر کو دے دے کے تال
وہ بوٹا سا قد اور کھروے کی چال

عیش و طرب کا ہنگامہ اور گرم ہوا تو مختلف علاقوں ک
طوائفوں نے مل کر ایک آواز سے گانا شروع کیا ۔ سننے والو
کا صبر و شکیب لوٹنے پر کمر باندھی ۔ مضراب نے ساز ک
اس طرح چھیڑا اور مطربوں نے اس اصول سے نغمہ سرائی کی ک

باربد اور نکیسا کی روحیں پردۂ ساز کی طرح نقاب عدم میں منہ چھپانے لگیں۔ ہندی رقاصاؤں نے عراق اور حجاز کے آہنگ اس خوش اسلوبی سے ادا کیے کہ زن و مرد انہیں سن سن کر بے خود ہوگئے۔

غرض اس نشاط انگیز تقریب میں عیش و عشرت کا سر انجام ایسا ہؤا جیسا کہ دل چاہتا تھا۔ اب صرف اُس سبھ گھڑی کا انتظار تھا جو ہندوستان کے نجومیوں نے اس کارِ خیر کے واسطے مقرر کی تھی۔ دوپہر چھ گھڑی گزرنے پر یہ مبارک ساعت آئی۔ اُس وقت حضرت خلافت پناہ نے، جو شاہ برج میں جلوہ فرما تھے، قاضی القضاۃ قاضی محمد اسلم کو اپنے حضور میں طلب فرمایا اور اُس ساعتِ سعید میں شاہزادۂ سلیمان جاہ کا عقد بلقیسِ زماں (سلطان پرویز کی دختر) سے پڑھا گیا۔ برجیس خصلت شاہزادے کا زہرہ شمائل شاہزادی سے جاودانی پیوند ہؤا۔ ذرے سے لے کر خورشید تک ہر چیز نے نہایت خلوص سے مبارکباد دی اور ماہ سے ماہی تک ہر شے نے زبانِ بے زبانی سے تہنیت کہی۔ گورکۂ شاہی، جس کی پانچ نوبتیں روزانہ بجتی تھیں، اس موقعے پر اتنے زور سے بجا کہ اس کی گونج گنبدِ گردوں کے پار گئی۔ جمعے کا مبارک دن تھا۔ اُس روز اور بعد ازاں دو ہفتے تک عیش و نشاط کی محفلوں میں طرب و انبساط کی زیادتی اُسی طرح ہوتی رہی جس طرح ہلال بڑھتا رہتا ہے۔ اس مدت میں خدیوِ عالم نے کامرانی و مسرت کے عالم میں سارے جہان کی مرادیں پوری کر دیں۔ جن لوگوں کی آرزوئیں زلفِ معشوق کی طرح پیچ در پیچ اور دراز تھیں وہ بھی اپنی تمام تمنائیں حاصل کرکے شادکام ہو گئے۔ نازک خیال شاعروں نے تہنیت کے قصیدے کہے۔ اتنے صلے پائے کہ اُن کا حال، جو کاکلِ محبوب کی طرح پریشان رہتا تھا، فارغ البالی اور تمول کے سبب بالکل درست ہو گیا۔ ابوطالب کلیم نے [۴۰۷] اس نکاح کا مندرجۂ ذیل قطعۂ تاریخ کہا، بیش بہا انعام حاصل کیا:

ازیں دل کشا جشنِ وافر سرور
ہمہ عید شد سر بسر ماہ و سال

زمان را گرفت امتدادِ فرح
چو تارے کہ پنہاں شود در لآل

دو سعد اخترِ برجِ شاہنشہی
بہ برجِ شرف یافتند اتصال

ز آمیزشِ زہرہ و مشتری
سعادت گرفت است اوجِ کمال

خرد بہرِ تاریخِ ایں سور گفت
قران کردہ سعدینِ برجِ جلال

آمید ہے کہ یہ رشتہ ، جسے سر رشتۂ انتظامِ عالم کہنا چاہیے ، مزاجِ دہر کو اعتدال پر رکھے گا اور کون و مکاں کی بنیاد کو قیامت تک استحکام بخشے گا ۔

۲۹ بہمن (۱۸ فروری ۱۶۳۳ء) کو شاہزادۂ والا گہر کی التماس کے بموجب حضرت خلافت پناہی اُن کے دولت خانے پر تشریف لے گئے ۔ دارالسلطنت کے تمام اکابر ، روشناس سرداروں سے لے کر شاہزادوں تک ، حضرت کے ہمرکاب رواں ہوئے اور طرح طرح کی سعادتوں سے بہرہ مند ہوتے گئے ۔ دولت خانۂ شاہی سے شاہزادہ دارا شکوہ کی حویلی سترہ جریب فاصلے پر تھی ۔ کامگار ، آداب داں ، قاعدہ شناس شاہزادے نے عنایت شاہی کے شکریے میں قلعۂ معلیٰ سے اپنے محل تک زربفت اور مخمل کا فرش بچھوانے کا اہتمام کیا تھا ۔ جب حضرت کی سواری کے داخل ہونے سے شاہزادے کی حویلی رشکِ آسماں بن گئی تو اس صاحبِ اقبال نے سب سے پہلے پدرِ بزرگوار کے سر اقدس پر روپے اشرفیاں نچھاور کیں ۔ بعد ازاں نہایت

بیش قیمت پیشکش نذر کی جو ہر ملک کے نادر و نایاب تحفوں پر مشتمل تھی ۔ اور چیزوں کے علاوہ سرافراز نام کا نہایت تیز رفتار عراقی گھوڑا تھا جس کا مرصع ساز شاہزادے نے اپنی سرکار کے کارخانے میں اسی مقصد کے لیے بڑی توجہ سے تیار کروایا تھا ۔

حضرت خلافت مرتبت کے حسب ایما شاہزادۂ کامگار نے امرائے ذی شان کو اُن کے مرتبے کے مطابق خلعت عطا کیے۔ پہلے یمین‌الدولہ آصف خاں کو پارچات کے دو توقوز[1] اور شمشیر مرصع عطا ہوئے۔ پھر علامی افضل خاں اور تین امرائے عالی شان کو بیش قیمت خلعت مع زردوزی چار قب عنایت فرمائے ۔ باقی نامور امیروں کو فرجی (پوشاک) اور خلعت بخشے ۔ ان کے علاوہ جو روشناس سردار تھے وہ صرف خلعت سے سرفراز ہوئے ۔ یہ سب اشخاص پہلے حضرت شہنشاہ عالم [۴۰۸] کے سامنے تسلیم و کورنش بجالائے ، پھر شاہزادے کو تسلیمات کرکے رخصت ہوئے۔

۱- 'توقوز' ترکی زبان کا لفظ ہے - یہاں گٹھری کے معنی میں استعمال ہؤا ہے - ہر گٹھری میں نو عدد تھان ہوتے تھے کیونکہ نو کا عدد مبارک سمجھا جاتا ہے -

نذر محمد خان والیِ بلخ کے معذرت نامے کے جواب میں ، جو وقاص حاجی کے ہاتھ بھیجا گیا تھا ، درگاہِ گیتی پناہ سے مراسلے اور سفیر کی روانگی نیز دیگر مختصر واقعات

پروردگار عالم اپنی نیابت و خلافت کی عنان اس آداب داں ، دانشمند شخص کے ہاتھ میں دیا کرتا ہے جو ہر حال میں ، بالخصوص غیظ و غضب کے موقعے پر ، سنجیدگی و متانت سے کام لے ۔ نیز مختلف جذبات کی شدت کے وقت ، بالخصوص نفس امارہ کی سرکشی کے عالم میں ، جو ہر انسان پر کسی نہ کسی وقت طاری ہو جاتی ہے ، ضبط و تحمل کا ثبوت دے ۔ اس معاملے میں سب سے زیادہ قابل تعریف وہ بادشاہ ہے جو انتقام کے موقعے پر درگزر کرکے عفو و کرم کا مظاہرہ کرے کیونکہ انتقام سے نفرت اور فساد کی چنگاریاں اور زیادہ بھڑک اٹھتی ہیں ۔ خدا کا شکر ہے کہ ان معاملات میں حضرت صاحبقران ثانی کو خدا نے بڑا پایہ عطا کیا ہے ۔ بالخصوص گناہگاروں، مجرموں کو معاف فرمانے کی عادت اس طرح حضرت کے خمیر میں شامل ہو چکی ہے کہ عفو و درگزر کی تلخی آپ کو شہد انتقام سے زیادہ لذیذ معلوم ہوتی ہے ۔ اس بات کا ثبوت درکار ہو تو نذر محمد خان والی بلخ کی مثال دیکھ لیجیے جس نے اپنے تنگ چشم ازبکوں کی فوج سے قلعۂ کابل کا محاصرہ کرکے اس علاقے میں اپنے لٹیرے رفیقوں سے سخت اودھم مچایا تھا ۔ اس کے باوجود حضرت سلیمان

حشم نے اُس کی گستاخی و دراز دستی سے چشم پوشی کر کے [۴۰۹] اُس کی معذرت قبول فرمائی ۔ وجہ یہی ہے کہ حضرت دوسروں کی تمام غلطیوں کو نظر انداز کر کے عفو و کرم کو مراسلت کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود مجرموں کو عذر خواہی کے طریقے سکھاتے ہیں ۔

اس ضمن میں نذر محمد خاں والیِ بلخ نے اپنے سفیر وقاص حاجی کو ایک معذرت آمیز مراسلہ دے کر بھیجا تھا ۔ حضرت نے اُس کی گستاخی و شوخ چشمی سے مصلحتاً چشم پوشی فرمائی ۔ سفیر سے کوئی بات نہ کہی ۔ ان دنوں جب اُسے واپسی کی اجازت دی تو اُس کی مزید دلجوئی کے واسطے تربیت خاں کو ، جو اس خاندان ذی شان کا پرانا خادم ہے ، اپنی سفارت کے لیے نامزد فرمایا ۔ ترقی دے کر ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی ۔ خلعت فاخرہ اور ہاتھی گھوڑا عطا کر کے مزید عزت افزائی کی ۔ وقاص حاجی کو اُس کے ہمراہ واپس کیا ۔ علامی افضل خاں کا لکھا ہوا گرامی نامہ ، جس میں بے انتہا فتوحات کی تفصیل ، نظام الملک اور عادل خاں کی تنبیہ و تادیب اور خان جہاں لودھی کے استیصال کا حال درج تھا ، تربیت خاں کے حوالے کیا ۔

باقر خاں اڑیسہ کی صوبے داری سے تبدیل ہو کر گجرات کی صوبے داری پر فائز ہوا جہاں اب تک اسلام خاں مامور تھا ۔ چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار نصف دو اسپہ ، سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز کر کے خلعت اور ہاتھی گھوڑا دے کر رخصت فرمایا ۔ میر توزک کا عہدہ خلیل اللہ خاں کے سپرد تھا ۔ اس منصب کے لیے معاملہ فہمی اور کاردانی ازبس ضروری ہے ۔ جو لوگ پایہ شناس اور مرتبہ داں ہوں وہی اس کا سر انجام کر سکتے ہیں ۔ خلیل اللہ خاں کے مزاج میں تیزی اور غیظ و غضب کی زیادتی تھی جو

لوگوں کی ناخوشی کا سبب بنتی ہے - چونکہ خان مذکور تیز مزاجی کے سبب میر توزکی کی خدمت حضرت کی مرضی کے مطابق انجام دینے سے قاصر رہا تھا لہٰذا آپ نے آسے اس عہدے سے ہٹا کر مروت خاں ترکہان کو مرشد قلی خاں کا خطاب دے کر اس خدمت پر مامور [۳۱۰] فرما دیا -

برجِ صاحب قرانی کے مبارک ستارے شاہزادہ محمد شجاع کا دودمانِ صفویہ کی چشم و چراغ کے ساتھ عقد و ازدواج

بادشاہوں کی سب سے عمدہ سرگرمی یہ ہے کہ تمام کوششیں اپنی مبارک نسل کے بڑھانے میں مبذول کریں - یہ اتنی اہم بات ہے کہ تفصیل و بیان کی محتاج نہیں - عقل اور شرع نے عوام کو بھی نکاح و تزویج کی تاکید کی ہے - بادشاہوں کے معاملے میں یہ بات اور بھی اہم ہے - عوام کے شادی بیاہ سے افراد میں اتحاد پیدا ہوتا ہے اور بادشاہوں کے نکاح بیاہ سے مزاج دہر اعتدال پر آتا ہے بلکہ نوعِ انسان ، جو خلاصۂ کائنات ہے ، انھی حضرات کے وجود سے قائم رہتی ہے - اسی مناسبت سے سلطان کو ظل اللہ کہا جاتا ہے - اس مقدمے کے مطابق حضرت خلافت پناہ نے ، جو ہر وقت رعایا کی بہبود اور بستیوں کے امن و امان کا انتظام کرتے رہتے ہیں ، یہ سوچا کہ شاہزادۂ جواں بخت محمد شجاع کا عقد خاندان صفویہ کی عصمت مآب دوشیزہ کے ساتھ ، جو رستم میرزا صفوی کی دختر نیک اختر ہے ، کر دیا جائے - منگنی پہلے ہو ہی چکی تھی - چونکہ آن دنوں ماہِ رمضان

کی آمد آمد تھی اور عام دستور یہ ہے کہ عیدالفطر اور عیدالضحیٰ کے درمیان نکاح بیاہ نہیں ہوتا ، لہذا حضرت صاحبقران نے چاہا کہ اس کار خیر میں مزید تاخیر نہ ہونے پائے ۔ نجومیوں کو ، جو اپنے فن کے ماہر کامل ہیں ، حکم دیا کہ عیدالفطر سے پہلے کوئی مبارک گھڑی تجویز [۱۱۳] کریں ۔ انھوں نے عرض کیا کہ عیدالفطر تک بلکہ اگلے سال تک کوئی ساعت شب ِ جمعہ ، ۲۳ شعبان ۱۰۴۲ھ (۵ مارچ ۱۶۳۳ء) سے زیادہ سعید نہیں ۔ اس روز اسفندار کی ۱۴ تاریخ پڑتی ہے وہ بھی اپنی جگہ مناسب ہے ۔

چونکہ حضرت کو اس معاملے میں تاخیر پسند نہ تھی اس لیے اپنی اقبالمندی پر اعتماد کرکے ، جو ستاروں کی نحوست تک کو زائل کر دیتی ہے ، سرکاری کارپردازوں کو ضروری سامان کا سرانجام کرنے پر مامور فرمایا ۔ اگرچہ شاہزادہ دارا شکوہ کی شادی اور مذکورہ بالا تاریخ میں فقط بائیس روز کا فاصلہ ہے لیکن فرمان بردار خادموں نے حضرت کے حسب الحکم تھوڑے ہی عرصے میں اس مبارک تقریب کا سارا سامان درست کر دیا ۔ اس خوبی کے ساتھ تمام معاملات کا سرانجام ہؤا کہ جن لوگوں کو اس سلطنت ِ خداداد کی جاہ و حشمت اور اقبالمندی کا صحیح اندازہ نہ تھا وہ حیرت زدہ رہ گئے ۔ ارباب ِ دانش و بینش کو مزید بصیرت حاصل ہوئی ۔ دوسرے ملکوں کے بادشاہ ، جن کی حیثیت اس خاندان ِ ذی شان کے تاجداروں کے سامنے شاہ ِ شطرنج سے زیادہ نہیں ، واقف ہو گئے کہ سلطنت ِ مغلیہ کا جاہ و جلال اور شان و شوکت کس درجے پر ہے ۔

المختصر ۹ شعبان ۱۰۴۲ھ (۱۹ فروری ۱۶۳۳ء) کو اسی آئین اور قاعدے کے ساتھ ، جو دارا شکوہ کی شادی میں بیان ہو چکے ہیں ، صادق خاں میر بخشی ، میر جملہ میر سامان اور موسوی خاں صدر الصدور کے ہاتھ ڈیڑھ لاکھ روپے کا سامان بطور ِ ساچق

رستم میرزا صفوی کے گھر روانہ کیا جو نادر و نایاب تحفوں ، جواہرات اور نقد رقم بر مشتمل تھا - جب نکاح کی تاریخ قریب آئی تو ۲۲ شعبان ۱۰۴۲ھ (۴ مارچ ۱۶۳۳ء) جمعرات کی شب کو ، جو حنا بندی کی رات تھی ، میرزا رستم کے دولتکدے سے مہندی کے خوان آئے - اُن کا ساز و سامان کیا بیان کیا جائے - خاندانِ تیموری اور دودمانِ صفوی کی شان کے عین مطابق تھا - مہندی بڑی شان و شوکت سے آئی - باقی رسمیں یعنی آتشبازی اور چراغاں بھی قابلِ تعریف طور بر ظہور پذیر ہوئیں - شاہی دولت خانے میں ، جہاں مہندی کی رسم انجام پانے کو تھی ، یمین الدولہ آصف خاں اور دیگر امرائے نامدار موجود تھے - مہندی لگانا ، زربفت کے خریطے [۴۱۲] بانٹنا ، پھول ، پان ، عطر اور مٹھائی کی تقسیم غرض تمام رسوم شاہزادۂ دارا شکوہ کے عقد کی طرح بڑی شائستگی سے ادا ہوئیں - ان محفلوں میں بندی رقاصاؤں کا ناچ گانا عام معمول ہے - انھوں نے اپنے رقص و سرود سے حاضرینِ محفل کو ایسا محظوظ کیا کہ فکر و تردد کا زنگ دل کے آئنے سے دور ہو گیا -

تمام رسوم کے سرانجام یعنی رقص و سرود اور دوسری تفریح بخش چیزوں سے عوام و خواص کے دل ایسے مسرور ہوئے کہ رنج و غم ہمیشہ کے لیے خانۂ دل سے نکل گئے - اگلے روز عصمت مآب بیگم صاحب کی سربراہی میں اُن کے فرشتہ محضر بھائی کی شادی کا تمام سامان ، جس کی مجموعی لاگت دس لاکھ روپے تھی ، دستورِ سابق کے مطابق بارگاہِ چہل ستون میں نمائش کے لیے ترتیب دیا گیا - اس سامان کا زیادہ حصہ حضرت بیگم صاحب نے خود فراہم کیا تھا - البتہ تھوڑا سا نواب مہد علیا ممتاز محل بیگم مرحومہ کی سرکار سے آیا تھا - سب چیزیں اس بارگاہِ شاہی میں ، جو اس مقصد کے لیے خالی کرائی گئی تھی ، نئی ترتیب، نئے انداز سے سجائی گئیں - چراغِ خانۂ عصمت ، چشم و چراغِ دودمانِ سلطنت حضرت بیگم صاحب کے

حسبِ التماس بادشاہ سلامت نے وہاں تشریف لا کر اُس محفل کی رونق افزائی فرمائی ۔ اگرچہ یہ سامان نسبتاً شاہزادہ دارا شکوہ کی شادی کے ساز و سامان سے کم تھا لیکن بلا مبالغہ اس خوش وضعی اور حسنِ ترتیب کے ساتھ سجایا گیا کہ پہلی تقریب سے زیادہ دلفریب نظر آیا ۔ اس میں حضرت کی توجہ اور قرۃالعینِ سلطنت بیگم صاحب کی کوشش اور ہدایت کو زیادہ دخل تھا ۔ آرائش و تجمل کی اس مرتبہ وہ کیفیت تھی کہ بے اختیار یہ مصرع زبان پر آ رہا تھا :

نقاش نقشِ ثانی بہتر کشد ز اول

اس محفلِ رنگیں کو نگار خانہ کہیے تو کم ہے ۔ در و دیوار اس طرح سجائے گئے تھے کہ کلام اللہ کی آیتوں کی طرح ، جو لطفِ معانی سے لبریز ہوتی ہیں ، بام و در سراسر حسن و خوبی کا مخزن بن گئے ۔ کہیں کوئی کمی یا کوتاہی نہ تھی ۔ ساری انجمن اس تکلف سے سجائی [۳۱۴] گئی تھی کہ ہر آرائش برمحل معلوم ہوتی تھی ۔ غزل کے برجستہ مطلعے کی طرح ، جو آرائش و تصنع کے باوجود بے تکلف نظر آتا ہے ، یہ محفل بھی اپنی نزاکت و رنگینی کے لحاظ سے برجستہ و موزوں نظر آتی تھی ۔ جب حضرت نے اس انجمنِ خاص کی خوب سیر کرلی تو کنیزوں اور خواصوں کو رخصت کر کے امرائے عظام کو حاضر ہونے کا حکم دیا ۔ وہ جمع ہو گئے تو حضرت خلافت پناہی کے ایما کے مطابق نواب قدسی‌القاب ، بانوئے روزگار ، جہاں آرا بیگم صاحب کی سرکار سے تمام امرا کو اُن کے درجے اور رتبے کے مطابق خلعتِ فاخرہ عطا ہوئے ۔ خادموں اور نوکروں نے بھی خلعت اور جوڑے پا کر دلی مرادیں حاصل کیں ۔

بارگاہِ چہل ستون میں شادی کا سامان اس کیفیت اور پھبن

کے ساتھ پھیلا ہؤا تھا کہ دیکھنے والے تعریفیں کرتے کرتے تھک گئے ۔ سب سے زیادہ حیرت اس بات پر تھی کہ صرف بائیس روز کے عرصے میں دو شادیوں کے سامان کا سرانجام کس طرح ہوگیا ۔ سامان بھی ایسا کہ لاگت ، قیمت ، شان و شوکت اور تکلف و ندرت میں جواب نہ رکھتا تھا ۔ ہر شخص انگشت بہ دنداں تھا ۔ جب سبھوں نے خوب نظارہ کر لیا تو یہ تمام شاہانہ ساز و سامان بارگاہِ خاص و عام سے شاہزادہ شجاع کی حویلی میں بھیج دیا گیا جو دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے ۔ یہ وہی محل ہے جو حضرت شاہجہاں کی شاہزادگی کے زمانے میں آپ کا مسکن تھا ۔ نمازِ مغرب کے وقت جب آفتابِ عالمتاب شفق کے سرخ پردوں کے پیچھے شبستانِ ظلمت میں چھپ گیا تو حضرت جہاں پناہ کے حسب الحکم شاہزادہ اورنگ زیب اور شاہزادہ مراد ، یمین الدولہ آصف خاں اور دیگر امراء کے ساتھ عروسِ اقبال کے دولھا (شاہ شجاع) کی حویلی میں گئے اور دریائے جمنا کے ساحل ساحل انھیں اپنے ہمراہ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔

دریائے جمنا کے سارے ساحل پر شاہزادے کی حویلی سے لے کر درشن کے جھروکے تک چراغاں اور آتشبازی کا اہتمام تھا ۔ چراغوں، شمعوں ، مشعلوں اور فانوسوں کی روشنی [۲۰۴] سے زمین و آسماں ایسے منور تھے کہ آفتابِ تاباں اور ماہِ کامل کا نور ان کے سامنے ماند تھا ۔ فتحِ مہمات کے شگون کے بطور جابجا مختلف آتشبازیاں چھوڑی جا رہی تھیں ۔ تیر ہوائی آسماں کی خبر لاتا اور چرخ ہفتم تک پھول بکھیرتا جاتا ۔ ماہتابی چودھویں رات کی چاندنی کا لطف دکھاتی ۔ غرض بڑی دھوم دھام تھی ۔ جب نجومیوں کی طے کردہ مبارک گھڑی آ گئی تو حضرت خلافت پناہ نے شاہ برج میں قاضی القضاۃ اور دیگر علماء کو بلوا کر مہر سپہر سلطنت شاہزادہ شجاع کا عقد زہرۂ برج سیادت و شرافت ، دختر رستم میرزا صفوی سے پڑھوایا ۔ اہلِ عالم

نے مبارک باد دی اور اس تقریب کے آداب ادا کیے ۔ حضرت کے انعامات اور بکھیر (نچھاور) سے خاص و عام کی مرادیں پوری ہوئیں ۔ شاعروں نے حضرت کے روبرو نہایت آب دار قصیدے اس تقریب سعید کی تہنیت میں پڑھے ۔ ارباب نشاط نے اپنی زمزمہ سرائی اور نغمہ سنجی کے جوہر دکھا کر اپنی سریلی آوازوں اور سازوں کی جھنکار سے حاضرین کو محظوظ کیا ۔ ہر شخص کی آرزوئیں اس طرح بر آئیں کہ سینے میں ارمان کا نام و نشان باقی نہ رہا ۔ ملک الشعراء ابو طالب کلیم نے اس شادی کی تاریخ میں مندرجہ ذیل قطعہ کہا :

اے دل از گلشن امید گل عیش بچیں
روزگار طرب و عشرت جاوید آمد

جشن دامادی سلطان جہاں شاہ شجاع
عالم افروز تر از کوکبۂ عید آمد

بہر تاریخ قران گرد رقم کلک کلیم
مہد بلقیس بسر منزل جمشید آمد

۱۰۴۲ھ

اس مبارک سال کے باقی واقعات بالخصوص ان غلط دستوروں کا خاتمہ جو کشمیر میں رائج تھے

پروردگار عالم نے خراب آباد دنیا کی بنیاد انصاف پیشہ بادشاہوں کے عدل و داد پر رکھی ہے اور دنیا کا انتظام ان کے

لطف و قہر سے وابستہ کیا ہے - [۳۱۵] خدائے پاک ہی ان بادشاہوں میں سے کسی ایک دو ممتاز کرکے ملکوں اور شہروں کی آبادی کا ضامن بناتا ہے - یہ تاجور اپنی عدالت کی معماری سے آبادیِ عالم کی بنیادیں قائم کرتا اور ابرِ فیض و کرم کی بارش سے اس غبار کو دھو ڈالتا ہے جو ظالموں کے ظلم و ستم سے مظلوموں کے دل پر بیٹھ جاتا ہے - اس مقدمے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ بیہودہ طریقے اور دستور ، جو مدتوں سے کشمیر میں رائج ہو کر اور رفتہ رفتہ انتہا کو پہنچ چکے تھے ، حضرت کی توجہ سے موقوف ہوئے - اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب کشمیر کے درجہ نویسوں نیز ظفر خاں صوبے دار کی عرضداشت سے حضرت کو مذکورہ بالا مظالم کا علم ہؤا تو بے توقف ظفرخاں کے نام فرمان صادر کیا کہ وہ تمام ظالمانہ قاعدے ، جو اب تک جاری رہے ہیں ، دفترِ انتظام بلکہ صفحۂ روزگار سے فوراً مٹا دیے جائیں -

ان غلط قاعدوں کی تفصیل یہ ہے کہ اب تک سرکاری کارپرداز کشمیر کے باشندوں بالخصوص ضعیف مسکین بیواؤں اور کم عمر یتیم بچوں سے زعفران کے پھول چننے کا کام بلکہ بیگار لیتے تھے - حضرت نے فرمان صادر فرمایا کہ آئندہ ان لوگوں کو تنگ نہ کیا جائے - جو اشخاص یہ کام کریں انھیں سرکارِ شاہی سے باقاعدہ اجرت دی جائے - علاوہ ازیں زمانۂ قدیم سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ دھان کی ایک خروار پر ڈھائی ٹکے (مالیہ) وصول کیا کرتے تھے - آپ نے جونہائی ٹکہ مقرر کیا - یہ بھی حکم فرمایا کہ مابدولت کے عہدِ حکومت میں زکواۃ اور راہداری کے بطور لاکھوں روپے خزانۂ عامرہ میں داخل ہوتے ہیں ، چھوٹے اور حقیر معاملوں میں کسی سے ایک کوڑی وصول نہ کریں - یہ بھی دستور تھا کہ ہر موضعے سے چار سو خروار دھان پر کسانوں سے دو مینڈھے وصول کیا کرتے تھے - کچھ عرصے سے صوبے داروں نے یہ زیادتی شروع [۳۱۶] کر رکھی

تھی کہ مینڈھوں کے بجائے فی راس چھیاسٹھ ٹکے وصول کرنے لگے تھے جو تین مینڈھوں کی قیمت کے برابر ہے ۔ حضرت نے حکم فرمایا کہ فرمان پہنچتے ہی یہ زیادتی موقوف کر دی جائے ، سابقہ دستور جاری ہو ۔ یہ بھی دستور ہو چکا تھا کہ ایک گانو میں کئی کئی قانون‌گو پہنچ جایا کرتے اور ہر ایک اپنی قانون‌گوئی کا حق وصول کیا کرتا جس سے کسانوں اور جاگیرداروں کو نقصان پہنچتا ۔ حکم ہوا کہ صرف ایک قانون‌گو اپنا حصہ وصول کیا کرے ، دوسروں کو دخل نہ ہو ۔ ملاحوں سے فی کس (چھوٹا ہو یا بڑا) ۵ ۷ ٹکے میر بحری کا محصول لیے لگے تھے ۔ آپ نے ہدایت کی کہ یہ طریقہ ختم کرکے پرانے دستور پر عمل کیا جائے یعنی بوڑھوں سے بارہ ٹکے ، نو عمروں سے چھبیس ٹکے اور جوانوں سے ساٹھ ٹکے لیا کریں ۔ ظفر خاں صوبے‌دار کو حکم ملا کہ اس فرمان کے بموجب ضعیفوں اور مسکینوں کو بیگار سے اور بے اندازہ ٹیکسوں کے بوجھ سے آزاد کرے اور فرمان کی عبارت پتھر کی سل پر کھدوا کر جامع مسجد میں لگوا دے ۔ امید ہے کہ اس انصاف پروری کے صلے میں ، جس سے عدل و احسان کی بنیادیں مضبوط ہو گئی ہیں ، حضرت صاحبقران ثانی کے یہ معدلت آمیز قوانین دین اسلام کی طرح ہمیشہ رائج رہیں گے ۔

اسی زمانے میں اطلاع ملی کہ لشکر خاں صوبے‌دار دہلی کی صحت پر ضعیفی کی فوج نے حملہ کرکے اس کے ہوش و حواس کا خزانہ لوٹ لیا ہے ۔ ہاتھ پاؤں معمولی کام کرنے سے بھی عاجز ہیں ۔ اس قابل نہیں رہا کہ حضرت کی مرضی مبارک کے مطابق صوبے‌داری اور فوج کی سرداری کا فریضہ انجام دے سکے ۔ بادشاہ حقیقت شناس کو اندازہ ہو گیا کہ محنت شاقہ اور نقل و حرکت سے اس پرانے خادم کو سخت تکلیف پہنچتی ہو گی ۔ چونکہ آپ جاں‌نثار خادموں اور قدیم الخدمت سرداروں کے حقوق کا بہت لحاظ کرتے

ہیں لہٰذا اس دیرینہ ، مخلص غلام کو ہر طرح کی خدمت سے بلکہ دربار کی حاضری تک سے معاف فرما کر حکم دیا کہ دعا گویوں کے لشکر کی سرداری اختیار کر لو ۔ دہلی کی صوبے داری اس کے نام سے ہٹا کر اعتقاد خاں ولد اعتمادالدولہ کے سپرد کر دی ۔

۲۱ اسفندار (۱۳ مارچ ۱۶۳۳ء) کو بادشاہِ ہفت کشور نے [۱۷م] شاہزادہ شاہ شجاع کی حویلی میں تشریف فرما ہو کر اسے چرخِ چہارم سے زیادہ معزز و منور کیا ۔ آداب داں شاہزادے نے ملکوں ملکوں کے نفیس پارجات پا انداز کے بطور سارے راستے میں بچھا کر بکھیر کی رسم ادا کی ۔ حضرت کے حسب الحکم شاہزادے نے بیش قیمت پارجات کی دو گٹھریاں اور شمشیر مرصع یمین الدولہ آصف خاں کو اور خلعت مع چار قب علامی افضل خاں اور تین معزز امرا کو عطا فرمائے ۔ چند امراء کو خلعت اور فرجی ، باقی اشخاص کو فقط خلعت عنایت کیے ۔ خدیو روزگار نے کمال مہربانی کے بطور شام تک وہیں قیام فرما کر سارا دن عیش و طرب میں گزارا اور خاصہ بھی وہیں تناول کیا ۔

سنہ ٦ جلوس کا آغاز

۹ رمضان ۱۰۴۲ھ (۲۰ مارچ ۱۶۳۳ء) اتوار کے روز سنہ ٦ جلوس کے آغاز میں جشن نوروزی نہایت خیر و برکت اور زیب و زینت کے ساتھ منعقد ہوا ۔ ہر سال کے دستور بلکہ روزانہ معمول کے مطابق بارگاہ چہل ستون کے در و بام نفیس پارچوں اور مرصع کاری سے آراستہ ہو کر رشک گلشن بن گئے ۔ خدیوِ روزگار صاحب قرانِ ثانی نے کمال جاہ و جلال سے تختِ سلطنت پر جلوس فرما کر اسے چرخِ چہارم سے زیادہ عالی رتبہ بنا دیا ۔

شاہزادوں اور امرائے نام دار تسلیم اور کورنش بجا لانے کے بعد اپنے اپنے مقررہ مقامات پر کھڑے ہوگئے ۔ تخت شاہی کے گرداگرد (سامنے) امراء کہکشاں کی طرح صف بستہ تھے ۔ اس مبارک تاریخ بر بہار کے صوبے دار عبداللہ خاں فیروز جنگ کی پیش کش نظر انور سے گزری جو بیش قیمت جواہرات، نفیس مرصع آلات، چھ ہاتھیوں، چند گھوڑوں اور اللہ ویردی خاں کی طرف سے بھیجے ہوئے پچاس ہزار روپوں کی نطر در مشتمل تھی۔

[۲۱۸] بتاریخ ۱۹ رمضان (۳۰ مارچ ۱۶۳۳ء) خواجہ ابوالحسن تربتی نے، جو دیوان کل کے عہدے پر سرفراز تھا، لمبی عمر پاکر اور عزت و جاہ کا لطف اٹھا کر جہان فانی سے کوچ کیا ۔ بہت سی بیماریاں، جن میں بڑھاپا بیس بیش تھا، آسے لاحق ہو گئی تھیں خواجۂ مذکور خاندان مغلیہ کا پرانا جاں نثار خادم تھا ۔ اکبر کے زمانے میں شاہزادہ دانیال کا وزیر اور دیوان دکن رہ چکا تھا جہانگیر کے عہد میں اول اول مستقل میر بخشی رہا، پھر دیوا
کی خدمت اس کے سپرد ہوئی ۔ ان وجوہ سے خدیو روزگار ک
ایسے وفادار خادم کے مرنے کا بہت قلق ہوا ۔ مرحوم کے بی
ظفر خاں کو، جو باپ کے نائب کی حیثیت سے کشمیر کی صوبے دار
کر رہا تھا، تین ہزاری ذات، دو ہزار سوار کا منصب دے نیز علم اور نقارہ عطا کرکے کشمیر کی صوبے داری پر سرفر
فرمایا ۔ خلیل اللہ خاں کو داروغۂ توپ خانہ، محمد حسین کو برہان پ
(مالوہ) کی دیوانی، میر عبدالکریم کو عمارات دہلی کا داروغہ م
کیا ۔ خواص خاں ہی کو ترقی دے کر تین ہزاری ذات، دو ہ
سوار کا منصب عنایت فرمایا ۔ قاضی محمد سعید کو ہرودی کو
تیس ہزار روپے سالانہ وظیفہ ملتا تھا، اب آسے ہزاری ذا
ایک سو سوار کا منصب عطا ہوا ۔ جشن نوروز کے موقعے پر

پیشکشیں وصول ہوئیں اُن کی مجموعی قیمت چودہ لاکھ روپے تھی۔

اسی زمانے میں سورت بندر میں ایک عجیب واقعہ رونما ہؤا جو دنیا کے بدیع واقعات میں سے ہے۔ صوبۂ گجرات کے واقعہ نویسوں سے یہ اطلاع ملی کہ وہاں ایک نائی کی بیوی نے چار لڑکیاں جنیں۔ لمحہ بھر زندہ رہ کر چاروں مر گئیں۔ انھی دنوں نذر محمد خاں والیِ بلخ کے اتالیق یلنکتوش بے کی بہن حج اور زیارت کے ارادے سے آگرے پہنچی۔ دولت خانۂ شاہی میں آکر اس نے اپنے بھائی کی بھیجی ہوئی پیش کش نظر عالی سے گزاری جو سو ترکی گھوڑوں، بچھیر اونٹوں اور سانڈنیوں اور نو عدد قلماق غلاموں پر مشتمل تھی۔ اپنی طرف سے بھی اٹھارہ گھوڑے پیش کیے۔ پھر مولانا حسن قبادیانی، جو ماوراء النہر کا نہایت عالم و فاضل، متقی دین دار اور نیکوکار دین دار تھا اور حج و زیارت کے ارادے سے اُس خاتون کے ہمراہ آیا تھا، بارگاہِ والا میں حاضر ہؤا۔ ۲۷ گھوڑے جو تحفے کے بطور لایا تھا، پیش کش کیے۔ [۳۱۹] حضرت نے یہ تمام چیزیں قبول فرما کر ان تمام اشخاص کو خلعت فاخرہ اور دیگر عنایات سے سرفراز فرمایا۔ ارادہ یہ تھا کہ سفر حج پر رخصت کرتے وقت ان سبھوں پر مزید نوازشیں کریں گے لیکن اُس عصمت مآب خاتون کے نصیب میں حج اور زیارت کی سعادت نہ تھی۔ آگرے ہی میں فوت ہوگئی۔ بیت اللہ کے طواف سے محروم رہی اور یہیں سایۂ رحمت پروردگار میں چلی گئی۔

۲۲ [فروردیں] یکم شوال ۱۰۴۲ھ (۱۱ اپریل ۱۶۳۳ء) کو عیدالفطر نے دولت خواہوں کو مسرت و سعادت کی خوش خبری سنائی۔ بادشاہ زمانہ نے جناب سیدالمرسلین اور ائمۂ دین کی سنت کے مطابق عیدگاہ میں تشریف فرما ہو کر آسے اپنے نورانی وجود

سے رشک طور بنا دیا ۔ عید کا دوگانہ پڑھ کر ، دولت و اقبال کو جلو میں لیے ہوئے ، ہاتھی پر سوار ہو کر دولت خانے میں واپس آئے ۔ ہاتھی کے دائیں بائیں خدام نے روپوں اشرفیوں کی اتنی بکھیر کی کہ محتاجوں مسکینوں کی جھولیاں بھر گئیں ۔ مفلسوں نے اپنی مرادیں پائیں ۔

اسی زمانے میں لشکر خاں دہلی سے آ کر حاضر خدمت ہؤا ۔ چونکہ ملازمت سے سبک دوش کر دیا گیا تھا لہٰذا اس کا بیٹا سزاوار خاں ڈھائی ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کے منصب در سرفراز کیا گیا ۔ باپ کی طرح اسے بھی علم اور نقارے کا امتیاز عطا ہؤا اور جان نثار خاں کی جگہ لکھی جنگل کی فوج داری سپرد کی گئی ۔ لشکر خاں کے منجھلے بیٹے لطف اللہ کو ہزاری ذات ، چار سو سوار کا منصب عطا ہؤا ۔ واقعات کابل سے واضح ہؤا کہ صوبۂ کابل کا ایک کوہکی سردار یادگار حسین خاں کاتبان قضا و قدر کے فرمان کے بموجب ملک عدم میں تعینات ہو گیا ۔ اسی طرح لاہور کا ایک سردار خواجہ بابا بھی اجل موعود اور قضائے مبرم کے [۳۰۲] تقاضے سے اُدھر روانہ ہؤا ۔

خواجہ قاسم خاں مخاطب بہ صفدر خاں کا ایران کی سفارت پر جانا

ایران کا تاج دار شاہ عباس صفوی کمال بصیرت و ہوش مندی کی بدولت حکمت عملی میں ماہر تھا ۔ اپنی سلطنت کی بہبود ، رعایا کی فلاح اور عاقبت اندیشی کے تقاضے سے حضرت جہانگیر بادشاہ کے ساتھ اخوت و دوستی کا سلسلہ قائم رکھتا اور ہمیشہ مراسلات

بھیج بھیج کر دوستی و یگانگی کا شیوہ اختیار کرتا تھا ۔ جب آن حضرت کا انتقال ہو گیا اور حضرت شاہجہاں نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تو شاہ عباس نے بڑی تیزی سے ایک سردار بحری بیگ کو روانہ کیا کہ برق و باد کی طرح دارالخلافہ آگرہ میں پہنچ کر مراسم تہنیت ادا کرے اور جلد واپس آ جائے تاکہ اس کے بعد کوئی ذی جاہ ایلچی ، جو رسالت و سفارت کے عہدے کے لیے موزوں ہو ، تحفے اور ہدیے دے کر بھیجا جائے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ، بحری بیگ کے آگرہ پہنچنے سے پہلے شاہ عباس کا انتقال ہو گیا اور اُس کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا ۔ اس کے جانشین شاہ صفی نے اپنے دادا کی روش کے مطابق مقررہ رسوم جاری رکھیں اور اسلاف کی طرح اُس پسندیدہ طریقے پر قائم رہا ۔ شاہ عباس مرحوم کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے سفیر محمد علی بیگ کو ، جو سلطنت ایران کا نہایت معتبر سردار اور شاہ صفی کا معتمد آدمی تھا ، جلوس مبارک کی تہنیت ادا کرنے کے لیے روانہ کیا ۔ اونٹ گھوڑے اور ایران کی نہایت نفیس اشیا ، نادر تحفے، جن کی قیمت تین لاکھ روپے تھی ، اُس کے ہاتھ ارسال کیے ۔

حضرت ظل سبحانی ، صاحبقران ثانی نے بھی مہر و محبت کی بنیاد استوار کرنے کے لیے صفدر خاں کو، جسے آپ نے شاہزادگی کے زمانے سے تربیت کیا تھا اور نہایت متین ، سنجیدہ ، باوقار اور خوش اطوار امیر تھا ، سفیر بنا کر ایران روانہ کیا ۔ والا نامہ جس میں شاہ عباس کے انتقال کی تعزیت اور شاہ صفی کی تخت نشینی کی مبارکباد نیز تازہ فتوحات کا حال درج تھا ، اُس کے سپرد فرمایا ۔ اگرچہ صفدر خاں حضرت کا مزاج شناس تھا پھر بھی اُسے شاہان ایران سے گفتگو کرنے اور نشست و برخاست کے قاعدے نیز تمام

دیگر آداب اچھی طرح تعلیم کیے - ۱۵ اُردی بہشت (۵ مئی ۱۶۳۳ء) کو اسے خلعت ، جیغۂ مرصع ، گھوڑا اور راس الماس [۳۲۱] نامی ہاتھی کی عنایت سے سرفراز کرکے رخصت کیا - اس سے پہلے ڈیڑھ لاکھ روپے بطور زادِ راہ اسے عنایت ہو چکے تھے - علاوہ ازیں حضرت کے لطف و کرم کے طفیل بہت دولت مند آدمی تھا - ایران جانے آنے میں اپنی دریا دلی ، فیاضی اور شاہانہ تجمل و احتشام کا خوب مظاہرہ کیا اور سفارت کی خدمت اس خوبی سے انجام دی کہ حق ادا کر دیا - حضرت نے ہندوستان کے نادر و نایاب نہایت نفیس تحفے ، چار لاکھ روپے سے زیادہ قیمت کے ، اُس کے ہاتھ شاہ صفی کو بھیجے -

دربار کے واقعات یہ ہیں : ۱۷ ذی قعدہ ۱۰۴۲ھ (۲۶ مئی ۱۶۳۳ء) کو ملکہ ممتاز محل مرحومہ کی برسی ، جسے اس ملک میں عرس کہتے ہیں ، اُن کے روضے پر ہوئی - روضے کے چبوترے پر دل بادل خیمے کھڑے کرکے اُن کے گرداگرد نہایت وسیع شامیانے لگائے گئے - چبوترے پر رنگا رنگ نقشین پارچات کا فرش تھا جس پر نہایت زیب و زینت سے یہ محفل آراستہ ہوئی - ایک ہزار آدمیوں کی گنجائش رکھی گئی تھی - اس عرصے میں زرگر خانے کے داروغہ بے بدل خاں نے چالیس ہزار تولے سونے کا کٹہرا تیار کیا تھا جس کے روکار اور پھولوں پر مینا کاری کا نازک کام تھا - مینا کار طلائی قندیل اور گولے اس کے ساتھ تھے - یہ شاہکار حضرت کے سامنے پیش کیا - آپ نے حکم فرمایا کہ محجّر (کٹہرے) کو ملکہ کے مرقدِ منور کے گرد نصب کرکے قندیلیں اور گولے اُس کے برابر میں آویزاں کیے جائیں -

شام کے وقت اُس روضے میں ، جو درحقیقت رحمتِ الٰہی کا مرکز ہے ، شمعِ شبستانِ خلافت ، چشم و چراغِ حریمِ عصمت حضرت بیگم

صاحب کے تشریف لانے سے وادیِ ایمن کا سا نور پھیل گیا - حرمِ شاہی کی تمام خواتین و بیگمات بھی آپ کے ساتھ آئی تھیں - سب نے مرقدِ منور کا طواف کرکے شب بیداری کی - صبح سویرے حضرت خلافت پناہ روضۂ مقدسہ میں تشریف لاکر دوپہر تک اُن حور خصلت خواتین کے ساتھ اسی دلفریب جگہ میں مقیم رہے - پھر دولت خانے کو تشریف لے گئے - شام کے وقت دوبارہ سعادت و برکت کو ہمرکاب لیے روضے میں جلوہ گر ہوئے اور تین گھنٹے چوبیس منٹ تک وہیں ٹھہر کر مرحومہ کی مغفرت کی دعا مانگتے رہے - [۴۲۲] چلتے وقت ضرورت مند مستحق آدمیوں کو پچیس ہزار روپے تقسیم فرمائے - مزید پچیس ہزار روپے نادار ضعیف بیواؤں کو عطا کیے - آس پاس کے علاقے سے کتنے ہی دیندار ، پارسا ، عالم و فاضل اور حافظ ختمِ قرآن کے لیے آگئے تھے - انھیں خلعت ، فرجی (پوشاک) ، شال وغیرہ نیز نقد انعامات سے بہرہ مند کیا - ایک رات ایک دن میں طرح طرح کے کھانے ، مشروبات ، مٹھائیاں ، عطر ، پھول ، پان وغیرہ اتنی مقدار میں تیار ہوکر خرچ ہوئے کہ محاسبِ قیاس بھی حساب نہیں لگا سکتا - محتاجوں اور مسکینوں نے جی بھر کر کھانے کے علاوہ جھولیاں بھر بھر یہ چیزیں اتنی سمیٹیں کہ ہمیشہ کے لیے دل سیر ہو گئے -

انھی دنوں صوبۂ کابل کے واقعات سے معلوم ہوا کہ کارخانۂ آب و گل میں عجیب عجیب صورتیں خدا کی قدرت سے ظاہر ہوتی ہیں - یعنی سلیمان نام ایک باشندے کے گھر میں دو سر والی لڑکی پیدا ہوئی - ایک سر معمول کے موافق اور دوسرا ناف کے اوپر لگا ہوا تھا - یہ بھی نہایت مضبوط تھا اور آنکھ ناک منہ سب کچھ اس میں تھا - یہ ہیبت ناک مخلوق ، جسے دنیا کا وبال کہنا مناسب ہے ، ایک لمحے سے زیادہ زندہ نہ رہی - پل بھر میں فوت ہو کر

اپنی نحوست اپنے ساتھ لے گئی - اس زمانے میں آب و ہوا کے فساد اور مزاجوں کی خرابی سے آگرے میں طاعون کی وبا بڑی شدت سے نمودار ہوئی - یہاں تک کہ حرم سرائے شاہی کی بعض کنیزیں بھی اس میں مبتلا ہوئیں - حضرت اپنی رائے صواب آرا کے مشورے سے دولتخانے کو چھوڑ کر اُس حویلی میں چلے گئے جو دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے اور زمانۂ شاہزادگی میں حضرت کا مسکن تھی - بڑی کشادہ حویلی ہے اور دریائے جمنا کے کنارے واقع ہونے کے سبب نہایت صاف ستھری ہے - انہی دنوں حضرت کو خیال آیا کہ طاعون کی وبا ہوا کے فساد سے پھیلتی ہے ، ممکن ہے کہ ہوا میں سمیت پیدا ہو جاتی ہو - یہ سوچ کر فیصلہ کیا کہ زہر کی مضرت رفع کرنے کے لیے زہر مہرے کو آزمایا جائے - [۳۲۳] آزمائش سے ثابت ہؤا کہ حضرت کا خیال بالکل درست تھا -

بادشاہزادۂ ہوشمند ، بیدار بخت سلطان اورنگ زیب پر مست ہاتھی کا حملہ کرنا اور اُس اقبال مند کا وہیں جم کر ہاتھی کی مستک پر برچھا مارنا نیز دیگر واقعات

حفظ و حمایتِ ربانی اور تائید آسمانی جس اقبال مند کی محافظ ہوں اگر ساری دنیا اُس کے خلاف ہو جائے تو اُسے کوئی آفت نہیں پہنچ سکتی اور کسی طرح اُس کے دامن پر غبار کلفت نہیں بیٹھ سکتا - حمایت ایزدی جس خوش نصیب کی پشت پناہی کرے

تو بالفرض اگر ہزاروں تلواریں بھی اُس پر برسنے لگیں سرِ مو آسیب اُسے نہ پہنچے گا ۔ یقیناً پروردگار کے سایۂ رحمت میں رہنے والا ارجمند ستاروں کی نحوست اور حادثات زمانہ سے محفوظ رہے گا اور خدائے قدیر کی قدرت اُسے اپنی امان میں رکھے گی ۔

خدا جس کسی کا نگہبان ہو
مصیبت ہر اک اُس پہ آسان ہو

مددگار ہووے جو بختِ بلند
بلاؤں سے ہرگز نہ پہنچے گزند

اس کا ثبوت وہ عجیب و غریب واقعہ ہے جو انھی دنوں ظہور پذیر ہؤا ۔ حضرت کو ہمیشہ سے ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے کا شوق ہے ۔ پیر کے دن ، جو حضرت کی تخت نشینی کا روزِ سعید ہے اور مجلسِ عسرت میں گزرتا ہے ، یہ تماشا نہیں ہوتا ۔ اسی طرح بدھ کے دن بھی ، جو نواب ممتاز محل کے انتقال کا دن ہے ، تفریح و طرب کے مشغلے منع ہیں ۔ ورنہ ہفتے کے باقی دنوں میں خدیو ہفت کشور بالعموم یہ لڑائی ملاحظہ فرماتے ہیں ۔ ایک روز حضرت نے حکم دیا کہ جھروکۂ درشن کے سامنے والے میدان میں ، جہاں شاہزادگی کے زمانے میں حضور کا قیام رہتا تھا ، سرکاری فیل خانے کے دو بدمست ہاتھیوں کو لڑایا جائے ۔ ایک ہاتھی ، نہایت مہیب ، بڑے بڑے دانتوں والا جسے سدھکر کہتے تھے ، دوسرے کوہ پیکر بے دانت ہاتھی صورت سندر کے مقابلے پر لایا گیا ۔ دونوں دیو پیکر پہاڑ [۲۲۴] چنگھاڑیں مارتے ہوئے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے ۔ سونڈیں لپیٹ کھا کھا کر ایک دوسری سے گتھ گئیں ۔ اُن کی چلت پھرت ، دھکا پیل اور سونڈوں کی لپیٹ سے قیامت کا وہ نقشہ نظروں میں پھرنے لگا جس کے متعلق کلام اللہ میں لکھا ہے کہ اُس روز پہاڑ چلنے لگیں گے اور آسمان کو لمبے

کاغذ کی طرح لپیٹ دیا جائے گا -

قصہ مختصر یہ دونوں پہاڑ ایک دوسرے کو ریلتے، دھکیلتے، میدان سے بڑھتے بڑھتے جھروکے کے عین نیچے تک آ گئے - برابر کا جوڑ تھا اس لیے دونوں ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے - فیل بان اور چرکٹے انھیں روکنے کے لیے ساری تدبیریں کر رہے تھے - آتش بازی کی چرخیاں چھوڑ کر اور پانی کے چھینٹے دے دے کر ان کا جوش کم کرنا چاہتے تھے لیکن نہ چرخی کا چکر چل سکا نہ پانی انھیں ٹھنڈا کر سکا - دم بدم جوش زیادہ ہو رہا تھا - چرخی انھیں ہٹانے کی بجائے اور اشتعالک دیتی تھی- پانی ان کی آتش جنگ پر پنکھا جھلتا تھا - فیل بانوں نے اپنے آنکس بالشت بالشت بھر ان کے سروں میں اتار دیے کہ شاید تکلیف کے اثر سے لڑنا موقوف کرکے ٹھنڈے ہو جائیں لیکن ان کی گرماگرمی کا وہی عالم تھا - لڑنے لڑتے جھروکے کے نیچے سے ہٹ کر بہت دور چلے گئے تو حضرت بادشاہ لڑائی کا پورا تماشا دیکھنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر تمام شاہزادوں سمیت اس جگہ پہنچے اور گھوڑے کو روک کر کھڑے ہوگئے - شاہزادے کچھ تو تماشے کے شوق میں اور کچھ لڑکپن اور جوانی کے البیلے پن میں بڑی بے پروائی سے آگے [۳۲۵] بڑھ گئے - یہاں تک کہ بڑا شاہزادہ دارا شکوہ سدھکر ہاتھی کے دائیں پہلو پر اور شاہ شجاع اور سلطان اورنگ زیب بائیں جانب پہنچ کر کھڑے ہوئے-

ناگاہ خدا کی قدرت سے ایک عجیب صورت واقع ہوئی - غالباً خدائے قدیر کو یہ منظور تھا کہ شاہزادۂ اورنگ زیب کی دلیری و تہوّر سب پر ثابت ہو جائے - نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ اس چشم و چراغ سلطنت کو نظر بد کا آسیب لگنے والا تھا لیکن خدائے پاک کی حفظ و حمایت نے عین وقت اور نہایت

نازک مرحلے پر اُس نونہال کو بچا لیا ۔ اس کی تفصیل سننے کے قابل ہے ۔ ہاتھیوں کی عادت ہے کہ دوبارہ ٹکر مارنے سے پہلے دو چار قدم پیچھے ہٹ کر ذرا دیر رکتے ہیں پھر نہایت تیزی سے بڑھ کر حریف کو ٹکر دیتے ہیں ۔ یہ دونوں ہاتھی بھی ذرا سی دیر کے لیے ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے ۔ جب سدھکر نے دیکھا کہ میرا حریف کچھ زیادہ ہی پیچھے ہٹ گیا ہے تو غلبے کے نشے اور بدمستی کی جھونک میں نہایت خیرہ چشمی سے سلطان اورنگ زیب پر ، جو بالکل نزدیک کھڑا تھا ، حملہ کر دیا ۔ آندھی کی طرح یوں بڑھا کہ دہشت کے مارے لوگوں کے دل دہل گئے ۔ ہر شخص خوف کے مارے نقشِ دیوار بن کر رہ گیا ۔ نزدیک تھا کہ کارخانۂ عالم میں خلل آجائے اور کائنات کا نظام درہم برہم ہوجائے ۔ انسان کی کیا مجال تھی کہ ہوش و حواس قائم رہتے ، لیکن صاحب قرانی نسل کا وہ نونہال کمال استقلال کے ساتھ اپنی جگہ ڈٹا رہا ۔ کم عمری کے باوجود شاہزادے نے بڑھ کر اُس اژدر ہیبت ناک کی مستک پر برچھا رسید کیا ۔ نیزے کی انی چار آنگل اُس کے سر میں اُتر گئی ۔ دیکھنے والوں کے ہوش اُڑ رہے تھے ۔ ہر شخص کی زبان پر دعا تھی کہ شاہزادہ اس آفت سے محفوظ رہے ۔ اُس اقبال مند کا یہ کارنامہ دیکھ کر حاضرین انگشت بدنداں رہ گئے ۔ زبان سے دعائیں [۲۶۴] اور دل سے آفرین نکلی ۔

اورنگ زیب کا برچھا سدھکر کے ماتھے پر اُس جگہ بیٹھا جسے ہندی زبان میں مستی کہتے ہیں ۔ زخم خاصا گہرا تھا لیکن وہ دیو سیرت کوہ پیکر تھمنے کے بجائے غیظ و مستی کے جوش میں اور آگے بڑھا ۔ شاہزادے کا گھوڑا اُس پہاڑ کے حملے سے بدک کر منہ موڑ کے بھاگا ۔ اتنی دیر میں سدھکر نے اپنے دانت اُس کے پٹھے پر اس زور سے مارے کہ گھوڑا سوار سمیت زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا ۔ وہ ماہ اوج سلطنت ، جو فی‌الحقیقت اقتدار و عظمت کے

ان کا ساہ کامل ہے ، فوراً سنبھلا ۔ رکاب سے پاؤں نکال کر
باع آفتاب کی طرح زمین پر آترا اور نہایت پھرتی سے تلوار
ھینچ کر دوبارہ اُس دیو سیاہ پر حملہ کیا ۔ اتنے میں لوگوں کے
ول اردگرد جمع ہوگئے ۔ اُن کے شور و غل سے قیامت کا سا ہنگامہ
پا تھا ۔ یکایک منجھلا شاہزادہ سلطان شجاع بھائی کی محبت میں
ے تاب ہو کر آگے بڑھا ۔ غصے میں بھرے سے رونگٹے کھڑے
و گئے تھے ۔ گھوڑا اُڑا کر بدمست ہاتھی کے برچھا مارا ۔ اس
گامے میں آدمی تلے اوپر ہو رہے تھے ۔ شور و غل سے ہنگامۂ
شر برپا تھا ۔ وہ جو کہتے ہیں کہ قیامت کے روز بھائی بھائی کا
اتھ چھوڑ کر بھاگ جائے گا ، صاف نظر آ رہا تھا ۔ کوئی بھی
کسی کی بلکہ بھائی بھائی کی پروا نہیں کرتا تھا ۔ غبار اُڑنے اور
تش بازی کی چرخیاں جھوٹنے سے میدان میں ہر طرف سیاہی چھا گئی
ھی ۔ اتنے میں اُس شہسوار میدان شجاعت کے گھوڑے کے ماتھے
ر ایک چرخی ایسی آ کر لگی کہ وہ چراغ پا ہو گیا ۔ قریب
تھا کہ اپنے سوار کو گرا دے ۔ سلطان شجاع نے نسیم سحر اور
اد صبا کی طرح بڑی پھرتی سے گھوڑے پر سے جست لگائی ۔ زمین
پر آ رہا ۔ [۴۲۷] بھیڑ بھاڑ اس بلا کی تھی کہ دوبارہ ہاتھی تک
پہنچنے کی راہ نہ پا سکا ۔

عین اس وقت راجا جے سنگھ ، جو راجا مان سنگھ کے پوتے
مہا سنگھ کا بیٹا ہے ، اور اس دودمانِ والا کے پرانے ہواخواہوں
میں خلوص و ارادت کے سبب نہایت ممتاز ہے ، شجاعت و تہوّر کے
جوش میں گھوڑے کو اُڑا کر آگے بڑھا ۔ ہاتھی کی چنگھاڑ سے
گھوڑا بدک بدک کر بے قابو ہو رہا تھا ۔ جے سنگھ نے چاہا کہ
اتر کر حملہ کرے لیکن موقعے کی نزاکت اتنی گنجائش بھی دے ۔
غرض اُس حالت میں گھوڑے کو ہاتھی پر ریل دیا ۔ ہاتھی شعلۂ

جوالہ کی طرح کبھی ادھر گھوم جاتا تھا کبھی اُدھر ۔ دلیر راجپوت نے تاک کر برچھا مارا ۔ ظل سبحانی دور کھڑے یہ سارا ہنگامہ دیکھ رہے تھے ۔ متانت خداداد اور صاحب قرانی مستقل مزاجی کے باوجود بے تابی کے عالم میں گھوڑا بڑھا کر آگے آئے ۔ کتنے ہی جاں باز آپ کی جلو میں پیدل دوڑے ۔ حضرت کے بروقت پہنچنے اور دلی توجہ سے عجیب صورت نمودار ہوئی ۔ یعنی قبل اس کے کہ یہ سب لوگ بارود کے اُس ڈھیر پر حملہ کریں ، وہ خون خوار ، کالا پہاڑ خود بخود منہ موڑ کر دوسری طرف بڑھ گیا ۔ بظاہر ایک سبب یہ بھی تھا کہ سدھکر کے حریف صورت سندر نے جب یہ دیکھا کہ سدھکر میری جانب نہیں آتا تو بے محابا اُس کی طرف لپکا ۔ اب سدھکر کو ایسی گنجائش نہ تھی کہ وہ شاہزادوں یا سرداروں کی طرف رخ کر سکے لہٰذا دوبارہ صورت سندر کی طرف جھکا ۔ دونوں ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے کسی اور طرف بڑھ گئے ۔

خدائے پاک کی حفاظت اور تائید ایزدی کی حمایت سے بہرہ یاب دونوں شاہزادوں کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ حضرت خلافت پناہ بہ نفس نفیس آگے بڑھ آئے ہیں تو فوراً وہاں سے پلٹ کر والد بزرگ وار کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ عنایت الٰہی اور لطفِ قبلہ گاہی کا شکر ادا کرکے تسلیم و کورنش کے آداب بجا لائے ۔ حضرت صاحب قران ثانی نے بوستان سلطنت کے دونوں نونہالوں کو صحیح سلامت دیکھا ۔ اس آفت عظم سے اُن نور چشموں کے بچ نکلنے کو خدائے قدیر کی قدرت کاملہ کا کرشمہ سمجھ کر سرمۂ بصیرت حاصل کیا ۔ پہلے تو حافظ حقیقی کی اس بے اندازہ عنایت پر شکر کے [۳۲۸] سجدے کیے ۔ پھر دونوں فرزندوں کی دلاوری کی تعریف کرکے انھیں سینے سے لگا لیا ۔ دیر تک آغوش الفت میں لیے رہے ۔ شاہزادہ اورنگ زیب پر خصوصیت سے بہ نوازش کی جنھوں نے

کم عمری کے باوجود ایسی ثابت قدمی اور جرأت دکھائی تھی کہ اگر اُن کی جگہ رستم بھی ہوتا تو اتنی دلیری اور استقلال کا مظاہرہ نہ کرتا ، ٹل جاتا ۔ اُسی روز ؑانہیں خلعت خاصہ اور 'بہادر' کا خطاب عطا فرمایا ۔ شہنشاہ عالم کے ساتھ عالی مرتبہ اُمرا اور روشناس سرداروں نے بھی خدا کا شکر ادا کرکے غریبوں اور محتاجوں کو صدقے دیے ۔ ندر نیاز ، صدقے خیرات سے مستحق مسکینوں کی مرادیں خوب پوری کیں ۔ جو جو منتیں اُس نازک وقت میں مانی نہیں ، سب ادا کیں ۔

۲۱ خرداد ، ۲ ذی‌الحجہ ۱۰۴۲ھ (۱۰ جون ۱۶۳۳ء) بروز جمعہ ماہ اوج اقبال شاہزادہ اورنگ زیب کے قمری تلادان کا جشن منعقد ہؤا ۔ حضرت نے بارگاہ خاص و عام میں اُس نور چشم سلطنت کو عنایات شاہانہ سے نوازا ۔ مختلف مقررہ جیزوں کے علاوہ اُنہیں سونے میں بھی تولا ۔ پانچ ہزار اشرفیاں چڑھیں جو آپ نے دس معتبر اُمراء کے حوالے کر دیں کہ مستحق لوگوں میں تقسیم کریں ۔ پھر شاہزادۂ شجاعت شعار کو شمشیر مرصع ، خنجر مرصع ، پھول کٹارہ ، مرصع یراق کی سپر ، مرصع برچھا عطا فرمائے ۔ نہایت بیش قیمت مالا ، جس میں موتی اور لعل و زمرد پروئے ہوئے تھے ، مرصع کنگن ، ہیرے جڑا بازو بند ، جیغۂ مرصع ، چند انگوٹھیاں اور دو قبچاق گھوڑے بھی عنایت فرمائے ۔ ان میں سے ایک گھوڑا ، جس کا نام سرافراز تھا ، مرصع زین سے اور دوسرا طلائی زین سے آراستہ تھا ۔ صورت سندر' ہاتھی اور ایک ہتھنی مزید عطا ہوئیں ۔ ان تمام عطیات کی قیمت دو لاکھ روپے ٹھہری ۔

۱۔ بادشاہ نامہ حصہ اول ، جلد اول ، ص ۴۹۳ پر سدھکر درج ہے جو اس تمام ہنگامے کا بانی تھا ۔

دیگر شاہی نوازشات کے علاوہ یہ عہدہ دے کر اور بھی سرفراز فرمایا کہ بارگاہ والا سے جتنے فرمان جاری ہوتے ہیں اُن کی پشت پر شاہزادۂ شجاعت شعار کی مہر [۴۲۹] لگا کرے۔

اس مبارک تاریخ پر بزم خاص میں انبساط و طرب کا جوش رہا۔ فارسی زبان کے تمام ادیبوں اور شاعروں نے نیز ہندوستان کے سخن وروں نے اس واقعے کو قصیدوں، مثنویوں، منظوم داستانوں اور نثری شاہکاروں میں اس خوبی سے درج کیا کہ لوگ قیامت تک پڑھ پڑھ کر محو حیرت رہیں گے۔ دوسرے شعراء کے علاوہ سعیدائے گیلانی نے، جس کا بے بدل خان خطاب ہے اور جو مختلف فنون، بالخصوص ساعری میں، یکتائے روزگار ہے، یہ واقعہ نظم کر کے حضرت خلافت پناہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے بہت تعریف کی۔ آسے چاندی میں تلوا دیا نیز اُس کے اشعارِ گوہر طراز کے صلے میں موتیوں کی مالا عطا فرمائی۔ شاعر کو وزن کیا تو پانچ ہزار روپے چڑھے۔ خزانچی احتیاطاً ایک ہزار روپے اور زیادہ لے کر حاضر ہؤا۔ یہ سب رقم آسے دے دی گئی۔ نکتہ سنج بے نظیر، معنی طراز، ملک‌الشعراء ابو طالب کلیم نے بھی نہایت مرصع الفاظ اور برجستہ مضامین کی ایک مثنوی اس واقعے پر لکھی[1]۔ چونکہ حضرت فنِ شاعری کی نزاکتوں سے واقف اور سخن سنجی کی باریکیوں سے آگاہ ہیں لہذا سن کر بہت تحسین و آفرین کی اور گراں بہا صلہ عطا فرمایا۔

۱۔ مصنف نے اس بے نظیر مثنوی کا اقتباس درج کرنے کی گنجائش نہیں پائی۔ چونکہ فی‌الواقع بہت عمدہ اشعار ہیں لہذا یہاں اُن میں سے چند شعر درج کرنا مناسب ہے:

(بقیہ نوٹ اگلے صفحے پر)

قلعۂ کوہ بنیاد دولت آباد کی تسخیر کا بیان جو مہابت خاں اور دوسرے ہواخواہوں کی جاں فشانی سے فتح ہؤا

جس اقبالمند بادشاہ کو روز ازل فتح و فیروزی کی نعمت عطا

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)

ز مردم من این نقل نہ شنیدہ ام
من از دل شنیدم ، دل از دیدہ ام

دوید از قضا آن دو فیل مہیب
یکے سوئے شہزادہ اورنگ زیب

بہ مردی ز جا یک سر مو نہ شد
ز راہ جنس فیل یک سو نہ شد

یکے نیزۂ برق سان تافتہ
نظر از رگ غیرتش یافتہ

ز قدرت چنان زد بہ پیشانیش
کہ جست از قفا برق رخشانیش

دران کوہ پیکر نہان شد سنان
دگر بارہ در رفت آہن بہ کان

ز خرطوم انداخت پیچان کمند
فتاد اسپ شہزادہ در پیل بند

چو در اسپ سامان جولان ندید
چو شہباز از خانۂ زین پرید

کی گئی ہو اور نصرت و کامیابی نے اس کی رکاب پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرلی ہو اس کے ہواخواہوں اور ملازموں کے سامنے روز بروز کامیابی کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں - تائیدِ الٰہی کی بدولت ہر لمحے فتوحات و فیوض [۴۳۰] حاصل ہوتے رہتے ہیں اور دولتِ بیدار کی طرح کامیابی اپنے پانؤں سے چل کر اس کے دروازے پر پہنچتی ہے - چنانچہ ان دنوں بھی حضرت صاحبقرانِ ثانی کے اقبال سے ایسی کامیابیاں حاصل ہوئیں کہ دشمن مغلوب ہوتے رہے اور قلعوں کے دروازے کھلتے چلے گئے - دکن کے مشہور قلعے بالخصوص دولت آباد کا قلعہ ، جو اپنی متانت اور مضبوطی میں ضرب المثل ہے ، ملازمان شاہی کے ہاتھ آ گئے - مذکورہ بالا قدیمی قلعے کو آج تک کسی بادشاہ نے زور بازو سے فتح نہیں کیا - وجہ یہ ہے کہ یہ فلک بوس گڑھ نہایت بلند پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے - بنیادوں سے لے کر کنگوروں تک سنگِ سیاہ سے بنا ہے - گھیر اتنا وسیع ہے کہ گویا قدرت کے ہاتھ نے آسمان کا حلقہ اتار کر زمین پر رکھ دیا ہے - ماہر سنگ تراشوں نے پتھروں کی سلیں تراش تراش کر اس صفائی سے بنایا ہے کہ کسی جگہ نگاہ کا پانؤں نہیں جم سکتا -

جہاں کتنا بادشاہوں نے کبھی اس قلعے کو فتح کرنے کا تصور تک نہیں کیا - نہ یہ آرزو ، جو تائیدِ آسمانی کے بغیر بر نہیں آسکتی ، کسی کے دل میں آئی - سبب یہ ہے کہ مذکورہ بالا قلعہ آٹھ قلعوں پر مشتمل ہے - چار کی فصیلیں پہاڑ کی چوٹی پر ہمت مردانہ کی طرح ایک دوسرے سے بلند تر ہوتی چلی گئی ہیں - باقی چار جن کی بنیادیں فکرِ صائب اور خیال دانا کی طرح مضبوط ہیں ، پہاڑ کے دامن میں آسمانوں کے دائروں کی طرح ایک دوسرے کے گردا گرد واقع ہیں - پہلا قلعہ ، جو عنبر کوٹ کہلاتا ہے ، عنبر حبشی کا

تعمیر کردہ ہے ۔ دوسرے کا نام مہا کوٹ ، تیسرے کا کالا کوٹ ہے وغیرہ وغیرہ ۔ اس کوہ منظر قلعے کا گھیر پانچ ہزار گز شرعی ہے ۔ دیواریں ، جو نہایت صاف اور چکنی ہیں ، ایک سو چالیس گز بلند ہیں ۔ چاروں طرف چٹانوں میں کھودی ہوئی چالیس گز چوڑی ، تیس گز گہری خندق ہے جسے دیکھ کر تماشائی محو حیرت رہ جاتے ہیں ، دامن کوہ سے قلعے میں داخل ہونے کے لیے بےشمار سیڑھیوں کا زینہ ہے جو کوچۂ زلف کی طرح تنگ و تاریک ہے ۔ پہاڑ میں سے چکر کھاتا ہؤا یہ راستہ اتنا طولانی ہے کہ ارباب طمع کی آرزوؤں کی طرح ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا ۔ سب سے عجیب یہ کہ بالائی قلعے تک پہنچنے کا راستہ اتنا تاریک ہے کہ مشعل یا چراغ لیے بغیر کوئی قدم نہیں رکھ سکتا ۔ نیچے کی جانب آہنی پھاٹک ہے جس کے [۴۳۱] سامنے اوپر سے نیچے تک لوہے کے تختے لگے ہوئے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اتفاقاً تمام تدبیریں ناکام ہو جائیں اور لڑائی سے مقصد حاصل نہ ہو تو ان تختوں کے کے نیچے انگارے لکڑیاں وغیرہ بھر کر آگ روشن کر دیں ۔ آہنی تختے دوزخ کے دہانے کی طرح اتنے تپ جاتے ہیں کہ کسی حملہ‌آور کو آدھر قدم رکھنے کی ہمت نہیں ہو سکتی ۔

کوئی نہیں جانتا کہ اس قدیمی قلعے کی بنیاد کب اور کس ۔ رکھی تھی ۔ البتہ ہندوؤں کا خیال ہے کہ ہزار قرن پہلے دیووں ۔ اسے بنایا تھا ۔ عقل بھی یہی کہتی ہے کہ شاید حضرت آدم کی خلقت سے پہلے دیووں نے تعمیر کیا ہوگا ۔ اسے دیکھ کر یہی معلوم ہوتا ۔ کہ اس قسم کی عجیب و غریب تعمیر انسان کے بس کی نہیں ۔ صدیاں گزر چکی تھیں لیکن کوئی شخص قوت بازو کے ذریعے اس کو فتح نہ سکا ۔ سب سے پہلے سلطان محمد تغلق نے تائید ایزدی کی برکت مدتوں محاصرہ کرکے اس پر غلبہ پایا ۔ پھر حضرت ظل سبحانی

خادموں نے آپ کی اقبالمندی اور عزم و ہمت کے طفیل، جو اسمِ اعظم کی تاثیر رکھتی ہیں، اسے مفتوح کیا ۔ اس تقدیری امر کی تفصیل اور ظاہری وجہ یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے عنبر حبشی کے بیٹے فتح خاں نے کچھ تو عاقبت اندیشی کی بنا پر اور کچھ مجبوری و بیچارگی کے سبب درگاہ شاہجہانی کی خدمت قبول کرکے اپنے سابقہ آقا نظام الملک کو ملکِ عدم میں پہنچا دیا تھا ۔ اپنے بیٹے عبدالرسول کو گراں قیمت پیش کش دے کر اظہار ارادت و اطاعت کے لیے درگاہ والا میں بھیجا اور نظام الملک کے قتل کو اپنی سفارش کا وسیلہ بنایا ۔ حضرت صاحب قران نے اس کی معذرت قبول کرکے حسب التماس اس کے بعض پرگنے، جو ساہو جی بھونسلا کی جاگیر میں دے دیے تھے، اسے واپس عنایت فرما دیے ۔ اس رد و بدل سے کم فہم، سیاہ رو ساہو کو ملال پہنچا ۔ دولت جاوید سے جو تعلق اس نے قائم کر لیا تھا اسے توڑ کر اور کفران نعمت پر مستعد ہو کر عادل خاں سے مل گیا ۔ سادہ دل سلطان بیجاپور نے اس نالائق کو اپنے ملک میں پناہ دی اور اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر عاقبت اندیشی کو خیرباد کہی ۔ فیصلہ کیا کہ جس طرح ممکن ہو فتح خاں کا زور توڑ کر قلعۂ دولت آباد اس سے [۵۳۲] چھین لیا جائے ۔

اس مقصد کے لیے عادل خاں نے اپنے چند امراء کو اس مہم کے انصرام کے واسطے تھوڑی سی بے سر و سامان فوج دے کر ساہو جی کے ہمراہ روانہ کیا ۔ چونکہ نظام الملک کے امراء فتح خاں سے عہد شکنی کے سبب بد دل رہتے تھے، وہ بھی غدار ہونے کے سبب ان سے بدگمان ہی رہتا تھا ۔ اس صورت میں مہابت خاں خان خاناں کو خط لکھا ۔ مضمون یہ کہ ان دنوں ساہو جی رو سیاہ کی تحریک سے عادل خاں کی فوج دولت آباد کا قلعہ مجھ سے

دکھاتے رہے ۔ بکایک نصرت آسمانی نے بادشاہی جاں نثاروں کی امداد کی ۔ غنیم کے دل پر کچھ ایسا رعب چھایا کہ فرار کا راستہ ، جو ان نابکاروں کا قدیمی شیوہ ہے ، اختیار کیا ۔ ایسے بھاگے کہ کہیں تک کہیں نہ تھمے ۔ شاہی فوج ان کا تعاقب کرتی بلکہ قتل کرتی دور تک چلی گئی ۔ اس شکست سے عادل خاں کے سرداروں کا دل ٹوٹ گیا ۔ اب ان مکاروں نے فتح خاں کے ساتھ ساز باز شروع کیا ۔ اسے پیغام بھیجا کہ ''شاہی فوجیں دولت آباد کے قلعے کی تسخیر اور نظام الملک کا علاقہ تباہ کرنے پر تل گئی ہیں ۔ دولت آباد ہاتھ سے گیا تو پھر سارے دکن کی خیر نہیں ۔ معاملہ نازک ہو چکا ہے ۔ نظام الملک کا علاقہ فتح ہوا تو عادل خاں کا ملک بھی باقی نہیں رہے گا ۔ ہم اور آپ ان دونوں خاندانوں کے پرانے نمک خوار ہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ نفاق کے بجائے اتفاق سے کام لیں اور یک دلی کے ساتھ تمام معاملات کو سلجھائیں ۔'' عرض نامہ و پیام بھیج بھیج کر اور شدید قسمیں لکھ کر یہ عہد و پیمان کیا کہ ایک دوسرے کی امداد کریں گے اور رسد پہنچانے کے علاوہ ہر طرح متحد و موافق رہیں گے ۔ تیس لاکھ ہن (دکنی سکہ) نقد بھیجے جاتے ہیں ۔ انہیں دوستی و اتحاد کا پہلا ثبوت سمجھو ۔

فتح خاں پرانا منافق تھا ۔ کوئی بیعت اور کوئی پیمان ایسا نہ تھا جو اس نے نہ توڑا ہو ۔ البتہ منافقت اور دغا بازی کے ساتھ روز ازل اس نے جو عہد باندھا تھا اسے قائم رکھا ۔ اس موقعے پر عادل خانی سرداروں کے فریب میں آ گیا ۔ بادشاہی خدمت کا جو عہد و پیمان کیا تھا اسے طاق پر رکھ دیا ۔ فلاح و بہبود سے ہاتھ اٹھا لیا ۔ اگرچہ قلعے میں رسد اور چارے کی بیحد قلت تھی تاہم عادل خانی امداد کی صلاح کے مطابق قلعے کی حفاظت میں سرگرم ہو گیا حالانکہ اس کا یہ فعل سراسر تباہی و بربادی کے مترادف تھا ۔

[۴۳۴] عادل خان کے سرداروں نے اطمینان کے ساتھ دولت آباد والوں کو رسد اور چارہ پہنچانے کا انتظام کیا ۔

خانخاناں ظفر نگر میں تھا جو فتح خان کی بد عہدی کا حال معلوم ہؤا ۔ غیرت و حمیت کے تقاضے سے فیصلہ کیا کہ ان بد مغز پیماں شکن لوگوں کو ایسا مزہ چکھائے کہ ہمیشہ یاد رکھیں ۔ فوراً خان زمان کو لکھا کہ تمام لشکر بادشاہی کے پہنچنے سے پہلے تم اپنی فوج کو محاصرے میں سرگرم رکھو اور عزم و ہمت کے ساتھ غنیم کو مٹانے اور قلعہ چھیننے کا بندوبست کرو ۔ غنیم اس وقت غلے اور گھاس کی قلت سے سخت پریشان ہے ۔ رن دولھا خان اور سیاہ رو ساہو نظام پور میں بیٹھے ہوئے رسد بھیجنے کا انتظام کر رہے ہیں ۔ پہلے انھی کی خبر لو اور ان دلیلوں کو وہاں سے بھگا کر نظام پور پر قبضہ کرلو ۔ وہیں بیٹھے بیٹھے ایسا انتظام کرو کہ قلعے والوں کی تمام راہیں بند ہو جائیں اور ساہو وغیرہ انھیں کسی راستے یا کھڑکی سے رسد نہ پہنچا سکیں ۔ ممکن ہے کہ اس طرح مجبور ہوکر یہ گمراہ لوگ امان مانگیں ۔ اگر میرے پہنچنے تک یہ صورت ممکن ہو جائے تو انھیں جان کی امان دے کر قلعہ لے لینا ورنہ جہاں تک بنے انھیں تلوار کے گھاٹ اتارتے رہنا ۔

خان زماں کو باپ کا یہ حکم پہنچا تو فوراً نظام پور پہنچ کر عادل خانیوں کو دولت آباد کے نواح سے مار بھگایا ۔ فتح خان کو یہ حال معلوم ہؤا ۔ سمجھ گیا کہ رسد ختم ہوجانے سے میرے آدمی فاقے کر کر کے مر جائیں گے ۔ تاہم دور ازکار خیالوں اور ادبار کی تحریک سے دوبارہ قلعے کی حفاظت میں سرگرم ہو گیا ۔ رن دولھا خان کے چچا خیریت خان کو، جو عادل خان کا سپہ سالار تھا ، تین سو آدمیوں کے ساتھ قلعے میں بلالیا ۔ ادھر خانخاناں بھی اپنا لشکر لے کر ۲۱ اسفندار (۱۳ مارچ ۱۶۳۳ء) کو دولت آباد آ پہنچا اور فوج

کو چاروں طرف پھیلا دیا ۔ قلعے کے گردا گرد گھوم کر اس کی ایک ایک خصوصیت کا غور سے معائنہ کیا ۔ پھر جگ راج کو بنا کچھری کے دروازے پر فتح خاں کی حویلی میں آثار در نظام پوری دروازے کی نگرانی اپنے بیٹے خان زماں کے سپرد کی ۔ پٹن دروازہ نصیری خاں کے حوالے کیا ۔ حوض ملو کے نزدیک کاغذی واڑہ ہے جہاں کے کاریگر مشہور و معروف دولت آبادی کاغذ بناتے ہیں ۔ [۴۳۵] اس پر دلیر ہمت اور دوسرے بہادروں کو مقرر کیا ۔ خود نظام الملک کے محل میں قیام کیا جو قلعۂ نظام پور کے پاس واقع ہے ۔

خانخاناں نے دیگر محفوظ مقامات پر بھی مورچے بنائے اور قلعے کو چاروں طرف سے سرفروش سپاہیوں کے گھیرے میں بلکہ در حقیقت ہمت عالی کے نرغے میں لے لیا ۔ غنیم کی بربادی اور محاصرے پر کمر باندھی ۔ سرکوب ، جوالہ ، سیڑھیاں وغیرہ تمام چیزیں جو قلعے فتح کرنے کے لیے درکار ہوتی ہیں فراہم کیں ۔ خان زماں کو پانچ ہزار جنگجو جانباز سپاہیوں کے ساتھ متعین کیا کہ ہر وقت جنگ کے واسطے مستعد رہیں تاکہ جس مورچے پر کمک کی ضرورت پیش آ جائے وہاں آندھی کی طرح پہنچیں ۔ قلعۂ دولت آباد کا سرکوب ، جہاں سے اس پرگولہ باری کی جا سکے ، کاغذی واڑے کے سامنےوالے پہاڑ پر ہے ۔ لشکر میں کئی اژدر پیکردور مار توپیں نسانے کی سعی تھیں ۔ ان کی زد اتنی زبردست تھی کہ جب داغی جاتیں تو عالم کو تہ و بالا کر ڈالتیں ۔ پہاڑوں کے ٹکڑے اڑاتی بلکہ آسمان کے برجوں تک کو ہلا دیتی تھیں ۔ منصوبہ باز کاریگروں نے ، جو ریاضی کے ماہر اور جر ثقیل کے فن میں کامل تھے، ہزار ترکیبوں سے ان اژدہوں کو اس پہاڑ پر چڑھایا ۔ جب سپہ سالار نے انھیں جابجا نصب کروا کر خاطر جمع کرلی تو ایک دستے کو ان کی نگہبانی پر مامور کرکے اپنے بیٹے لہراسب کو توپخانے کا

داروغہ مقرر کیا -

آدھر فتح خاں نے بھی برجوں اور فصیلوں کے استحکام اور پھاٹکوں کھڑکیوں کی حفاظت کا سر انجام کیا - نظام‌الملک کو کالا کوٹ میں رکھا - خود مہاکوٹ میں قیام کیا - رعایا کو عنبرکوٹ میں ، جو عنبر کا تعمیر کردہ ہے ، چھوڑا - دولت آباد کا مرکزی قلعہ جو کاف کے مرکز کی طرح کوہ کی چوٹی پر واقع ہے لہذا حفاظت و نگہبانی سے بے نیاز ہے - تھوڑے سے سدوفحی مستقل وہاں رہتے ہیں - اس وقت بھی انھی پر اکتفا کی - المختصر ان دنوں محاصرہ بڑی شدت سے جاری تھا - اندر والے اور باہر کے جانباز ہر روز مقابلہ کرکے شجاعت و دلاوری کے جوہر دکھاے - قلعے کے برجوں اور فصیلوں پر آتش بار آلات یعنی توپیں ، [۳۳۶] بندوقیں ، بادلیج ، ضرب زن وغیرہ نصب تھے - بندوقچی اور گولنداز اپنے اپنے کام پر مستعد آگ برساتے رہتے تھے - وہ ظالم ایسے بے خوف تھے کہ برستی آگ میں جب موقع ملتا آرام سے بیٹھ جاتے اور تازہ دم ہو جاتے - شاہی توپخانہ ان کے دھوئیں اڑا رہا تھا لیکن ذرا پروا نہ کرتے اور اپنے کام میں سرگرم رہتے - بادشاہی دلاور بھی نہایت ثابت قدمی سے اڑے رہے - مورچے بڑھاے اور جاں فشانی کا حق ادا کرتے گئے -

انھی دنوں بد فرتوت ، یاقوت خاں نامعقول شاہی لشکرگاہ سے بلکہ سعادتِ کونین سے منہ موڑ کر چلا گیا - تفصیل یہ ہے کہ جب قلعۂ دولت آباد کی فتح کے آثار نمودار ہونے لگے تو اس بدباطن نے سوچا کہ اس طرح نظام‌الملک کا خاندان برباد ہو جائے گا - پرانے آقا سے دلی خلوص تھا - فیصلہ کیا کہ جس طرح بنے پورا زور لگا کر قلعے کو فتح ہونے سے بچا لے - یہ خبر نہ تھی کہ تقدیر کا قلم دولت آباد کو دولتِ شاہجہانی کے دفتر میں داخل کر

جکا ہے - اُس کے اختیار میں ہی تھا کہ اہل قلعہ کو رسد اور چارہ پہنچائے اور بندوقچیوں کی اعانت کرے - کئی بار بڑے زور شور سے اس کام کا سر انجام کیا لیکن خانخاناں کے پہرے داروں کے سبب بات نہ بن سکی - جو بنجارے اُس کے کیمپ سے اُس کے حسب الحکم کئی بار غلہ لے لے کر گئے سب گرفتار ہوئے - چونکہ سپہ سالاری کا دار و مدار جسم پوشی اور درگزر پر ہے لہذا خانخاناں کوئی بات اُس کے منہ پر نہ لایا - اتنا ہی حکم دیا کہ جو لوگ غلہ لے جاتے ہوئے گرفتار ہوں وہیں قتل کر دیے جائیں - اگرچہ کتنے ہی بدنصیب بار بار اس طرح مارے گئے اور اُس بدعقل بدنصیب کو خبر بھی پہنچی لیکن اپنی نسیہ کے باوجود ذرا عقل نہ آئی - خام خیالی کے ہاتھوں یہی سلسلہ جاری رکھا - حتی کہ یہ مقصد ، جس کی خلش اُس نابکار کے دل میں تھی ، طشت از بام ہوگیا اور یہ راز صاف کھل گیا - خانخاناں اب تک بڑی [۷۳۴] جسم پوشی سے کام لے رہا تھا لیکن اب اُسے بھی تاب ضبط نہ رہی - اُدھر اُس منافق کو بھی اندازہ ہوگیا کہ میرا راز فاش ہو چکا ہے -

اگرچہ خانخاناں نے اُسے یہ معاملہ جتلایا نہ تھا لیکن خیانت و غداری کے سبب خود بخود اتنا گھبرا گیا کہ کفران نعمت اور نمک حرامی کرکے لشکرگاہ سے بھاگ نکلا - بادشاہی کیمپ سے نکل کر اپنے ساز و سامان اور ساتھیوں سمیت عادل خانی امت میں جا ملا - ادھر رسد نہ ملنے سے فتح خاں کا حال ابتر تھا - بیجاپوری سرداروں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح ممکن ہو اُسے غلہ پہنچائیں - اس مقصد کی تکمیل کے لیے شام کے وقت تقریباً چار سو بیلوں پر اناج لاد کر شاہی لشکرگاہ کے قریب آ گئے اور قلعے میں داخل ہونے کی فکر کی - جب آدھی رات ہوئی تو رن دولہا خاں ، فرہاد ، ساہوجی اور بہلول وغیرہ چار ہزار سواروں سے خان زماں

کی خیمہ‌گاہ پر آ پڑے ۔ اُس وقت خان زماں مورچوں کی دیکھ بھال کے لیے گیا ہؤا تھا ۔ راؤ ستر سال کو اپنے کیمپ کی نگہبانی کے لیے اپنے تھوڑے سے آدمیوں سمیت چھوڑ گیا تھا ۔ اُس نے اپنے راجپوتوں اور خان زماں کے آدمیوں کو سمیٹ کر اُن کا مقابلہ کیا ۔ تیروں اور بندوقوں سے غنیم کی ایسی تباہی کی کہ یادگار رہے گی ۔ اگرچہ راؤ ستر سال کے آدمی بہت کم تھے لیکن جانبازی سے لڑ کر دشمن کے نامی‌گرامی سرداروں اور بہلول کے بھتیجے کو مار گرایا ۔ باقی بدبخت ناکام ہو کر اور جان بچانے کو غنیمت سمجھ کر بھاگے ۔

اس معرکے میں دکنی فوج پر ایسی مار پڑی کہ دو تین روز تک سناٹا چھایا رہا ۔ لیکن تین روز بعد وہ بے شرم پھر شاہی لشکر کے قریب نمودار ہوئے ۔ خانخاناں نے فوج کو تاکید کر دی کہ ٹیلوں اور گڑھوں کے سبب میدان ناہموار ہے ۔ شاہی دلاور صف‌بستہ ہو کر اپنی جگہ کھڑے رہیں تاکہ ان شوخ چشموں کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہو ۔ دکنیوں نے جب یہ صورت دیکھی تو باگیں پھرا کر یاقوت خاں اور رن دولھا خاں کی طرف واپس چلے گئے جو نظام‌پور میں بیٹھے انتظار کر رہے تھے ۔ وہاں اُس وقت مجلسِ شوریٰ منعقد ہوئی ۔ یاقوت خاں اور بیجاپوری سرداروں نے بہت لعنت ملامت کی کہ ہر روز چڑھ کر جانا اور دور سے جھلک دکھا کر واپس چلے آنا قطعی بے معنی بات ہے ۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ عین دوپہر کے وقت ، جب شاہی فوج خیموں میں آرام سے پڑی تھی ، نظام‌الملکی اور عادل شاہی سردار باہم مل کر دلیر ہمت کی لشکرگاہ پر آ چڑھے ۔ وہ امدادِ الٰہی اور اقبالِ بادشاہی پر بھروسا کر کے اپنے تھوڑے سے آدمیوں کو لے کر اُن کے سامنے ہؤا ۔ فوجِ مخالف سے ایک بدنصیب جس کے سر پر [۴۳۸] موت کھیل رہی تھی ، پیمانۂ زندگی لبریز ہونے کو تھا اور کاسۂ سر میں

شرابِ غرور بھری ہوئی تھی ، بڑے طنطنے کے ساتھ اپنی صف سے نکل کر میدان میں آیا اور پرتھی راج راٹھور کو للکارا ۔ غیرت‌مند راجپوت بے تامل اس کے مقابل ہوا ۔ چونکہ ظلِ سبحانی کے اقبال سے اس کا بازو قوی تھا لہذا تھوڑی ہی دیر کی رد و بدل میں اسے مار گرایا ۔ دو رفیق اس کی مدد کے لیے بڑھ کر آئے اور پرتھی راج سے الجھ گئے ۔ اس نے اسی طرح تن تنہا انھیں بھی قتل کر دیا ۔

اس اثنا میں لہراسپ اپنی فوج سمیت دلیر ہمت سے آ ملا ۔ اب ہنگامۂ کارزار خوب گرم ہوا ۔ فریقین کے دلاوروں نے بڑھ بڑھ کر خوب تلواریں ماریں اور ایک دوسرے کو عدم کی راہ دکھائی ۔ جم کر لڑائی ہوئی اور خونریزی انتہا کو پہنچ گئی ۔ نیزوں برچھیوں کی لڑائی تھی ۔ نیزوں کی زبانوں (انی) نے ایسے افسانے سنائے کہ ہزاروں اجل رسیدہ خوابِ مرگ سے مدہوش ہوگئے ۔ اب قیامت ہی کو اٹھیں گے ۔ دکنی فوج کے بہت سے دلاوروں نے فرار کا ننگ گوارا نہ کیا ۔ ڈٹ کر لڑے اور جاہلانہ حمیت کے جوش میں شاہی بہادروں کی تلوار کے گھاٹ اتر گئے ۔ بالاخر عنایت پروردگار سے فتح و ظفر کی ہوا کے جھونکے چلنے لگے ۔ شاہی فوج غالب آئی ۔ بدبخت دشمن کے سپاہی جو صف میں سنگِ راہ بنے ہوئے تھے ، منہ موڑ کر بھاگے ۔ بادشاہی لشکر نے کئی کوس تک ان کا پیچھا کیا اور انھیں مارتے کاٹتے بڑھے گئے ۔

اسی اثنا میں خانخاناں کو اطلاع ملی کہ فوج شاہی کے ساڑھے تین سو سواروں کا دستہ ظفرنگر میں رکا ہوا ہے ۔ غلے کے بیس ہزار بیل ان کے ساتھ ہیں ۔ غنیم کے سپاہی ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں ۔ اس خوف سے یہ لوگ شاہی کیمپ تک پہنچنے سے قاصر ہیں ۔ خانخاناں نے مبارزخاں ، نظر بہادر اور راؤ دودا کو انھیں لانے کے لیے روانہ کیا ۔ پھر احتیاطاً خان زماں کو بھی ان کے پیچھے بھیج دیا ۔

آدھر سے بہلول خاں اور ساہوجی وغیرہ بھی رہزنی کی نیت سے آرہے تھے - خان زماں سے مقابلہ ہؤا اور سخت خونریز ہؤا - فوج شاہی [۴۳۹] کے ثابت قدم دلاوروں نے آن بدبختوں کو تلواروں پر رکھ لیا - آندھی کی طرح جس طرف حملہ کرے خاک سی اڑا دیتے اور بہت سوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیئے - متواتر حملوں سے سیکڑوں گمراہوں کو عدم کی راہ دکھا دی - ایسی تباہی مچائی کہ دکن والوں کی ہمتیں پست کر دیں -

مختصر یہ کہ تیسرے پہر سے دو گھڑی رات گئے تک نیزہ و شمشیر اور تیر و تفنگ کی لڑائی جاری رہی - غنیم کے بہت سے سپاہی ہلاک اور بےشمار سخت زخمی ہوئے - فوج شاہی کے چند سرفروش سورماؤں نے، جو معرکے میں ہمیشہ آگے رہتے ہیں ، کاری زخم کھا کھا کر نیک نامیِ جاوید کا فرمان حاصل کیا - بالآخر جب غنیم کو خوب اندازہ ہوگیا کہ لڑائی سے زخم کھانے اور سپاہیوں کو قتل کروانے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا تو میدان سے بھاگ نکلا اور پہاڑ کے دامن میں پناہ لی - بہلول بدبخت نے جو جھوٹوں اور غلط اندیشوں کا سردار تھا اور جس کی مکاریاں ضرب المثل تھیں یہ خیالِ خام باندھا کہ دولت آباد پہنچ کر خانخاناں سے جنگ کروں - سوچا کہ خانِ موصوف کے اکثر سپاہی رسد لانے کے لیے نکل چکے ہیں - لشکر میں تھوڑے سے آدمی باقی ہیں - انھیں مار ڈالنا مشکل نہیں - یہ ارادہ کرکے لڑائی ملتوی کی اور دولت آباد کی راہ لی - خان زماں پورے منصوبہ باز تھے - پیش بینی میں کامل - فوراً تاڑ گئے کہ مکار بہلول کا میدان سے یوں چلے جانا خالی از علت نہیں - چونکہ اپنے باپ کی فوج کم ہونے اور بہلول کی مکاری کا علم تھا لہٰذا اس دو رنگے منافق کی دغابازی سے محفوظ رہنے کے لیے دلیر ہمت [۴۴۰] کو فوراً ایک

آراستہ فوج دے کر خانخاناں کی طرف روانہ کر دیا ۔ جب بہلول وغیرہ رات گئے خانخاناں کے کیمپ کے قریب پہنچے تو سبھوں نے صلاح کی کہ شبخون مارنا مناسب نہیں ، کل صبح لڑیں گے ۔ چونکہ خدائے پاک کی مرضی یہ تھی کہ ہوا خواہانِ دولت کی ذلت نہ ہو بلکہ سرفرازی پائیں لہٰذا اُن کی یہ رائے ہوگئی ۔ راتوں رات معاملہ دگرگوں ہوگیا یعنی دلبر ہمت اپنی فوج لیے بھاگے پھر خانخاناں سے آ ملا ۔ اُن بد نصیبوں کی امیدیں ٹوٹ گئیں ۔ لڑائی کا ارادہ ملتوی کرکے فرار ہوگئے ۔

انھی دنوں اوداجی رام کے انتقال کا واقعہ پیش آیا ۔ شاہجہاں کا یہ مخلص سردار دکن کا برہمن تھا ۔ پہلے عنبر کے پاس نوکر رہا ، پھر ملازمانِ شاہی کی فہرست میں داخل ہوکر پنج ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ مدت سے کئی بیماریاں اُسے لاحق تھیں ۔ ان دنوں زور پکڑ گئیں اور اُس کی وفات کا سبب بن گئیں ۔ کارگزار آدمی تھا ۔ خانخاناں نے موقع محل کا لحاظ کرکے اُس کے چھوٹے بیٹے کے واسطے تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب تجویز کیا ۔ [۲۶ تاریخ کو] خانخاناں نے مناسب سمجھا کہ غنیم کی لشکرگاہ پر، جو قریب ہی واقع تھی ، خان زماں کی سرداری میں ایک جرار فوج بھیجے ۔ نصیری خاں اور دیگر امرائے نامدار کو اُس کے ساتھ اس مہم پر نامزد کیا ۔ خان زماں نے دلبر ہمت کو خانخاناں کے سپاہیوں اور کم منصب راجپوتوں کے ساتھ ہراول مقرر کیا ۔ مبارز خاں اور تمام پٹھانوں کو میسرہ کی اور نصیری خاں کو میمنہ کی سرداری سپرد کی ۔ راؤ ستر سال اور راؤ رتن کو لے کر خود قلب میں قائم ہؤا ۔ یہ سب چار کوس فاصلہ طے کرنے پائے تھے کہ غنیم کی فوج نمودار ہوئی اور مقابلے پر آئی ۔ یہ دوسری بار تھی کہ نور و ظلمت اور حق و باطل یعنی

شاہی فوج اور غنیم کا لسکر آمنے سامنے کھلے میدان میں نبرد آزمائی کرنے کے لیے بڑھے ۔ اُن جاہل و ظالم اشخاص نے بالخصوص بہلول مکّار نے شاہی فوج کا بڑی جانبازی سے مقابلہ کیا ۔ یہاں بھی [۴۴۱] بڑے زور کا رن بڑا بلکہ پہلے معرکوں سے زیادہ خونریزی ہوئی ۔ شاہی دلاور شیروں کی طرح بے خوف اُن مکاروں کی صفوں میں گھس گئے ۔ دلوں میں غبار بھرا ہؤا تھا ۔ خوب تلواریں برسائیں اور دکنیوں کا صفایا کر دیا ۔ تھوڑی سی دیر میں غنیم کا تمام سامان ، مال و اسباب ، مویشی ، اونٹ ، گھوڑے ، بیل ، خیمے قناتیں وغیرہ قبضے میں لے لیں ۔ دوپہر تک لوٹنے والے سپاہیوں کو ، جو مالِ غنیمت سے لدے پھندے تھے ، ایک جگہ جمع کرتے رہے ۔ پھر ان سبھوں کو ساتھ لے کر مظفر و منصور واپس آ گئے ۔

اسی اثنا میں فتح خاں کو بھی جھرجھری آئی ۔ بہادری جتانے کے لیے بڑے حوصلے سے فوج آراستہ کی ۔ دو چار ہاتھی ، جو قلعے میں پڑے رہ گئے تھے ، انھیں سامنے رکھا ۔ خود اُن کے پیچھے پٹن اور کرکی والے دروازے پر پہنچا ۔ کچھ آزمودہ کار بہادروں کو نقب کے سامنے والی کھڑکی پر تعینات کیا کہ مستعدی کے ساتھ تیار کھڑے رہو ۔ میں آؤں تو میرے ساتھ مل کر بڑھنا ۔ ہو سکا تو نقب والے مورچے کے نگہبانوں کو ماریں گے ۔ بادشاہی ملازموں کو اُس کا ارادہ معلوم ہوگیا ۔ تھوڑے سے جنگ آزمودہ جوان اُس کے مقابلے پر آئے اور سخت معرکہ پڑا ۔ فتح خاں کے کچھ ساتھی تیروں اور گولیوں کی زد میں آ کر ہلاک ہوئے ۔ باقی بھاگ نکلے ۔ اس عرصے میں بادشاہی سپاہی بالعموم لڑائی میں مشغول رہے ۔ گھاس چارہ لانے کے لیے وقت نہ ملا ۔ اس وجہ سے اردوئے معلیٰ میں گھاس اور ایندھن کی بڑی قلت ہوگئی ۔ دونوں چیزیں ایسی نایاب ہوگئیں کہ نشان نہ ملا ۔ خانخاناں کے مشورے کے مطابق

خان زماں اور نصیری خاں کو یہ خدمت سپرد ہوئی کہ گھاس ایندھن لانے والے سپاہیوں کی حفاظت کریں ۔ خان زماں گھاس چارہ جمع کرے اور نصیری خاں کیمپ کے قریب مستعد کھڑا رہے تاکہ سامان لانے والوں کو غنیم نقصان نہ پہنچا سکے ۔

یہ لوگ اپنے کام پر روانہ ہوئے ۔ دکنیوں کے مکر و فریب سے واقف نہ تھے ۔ واپسی میں ان لوگوں نے گھاس اور ایندھن سے لدے پھندے اونٹوں اور ہاتھیوں کو آگے رکھا ۔ خود پیچھے پیچھے آنے لگے ۔ رن دولھا خاں [۲۴۴] اور چند دوسرے دکنی سرداروں نے سوچا کہ یہ تھوڑے سے سپاہی ہیں ۔ آگے بڑھ کر سبھوں کو قتل کر دیا ۔ اتفاقاً نصیری خاں لشکرگاہ کے قریب ہی رکا ہوا تھا ۔ فوراً اپنی ماتحت فوج کو بڑھایا ۔ رن دولھا سمجھا کہ جس طرح پہلا داؤ ٹھیک پڑا ہے اس مرتبہ بھی کامیابی ہوگی ۔ اپنے تمام سپاہیوں کو لے کر ، جو تقریباً تین ہزار تھے ، اس فوج پر ٹوٹ پڑا ۔ نصیری خاں کو پتا چلا تو فوراً مقابلے پر آیا ۔ اگرچہ اس کے بیشتر ماتحت اور رفیق مختلف ناکوں کو روکنے کے لیے ادھر اُدھر گئے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ صرف پانچ سو سوار باقی تھے لیکن وہ بہادر سردار شیر کی طرح بے خوف ہوکر بڑھا اور ان شوخ چشموں کے قلب پر حملہ‌آور ہوا ۔ بلکہ اپنے بندوقچی سپاہیوں کی ایک جماعت کو کمین‌گاہ میں ایک تالاب کے کنارے بٹھا دیا کہ جب دشمن مار کھا کر اس راستے بھاگے تو حملہ کرنا ۔ غرض جب رن دولھا خاں وغیرہ نصیری خاں کے حملے کی تاب نہ لا کر بھاگے تو ان نشانہ بازوں نے انھیں گولیوں سے بھون دیا ۔ بے شمار گھوڑے اور سوار قتل کیے ۔

اگرچہ اس بار رن دولھا خاں کے منہ پر یہ طمانچہ بہت سخت پڑا تھا لیکن ذرا عقل نہ پکڑی ۔ نادانی و خام خیالی سے دوبارہ اپنے

منصوبے پورے کرنے چاہے - چنانچہ ادھر سے مار کھا کر دلیر ہمت اور لہراسپ کی فوج پر جا پڑا - یہاں بھی نصیری خاں کمک پر آ پہنچا اور پہلے ہی حملے میں آن رو سیاہوں کو زیر بتر کر ڈالا - جب آن کوتاہ اندیشوں نے دیکھا کہ شامت اعمال اور خدائی مار چاروں طرف سے انہیں گھیر رہی ہے اور جان بچنے کا کوئی راستہ باقی نہیں تو میدان سے فرار کرگئے - دن چھپے خاں زماں سلامتی کے ساتھ لوٹا - سپاہی اور چارے ایندھن سے لدے ہوئے اونٹ اور ہاتھی سب بخیریت لشکر میں واپس آ گئے -

۳ فروردین (۲۳ مارچ ۱۶۳۳ء) کو بادشاہ مظفر و منصور حضرت ظل سبحانی کے اقبال کی برکت سے قلعۂ عنبر کوٹ فتح ہوا - اس عظیم الشان فتح کی تفصیل یہ ہے کہ ایک روز پہلے یعنی پیر کے دن وہ نقب جو خان زماں کے مورچوں سے بڑھائی جا رہی تھی [۴۴۳] فصیل کے نیچے پہنچ گئی - دیوار اور برج کے نیچے سے مٹی کھود کر ستر من بارود وہاں بھر دی - سپہ سالار کی رائے کے مطابق یہ طے پایا کہ لشکر شاہی کے تمام سردار مثلاً راجہ بہار سنگھ ، نظر بہادر خویشگی ، راجہ سارنگ دیو ، سید علاول ، ناہر خاں کے بیٹے ، نظر بیگ ، یولم بہادر ، کسن سنگھ ، مدن سنگھ بھدوریہ ، جموں کا زمیندار سنگرام وغیرہ دھاوے کے لیے مستعد اور مسلح ہوکر پچھلے پہر خان زماں کے مورچے پر جمع ہو جائیں تاکہ صبح سویرے سپہ سالار کے سامنے سرنگ اڑا کر قلعے پر یورش کی جائے - اتفاقاً ابھی سورج کے نکلنے اور خان زماں کے آنے میں ایک گھڑی باقی تھی کہ نقب کے مہتمم نے سرنگ کو آگ دکھا دی - سرنگ آڑی اور اس کے صدمے سے ۲۸ گز فصیل اور برج کا بارہ گز حصہ صاف اڑ گیا -

بہادروں کے لیے کافی کشادہ راستہ کھل گیا لیکن یورش ک

انتظام کرنے والے سردار ابھی نہیں پہنچے تھے ۔ خان زماں ، نصیری خاں ، دلیر ہمت اور میرزا لہراسپ لشکرگاہ میں ٹھہرے ہوئے تھے ۔ خانخاناں نے عاقبت اندیشی کے لحاظ سے اُنہیں وہیں چھوڑ دیا تھا کہ یورش کے وقت جب ساری فوج حملے میں مشغول ہو تو دکن کے چھاپہ مار دغا باز کیمپ کو خالی سمجھ کر نہ آ پڑیں ۔ لشکرگاہ کو خالی چھوڑ دیا جاتا تو دشمن کے حملے کا سخت اندیشہ تھا جس سے فوجِ شاہی کو نقصان پہنچ جاتا اور بدنامی ہوتی ۔ لیکن اس پیش بندی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگرچہ سرداروں کے سامنے قلعے کا راستہ صاف کھلا پڑا تھا لیکن کسی نے آگے قدم نہ رکھا ۔ خانخاناں ابھی آئے نہ تھے ۔ یہ خبر سن کر بہت پیچ و تاب کھایا اور جھنجھلائے ۔ صبحدم خان زماں ، نصیری خاں اور دوسروں کو اپنے پاس طلب کیا ۔ ساتھ ساتھ معلوم ہوا کہ غنیم لشکرگاہ کے نزدیک آ کر شوخیاں کر رہا ہے ۔ یہ صورت دیکھ کر خان زماں کو غنیم کی مدافعت کے لیے وہاں چھوڑا ۔ باقیوں کو یورش کے لیے آنے کا اشارہ کیا ۔

اس وقت فصیل کے پاس یہ کیفیت تھی کہ قلعے کی ساری فوج جمع ہو کر اس شگاف کو بند کرنے پر تلی ہوئی تھی ۔ بان بندوقوں سے آگ برسا کر یہ انتظام کر رہے تھے کہ جس طرح بنے بڑے بڑے تختے شہتیر وغیرہ بلکہ بندوقیں توپیں تک ڈال کر شگاف بھر دیں ۔ لشکرِ شاہی کے بہادر ، جو اب تک دلاوری کی ڈینگ مار رہے تھے ، پیچھے ہی کھڑے رہے ۔ کسی [۳۴۴] نے قدم نہ بڑھایا ۔ یہ حال دیکھ کر سپہ سالار کو تاؤ آ گیا ۔ منچلے بہادر نے گھوڑے سے اتر کر بے بس و بیش خود آگے بڑھنا چاہا تا کہ قلعے والوں کو اتنی مہلت نہ ملے کہ شگاف بھر لیں ۔ سپہ سالار کا اس طرح بہ نفسِ نفیس بڑھنا سرداری کے شیوے کے مناسب نہ تھا

لہذا نصیری خاں نے اُس بہادر غیور کو روکا ۔ خانخاناں بپھرا ہؤا تھا ۔ جھنجھلا جھنجھلا کر بڑھتا تھا ۔ نصیری خاں نے کسی طرح آگے نہ بڑھنے دیا اور وعدہ کیا کہ میں خود یورش پر جا رہا ہوں ۔ اس مہم کا سر کرنا مجھ پر چھوڑ دیجیے ۔

جب خانخاناں نے دیکھا کہ نصیری خاں کسی طرح مجھے نہیں چھوڑتا اور مہم کے انصرام کا وعدہ کر رہا ہے تو اُس کا غیظ و غضب کم ہؤا ۔ نصیری خاں پر اعتماد کرکے سابقہ ارادہ ترک کیا اور اور یورش کا انداز بدلا ۔ سرداروں سے لے کر سپاہیوں تک سبھوں کو ڈانٹ کر پھٹکار اور وعدے وعید سے ترغیب دے کر دھاوے پر مستعد کیا ۔ صفیں درست کیں ۔ مہیس داس کو بھی اپنے جاں‌نثار سپاہی دے کر آگے بڑھایا ۔ نصیری خاں اور نظر بہادر خویشگی نے اُن دلاوروں کو ، جنھوں نے شگاف پر دھاوا کرنے کا ذمہ لیا تھا ، حملے کا حکم دیا ۔ سب کے پیچھے سپہ سالار چلا ۔ تائیدِ ایزدی اور عنایتِ پروردگار کو اپنی سپر بنا کر بلکہ زورِ بازو سمجھ کر مہم سر کرنے پر مستعد ہؤا ۔ غرض سارے دلاور جانباز اُس شگاف میں ، جہاں توپوں اور بندوقوں نے آگ کا طوفان برپا کر رکھا تھا ، ایک گروہ بلکہ ایک دل ہو کر گھس گئے ۔ اُدھر سے قلعے والے بھی ، جنھیں اپنی جانوں کا اور جان سے زیادہ ننگ و ناموس کا خیال تھا ، مرنے مارنے پر تل گئے ۔ بندوقوں توپوں کی وہ مارا مار ہوئی کہ آفتابِ محشر کی گرمی اُس کے سامنے افسانہ ہو کر رہ گئی ۔ طرفین کے بہادر ایک دوسرے کو اس طرح قتل کر رہے تھے کہ قیامت کا سا ہنگامہ برپا تھا ۔ شاہی دلاوروں نے بھی قسم کھائی تھی کہ جان دے دیں گے لیکن پیچھے نہ ہٹیں گے ۔ نیک نامیِ کونین حاصل کرنے کے لیے جان کی بازی لگا دی اور پرانی آرزو پوری کرنے کے لیے بڑھتے رہے ۔ سپہ سالار کے [۵۴۴] اور نصیری خاں کے کچھ

آدمی نصیریوں (مولا علی کے پرستار) کی طرح جان پر کھیل گئے۔ زخمیوں کا کیا شمار ہے۔

غرض کہاں تک لکھا جائے۔ جوان مردوں نے لڑائی میں جان لڑا دی اور بہادروں نے ثابت قدمی و جاں فشانی کی انتہا کر دی۔ اژدہا نفس ضربزن، کوہ پیکر توپیں، زنبورکیں، بادلیچیں اور بندوقیں اس طرح مسلسل آگ برسا رہی تھیں کہ ہر طرف ستھراؤ سا ہوگیا۔ خدیوِ آفاق حضرت ظلِ سبحانی کے نمک حلالوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان پر زخمی نیم بسمل بہادروں کے ڈھیر تھے۔ بادشاہ سلامت کے جاں‌نثار، جو آپ کی خدمت میں جان کو کچھ مال نہ سمجھتے تھے، لاشوں اور زخمیوں کے اوپر پاؤں رکھ رکھ کر آگے بڑھتے چلے گئے۔ قلعے والوں کو اپنی جانوں اور ننگ و ناموس کا فکر تھا۔ وہ بھی انتہائی دلاوری سے بارودی ڈبے پھینک پھینک کر، توپیں اور بندوقیں چلا چلا کر حملہ آوروں کو روکنے اور مارنے کاٹنے میں سرگرم تھے۔ کوشش یہ تھی کہ کسی طرح شگاف کو بھر دیں۔ شاہی جاں‌نثار ہزاروں ترکیبوں سے وہاں گھس گھس کر دشمن کی تمام تدبیروں کو، جو وہ شگاف پاٹنے کے لیے کر رہے تھے، ناکام کر دیتے۔ جب کئی بار یہی صورت ہوئی تو سبھوں نے جان سے ہاتھ دھو کر اور شہادت کا مصمم ارادہ کرکے آخری دھاوے کا فیصلہ کیا۔ ہنستے کھیلتے کلمۂ طیبہ پڑھتے ہوئے یورش کی۔ دائیں طرف سے نصیری خاں، نظر بہادر خویشگی اور سپہ‌سالار کے آدمیوں نے امدادِ الٰہی پر توکل کرکے، جان ہتھیلی پر رکھ کر، پیش قدمی کی۔ دوسری طرف سے راجا سارنگ دیو، کشن سنگھ، مدن سنگھ بھدوریہ، سید علاول، سنگرام زمیندارِ جموں وغیرہ توفیق ایزدی کے سہارے ان وفادرست جاں‌نثاروں کے ساتھ مل کر ایک ہی ریلے میں اندر جا گھسے۔ محصوروں سے جہاں تک بن پڑا

بڑی مزاحمت کی لیکن کارگر نہ ہوئی - ہر شخص نے بالخصوص خیریت خاں نے قلعے کے اندر اس مردانگی و جانبازی سے جنگ کی کہ آدمی کے تصور میں نہیں آ سکتا - تیر اور بندوق سے گزر کر تلوار، خنجر اور جمدھر کی نوبت آئی اور دونوں فریق باہم گتھ گئے۔ اس کے باوجود کچھ فائدہ نہ ہؤا - جانوں کو داؤ پر لگا دیا [۳۳۶] تھا - بے شمار قتل ہوئے - انھی میں خیریت خاں کی نبردآزمائی میں رن دولھا خاں کا ایک سردار بھی مارا گیا -

عنبر کوٹ میں شکست کھانے کے بعد جو لوگ بچے وہ فوراً دوسرے قلعے مہاکوٹ کی خندق میں جا کر ٹھہرے - اس وقت خانخاناں بھی اپنے بہادر ساتھ لیے ہوئے آ پہنچا تھا - جب دیکھا کہ عنبر کوٹ جیسا قلعہ، کہ جس کی دیواریں چودہ گز اونچی اور پانچ گز چوڑی ہیں، شاہی دلاوروں کے قبضے میں آ گیا ہے تو بے اختیار خدا کا شکر ادا کیا - سپاہیوں کو بہت شاباش دی اور لوٹنے والوں نے جو جو چیزیں لوٹی تھیں سب انھیں بخش دیں - بہارسنگھ بندیلہ کے آدمیوں نے ایک ہاتھی بھی لوٹا تھا - وہ بھی انھیں ہی دے دیا - عنبر کوٹ فتح ہونے کے بعد خان زماں نے دشمن کے صف بستہ سپاہیوں پر حملہ کیا تھا لیکن شکست کے بعد ان لوگوں کے حوصلے پست اور بازو سست ہو چکے تھے - مقابلے سے ہٹ گئے - خان زماں اپنے باپ خانخاناں سے آ ملا - سپہ سالار نے تمام سرداروں کو لے کر سارے قلعے کا گشت کیا - نصیری خاں کو ناہر خاں کے بیٹوں، بہار سنگھ، سنگرام اور دوسرے نامی منصب داروں کے ساتھ قلعۂ مہاکوٹ کے محاصرے پر مامور کر کے اپنی لشکرگاہ میں واپس چلا آیا -

اگلے دن سپہ سالار نظام الملک کے محل سے نکل کر، جہاں اب تک مقیم رہا تھا، یاقوت خاں کی حویلی میں اٹھ آیا جو

عنبر کوٹ کے اندر مہا کوٹ کے دروازے کے قریب تھی ۔ مالوجی ، جگ جیون اور چند دوسرے منصب داروں کو اپنے مورچے کی نگہبانی پر مامور کیا ۔ اب قلعۂ مہا کوٹ کو فتح کرنے کے لیے سازو سامان جمع کرنا شروع کیا ۔ بہت سے نقب زنوں کو ، جن کی کدالیں اور تیشے سدِ سکندری کو توڑ دیتے اور کوہِ قاف کا جگر چیرتے تھے ، نقب لگانے کا حکم دیا ۔ سپہ سالار ان تیاریوں میں تھا جو خبر لگی کہ عنبر کوٹ فتح ہوجانے سے ، جو مرکزی قلعے کی کنجی سمجھا جاتا تھا ، غنیم کا دل ٹوٹ [۷۴۴] گیا ہے ۔ دوسرے قلعوں کے بچاؤ سے نا امید ہو چکا ہے اور مجبوراً کسی اور ترکیب کی فکر میں ہے ۔ اسی لیے یاقوت خاں ، فرہاد ، بہلول اور کھیلوجی برار کی طرف چلے گئے ہیں تاکہ وہاں آشوب پھیلا کر غلہ چارہ اور خزانہ لانے والوں کو زک پہنچائیں ۔ یہ سن کر خانخاناں نے حزم و احتیاط کے قاعدے سے ، جو سرداری و سپہ سالاری کا اصل اصول ہے ، بتاریخ ۴ اردی بہشت (۴ ۲ اپریل ۱۶۳۳ء) خان زماں ، راؤ ستر سال ، راؤ کرن وغیرہ کو آراستہ فوج دے کر روانہ کیا کہ اُن خام خیالوں کے پیچھے جاؤ اور حملہ کرکے ایسی گوشمالی کرو کہ اُن شریروں کو بعد ازاں اس قسم کی حرکتوں کا خیال تک نہ آئے ۔

ان دنوں محاصرے کی طوالت اور فوجِ شاہی کی سخت نگرانی کے سبب قلعے کے اندر غلے کی ایسی قلت ہو گئی تھی کہ جان کے لالے پڑ رہے تھے ۔ لوگ بالعموم مردہ جانوروں کی کھال اور ہڈیاں تک کھانے پر اُتر آئے ۔ رن دولھا خاں اور ساہو نے یہ تدبیر کی کہ غلہ سروں پر لاد کر خندق میں شیر حاجی والی کھڑکی کے برابر میں ڈال دیا جائے تاکہ اندر والے آسے اُٹھا کر چند روز بسر کر سکیں ۔ خانخاناں کو اس تدبیر کا پتا چل گیا ۔ نصیری خاں

اور راؤ دودا کو باہر کی طرف اور مہیش داس راٹھور کو راجپوتوں کی فوج کے ساتھ اندر کی جانب مامور کیا کہ دن رات چوکس رہیں اور غنیم کو غلہ نہ پہنچانے دیں ۔ اتفاقاً ۴ ، اردی بہشت[1] (۴ مئی ۱۶۳۳ء) کی رات میں پچھلے پہر رن دولھا خاں اور ساہو ، جنھیں اس چوکی پہرے کا علم نہ تھا ، تین ہزار سوار ساتھ لیے ایک ہزار آدمیوں کے سروں پر غلہ لادے لشکر شاہی کے نزدیک آئے ۔ سوار تو وہیں ٹھہرے ۔ کچھ تیرانداز سوار اور پیادے ، نیزہ دار اور کرناٹک کے بندوقچی ، جو اپنے فن میں بڑے پھرتیلے تھے اور تیز دستی میں ابر و باد سے بھی سبقت لے جاتے تھے ، غلے والوں کے ساتھ آگے بھیج دیے [۴۴۸] کہ فصیل کے نیچے غلہ ڈال کر دبے پانوں واپس چلے آؤ ۔ جوں ہی یہ لوگ خندق کے پاس پہنچے فوج شاہی کے بہادروں نے جو وہاں گھات میں چھپے بیٹھے تھے ، اپنی اپنی جگہ سے نکل کر ان کا راستہ روک لیا ۔ غنیم نے بادشاہی لشکر کے بہادروں کی سخت کوشی اور دلاوری بارہا دیکھی تھی ۔ جانتا تھا کہ ان کے ہوتے ہوئے قلعے والے باہر نکل کر ایک دانہ نہیں اٹھا سکتے لہٰذا لڑے بھڑے بغیر وہاں سے فرار کر گیا ۔ سارا غلہ مہیش داس اور نصیری خاں کے سپاہیوں نے سنبھال لیا ۔ اندر والے نگاہِ حسرت سے دیکھ کر رہ گئے ۔

اب فتح خاں کو رسد پہنچنے سے پوری مایوسی ہو گئی ۔ یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ نقب بڑھتے بڑھتے مہاکوٹ کی فصیل کے نیچے تک آ چکی ہے لہٰذا دوبارہ صورتِ حال کا جائزہ لیا ۔ صاف ظاہر تھا کہ چند روز میں مہاکوٹ پر بھی غازیانِ بادشاہی کا قبضہ ہو جائے گا ۔ دل پر خوف و ہراس ایسا چھایا کہ جی چھوٹ

۱۔ نسخۂ لاہور میں ص ۷ پر اردی بہشت درج ہے ۔

گیا ۔ اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو کالا کوٹ میں سرکا دیا اور خود خیرت خاں اور باقی محصورین کے ساتھ وہیں توقف کیا ۔ خیریت خاں ، دوتونا گھنڈاتھ ، تاناجی ڈوریا اور باقی عادل خانی سردار محاصرے کی سختیوں بالخصوص غلے کی نایابی سے تنگ آ چکے تھے ۔ یہ بھی معلوم تھا کہ شاہی بہادروں کی تلوار کے سوائے اور کوئی انھیں اس مصیبت سے نہیں چھٹا سکتا لہٰذا انجام کو سوچ کر مجلس مشورہ آراستہ کی ۔ سبھوں کی رائے یہ ٹھہری کہ مالوجی کو سفارشی بنا کر امان طلب کرو کہ ہم قلعے سے ہاتھ اٹھاتے ہیں ۔ ہمارے اہل و عیال اور جان و مال سے تعرض نہ کیا جائے ۔ خانخاناں نے اُن کی درخواست منظور کی ۔ وہ لوگ بالکل مطمئن ہو گئے ۔

۱۸ اردی بہشت (۸ مئی ۱۶۳۳ء) کو چار گھڑی رات گئے بیجاپوری سردار دو سپاہیوں سمیت کمندوں کے ذریعے نیچے اتر آئے ۔ خانخاناں نے معاملہ فہمی اور آداب دانی کے تقاضے سے سرداروں کی دلجوئی کی ۔ ہر طرح کے احترام کے علاوہ ظاہری آؤ بھگت کا بھی اہتمام کیا ۔ خیریت خاں کی میزبانی دلبر ہمت کے ذمے لگائی اور ہندو سرداروں کی مہماں نوازی پر مالوجی کو مامور کیا ۔ اگلے روز سبھوں کو اپنے پاس بلا کر نہایت گرمجوشی اور مہربانی سے پیش آیا ۔ [۴۴۹] ہر ایک کے ساتھ اتنی عنایتیں کیں کہ ان کی وحشت دور ہو گئی ۔ سب کے دل مطمئن ہوئے ۔ خانخاناں نے باتوں باتوں میں یہ بھی سنا دیا کہ ”عنقریب حضرت ظل سبحانی کی سواری ادھر آنے والی ہے اس لیے میرا مقصد ہے کہ اس قلعے کو جلد از جلد فتح کرکے حضرت کے آنے سے پہلے دوسرے قلعوں کو سر کرنے کے لیے آگے چلا جاؤں اور چند بد طینت سر کشوں کی گوشمالی کروں ۔ خاص ارادہ یہ ہے کہ بیجاپور کو فتح کرلوں اور جن بدبختوں نے ملازمت شاہی سے منہ موڑ کر بیجاپور میں نیک دل سلطان

عادل خاں کو بہکایا اور سرکشی پر آمادہ کیا ہے اُن کو تباہ و برباد کر دوں - از سرِ نو پوری کوشش سے یہ سب کام انجام دوں گا - سلطان عادل خاں کمسن اور ناسمجھ ہے - اُس کی تنبیہ و تادیب کے لیے لشکر کشی کرنے سے سارا علاقہ ویران ہو جائے گا - رعیت برباد ہو گی لیکن میرا اصلی مقصد یہ ہے کہ اُس نو عمر بے عقل لڑکے کو ، جو بعض خانہ براندازوں کے بہکانے سے اطاعت کی شاہراہ سے ہٹ گیا ہے ، سیدھے راستے پر لے آؤں - تھوڑے عرصے کے لیے پروردگارِ عالم کی خوشنودی اور رعایا کی فلاح و بہبود کی خاطر برسات گزارنے اور مختلف سرداروں کو تھانے سپرد کرنے کے لیے احمدنگر میں قیام کروں گا - اگر اس عرصے میں کمسن سلطان اپنے والدِ مرحوم اور آباء و اجداد کا پسندیدہ طریقہ اختیار کر کے اطاعتِ شاہی اختیار کرلے تو بہتر ہے - مجھے بھی خلق اللہ کی فلاح و بہبود منظور ہے - اگر سلطان اطاعت کا اظہار کرے گا تو میں اسی پر اکتفا کر کے بارگاہِ شاہی میں متواتر عرضداشتیں بھیجوں گا اور اس عرصے میں سلطان سے جو لغزشیں ہوئی ہیں اُن کی معافی کے لیے سفارش کروں گا - لیکن اگر مشیتِ ایزدی اس کے خلاف ہو یعنی سلطان کو دین و دنیا کی فلاح منظور نہ ہو ، اپنی قدیمی سلطنت تباہ کرنے پر مائل ہو اور فتنہ انگیزوں کے بہکانے سے بدستور سرکشی کرتا رہے تو میں نے دوسرا انتظام سوچا ہے - خان زماں کو قندھار میں ، [۵۰۴] دلیر ہمت کو پونا میں اور مرزا لہراسپ کو دھارور میں تعینات کر کے ، تھانوں کے انتظام سے بالکل مطمئن ہو کر پورے لشکر سے بیجاپور کا محاصرہ کر لوں گا -" جب اس حکمت آموز تحریر کے ضمن میں سپہ سالار نے اپنا مقصد بیان کر دیا تو سب سردار اجازت لے کر واپس چلے گئے -

اسی عرصے میں خانخاناں کو پتا لگا کہ محصورین کا حال بے حد

ابتر ہو چکا ہے - زیادہ تحمل نہیں کر سکتے - آج کل میں قلعہ فتح ہو جائے گا - یہ سن کر محاصرے میں مزید سختی کا اہتمام کرنے لگا - ہر روز دلبر ہمت کے مورچے پر جاتا جہاں سے کالا کوٹ توپوں کی مار میں آتا تھا - صبح سے شام تک اپنے سامنے ہر توپ کئی کئی بار جلواتا اور بان چھوڑنے کا بھی حکم دیتا - اس اثنا میں رن دولھا اور ساہو کو بھی یقین ہو گیا کہ کام ہاتھ سے نکل چکا ہے - چارہ و تدبیر بالکل بے سود بلکہ مضر ہے - پہلے تو یہ فیصلہ کیا کہ واپس چلے جائیں - پھر سوچا کہ حرکت میں برکت ہے - لاؤ چلتے چلتے ایک زور اور لگا لیں - غرض رات کے وقت جب موقع ملتا شبخون مارتے اور جو کچھ ہو سکتا کر گزرتے - لشکرگاہ کے آس پاس آ کر بان داغتے اور فوج شاہی کو پریشان کرتے -

اگلے روز جگراج بندیلہ کی نگرانی میں ایک فوج گھاس چارہ لانے کے لیے گئی ہوئی تھی - رن دولھا خاں درانا گھاگ تھا - مکاریاں اور شرارتیں رگ رگ میں بھری تھیں - اپنی آراستہ فوج لے کر جگراج کے پیچھے ہو لیا - شام کے وقت سامنے آیا - ادھر بندیلہ سواروں نے اور اُدھر دکن کے شوخ جسم مکاروں نے صفیں باندھ لیں - شطرنج کے مہروں کی طرح آمنے سامنے جم گئے - صاف ظاہر تھا کہ خونریزی پر تلے ہوئے ہیں اور تیروں تلواروں سے ایک دوسرے کو فنا کرنے [۴۵۱] پر آمادہ ہیں - اول اول طرفین کے چیدہ بہادر میدان میں نکل نکل کر خوب لڑے - جگراج کے سپاہیوں کی تعداد تھوڑی تھی لیکن یہ نکتہ خوب سمجھتا تھا کہ اکثر اوقات خداوندِ عالم چھوٹی جماعت کی غیب سے مدد کرتا ہے - اس یقین سے اس کا دل قوی ہو گیا - ہاتھی کو آگے بڑھایا اور آس کے پیچھے گھوڑے پر سوار ہو کر رفیقوں کو لیے ہوئے آن دغا

بازوں کی طرف بڑھا - پھر تو دونوں فوجیں گھوڑوں کو ایڑ لگا کر آمنے سامنے ہو گئیں اور قتل و جنگ کا بازار گرم ہؤا - فریقین نے ایک دوسرے سے گتھ کر ایسے حملے کیے کہ ہر طرف زخمی اور مقتول سپاہیوں کے ڈھیر لگ گئے - گھوڑے اور سوار ہر طرف پڑے تڑپنے لگے - اس معرکے میں بھی بے شمار اہل دکن مارے گئے - باقی جان بچا کر بھاگے - بندیلے راجپوتوں نے حریف کو شکست دینے ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ دور تک تعاقب بھی کیا - بہت سوں کو زخمی اور قتل کیا - کتنوں کو اسیر کیا - بہت سے گھوڑے اور جھنڈے بھی چھین لائے - ساری فوج صحیح سلامت گھاس ایندھن سے لدی پھندی بخیریت واپس آئی - سرداروں کے سر، گھوڑے اور جھنڈے سپہ سالار کے سامنے پیش کیے کہ فتح کا نشان تھے -

ان مبارک ایام کے واقعات میں خان زماں کی فتحمندی کا ذکر مناسب ہے جو غنیم کو شکست دے کر غلہ، بارود اور خزانہ لیے ہوئے دولت آباد واپس آیا - تفصیل اس کی یہ ہے، جیسا کہ مذکور ہؤا، وہ خانخاناں کے حسب الحکم برار کی طرف روانہ ہو کر ظفرنگر میں ٹھہرا تاکہ غنیم کا حال معلوم کر سکے - معلوم ہؤا کہ شاہی ملازم، جو برہان پور سے خزانہ اور غلہ لا رہے ہیں، روہن کھیڑا تک پہنچ چکے ہیں - غنیم کو بھی یہ خبر مل چکی ہے اور وہ بھی اس طرف بڑھ رہا ہے - خان زماں نے بہار سنگھ اور احمد خاں نیازی کو ظفرنگر میں چھوڑا - خود بے تامل روہن کھیڑے کی طرف چلا - کمبخت غنیم نے پہلے تو بہارسنگھ اور احمد خاں سے کچھ چھیڑ چھاڑ کی پھر اسی طرف روانہ ہو گیا - خان زماں کے سپاہیوں کی تعداد کم تھی - اس کے باوجود دشمن سے بھڑ گئے اور عنایت پروردگار کی برکت سے فتحمند ہوئے - دشمن کی کثیر

تعداد قتل ہوئی ۔ باقی بھاگ نکلے ۔ خان زماں غلہ اور خزانہ لیے ہوئے بخیریت ظفرنگر آپہنچا ۔ یہاں سے دولت آباد کا رخ کیا ۔ غنیم کو یہ اطلاع [۳۵۲] بھی مل گئی ۔

اس تمام عرصے میں دشمن کی ساری تدبیریں ناکام ہو چکی تھیں ۔ گمراہوں نے خام خیالی سے جو منصوبہ باندھا وہ مکڑی کے جالے سے بھی کمزور نکلا ۔ آخر میں یاقوت اور اُس کے رفیقوں کو فوج کا سامان بہم پہنچانے اور برار میں ہنگامہ برپا کرنے کی جو تدبیر اُن باطل پرستوں نے کی تھی وہ بھی بے نتیجہ نکلی ۔ مجبوراً رن دولہا خاں اور ساہو نے آخری کوشش یہ کی کہ یاقوت اور اس کے رفیقوں کے ساتھ مل کر خان زماں کا راستہ روکیں ۔ اس خیالِ باطل کی تکمیل کے لیے دولت آباد سے چلے ۔ یاقوت کے ساتھ مل کر خان زماں کی طرف بڑھے ۔ خانخاناں کو دشمن کے اس منصوبے کی خبر مل چکی تھی ۔ نصیری خاں اور جگراج کو بڑی تیزی سے خان زماں کی کمک پر بھیجا ۔ ان کے پہنچنے سے پہلے غنیم خان زماں کے لشکر تک پہنچ چکا تھا ۔ قریب آنے کی جرأت نہ تھی ۔ کبھی کبھی دور سے بان چلا کر دل کا غبار نکال لیتا ۔ کبھی تھوڑے سے منچلے دکنی خان زماں کے لشکر کی مہر پر چھاپا بھی مار لیتے جو اُن کا پرانا دستور ہے ۔ بادشاہی دلاور ان باتوں کی مطلق پروا نہ کرتے تھے ۔

القصہ جب نصیری خاں اور جگراج خان زماں سے آ ملے تو خان والا شان نے وہیں صفیں مرتب کرلیں ۔ نصیری خاں ، بہارسنگھ اور ارجن (رانا کا چچا) کو ہراول کا سردار مقرر کیا ۔ مبارز خاں ، جگراج ، بہادر جی پسر جادو رائے وغیرہ کو عقب کی فوج کا اہتمام سپرد کیا ۔ خود تھوڑی سی فوج لے کر قلب میں قائم ہوا ۔ غلے اور خزانے کو درمیان میں لے کر بڑے آئین کے ساتھ منزل بہ

منزل بڑھنے لگے ۔ کم نصیب غنیم کئی بار معرکہ آرائی کرکے نتیجہ دیکھ چکا تھا ۔ اس مرتبہ کبھی [۴۵۳] سامنے نہ آیا ۔ بالآخر جس روز شاہی فوج کھڑکی (کرکی) کی طرف جا رہی تھی اُن مکاروں منافقوں نے باہم صلاح کرکے فیصلہ کیا کہ خان زماں کے قلب پر حملہ کرو ۔ اگلی اور پچھلی فوجیں قلب سے دو دو کوس کے فاصلے پر ہیں ۔ مدد کو نہ آ سکیں گی ۔

غرض نو ہزار جنگ آزمودہ سوار کرکی کے نواح میں خان زماں کی فوج پر آپڑے ۔ اُس سورما نے ، جس کے سینے میں رستم کا سا دل تھا ، اقبالِ بادشاہی پر بھروسا کیا ۔ اپنے سپاہیوں کا دل کلام اللہ کی وہ آیت سنا کر بڑھایا جس کا مفہوم ہے کہ ''بہت سی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں ۔'' غرض بڑے اطمینان سے ثابت قدمی کے ساتھ ہنگامۂ جدال و قتال گرم کیا ۔ حوصلہ مندی اور عزم مصمم کو اپنی سپر بنا کر اُن بد عہد دغا بازوں کو فنا کرنے پر مستعد ہو گیا ۔ پے در پے حملے کرکے اُن بزدلوں کا خوب قلع قمع کیا ۔ جوشِ شجاعت سے بے خود ہوکر اس صدمے کے ساتھ غنیم کے قلب پر گرا کہ اُس کی صفیں درہم برہم ہو گئیں ۔ دشمن کی شکست کے آثار نظر آنے لگے ۔ نظر بہادر خویشگی مبارز خاں سے آگے تھا ۔ اُس نے یہ حال دیکھ کر اقبالِ بادشاہی کے اعتماد پر کمال تہور کے ساتھ حملہ کیا اور بہت سے بہادروں کو خاک میں ملا دیا ۔ دوسری طرف سے مبارز خاں نے تائیدِ ایزدی اور نصرتِ الٰہی پر بھروسا کرکے تیروں اور تلواروں سے غنیم کی صفوں کو تہس نہس کر ڈالا ۔ اقبالِ بادشاہی کی برکت سے [۴۵۴] اُن نحوست و ادبار کے پتلوں کو ملکِ عدم کی راہ دکھائی ۔

اس معرکے میں بھی خدیوِ روزگار کے اقبال سے حسبِ معمول لشکرِ شاہی فتح مند ہوا ۔ غنیم کو شکست دے کر خوب مالِ

غنیمت سمیٹا ۔ رن دولھا اور ساہو شکستِ فاش کھا کر کمال خوف و اضطراب کے عالم میں فرار کر گئے ۔ خان زماں مظفر و منصور، فتح و فیروزی کا پرچم اڑاتا آگے بڑھا ۔ ۴ خورداد (۲۴ مئی ۱۶۳۳ء) کو ہر طرح محفوظ و مامون دولت آباد کے لشکرگاہ میں خیمہ زن ہوگیا ۔ چھ لاکھ روپے کا خزانہ، سو من بارود اور غلے کے بیس ہزار بیل صحیح سلامت لے آیا ۔

خانخاناں کے ملازم حکیم حیدر علی نے جس نقب کا اہتمام کیا تھا وہ قلعۂ مہاکوٹ کے شیر حاجی دروازے تک پہنچ گئی تھی ۔ بارود بھرنا باقی تھا ۔ حکیم مذکور نے خانخاناں کو اطلاع دی ۔ وہ کارگزار مسعد سردار ہمیشہ اپنے ولی نعمت کی مہمات انجام دینے کو فرضِ عین سمجھتا تھا ۔ حکم دیا کہ بارود بھر دی جائے ۔ اس انتظام کے باوجود یہ کام پورا نہ ہوسکا کیونکہ ابھی اس کا وقت آیا نہ تھا ۔ وجہ یہ ہوئی کہ عین اس موقعے پر مراری پنڈت بیجاپور سے آ کر غنیم سے مل گیا ۔ اس کے آنے سے لڑائی کا ہنگامہ پھر تیزی پر آیا اور سرنگ اڑانے کا کام ملتوی کرنا پڑا ۔ یہ شخص دکن کے پنڈتوں (داناؤں) کی نسل سے تھا ۔ شرارت و شیطنت میں ابلیس کا استاد اور بد افعالی و مردم آزاری میں یکتائے روزگار ۔ چرب زبانی اور جوڑ توڑ کی بدولت شیطان کی طرح لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتا ۔ میٹھی باتوں سے اور رشوت لے لے کر ہر شخص کو اپنا گرویدہ بنا لیتا تھا ۔ غرض مختلف حیلوں سے خواص و عوام میں مقبول ہوگیا ۔ رفتہ رفتہ یہ عروج حاصل کیا کہ بیجاپور کی دیوانی سنبھال لی ۔ خلوت و جلوت میں عادل خاں کے پاس آنے جانے لگا ۔ بالآخر امارت و وزارت کے درجے تک پہنچ کر سیف و قلم کا مالک بن گیا ۔ ملک کا انتظام اور بیجاپور کے تمام معاملات کا دار و مدار اسی [۴۵۵] پر ٹھہرا ۔

اس کے باوجود مراری پنڈت کو اب تک دولت مغلیہ کے بہادروں سے واسطہ نہیں پڑا تھا ۔ شمر افگن ، فولاد پنجہ دلاوروں کی مار کا مزہ نہیں چکھا تھا ۔ بے تمیزی و نادانی سے یہ بات دل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ فوج جتنی زیادہ ہوگی اتنی ہی کامیابی حاصل ہوگی ۔ اس خیال باطل کے دھوکے میں شاہی بہادروں سے لڑ کر انہیں شکست دینے کا خواب دیکھا تھا ۔ اس نے رن دولہا اور ساہو کو تین ہزار سواروں کے ساتھ خان زماں کی فوج کے سامنے چھوڑا ۔ خود یاقوت کے ساتھ نو ہزار سواروں کو ہمراہ لے کر خان خاناں کے لشکر سے الجھنے کے لیے بڑھا ۔ خان خاناں نے عنبر کوٹ کے اندرونی مورچوں کی نگہداشت کے لیے کچھ آدمی مقرر کیے ۔ جگراج اور راؤ دودا کو پرتھی راج کے ہمراہ مامور کیا کہ اپنے اپنے مورچوں کے باہر غنیم کے سامنے صف بستہ اور آمادۂ جنگ رہیں ۔ اس انتظام کے باوجود خان خاناں کے دل میں تشویش باقی رہی ۔ فکرمندی کے باعث سرداری و کاردانی کے تمام قاعدے ترک کرکے تھوڑے سے جان باز تنومند سپاہی ساتھ لے کر قلعے سے باہر آ گیا اور اگرچہ شام ہو چکی تھی لیکن اپنے مٹھی بھر منتخب سپاہیوں اور جگراج کے آدمیوں کو ہم رکاب لے کر غنیم سے جا بھڑا ۔ بہت جلد اپنے مردانہ حملوں سے ، جو گلزار فتح و ظفر کے لیے نسیم و صبا کا حکم رکھتے تھے ، ان کمینوں کو شکست دے کر فرار ہونے پر مجبور کیا ۔ سب تتر بتر ہوگئے ۔

عین اس وقت راؤ دودا نے التجا کی کہ مجھے اپنے مقتول عزیزوں کے لاشے اٹھانے کی اجازت دی جائے ۔ چونکہ ابھی معاملہ یکسو نہیں ہؤا تھا اور بدبخت غنیم کے دستے دائیں بائیں گشت کر رہے تھے ۔ خان خاناں نے مصلحت وقت کے خیال سے اجازت نہ دی ۔ راؤ دودا نے طبعی دلاوری اور عزیزوں سے محبت کے

تقاضے سے مصلحت اندیشی کو ترک کرکے رشتہ داروں کے لاشے اُٹھانے جاہے۔ خان خاناں تو شکست خوردہ غنیم کے تعاقب میں بڑھا۔ راؤ دودا اپنے کام میں مشغول ہوا۔ مالوجی بھی سپہ سالار کے ساتھ جانے کے بجائے راؤ دودا کا شریک ہوگیا۔ غنیم آس پاس تاک میں لگا ہؤا تھا۔ دیکھا کہ تھوڑے سے آدمی رہ گئے ہیں۔ انھیں مار لینا کوئی بات نہیں۔ غرض بزدلی بلکہ نامردی اختیار کرکے سبھوں نے اس جماعت پر حملہ کر دیا۔ اب راؤ دودا نے دیکھا کہ معاملہ دگرگوں ہو گیا۔ جہاں رشتے دار گئے ہیں وہیں مجھے بھی جانا پڑے گا۔ غرض مرنے پر کمر باندھ لی۔ کشادہ پیشانی کے ساتھ سب گھوڑوں سے اتر گئے اور پیدل لڑنے لگے[1]۔ ان مردودوں کے [۳۵۶] بہت سے گھوڑوں اور سواروں کو ہلاک کرکے بہادری کے جھنڈے گاڑ دے۔ شجاعت و تہور کا کارنامہ ایسا دکھایا کہ جواں مردی اور نمک حلالی کا حق ادا ہو گیا۔ اس طرح لڑے کہ سب کے سب وہیں مارے گئے، نیک نامی جاوید حاصل کی۔

خان خاناں کو بھی اس مرتبہ سخت معرکہ پیش آیا۔ آدمی بہت تھوڑے تھے اور لڑائی کا ہنگامہ گرم تھا، بچنے بچانے کی گنجائش باقی نہ تھی۔ رانا کے بھتیجے بھوبت کو تھوڑے سے

۱- راجپوتوں اور سادات بارہہ کا یہی دستور تھا کہ انتہائی خطرناک موقعوں پر گھوڑے چھوڑ کر پیدل لڑتے تھے تا کہ بھاگنے کا سوال ہی باقی نہ رہے۔ اس طریقے سے، جس کو ’آذارے کی لڑائی‘ کہتے تھے، کبھی سب کے سب مارے جاتے تھے اور کبھی جانبازی و سرفروشی کے سبب فتح پاتے تھے۔

سپاہی دے کر یاقوت کے مقابلے پر چھوڑا اور خود تائید ایزدی پر نظر کرکے غنیم کے لشکر سے مقابل ہوا ۔ لگے ہاتھوں ایک قاصد جگراج کے پاس بھیج دیا کہ ابر و باد کی طرح میری کمک کے لیے پہنچو ۔ جگراج فوراً چلا لیکن راستے میں ایک ایسی جوڑی پُرپیچ ہولناک گھاٹی آ پڑی کہ کسی طرح وہاں سے گزرنا ممکن ہی نہ ہو سکا ۔ سپہ سالار نے راجپوتوں کو محبت اور غیرت کے کلمے سنا کر لڑائی پر مستعد کیا اور لشکر غنیم کے قلب پر کمال بے خوفی و جرأت کے ساتھ جا پڑا ۔ کم تعداد ہونے کے باوجود ایسے رستمانہ حملے کیے کہ مخالفوں کے قدم اکھڑ گئے ، سب بھاگ نکلے ۔ تھوڑے سے غیرت مندوں نے فرار کو عار سمجھا ، جمے رہے ۔ انھیں راجپوتوں کے برچھوں نے زبانِ سنان سے عدم کی راہ بتا دی ۔

اس وقت اقبال بادشاہی اور خوش نصیبی نے ، جسے عوام حسنِ اتفاق کہتے ہیں ، ایک شگوفہ اور چھوڑا ۔ غنیم کی فوج شکست کے بعد جو بھاگی تو راستے میں ایک نہایت گہری جھیل آ پڑی ، عبور ممکن نہ تھا ، صفیں بے ترتیب ہوگئیں ، خان خاناں کے دلاور تعاقب میں لگے چلے آ رہے تھے ، انھوں نے یاقوت کی فوج کو نرغے میں لے لیا ۔ یہ سب حبشی سپاہی تھے ، نمک حلالی کے جوش میں وہیں اڑ گئے ۔ اُس نمک حرام ، کافر نعمت کی حمایت میں جان پر کھیلنے کی ٹھہرائی ۔ کھیلوجی ، عنبر ، عادل خاں ، محمد علی ، اُس کے بھتیجے وغیرہ لڑ کر زخم کھاتے رہے لیکن تاب نہ لا سکے ، آخر بھاگ نکلے ۔ لیکن پھر فرتوت یاقوت کو حبشیوں نے اپنے درمیان لے رکھا تھا ۔ وہ ناشکرا ثابت قدمی کے ساتھ لڑتا رہا ، آخر تلواروں اور نیزوں کے ستائیس زخم کھا کر گر [۷۵۴] گیا ۔ حبشی اُس کی لاش کے گرد ثابت قدمی سے لڑنے لگے ، کچھ اور دکنی سپاہی بھی

اُن کی مدد کے لیے جمع ہو گئے ، سب نے مل کر حملہ کیا ۔ راجپوتوں نے اکٹھے ہو کر بڑی حمیّت کے ساتھ کمال استقلال سے ان کا مقابلہ کیا ۔ ایک مرتبہ پھر سخت خونریز معرکہ پڑا ۔ آخر کار عنایت الٰہی سے راجپوتوں نے مخالفوں کو شکست فاش دی ۔ وہ تیرہ باطن میدان سے بھاگے ۔ راجپوت دلاور آدھے کوس تک اُن کا تعاقب کرتے مارتے کاٹتے چلے گئے ۔ بہت سوں کو جہنم رسید کیا ۔ اس لڑائی میں غنیم کی تعداد بہت زیادہ تھی اور شاہی نمک حلالوں کی گنتی بہت کم ۔ اس کے باوجود ایسی عظیم الشان فتح حاصل ہونا ، جس میں کافر نعمت داؤت قتل ہو کر کوتاہ اندیشوں ، بے بصروں کے لیے سرمۂ عبرت بن گیا ، محض عنایتِ پروردگار تھی ۔ اس کے شکرانے میں سپہ سالار اور تمام سرداروں نے مل کر باری تعالیٰ کا سپاس ادا کیا ۔ فتح و ظفر کو ہم رکاب لیے دو گھڑی رات بڑے لشکرگاہ میں واپس آئے ۔

اگلے دن ہمیر راؤ ، عبداللہ سوائی ، خداوند خان اور سیدی عالم خوش نصیبی کی رہنمائی سے خان خاناں کی لشکرگاہ میں آ گئے ۔ اطاعت و بندگی کا اظہار کر کے ، جو درحقیقت فلاحِ دارین اور سعادت کونین ہے ، لشکر شاہی میں داخل ہوئے ۔ اسی تاریخ پر پہر بھر دن چڑھے خان خاناں سید علاول کے مورچے پر پہنچا اور چاہا کہ مہاکوٹ کے شیر حاجی دروازے والی سرنگ کو ، جس میں بارود بھری جا چکی تھی ، فیلہ دکھائے ۔ اتفاقاً فتح خان کو یہ اطلاع مل گئی ۔ بے تاب ہو کر نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے وکیل توکو پنڈت کی زبانی خان خاناں کو بڑی عاجزی سے یہ پیغام بھیجا کہ ''مجھ ارادت کیش ہواخواہ کا قصد کچھ اور ہے ، چاہتا ہوں کہ قلعے کی کنجیاں آپ کے سپرد کر کے اہل قلعہ کے اور اپنے واسطے امن و امان کا دروازہ کھولوں ۔ مناسب یہ ہے

کہ آج سرنگ کو آگ نہ دیں ، ایک روز موقوف فرمائیں ۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے بے چارگی و اضطراب کے عالم میں عادل خانی سرداروں کے ساتھ قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر یہ عہد و پیمان کر لیا تھا کہ اُن کے مشورے کے بغیر کسی کام بالخصوص صلح یا عہد نامہ کرنے کا اقدام نہ کروں گا ۔ اس بنا پر آج اپنا وکیل اُن کے پاس بھیج رہا ہوں تاکہ غلے چارے کی کمی سے اہل قلعہ جس حال کو پہنچ گئے ہیں اور اُن کی زندگی جس طرح خراب [۴۵۸] ہو رہی ہے اُس کا حال اور تمام دلی راز اور خیالات اُن کو بتلا دے ۔ اگر وہ باطل اندیش لوگ صلح پر آمادہ ہو گئے تو بہتر ورنہ رسد نہ پہنچانے اور کمک نہ بھیجنے کا بہانہ کرکے سابقہ عہد و پیمان توڑ دوں گا کیونکہ اُن کے ساتھ معاہدے کی بنیادی شرط ہی تھی ۔ مجھے یہ گنجائش مل جائے گی تو صلح کی بنیاد محکم کرکے قلعے کی کنجیاں آپ کے سپرد کر دوں گا ۔''

خان خاناں نے پیغام سن لیا لیکن ان الفاظ سے جہاں دیدہ سردار کو مکاری کی بو آئی ۔ سمجھ گیا کہ ایک روز کی مہلت مانگنے سے اس کے سوا اور کچھ مطلب نہیں کہ وقت گزرتا جائے اور تاخیر و التوا کے سبب مہم بگڑتی جائے ۔ پھر بھی فیصلہ کیا کہ لاؤ ان دغابازوں کو ایک بار اور آزما لو ۔ وکیل سے کہا کہ جس صلح کا انحصار مراری پنڈت جیسے فتنہ انگیز کی رائے پر ہو اُس سے بھلائی کی تو مطلق امید نہیں ۔ تاہم حجت تمام کرنے کے لیے ایک روز کے واسطے جدال و قتال ملتوی رکھتا ہوں ۔ فتح خاں سے کہہ دو کہ اگر وہ دغا بازی اور نیرنگ سازی کا ارادہ نہیں رکھتا تو صداقت و سچائی کا ثبوت دینے کے لیے اپنے بیٹے کو ہمارے لشکر میں بھیج دے ۔ جب یہ پیغام اُسے پہنچ گیا اور اُس نے اپنے بیٹے کو نہ بھیجا تو سپہ سالار کے حسب الحکم نقب

کو آگ دے دی گئی ۔ بارود کے بھڑکتے ہی بارہ گز فصیل اور پورا برج صاف اڑ گیا ۔ ہواخواہوں کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہوا یعنی فوج کے دھاوے کے لیے نہایت کشادہ راہ پیدا ہو گئی ۔

اب شیر دل بہادروں نے موت کے منہ میں گھس کر نہایت بے خوفی کے ساتھ آگ کے سمندر میں غوطہ مارا ۔ توپوں ، بندوقوں ، بادلیچوں اور ضرب زنوں سے گولے گولیوں کی بارش ہو رہی تھی ۔ بارودی ڈبے بھی اولوں کی طرح برس رہے تھے لیکن ان دلاوروں نے ذرا پروا نہ کی ۔ قلعے میں گھس ہی گئے ۔ جب خدیو روزگار کے اقبال سے یہ دوسرا قلعہ بھی فتح ہو گیا تو باقی قلعوں [۵۹۳] کے محاصرے کی نوبت آئی ۔ سید علاول ، سنگرام ، یوالم بہادر ، جو شہر حاجی دروازے کی خندق والے مورچے پر مامور تھے ، سپہ سالار کے حسب الحکم اندر آ کر مورچہ بنانے میں مشغول ہوئے ۔ اسی مبارک تاریخ میں غنیم کا لشکر چار ٹیکری کی طرف سے شاہی بہادروں سے لڑنے کے لیے نمودار ہوا ۔ ان دلاوروں کا دل بڑھ چکا تھا ۔ حوصلے اتنے بلند تھے کہ اگر آسمان اور چاند سورج بھی مقابلے پر آ جائیں تو ان کے ٹکڑے اڑا دیں ۔ شیر اور جینے کو ہیچ سمجھتے تھے ۔ وہ روباہ خصلت اپنی کوتاہ اندیشی سے ان کے ساتھ الجھنے پر مستعد ہوئے ۔ جب سر پر قضا منڈلاتی ہے اور موت کھیلنے لگتی ہے تو آدمی ایسی ہی حرکتیں کرنے لگتا ہے ۔ گرگِ اجل کو خود دعوت دیتا اور پیمانۂ عمر کو خود بھرتا ہے ۔ خان خاناں نے نصیری خاں ، خان زماں اور چند دوسرے امرا کو حکم دیا کہ ان کا مقابلہ کریں اور خاص طور پر رن دولہا خاں اور مراری پنڈت کو مزہ چکھائیں ۔ ان بدبختوں کا ستارہ وبال کے گھر میں سرگرداں تھا اور زندگی کا آفتاب لب بام آ چکا تھا ۔ چار گھڑی دن باقی تھا جو

بادشاہی دلاوروں نے آن پر دھاوا کیا - گھوڑے آڑا کر یکبارگی آن مکاروں پر جا پڑے - آندھی کی طرح حملہ آور ہوئے اور باد صبا کی طرح فتح و ظفر کی کلیوں کو کھلا دیا - دکنی فوج اچھی طرح صف بستہ تھی لیکن فوج شاہی کے حملے سے زلفِ معشوق کی طرح پریشان ہو گئی - کوئی کہیں گیا کوئی کہیں - بادشاہی سپاہیوں نے بہت سے آدمیوں اور گھوڑوں کو گرفتار کیا - لشکرِ سعادت کے دلاور راب بڑے مظفر و منصور ، مال غنیمت سنبھالے لشکرگاہ میں واپس آئے -

دولت مغلیہ کے اقبال سے ان دنوں ساہوجی اور رن دولھا خاں پر بڑی تباہی آئی - مال و اسباب کے علاوہ ننگ و ناموس بھی تلف ہو گیا - اقبال بادشاہی کے علاوہ اس واقعے کا ایک سبب اور بھی تھا - نظام الملکی سردار محل دار خاں کا بیٹا ، جسے باپ کا خطاب ملا ہؤا تھا ، کالنہ کے داس قلعہ‌دار تھا - آس نے اپنی فلاح و بہبود کے خیال سے نظام الملکی خدمت ترک کرکے بارگاہِ شاہی سے وابستہ ہونے [۰ ۲۶] کا ارادہ کرلیا - خان خاناں کو اطلاع دی کہ میں بھی بادشاہی ملازموں میں شامل ہونا چاہتا ہوں - خان موصوف نے کمال دل جوئی سے آس کو عنایات شاہی کا امیدوار کرکے اس ارادے کی تکمیل پر مائل کیا - وہ نباتی سے نکل کر قلعۂ کالنہ میں چلا آیا - ایک خوش گفتار قاصد خان خاناں کے پاس بھیج کر یہ پیغام دیا کہ میں اپنی فلاح و بہبود کے خیال سے کالنہ میں آ گیا ہوں - قلعۂ نباتی کی کنجیاں جسے آپ فرمائیں آس کے سپرد کر دوں - جب آپ میرے خلوص و ارادت کا یقین کر لیں تو باریاب ہونے کی اجازت عطا فرمائیں -

خان خاناں نے دولت شاہجہانی کی بہتری کے واسطے آسے نہایت محبت سے یہ پیغام بھیجا کہ آج کل رن دولھا اور ساہوجی

بیضا پور میں ٹھہرے ہوئے ہیں - اگر تم جاں بازی اور دلیری سے اُن پر حملہ کرکے کارگزاری کا ثبوت دو تو مجھے موقع مل جائے گا کہ بارگاہ شاہی میں تمھاری سفارش کروں اور ملازمت شاہجہانی میں داخل کرا دوں - تمھیں نہایت عمدہ منصب مل جائے گا - محل دار خاں یہ بات خدا سے چاہتا تھا - فوراً بیضا پور پر جا چڑھا - کبھی کبھی حسن اتفاق سے وہ کام نکل آتا ہے جو زور بازو اور جاں فشانی سے نہیں نکلتا - اس موقعے پر بھی ہوا - اُن دنوں ساہو نے اپنی بیوی ، بیٹی ، خزانے اور بیش قیمت چیزوں کو جنیر سے بیضا پور میں منگوا لیا تھا - یہ سب کے سب خلاف تصور بہ آسانی محل دار خاں کے قبضے میں آگئے - تیغ و تفنگ کے چلنے کی نوبت نہ آئی - محل دار خاں نے ساہو کے کیمپ میں سے نہایت قیمتی سامان ، چار سو گھوڑوں اور ڈیڑھ لاکھ ہون پر قبضہ کیا - رن دولھا کے بھی بارہ ہزار ہون اپنے تصرف میں لیے - لوٹ مار میں سپاہیوں نے جو کچھ سمیٹا اُس کا حساب نہیں - غرض سرکشی و بغاوت کا یہ پھل ملا کہ مال و اسباب کے علاوہ ننگ و ناموس پر بھی حرف آیا - خان خاناں کو اطلاع ملی تو محل دار خاں کو تحسین و آفرین کا خط بھیجا - اُس نے خان موصوف کے حسب ہدایت ساہو کے اہل و عیال کو کالنہ کے قلعہ دار جعفر بیگ کے سپرد کیا ، خود دولت آباد کو [۱۶۹] روانہ ہوا -

لشکر اقبال کے حالات یہ ہیں کہ نصیری خاں کے حسن انتظام سے کالا کوٹ کی نقب ، جو اُس کے ذمے تھی ، تین روز میں مکمل ہو گئی - خان والا شان نے عاقبت اندیشی کے بطور مناسب سمجھا کہ تھوڑی سی سیڑھیاں تیار کروا لے - بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سرنگ میں بارود آگ نہیں پکڑتی یا اگر اُڑتی ہے تو فصیل کا تھوڑا سا حصہ اُڑاتی ہے جس سے خاطر خواہ کشادہ راستہ نہیں

کھلتا - ان صورتوں میں دھاوے کے وقت سیڑھیوں سے کام نکلتا ہے - اس خیال سے تین روز سرنگ اُڑانا ملتوی کرکے ۳۱ خورداد (۲۰ جون ۱۶۳۳ء) کو یہ کام انجام دینے کا فیصلہ کیا - فتح خان کو اس فیصلے اور تاریخ کی اطلاع مل گئی - اس کے علاوہ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ قلعہ آج فتح نہ ہؤا تو کل ہو جائے گا اور میرا نیز نظام الملک کا جان و مال اور ننگ و ناموس سب تباہ ہو جائیں گے - ناچار اپنے بیٹے عبدالرسول کو خان خاناں کی خدمت میں بھیج کر امان طلب کی - تقاضائے وقت کے مطابق مجبوروں ، مسکینوں کی طرح بڑی عاجزی و انکسار سے نہایت رحم انگیز پیغام نظام الملک کے اور اپنے متعلق بھیجے اور انتہائی خجالت و ندامت کا اظہار کیا - اپنے نازیبا افعال ، بالخصوص ملازمان بادشاہی سے جنگ کرکے جو پھل پایا اور موقع پرست مکار ، دغاباز رفیقوں کے بہلانے سے جو نقصان اُٹھایا تھا اُس کا تفصیلی ذکر کیا - چشم پوشی اور عفو و درگزر کی درخواست کرکے جان و مال اور ننگ و ناموس کی امان مانگی - وعدہ کیا کہ صرف سات روز کی مہلت مجھے دیجیے تاکہ اپنے اہل و عیال ، والد کے متعلقین اور نظام الملک کے آدمیوں کو قلعے سے کہیں اور بھیج دوں - اس کے بعد کنجیاں آپ کے سپرد کر دوں گا - اپنے بڑے بیٹے عبدالرسول کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں تاکہ میرے قول کی صداقت کا ضامن ہو اور آپ کو میرے وعدے کا یقین ہو جائے -

چونکہ سپہ سالار جانتا تھا کہ سائل کا سوال رد کرنا خدا کو پسند نہیں اور اُمیدواروں بالخصوص پناہ مانگنے والوں کو ناامید کرنا حضرت شہنشاہ بھی اچھا نہیں سمجھتے لہٰذا [۶۲ م] خدائے پاک کی خوشنودی اور خدائے مجازی حضرت شاہجہاں کی خورسندی

حاصل کرنے کے لیے، جو گناہ‌گاروں کو معاف کرنا اور امان طلب کرنے والوں کو پناہ دینا ایمان و اسلام کی شرط سمجھتے ہیں، سپہ سالار نے فتح خاں کی بیچارگی و پریشانی پر رحم کیا ۔ تمام اہلِ قلعہ کو جان و مال، گھر بار اور ننگ و ناموس کی امان دی ۔ چونکہ شاہانِ زمانہ کے سردار حضرت شاہجہاں نیازمندوں کی ضرورتیں پوری کرنا اور عاجزوں مسکینوں کو جان و مال کی امان دینا بادشاہی کا دستور سمجھتے ہیں اس لیے اُن کی تقلید میں خانخاناں نے بھی امان دینے کے علاوہ اُن کی جملہ حاجتیں پوری کر دیں ۔ اس قدر فیاضی سے کام لیا کہ سخاوت و مروت کا نیا نمونہ دنیا نے دیکھا ۔ یعنی اُس کی تمام ضرورتوں مثلاً باربرداری کے جانور، گھوڑے اور سفر خرچ وغیرہ کا انتظام کر دیا ۔ اپنے تمام اونٹ اور ہاتھی چند پالکیوں سمیت اُسے بھیج دے ۔ اُنھی اونٹوں اور ہاتھیوں پر سفر خرچ کے بطور ڈھائی لاکھ روپے بھی لدوا دے ۔ درحقیقت بندگانِ بادشاہی کے سوا کسی فیاض نے جانی دشمنوں اور مخالفانِ سلطنت کے ساتھ اتنی مہربانی نہیں کی کہ جاں بخشی کے علاوہ اُنھیں خزانے سے لدے ہوئے ہاتھی بھی عنایت کیے ہوں ۔

فتح خاں نے سپہ سالار کے رستمانہ حملے دیکھے تھے ۔ اب اُس کے فیض و کرم کا بادل برستا دیکھا ۔ فوراً تمام قلعوں کی کنجیاں اُس کی خدمت میں روانہ کرکے تمام آدمیوں، نظام‌الملک کے متعلقین اور اپنے اہل و عیال کا مال و اسباب لاد لاد کر بھیجنا شروع کیا ۔ پھاٹکوں کی کنجیاں خانخاناں کے آدمیوں کے سپرد کر دیں ۔ پیر کے دن، ۲ تیر (۲۴ جون ۱۶۳۳ء) کو قلعہ خالی کر دیا ۔ تمام قلعے، جن میں ہر طرح کا جنگی سازو سامان اور ایک ہزار چھوٹی بڑی توپیں شامل تھیں، شاہی ملازموں کے تصرف میں آ گئے ۔ سپہ سالار اور تمام لشکر قلعے میں داخل ہوئے ۔ سب سے پہلے تمام

آدمیوں نے دولت آباد کی جامع مسجد میں جا کر سلطنت جاودانی کے قیام کی دعا مانگی - منبر پر حضرت صاحبقران ثانی شاہجہاں کے نام کا خطبہ پڑھا گیا - فرشتوں نے عرش بریں پر جا کر حضرت شہاب الدین شاہجہاں کے جاہ و جلال کی دعائیں کیں - حضرت جبرئیل امین آمین کہتے جاتے تھے اور خدائے تعالیٰ [۴۶۳] سے حضرت کے اقبال و دولت میں اضافے کی دعا مانگے جاتے تھے کیونکہ زمین و آسمان کے ساکنوں کی سب سے بڑی آرزو یہی ہے - امید ہے کہ جس طرح حضرت صاحبقران کی سلطنت مشرق سے مغرب تک بدخشاں کے کوہ ہندوکش سے لے کر کامروپ (آسام کوچ بہار) کے پہاڑوں تک پھیلی ہوئی ہے اسی طرح شمالاً جنوباً بھی غزنین اور قندھار سے دکن کے قندھار تک پھیلی رہے گی - آفتاب عالمتاب کی طرح ہفت اقلیم کا علاقہ آپ کے تصرف میں آ جائے گا - آمین :

عجب دعا ہے کہ جوں ہی زبان پر آئی
خدا نے باب اجابت فلک پہ کھول دیا

غرض جس روز بارگاہ سلطنت میں حضرت صاحبقران کے زیر سایہ سالانہ دستور کے مطابق گلابی عید کا جشن کمال زینت و زیبائش سے منعقد تھا سپہ سالار کی عرضداشت پہنچی جس میں بندگان درگاہ کی ظفرمندی و کامیابی اور قلعۂ دولت آباد کی فتح کا مژدہ درج تھا - حضرت صاحبقران تخت سلطنت پر جلوہ گر تھے جو یہ خوشخبری ملی - ہواخواہوں کی ایک کے بجائے دو عیدیں ہوگئیں - ناچنے گانے والوں نے مسرت و شادمانی کی نوید آسمان تک پہنچا دی - ظل سبحانی کے حکم کے مطابق خوشی کے شادیانے بجنے لگے - گورکۂ شاہی کھڑکنے لگا - اسی محفل میں حضرت نے وفادار غلاموں اور جاں نثار دلاوروں کی خدمتوں کا حق ادا کر دیا - سب سے پہلے حکم فرمایا کہ سپہ سالار کے واسطے خلعت خاصہ ، موتیوں اور

لعلوں کے تکموں کی نادری ، شمشیر مرصع ، سنہری زین والے خاصے کے دو گھوڑے ، نقرئی عماری اور زربفت مخمل کی جھول سے آراستہ سارڈول ہاتھی اور ایک ہتھنی ارسال کیے جائیں ۔ خان زماں اور نصیری خاں کو بھی خلعت ، ہاتھی اور گھوڑا عطا کرکے سرفراز فرمایا ۔ یہ تمام چیزیں سید لطف علی بخاری کے بدست روانہ کیں ۔ نصیری خاں کو خان دوراں کا خطاب عطا کرکے پنج ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر ترقی دی ۔ تمام سپاہی اور سردار [۳۶۳] ، جنھوں نے اس مہم میں بہادری کے جوہر دکھائے تھے ، اپنے اپنے مرتبے اور کارگزاری کے مطابق عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوئے ۔

ان دنوں قلعۂ دولت آباد فتح ہو جانے کے باعث تمام کام حضرت شاہجہاں کے حسب مدعا انجام پا رہے تھے ۔ خاندان مغلیہ کے دشمن مغلوب و مقہور ہو رہے تھے ۔ دکن کے تمام معاملات درست ہوگئے ۔ قلعۂ دولت آباد کے محاصرے میں ، جو چار ماہ تک جاری رہا ، لشکر شاہی کے دلاوروں نے بہت مشقت اور زحمت اٹھائی تھی ۔ بالخصوص غلے کی قلت کے باعث بہت ہی تکلیف پائی ۔ اس کے باوجود شب و روز مسلسل معرکہ آرائی بھی کرتے رہے ۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن یہ بہادر محض عزم و ہمت کے سہارے ان پر غالب آئے ۔ علاوہ ازیں گھاس چارے کی تلاش میں بھی سرگرداں رہتے تھے ۔ رسد حاصل کرنے کے لیے دولت آباد سے برہان پور تک آتے جاتے تھے جو تقریباً سو کوس کا فاصلہ ہے ۔ بے مبالغہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اکثر سپاہی اور سردار شاید ہی گھوڑے سے اترے ہوں ۔ ان مشکلات اور تکالیف کا اندازہ کرکے سپہ سالار نے فیصلہ کیا کہ قلعۂ دولت آباد اور مضافات کی نگہبانی کسی معتمد بہادر سردار کے سپرد کرکے باقی

فوج کو فتح خاں اور نظام الملک سمیت برہان پور لے جائے تا کہ یہ لوگ اس عشرت آباد میں کچھ عرصہ آرام کر کے تازہ دم ہو جائیں۔ اونٹ گھوڑے بھی آرام پائیں ۔ فاتح بادشاہوں کا دستورالعمل بھی یہی رہا ہے کہ فوج کو کچھ دنوں آرام دے کر دوبارہ کسی اور مہم میں مصروف کر دیتے ہیں ۔ خان خاناں نے اسی قاعدے کو ملحوظ رکھا ۔ اس مہم میں وفادار سپاہیوں نے بے اندازہ تکلیفیں اٹھائی تھیں ۔ علاوہ ازیں قلعے میں اپنا سامان اور رسد موجود نہ تھی کہ فوج کی ضرورت پوری کر سکے ۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر کوئی سردار خوشی کے ساتھ دولت آباد کی نگہبانی کا فرض قبول کرنے پر [~٦٥] رضامند نہ تھا ۔

اس موقعے پر خان دوراں (نصیری خاں) نے جو، قدیم الخدمت جاں نثار ہونے کے سبب ہر معاملے میں پیش پیش رہتا تھا ، خوشی کے ساتھ یہ خدمت قبول کی ۔ خان خاناں نے بھی اسے اس مشکل ذمے داری کا اہل سمجھا اور یقین کیا کہ یہ کام اسی کے ہاتھ سے بہ حسن و خوبی انجام پا سکتا ہے ۔ اس کی فوج بھی اتنی ہے کہ اس دشوار ذمے داری کو سنبھال سکے ۔ محاصرے کے زمانے میں مذکورہ بالا مشکلات کے باوجود دو ہزار دلیر سوار ہمیشہ اس کی رکاب میں رہتے تھے ۔ غرض خان خاناں نے یہ خدمت اس کے حوالے کی ۔ سید مرتضیٰ اور چند دوسرے منصب داروں کو اس کے ساتھ چھوڑا ۔ خود خان زماں فتح خاں اور نظام الملک کو ہمراہ لے کر برہان پور روانہ ہوا ۔ اس سفر میں بھی بیجا پور کی گستاخ فوج فاصلے سے نمودار ہو کر شوخیاں کرتی ۔ جب ادھر سے تھوڑے سے بہادر ان پر حملہ آور ہوتے تو فوراً اپنی جگہ سے ہٹ کر فرار کی وادی میں اتر جاتے ۔ کبھی کبھی شوخ چشمی کے علاوہ دلیری اور جاں بازی بھی دکھاتے تھے ۔ چنانچہ

عادل خاں کا ایک ممتاز سردار تانا جی ڈوربا ایک جھڑپ میں کام آیا ۔

رفتہ رفتہ لشکر ظفرمند کے خیمے ظفر نگر کے نواح میں ہوئے۔ یہاں رسد وغیرہ کا کافی ذخیرہ تھا ۔ خان خاناں کے حکم اور برہان پور کے حکام کی ہدایت کے بموجب بے شمار بنجارے یہاں جمع ہو گئے تھے جن کا ارادہ تھا کہ لشکر کے ساتھ برہان پور تک جائیں گے ۔ بنجاروں کے آنے کی خبر پہلے ہی مل چکی تھی اس لیے غلہ سستا ہونے لگا ۔ سپہ سالار نے سپاہیوں کی بہبود اور آرام کی خاطر کچھ عرصہ وہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کیا ۔ انھی دنوں مراری پنڈت اور باقی ادبار زدہ سرداروں نے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ لشکر بادشاہی کے ساتھ لڑنا بھڑنا موقوف کریں ، عاجزی کے ساتھ صلح کر لینی چاہیے ۔ امن و امان اور سلامتی کا راستہ اگر باقی ہے تو یہی ہے ۔ اس مقصد کے لیے رن دولہا کے باپ فرہاد کو خان خاناں کے لشکر میں بھیجا ۔ دانش مندوں کا قول ہے کہ مکاروں اور غداروں کا قول و قرار قابل اعتماد نہیں ہوتا ۔ دوغلے منافق ، جن کا دین و ایمان کچھ بھی نہیں ، اگر پناہ لینے کے لیے عہد و پیماں کریں اور سخت قسمیں بھی کھائیں تب بھی [۳۶۶] اُن کی بات پائدار نہیں ہوتی ۔ نشۂ شراب اور بوئے گل کی طرح تھوڑی سی مدت میں ختم ہو جاتی ہے ۔ اس اصول کے مطابق عاقل و دانا سپہ سالار نے ان مکاروں کے عہد و پیماں کو مطلق قابل اعتبار نہ سمجھا ۔ معاہدہ کرنے کے بجائے ان مردودوں کا دلی مقصد پہچان کر فرہاد کو ، جو نہایت مکر و فریب کے ساتھ یہ جال پھیلانے آیا تھا ، فوراً ناکام و نامراد واپس کر دیا ۔

جب مراری پنڈت اور دوسرے دغاباز سرداروں کو اس طرف سے مایوسی ہوئی تو ایک اور چال چلے ، خام خیالی سے آسی

جگہ سے دولت آباد کا رخ کیا ۔ یہاں شاہی دلاوروں نے محاصرت کے لیے جو مورچے اور دمدمے تیار کیے تھے اور ابھی انھیں ڈھا نہ سکے تھے یہ مکار مزے سے آنوں در قابض ہو گئے ۔ جب ان کوتاہ اندیش ، باطل پرست مکاروں نے قلعے کو چاروں طرف سے گھیر کر زور بازو سے اسے چھین لینے کا خیالِ خام باندھا تو خان دوراں (نصیری خان) نے اٹی بار قلعے سے نکل کر ان گمراہوں پر حملہ کیا اور اس گستاخی کا مزہ چکھایا ۔ بادشاہی فوج کے سرداروں اور سپاہیوں نے دولت آباد کے پرگنوں اور آس پاس کی رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا لہٰذا سب آدمی ان سے مطمئن اور آسودہ دل تھے ۔ وہ یہی جانتے تھے کہ آئندہ ہمارا سروکار سلطنت مغلیہ ہی سے ہے ، اس خیال سے غلہ بیچنے کے لیے بہ کثرت آتے تھے ۔ خان دوراں کو محاصرے میں رسد کی قلت کا سامنا نہ کرنا پڑا ۔

خان خاناں ظفر نگر میں مقیم تھا جو غنیم کی اس شوخی کی خبر ملی ۔ ان گستاخوں کی تنبیہ کے لیے بے شمار فوج اور کثیر مقدار غلے وغیرہ کی لے کر وسط جولائی ۱۶۳۳ء میں ظفر نگر سے دولت آباد کو روانہ ہوا ۔ دکنی فوج یہ خبر سن کر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی محاصرہ اٹھا کر کوچ کر گئی ۔ فی الفور بیجاپور جا پہنچی ۔ ادھر خان خاناں برق و باد کی طرح نہایت تیزی سے یلغار کرتا آ رہا تھا ۔ موضع دری گانؤ میں خبر ملی کہ بیجاپوری فوج محاصرہ چھوڑ کر واپس چلی گئی ہے ان کی اس پسپائی کو غنیمت سمجھا اور وہیں سے برہان پور کو واپس ہوا ۔ خان دوراں کے لیے غلے سے لدے ہوئے دس ہزار بیل ایک فوجی دستے کے ساتھ بھجوا دیے اور اسے جلد واپس آنے کی تاکید کر دی ۔

سپہ سالار نے برہان پور پہنچ کر بڑے غور و خوض [۳۶۷]

کے بعد یہ طے کیا کہ چونکہ فتح خاں کم عقل اور نظام الملک کم عمر ہے لہذا احتیاطاً دونوں کو نظربند رکھنا ضروری ہے۔ عہد و پیمان کے مطابق آن کا مال و اسباب دیانت دار سرداروں کے سپرد کیا اور ایک دستے کو ان کی نگہبانی پر مامور کر دیا۔ اس عرصے میں شاہی فرمان صادر ہوا جس میں ہدایت تھی کہ خان دوران (نصیری خاں) دولت آباد کا قلعہ سید مرتضیٰ خلف صدر جہاں کے سپرد کرے جو درگاہ شاہی کا پرانا معتمد خادم ہے۔ خود نیابت نذری سے صوبۂ مالوہ کا انتظام سنبھال لے جس کی صوبے داری اسے عطا کی گئی ہے۔ خان دوران نے حسب الحکم قلعے کو سید مرتضیٰ کے حوالے کرکے پچاس ہزار روپے بطور مدد خرچ اسے دیے اور خود دو ماہ میں برہان پور جا پہنچا۔

راجا بھارت حاکم بندیلہ کی عرض داشت سے حضرت پر واضح ہوا کہ اسی زمانے میں دیگور کا قلعہ فوج شاہی نے فتح کر لیا۔ بولا اور سیدی مفتاح اس قلعے کے مالک تھے۔ انھوں نے کئی بار گوشمالی پانے کے بعد بالآخر وہاں سے فرار کیا۔ اپنی جان بچا لے گئے۔ بولا کی بیوی، بیٹی اور والدہ نیز ایک ہاتھی فوج شاہی کے قبضے میں آئے۔ ہر طرح کی کامیابی کے بعد اس شان کا قلعہ تصرف میں آیا۔ ۲۷ تیر (۱۰ جولائی ۱۶۳۳) کو عنایت اللہ ولد قاسم خاں اور بہادر کمبوہ بنگالے سے بارگاہ شاہی میں حاضر ہوئے۔ عنایت اللہ کے پیش کردہ نو ہاتھی اور بہادر کے دو ہاتھی فیل خانۂ شاہی میں داخل کیے گئے۔

اسی تاریخ پر ہگلی بندر کے تمام فرنگی قیدی، جو مرد عورت بچے سب مل کر چار سو نفر تھے، حضرت کی نظر سے گزرے۔ قاضی اور میر عدل نے بادشاہ دین دار کے حسب الحکم انھیں کلمۂ طیب اور کلمۂ شہادت پڑھوایا۔ جس نے خوشی خوشی

مجے دل سے کلمہ پڑھا وہ طرح طرح کی شاہی عنایتوں سے کامیاب ہو کر وظیفہ پانے لگا ۔ بعض ایسے بھی تھے جو شقاوت قلب اور ازلی بدنصیبی کے سبب یہ سعادت حاصل کرنے سے محروم رہے ۔ حضرت نے انھیں ایک امیر کے سپرد کر دیا کہ قید خانے میں بند رکھو اور قید و قتل سے ڈرا کر اسلام قبول کرنے پر مجبور کرو ۔ جسے یہ سعادت حاصل ہو اس کی اطلاع دو تاکہ اس کے لیے روزینہ مقرر کیا جائے ۔ بادشاہِ اسلام کی اتنی تاکید کے باوجود کوئی نتیجہ نہ نکلا ۔ بہت سے قیدخانے ہی میں مر کر اپنے ٹھکانے [۲۶۸] پر پہنچے ۔ البتہ بعض آدمیوں کو یہ سعادت حاصل ہوئی ۔ ان لوگوں کے پاس جو بت تھے حضرت نے ان کو ملاحظہ کیا ۔ انبیاء علیہم السلام کے جو بت تھے انھیں حضرت کے حسب الحکم دریائے جمنا میں ڈال دیا گیا ، باقی توڑ تاڑ کر پھینک دیے ۔

۲۵ مرداد (۱۴ اگست ۱۶۳۳ء) کو زینت تخت و تاج کا مزاج برسات کی مرطوب ہوا سے خراب ہؤا ۔ بخار اور سر کی گرانی لاحق ہو گئی ۔ آپ کی علالت سے سارے جہان کا آرام و قرار ختم ہوگیا ۔ قریب تھا کہ ہر شخص فرطِ قلق سے ہلاک ہو جائے ، عناصر کا رابطہ باقی نہ رہے ۔ ہر شخص نے اپنا کاروبار ترک کرکے بارگاہ الٰہی میں ظل سبحانی کی صحت کی دعا مانگنی شروع کی[1] ۔

---

۱ ۔ نسخۂ لاہور میں یہ مضمون ذرا طولانی ہے ۔ مختصر یہ کہ ''ہر شخص نے شفاخانۂ ازلی سے حضرت کی صحت و سلامتی کی دعا مانگی ۔ بارگاہ باری تعالیٰ میں التجائیں کیں کہ حضرت کی عمر و اقبال میں اضافہ ہو ۔ ان کی دعاؤں

(بقیہ نوٹ اگلے صفحے پر)

اللہ کی عنایت سے تین روز میں حضرت کو شفائے کاملہ نصیب ہوئی۔ پائے تخت آگرہ کے طبیبوں کو حضرت نے چودہ ہزار روپے اور خلعت عطا فرمائے۔ شاہزادوں اور نامور امرا نے صدقے کے بطور ایک لاکھ روپے پیش کئے تھے۔ وہ آپ کے حسب الحکم محتاجوں ناداروں میں تقسیم کر دیے گئے۔ حرم شاہی کی پرستاروں، امرائے نامدار کی بیگموں اور جہاں آرا بیگم صاحبہ نے بھی صدقے کے پچاس ہزار روپے جمع کئے تھے، وہ فقیروں نادار بیواؤں میں بانٹ دیے جس سے ان کا فقر و فاقہ [۷۶۹] رفع ہوا۔ درہم و دینار نے انہیں افلاس کے مرض سے شفائے کامل بخشی۔ پریشان حالی سے جو اضطراب و قلق انہیں تھا ختم ہو گیا۔ ۲ شہریور (۲۴ اگست ۱۶۳۳ء) الہ آباد کا صوبے دار سیف خاں حاضر دربار ہوا ہزار اشرفیاں اور ہزار روپے بہ طریق نذر پیش کئے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)

فرشتوں نے آمین کہی۔ فاتحہ خوانی اور ختم قرآن کی مجلسیں ہوئیں۔ خیرات اور صدقے دیے گئے تاکہ پروردگار اس بلا کو رد فرمائے۔ بالآخر دعائیں قبول ہوئیں اور حضرت کی صحت، جو امن و امان عالم کی کفیل ہے، بحال ہوئی۔ زمانے کے ارکان و عناصر میں جو خلل آ گیا تھا رفع ہوا۔ ثبات و قرار حاصل ہوا۔"

دکن کا علاقہ فتح کرنے کے لیے حضرت کے حسب الحکم شاہزادۂ نامدار شاہ شجاع کی دکن کو روانگی

جب شاہانِ زمانہ کے سردار حضرت شاہجہاں کا قبضہ دکن کے اکثر حصے پر ہو چکا تو آفتاب کی طرح خاور سے باختر تک کی سرزمین آپ کے زیرِ نگیں آ گئی۔ دولت آباد کے فتح ہوجانے سے، جو دکن کا بادشاہ نشین شہر اور نہایت مضبوط قلعہ ہے، تمام دکن والوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ امیرالامرا مہابت خاں نے وسعتِ سلطنت کے لیے نظام الملک اور بیجاپور کا بقیہ علاقہ فتح کرنے کے لیے متواتر عرض داشتیں بھیجیں۔ یہ بھی واضح کیا کہ میرا لشکر متواتر مہم میں مصروف رہنے سے خستہ ہو گیا ہے۔ مزید فتوحات کا کام اس سے پورا پورا انجام نہ پا سکے گا۔ صلاحِ دولت و اقبال یہ ہے کہ تازہ دم فوجیں کثیر تعداد میں فوراً کسی شاہزادے کے ہم رکاب روانہ کی جائیں۔ قلعہ فتح کرنے کا تمام سامان ان کے ساتھ ہو۔ لہٰذا حضرت نے خلافتِ کبریٰ کے دوسرے رکن شاہزادۂ جواں بخت شاہ شجاع کو اس مہم کے واسطے منتخب کیا۔

۶ شہریور، ۲۲ صفرالمظفر ۱۰۴۳ھ (۲۸ اگست ۱۶۳۳ء) اتوار کے دن دو گھڑی دن چڑھے حضرت نے اس فرزندِ دل پذیر کو دس ہزاری ذات، پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ علم، نقارہ، طومان، طوغ، شمشیرِ مرصع، کھپوۂ مرصع، خلعتِ خاصہ اور زمرد و مروارید کے تکموں کی نادری عنایت کی۔ اصطبلِ شاہی کے [۴۷۰] دو گھوڑے، ایک مرصع زین کا

دوسرا طلائی زین کا ، خاصے کا ہاتھی ، جس کی عماری چاندی کی تھی اور زربفت مخمل کی جھول سے آراستہ تھا ، ہتھنی سمیت عطا فرمائے ۔ نیک شگون کے بطور ایک رتھ بھی عنایت فرمائی کیونکہ اس اقلیم کے فرماں رواؤں کا یہی دستور ہے کہ جنوب کو سفر کرتے وقت رتھ میں بیٹھتے ہیں ۔ مزید اعزاز کے بطور چھ لاکھ روپے اس والا جاہ کو انعام میں دئے ۔ تائیدِ الٰہی کی دعا مانگی اور پروردگار سے استدعا کی کہ اس بلند اختر کو اپنے افضالِ بے پایاں سے بہرہ مند فرمائے ۔

امرائے عظام اور ذی جاہ منصب دار ، جو اس مہم میں شاہزادۂ جواں بخت کے ہمرکاب مقرر ہوئے ، یہ ہیں : سید خان جہاں ، راجا جے سنگھ ، راجا بٹھل داس گوڑ ، اللہ ویردی خاں ، خواص خاں ، جسے حال ہی میں دولت خاں خطاب ملا ہے ، رشید خاں انصاری ، مادھو سنگھ ہاڈہ ، قزلباش خاں ، سید عالم ، چندر من بندیلہ ، راجا روز افزوں ، بھم راٹھور ، راجا رام داس ، اصالت خاں ، خلیل خاں ، یکہ تاز خاں ، جلال الدین ولد عمر خاں قزوینی ، حبیب خاں سور ، کرم اللہ ولد علی مرداں خاں بہادر ۔ ان کی ماتحت فوج کی تعداد چودہ ہزار سوار ہوئی ۔ ہزار سوار احدی ، ہزار بندوقچی اور تیر انداز ۔ امرائے دربار کے مزید دو ہزار سوار اور بے شمار پیادہ فوج شاہزادے کی رکاب میں مقرر ہوئی ۔ سید خان جہاں کو خلعت ، ہاتھی اور گھوڑا عطا ہوا ۔ راجا جے سنگھ ، اللہ ویردی خاں ، دولت خاں اور خلیل خاں کو خلعتیں اور گھوڑے عطا ہوئے ۔ بعض امراء کو صرف گھوڑے اور بعض کو فقط سر و پا (جوڑے) عنایت کیے گئے ۔ اصالت خاں نے ترقی پا کر ڈیڑھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار کے منصب پر سرفرازی پائی اور لشکر کا بخشی مقرر ہوا ۔ مدد خرچ کے لیے

خزانۂ عامرہ سے آٹھ دس لاکھ روپے نقد عطا ہوئے ۔ مزید گیارہ لاکھ روپے صوبۂ مالوہ کے خزانے سے لینے کا اجازہ ملا ۔

۲۳ شہریور[1] ، ۴ ربیع الاول ۱۰۴۳ھ (۸ ستمبر ۱۶۳۳ء) کو صادق خاں ، جو بندگان درگاہ میں اپنی عقیدت ، خلوص ، خوش کرداری اور خلق اللہ کی نیک خواہی کے سبب ممتاز تھا ، کچھ دنوں علیل رہ کر فوت ہو گیا ۔ حق شناس بادشاہ نے اس مخلص سردار کی دینی خدمات کا حق ادا کرنے کی غرض سے اس کے بیٹے جعفر خاں کو ، [۵۷۱] جس کی عبادت اور لیاقت بارہا آزمائی جا چکی تھی اور ہر موقعے پر اس کے خلوص و ارادت کا ثبوت مل چکا تھا ، عنایات شاہانہ سے سرفراز کرکے اس کے خاندان کے لیے فخر جاوید کا سرمایہ عطا کیا ، یعنی شاہزادۂ عظیم المرتبت ، بلند اختر سلطان اورنگ زیب کو تعزیت اور تسلی و دلدہی کے لیے اس کے گھر بھیجا ۔ حکم دیا کہ دو تین دن کے بعد سے اور اس کے بھائیوں کو درگاہ والا میں پیش کریں ۔ جب یہ سب درگاہ شاہی میں باریابی کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے تو حضرت نے چاروں بھائیوں کو ان کے مرتبے کے مطابق خلعت عطا فرمائے اور منصب میں اضافہ کیا ۔ جعفر خاں کو چار ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ، روشن ضمیر کو ڈیڑھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ، عبدالرحمٰن کو ہفت صدی ذات ، ڈھائی سو سوار اور بہرام کو پانچ سو ذات ، ایک سو سوار کے منصب پر ترقی دی ۔

۱- ۲۳ شہریور کو اَزروئے تقویم ۱۴ ستمبر ۱۶۳۳ء کی تاریخ پڑتی ہے ۔ یہاں یا تو اصل نسخے میں ۲۳ شہریور غلط ہے یا ۴ ربیع الاول غلط ہے کیونکہ اگلے صفحے میں ۲۷ شہریور کو ۱۲ ربیع الاول کے ساتھ مطابق لکھا ہے ۔

۲۵ شہریور، ۱۲ ربیع الاول ۱۰۴۳ھ (۱۶ ستمبر ۱۶۳۳ء) کو سالانہ دستور کے مطابق حضرت رسالت مآب سرور کائنات کی عید میلاد منعقد ہوئی ۔ اس مبارک رات دین دار بادشاہ از روئے احترام تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بجائے مسند پر بیٹھے ۔ آپ کی اس نشست سے زمین کا رتبہ آسمان سے بلکہ عرش اعظم سے بڑھ گیا ۔ محفل خاص میں پہلے دو دسترخوان پر طرح طرح کے لذیذ کھانے، سرورباب، خشک اور تازہ میوے، نقل اور حلوے چنے گئے ۔ جب یہ حضرات کھانا کھا چکے تو یہ خوان اٹھا لیے گئے ۔ عطریات، خوشبوؤں، لخلخوں کا دور ہوا جس سے ساری فضا معطر ہو گئی ۔ حضرت نے وہ مبارک رات تلاوت اور ذکر الٰہی میں گزاری ۔ صبح دم تمام عالموں، فاضلوں، عابدوں اور پارساؤں کو خلعتیں اور سالیں عنایت فرمائیں اور بیس ہزار روپے علماء اور محتاجوں مسکینوں میں تقسیم کروائے ۔

حضرت بادشاہ سلامت ہمیشہ شرع متین اور سنت سیدالمرسلین کو رواج دینے پر متوجہ رہے ہیں ۔ ان دنوں حضرت کی انتہائی دین داری اور خدا پرستی ظاہر ہوئی، یعنی حضرت نے ممالک محروسہ کے تمام حکام اور [۴۷۲] صوبےداروں کو از سر نو نہایت تاکید سے فرمان بھجوائے کہ شریعت محمدی علیہ الصلواۃ والسلام پر عمل کیا جائے اور اس کے مطابق سزائیں دی جائیں ۔ شرعی سیاست کا خصوصیت سے خیال رکھا جائے ۔ نئے بت خانے تعمیر نہ کیے جائیں، جو بت خانے بوسیدہ ہو کر ڈھینے والے ہوں ان کی مرمت نہ کی جائے ۔ شراب اور دیگر منشیات کے کھانے پینے اور بیچنے کی، خواہ خفیہ خواہ علانیہ، ممانعت کر دی جائے ۔ اگر کوئی کافر مسلمان ہونا چاہے تو دوسرے کافر اس پر جبر نہ کریں ۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کے قبرستانوں کے پاس مردے

جلانے سے روک دیا جائے - ہندو مردوں کی راکھ پر مٹھ نہ بنائیں[1] - ہندو سرکشوں کے علاقوں میں اتفاقاً جو مسلمان قید ہو جائیں اُن کے بال بچوں کو ایذا نہ پہنچائی جائے - سعادت کی تحریک سے راجا راج سنگھ کا بیٹا راجا بختاور مسلمان ہو گیا تھا - حضرت نے اُسے خلعت اور دس ہزار روپے کے انعام سے سرفراز فرمایا -

۸ [مہر][2] (۳۰ ستمبر ۱۶۳۳ء) کو اسلام خان ، جو گجرات کی صوبے داری سے ہٹ کر حسب الحکم شاہی راستے میں اُجّین سے برہان پور چلا گیا تھا ، حاضر درگاہ ہؤا - ہزار روپے اور ہزار اشرفیوں کی نذر پیش کی - ایک لاکھ روپے کے جواہرات ، مرصع آلات اور گجرات کے نادر و نایاب تحفے بطور پیش کش حاضر کیے - اسی تاریخ سر نظام الملک اور فتح خان پیش ہوئے جنھیں خان خاناں نے بحالت نظر بندی اسلام خان کے ہمراہ درگاہ والا میں بھیج دیا تھا - حسب الحکم والا نظام الملک کو خان جہاں کے سپرد کر دیا گیا کہ اُسے اُس کے ایک عزیز کے ساتھ ، جو احمد نگر کی فتح میں گرفتار ہؤا تھا ، قلعۂ گوالیار میں رکھے - فتح خان کو اُس کی بد عہدی ، ذاتی شرارت اور فساد پسندی کی وجہ سے قابل منصب نہ سمجھا گیا - ایک ہاتھی عطا ہؤا اور دو لاکھ روپے سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا گیا -

---

۱- نسخۂ لاہور میں مردوں کے بجائے سی ہو جانے والی عورتوں کی راکھ پر مٹھ بنانے کی ممانعت درج ہے -

۲- نسخۂ لاہور (پبلک لائبریری) میں ۸ کے بجائے ۱۰ تاریخ درج ہے -

۳۰ ربیع‌الاول ۱۰۴۳ھ [۱۲ مہر] (۴ اکتوبر ۱۶۳۳ء) کو حضرت کی حوالیسویں قمری سال گرہ کا جشنِ تلادان معمول کے مطابق کمال زیب و زینت سے منعقد ہؤا۔ اس مبارک تقریب کی تمام رسوم بخوبی ادا ہوئیں۔ حضرت نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ جب کبھی کسی مہم کی [۴۷۳] سرداری کسی شاہزادے کو تفویض کی جائے گی تو اُس کو منصب بھی عطا کیا جائے گا۔ جیسا کہ بیان ہؤا ابھی کچھ عرصہ پہلے شاہزادہ شاہ شجاع کو دکن کی مہم پر روانہ کرنے وقت حضرت نے انھیں منصبِ عالی عطا فرمایا تھا۔ اس وجہ سے ازروئے عدل یہ بھی لازم ہؤا کہ بڑے شاہزادے کو بھی منصب پر سرفراز کیا جائے۔ چنانچہ اسی تقریب پر انھیں بارہ ہزاری ذات، چھ ہزار سوار کا منصب عطا ہؤا۔ خاص عنایت یہ ہوئی کہ چتر بھی عنایت کیا گیا۔ سفر میں سرخ بارگاہ برپا کرنے کی اجازت دے کر خصوصی مرتبے پر فائز فرمایا۔ علم، نقارہ، طومان اور طوغ مزید مرحمت ہوئے۔ صادق خاں کے انتقال کی وجہ سے میر بخشی گری کی خدمت عمدۃ الدولہ اسلام خاں کو دی گئی، خلعت بھی عطا ہؤا۔ حسنِ اتفاق سے اس سرفرازی کی تاریخ 'بخشی ممالک' = ۱۰۴۳ھ کے حروف سے نکلتی ہے۔ خان دوراں (نصیری خاں) کو خلعت، شمشیرِ خاصہ، ہاتھی اور گھوڑا عنایت فرما کر شاہزادہ شجاع کے ساتھ دکن کی مہم میں ہم رکاب رہنے کے لیے رخصت کیا۔ شمس‌الدین ولد نظر بہادر خویشگی کو آٹھ صدی ذات اور سوار کا، آب دار خانے کے داروغہ حیات خاں کو خدمت گارانِ شاہی کی سربراہی، آٹھ صدی ذات اور دو سو سوار کا، معتمد غلام باقی بیگ قاقاق کو سات سو ذات، پانچ سو سوار کا منصب عنایت ہؤا۔ مکرمت خاں کو آگرے کی فوج داری اور دو ہزاری ذات، ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ قاضی محمد سعید کو

مکرمت خاں کی جگہ دیوانِ بیوتات مقرر کرکے ہزاری ذات ، دو سو سوار کا منصب مرحمت کیا - داغ اور تصحیحہ کی خدمت ، جو قاضی محمد سعید کے سپرد تھی ، اسلام خاں کے بھائی زین الدین علی کے حوالے کی گئی -

نجومیوں کی تجویز کے مطابق اس سال حضرت کو ایک مرتبہ اور سونے چاندی میں تولا گیا ، جو محتاجوں ناداروں کو تقسیم کر دیا - مخبرِ صادق جنابِ رسولِ کریم کا ارشاد ہے کہ صدقہ دینے سے بلائیں رد ہو جاتی ہیں - چنانچہ اس کارِ خیر کی برکت سے حضرت کا مزاج تمام سال اچھا رہا - انھی دنوں راجا راج سنگھ کا پوتا برشو سنگھ ہدایت و توفیقِ آسمانی کی بدولت وادیِ گمراہی سے نکل کر شاہراہِ ایمان پر آیا - حضرت نے سعادت مند نام رکھا - خلعت خاصہ اور ہزار روپے انعام عطا فرمائے -

۵ [آبان] (۲۵ اکتوبر ۱۶۳۳ء) محل دار خاں ، [۴۷۴] جس کی کارگزاری اور حسنِ خدمت کا بیان ہو چکا ہے ، دکن سے آکر سعادتِ حاضری سے مشرف ہوا - حضرت نے اسے طرح طرح کی عنایات سے سرفراز فرما کر چار ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب عطا کیا - کھپوۂ مرصع اور اسپ و فیل پا کر دلی مدعا حاصل کیا - بیس ہزار روپے انعام بھی دیا گیا تاکہ اس رد و بدل میں جو نقصان اسے پہنچا ہے اس کی تلافی ہو جائے - بہار کے پرگنے مونگیر میں جاگیر عطا ہوئی - ۱۲ [آبان] (یکم نومبر ۱۶۳۳ء) کو قطب الملک کا ایلچی خیرات خاں ، جو پہلے سال جلوسِ مبارک میں اپنے آقا کی سفارت پر ایران گیا تھا ، واپس آتے ہوئے حاضرِ درگاہ ہوا - تین عراقی گھوڑے ، چند خچر اور سانڈنیاں نیز ایران کی نفیس چیزیں بطورِ پیشکش خدمتِ والا میں پیش کیں -

۲۵ (دے] (۱۴ جنوری ۱۶۳۴ء) ۱۴ رجب ۱۰۴۳ھ حضرت

کی تینتالیسویں شمسی سالگرہ کا جشنِ تلادان منعقد ہؤا ۔ مقررہ آداب اور دستور کے مطابق صدقے اور خیرات کی رسمیں ادا ہوئیں ۔ علامی افضل خاں ترقی پا کر چھ ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ اس مسرت بخش تاریخ پر نہایت پرلطف تماشا دیکھنے میں آیا جسے دیکھ کر نظارگی حیران رہ گئے ۔ مقرب خاں دکنی نے ایک تربیت کردہ گھوڑا پیش کیا ۔ اُس کی جرأت کا یہ عالم تھا کہ بے محابا جنگھاڑے ہوئے ہاتھی کے یا ہاتھی کے سامنے آ کر اپنے ہاتھ ہاتھی کی مستک پر جما کر اُس کی سونڈ اور سر کو دانتوں سے پکڑ لیتا ۔ جب ہاتھی جھٹکا دے کر اُسے ہٹا دیتا تو اُس کے اردگرد اچھلنا کودنا پھرنا اور جوں ہی ہاتھی کی نظر چوکتی فوراً بڑھ کر اُس کے پٹھے یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کو دانتوں میں داب لیتا ۔ ایسی حیرت انگیز تگ و دو کرتا تھا کہ ہاتھی بے دست و پا ہو کر مجبور ہو جاتا ۔

۱۱ بہمن (۳۰ جنوری ۱۶۳۴ء) کو شاہزادۂ ولیعہد دارا شکوہ کے گھر میں نادرہ بیگم دختر سلطان پرویز کے بطن سے ایک حور لقا بیٹی پیدا ہوئی ۔ حضرت ظلِ سبحانی یہ خوشخبری سن کر شاہزادے کی حویلی میں تشریف لے گئے اور اُسے اپنے فیضِ قدم سے آسمانی برکتوں کا مرکز بنا دیا ۔ پادشاہزادۂ قاعدہ داں نے تمام مناسب آداب ادا کرکے پارچات کی دو گٹھریاں ، [۴۷۵] جن میں نو نو تھان تھے ، نیز ایک مرصع جمدھر یمین الدولہ آصف خاں کو عطا کیا ۔ باقی سرداروں کو خلعتِ فاخرہ عنایت فرمائے ۔

شاہی سواری کی پنجاب کو روانگی

لاہور کی پاک سرزمین ہفت اقلیم کی آبرو ہے اور دنیا کے مبارک علاقوں میں سے ہے۔ خوش نصیبی کے سبب قدیمی زمانے سے ہندوستان کے فرماں رواؤں کا دارالسلطنت رہا ہے۔ مغل تاجداروں نے بھی اسے دارالحکومت قرار دیا ہے۔ مدتِ دراز سے اس سرزمین پر حضرت شاہجہاں کی سواری کا گزر نہیں ہوا تھا۔ سالہا سال کی محرومی کے بعد بالآخر اس کے نصیب جاگے۔ حضرت نے فیصلہ فرمایا کہ کچھ عرصہ وہاں چل کر قیام کریں۔ علاوہ ازیں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت کشمیر کے بعض علاقوں کی سیر سے بھی محظوظ ہونا چاہتے تھے۔ غرض ۱۰ بہمن، ۳ شعبان ۱۰۴۳ھ (۲ فروری ۱۶۳۴ء) کو حضرت کی سواری فوجِ ظفر موج کو ہمرکاب لیے لاہور کو روانہ ہوئی۔ آگرے کے پاس موضع گھاٹ سامی میں اپنے مبارک دستور کے مطابق تین روز قیام فرمایا تاکہ لشکر والے سامانِ سفر درست کر سکیں اور پیچھے رہ جانے والے آ ملیں۔ یہاں خان عالم میر شکار کو، جو شکاری پرندوں کو پرواز دینے اور تمام پرندوں کی نگہداشت میں ماہر کامل ہے، پالم کی شکارگاہ تک ساتھ جلنے کا فخر عطا کیا تاکہ وہاں تک ہمرکاب رہے اور دہلی سے واپس آ جائے۔ اسی تاریخ پر خان موصوف کو ڈیڑھ ہزار اشرفیاں، حاکم خاں کو چار سو اشرفیاں اور شیر خاں ترین کو دس ہزار روپے عطا فرما کر سرفراز کیا۔ ۱۸ بہمن (۶ فروری ۱۶۳۴ء) کو یہاں سے کوچ کرکے رعیت کی فلاح و بہبود کے واسطے شاندار سپاہیوں کا ایک دستہ اس کام پر مامور کیا کہ لشکرِ شاہی کے کوچ کرنے سے راستے کی کھیتیاں برباد نہ ہو جائیں۔ [۴۷۶] کیونکہ حضرت کی فوجِ ظفر موج جب چلتی ہے تو کم از کم

ایک کوس تک پھیلی ہوتی ہے - اس کے علاوہ دیانت‌دار اشخاص کو گرداوری پر تعینات فرمایا کہ ٹھیک ٹھیک حساب کرتے چلیں اور جس کسان کی جتنی کھیتی پامال ہوگئی ہو اس کی تلافی خزانۂ عامرہ سے کر دیں -

۲۵ بہمن، ۴ شعبان (۱۳ فروری ۱۶۳۴ء) کو قصبۂ متھرا میں خیمے ہوئے جو قدیم زمانے سے ہندوؤں کا متبرک تیرتھ ہے - معلوم ہؤا کہ قریب ہی مہا بن کے جنگل میں جمنا پار کئی زبردست شیروں کا کچھار ہے جو آس پاس کی رعیت کے مویشیوں کا نقصان کرتے رہتے ہیں - آپ رعایا کو نقصان سے محفوظ رکھنے کے لیے بے تامل ادھر روانہ ہوئے - ہاتھی کی سواری تھی - دو تنومند شیر اور شیرنیاں، جو جسامت میں ان سے بھی زیادہ تھیں، شکار ہوئیں - شیر کا ایک بچہ زندہ ہاتھ آیا - سبھوں کو ساتھ لیے واپس ہوئے - شام کو شب‌برات تھی - اگرچہ سرکاری خدام نے کوئی انتظام نہیں کیا تھا پھر بھی آپ کے حسب‌الحکم جمنا کے دونوں کناروں پر نیز کشتیوں میں چراغاں کیا گیا - وہ بھی اس شان کا تھا کہ اس تقریب پر بہت کم دیکھا گیا ہے - چوتھی منزل میں عین دوپہر کے وقت تفنگ خاصہ سے دو قوی ہیکل شیر اور شکار ہوئے - نر کا وزن سوا سات من اور مادہ کا پانچ من نکلا -

۴ اسفندار (۲۴ فروری ۱۶۳۴ء) کو دہلی کے صوبے‌دار اعتقاد خاں نے شہر سے ایک منزل آگے آ کر اقبالمندی کی کشش سے حضرت کی رکاب کو بوسہ دینے کا فخر حاصل کیا - اگلے روز دریائے جمنا کے کنارے سلیم‌گڑھ میں خیمہ زن ہو کر اس قصبے کو دارالسلام بغداد کا ہمسر بنا دیا - جمنا کا پانی، جس میں کوثر و تسنیم کے سوت ملے ہیں، فرات و نیل بلکہ آب‌حیات اور سلسبیل سے بڑھ گیا - یہ موضع شیر خاں افغان کے بیٹے سلیم خاں کا آباد کردہ

ہے - چار دیواری بنوائی تھی ، ناموافقتِ دہر کے سبب عمارت کی تکمیل نہ کر سکا - حضرت جہانگیر جنت مکانی کو اس بہشت منظر قصبے کی فضا بے حد پسند تھی - تعمیر اور مرمت کا حکم دیا - اچھے اچھے نشیمن اور دلکش عمارتیں تیار کروائیں - جب کبھی دہلی آتے جاتے یہیں قیام فرماتے - [۴۷۷] سلیم گڑھ میں قیام کے دوسرے روز شاہِ سلیمان جاہ نے بتاریخ ۷ اسفندار (۲۷ فروری ۱۶۳۴ء) جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ کے مقبرے کی زیارت کا قصد فرمایا - اس مقدس اور متبرک روضے کی زیارت کر کے خدام اور مجاوروں کو انعام عطا کیا - پھر قدوۃالسالکین ، زبدۃالعارفین ، سلطان‌المشائخ شیخ نظام‌الدین اولیا کے مزار کا طواف کرنے کے لیے بڑھے - کامل عقیدت کے ساتھ وہاں فاتحہ پڑھ کر باطنی فیض حاصل کیا - دیر تک استفادۂ روحانی کرتے رہے - حسب‌الحکم سرکارِ والا کے خزانے سے دہلی کے محتاجوں مسکینوں میں پانچ ہزار روپے تقسیم کیے گئے - شاہزادوں نے جو کچھ دیا وہ اس کے علاوہ ہے -

۸ اسفندار (۲۸ فروری ۱۶۳۴ء) کو پالم روانہ ہوئے - وہاں اپنی بنوائی ہوئی عمارتوں میں قیام فرما کر ان کو رشکِ افلاک بنا دیا - اس فرحت بخش قصبے میں چار روز تک شکار کے شغل سے محظوظ ہوتے رہے - یہاں ایسی دلچسپ نفرح بخش صیدافگنی ہوئی کہ شکاریوں کے دل خوش ہوگئے - ایک روز جب کہ حضرت یہاں سرگرم سیر و شکار تھے آپ نے تفنگِ خاصہ سے ، جس کا نام خاص بان ہے ، چالیس کالے ہرن مارے - یہ ایسا کارنامہ ہے کہ بادشاہوں کا تو کیا ذکر پرانے ماہر شکاریوں سے بھی انجام نہیں پایا - مزاجِ والا نہایت مسرور ہؤا - سرخوشی کے عالم میں فرمایا کہ آغاز آفرینش سے آج تک شاید ہی کسی بادشاہ نے ایک بندوق سے چالیس ہرن شکار کیے ہوں - ملک‌الشعرا ابوطالب کلیم نے اس تقریب سے یہ رباعی کہی :

چون شاہجہان بادشہ کشور گیر
افگند بہ صیدگاہ پالم نخچیر

روزے بہ تفنگ خاص بان چہل آہو
افگند کہ نفگند بہ یک صید دو تیر

انھی دنوں خبر ملی کہ ظفر خان کی کوشش سے تبت کے حاکم ابدال نے اطاعت بادشاہی قبول کرکے اپنے علاقے میں حضرت کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کروایا ہے - ۱۷ اسفندار (۹ مارچ ۱۶۳۴ء) کو ظفر خان کی بھیجی ہوئی پیشکش نظر عالی سے گزری جو کشمیر کے نایاب تحفوں پر [۴۷۸] مشتمل تھی - اسی میں حضرت کے نام کے سکے کی نو اشرفیاں بھی شامل تھیں - ۲۶ اسفندار (۱۸ مارچ ۱۶۳۴ء) کو انبالے کے پرگنے میں خیمے ہوئے - شاہزادگی کے زمانے میں یہ علاقہ حضرت کی جاگیر میں تھا اور آپ اس سرزمین میں عمارتیں بنوانے پر متوجہ رہتے تھے - مدتوں بعد آپ کی سواری کے فیض سے اس علاقے کو شرف حاصل ہوا - اس گلزمین میں شاہزادگی کے زمانے میں آپ نے جو بہشت منظر باغ لگوایا تھا اسے اپنے قیام سے رشک فردوس بنا دیا - جلوس مبارک کے پہلے سال میں یہ پرگنہ آپ نے بیگم صاحب کی جاگیر میں دے دیا تھا - یہاں اس حور شمائل، رابعۂ دوراں، رشک زہرہ و برجیس کی کنیزوں کے لائق کوئی عمارت نہ تھی - پرگنے کے کارپردازوں کو حکم ہوا کہ یہاں دلکش و خوش منظر عمارتیں تیار کریں -

۲۹ اسفندار (۲۱ مارچ ۱۶۳۴ء) کو قصبہ سرہند میں، جو حضرت کا خالصہ ہے، کوکبۂ شاہی کا قیام ہوا - حافظ رخنہ کے باغ میں اترے جو عرش آشیانی اکبر بادشاہ کے زمانے میں لگایا گیا تھا اور جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کے عہد میں پوری بہار دکھاتا

تھا ۔ اس کے درخت سدرۃالمنتہیٰ کی طرح پوری بالیدگی اور نشو و نما کو پہنچ چکے تھے ۔ باغ کے دلکش و دلفریب نشیمن حضرت کے فیضِ قدم سے رشکِ آسمان ہوگئے ۔ نو روز کی تاریخ بالکل قریب آ چکی تھی ۔ لاہور تک کوئی اور جگہ اس قابل نہ تھی کہ وہاں جشنِ نوروزی کا اہتمام ہو سکتا لہٰذا آپ کے حسب الحکم مختلف کارخانوں کے کارپردازوں اور بزمِ عیش و طرب آراستہ کرنے والوں نے جہانگیر بادشاہ کے تعمیر کردہ باغ سے متصل تالاب کے کنارے اس مجلسِ نشاط کو منعقد کرنے کا اہتمام کیا ۔

اشاریه

الف

ب

پ

ت

ٹ

ث

ج

د

ز

س

ش

ص

ض

ط

ظ

ع

غ

ف

د

ز

س

ش

ص

ض

ط

ظ

ع

ن